ماہنامہ القاسم دیوبند جلد 3

1330ھ، 1331ھ

شمارہ نمبر 1-12

(رجسٹرڈ نمبر اے ۵۲۱)

القاسم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

علمی - مذہبی - اخلاقی - تمدنی - تاریخی - ماہوار رسالہ

نمبر ۱ — بابت ماہ شعبان المعظم سنہ ۱۳۳۱ھ — جلد ۳

خاکسار حبیب الرحمن مدیر رسالہ

نے

مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند سے شائع کیا

اور

مطبع قاسمی واقع مدرسہ اسلامی عربی دیوبند میں اہتمام سے چھپا

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ماہ شعبان سنہ ۱۳۳۰ھ

جو

مولانا خلیل احمد صاحب و مولانا اشرف علی صاحب

و

دیگر معزز و ممتاز علماء کی سرپرستی میں

شائع ہوتا ہے۔

جن حضرات کا چندہ سالانہ ابھی ختم نہیں ہوا یا بذریعہ منی آڈر مرحمت فرماد یا ہے اُنکے رسالے سب ایک تاریخ میں روانہ کر دئے گئے۔ ویلو کی روانگی انشاء اللہ تعالیٰ ایک ہفتہ میں ختم ہوگی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

القاسم کی تیسری سالگرہ

خدا کا شکر ہی کہ القاسم اپنی زندگی کے دو سال پورے کرکے تیسرے سال میں قدم رکھ رہا ہی اور اُن گرانبہا خدمات کا ایک قلیل حصہ جنکی توقع اُس نے اپنے وجود سے دلائی تھی اپنے پیمانہ عمر کے موافق ملک و قوم کے روبرو پیش کرنیکے لئے تیار ہی۔ خدا کرے مذہبی ضرورتوں کو سمجھنے والے تمام اصحاب اُسکے کارناموں کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں، و خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں اُسکی سعی قبول ہو

اگرچہ فی زماننا یہ عام عادت قرار پاگئی ہے (اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہ) کہ جب کسی اخبار یا رسالہ کا نیا سال شروع ہوتا ہے تو اُسکا ایڈیٹر پُرانے خریداروں کو قایم رکھنے اور جدید خریدار پیدا کرنے کے لئے اپنے رسالہ اور اخبار کی حد سے زیادہ ثنا خوانی کرتا ہے اور تعریف کے جسقدر پہلو ممکن ہوتے ہیں اُن میں سے کسی ایک کو بھی اُٹھا کر نہیں رکھتا لیکن چونکہ ہمنے ابتداء سے القاسم کا یہ مقصود نہیں ٹھیرایا کہ لوگوں کو موہوم اُمیدوں اور خارج از حوصلہ اولو العزمیوں کا سبز باغ دکھلا کر اُسکو کسب زر اور تجارتی منافع کا آلہ بنایا جائے اسلئے نخواہ مخواہ اس مسلک میں ہمکو جمہور کی مخالفت کرنا پڑتی ہی کہ ہم بھی اپنے اکثر معاصرین کی طرح القاسم کے واقعی اور غیر واقعی مناقب بیان کرکے اُسکے پاک و صاف مقاصد کو بیجا حرص و طمع کی آمیزش سے مکدر بنائیں۔

ہمارا ارادہ صرف یہ ہی کہ ہم اپنے دو سالہ عمل کا خود محاسبہ کریں اور اوّل خود سمجھکر پھر ناظرین کو سمجھائیں کہ ہمنے اس رسالہ کے اجراء کا اوّل یوم سے جو نصب العین قرار دیا تھا اُسمیں ہمکو کس حد تک کامیابی ہوئی اور کسقدر ہونیکی توقع ہے نیز جو اصول ہمنے منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے اختیار کئے ہیں وہ کہانتک صحیح ہیں اور اُن میں کسدرجہ تک ترمیم و اصلاح کی ضرورت ہے۔

ممکن ہے کہ کوئی شخص ہمارے اس محتسبانہ بیان کو بھی رسالہ کی مدح سرائی پر حمل کرے۔ لیکن ایسے حُسن ظن رکھنے والوں کو معلوم کرنا چاہیئے کہ اس طرح کے ناجائز مدح سرائی کے واسطے (جس سے لوگوں کو خریداری کے دام میں پھنسانا منظور ہو) زیادہ موزوں اور مناسب موقعہ ماہ رجب کا پرچہ تھا جبتک کہ القاسم کے نئے ویلو روانہ نہیں کئے گئے تھے۔

بہر حال کوئی کچھ سمجھا کرے مگر فی الواقع ہماری اصلی غرض اپنے کئے ہوئے کام کی جانچ اور تحدیث بالنعمۃ کے طور پر اپنے دو سالہ کوششوں کے نتائج کا اظہار کرنا ہے جسکی بقدر ضرورت تفصیل یہ ہے۔

القاسم جلد ا نمبر ا میں مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مدیر نے لکھا تھا کہ:۔

"اس رسالہ کا اصل مقصود مسلمانوں کے لئے مذہبی، علمی، تاریخی معلومات کا صحیح و محققانہ ذخیرہ بہم پہنچانا ہو، نرم اور متانت کے لہجہ میں اُن غلط خیالات کا جو بوجہ لاعلمی دلنشین ہوگئے ہیں۔ مٹانا ہے کسی تحریر یا مضمون پر

(بطور جرح وقدح) کچھ لکھا جائیگا تو محض بہ نیت اظہار حق وخیر خواہی لکھا جائیگا اور کوئی امر مطلوب نہ ہوگا۔ اس رسالہ کو تفرقہ اندازی اور اختلاف کا آلہ نہ سمجھا جائے۔ ہماری درخواست ہے کہ سب مسلمان بہ نظر تدبر وطلب حق اسکے مضامین کو دیکھیں ہمکو خوشی ہے کہ ہمنے اپنے قرار دئے ہوئے مقاصد کے خلاف درزی نہیں کی جسقدر مضامین شروع سے آجتک نکلے وہ سب مذہبی یا علمی یا تاریخی تھے۔ اور جب کسی مضمون کے جواب میں کوئی مضمون نکلا اسمیں برابر اسلامی تہذیب شائستگی کا استعمال اور دل آزار کلمات سے حتی الامکان احتراز کیا گیا۔

ہمارے رسالہ نے نہ آجتک کسی کی شخصیت پر حملہ کرنیکو پسند کیا اور نہ کسی کی سخیف او لاطائل نکتہ چینیونکی اسکو پرواہ ہوئی بلکہ نہایت خاموش رفتار میں اپنے اغراض ومقاصد کو انجام دیتا رہا اور جہاں کہیں اسلام میں رخنہ پڑتے دیکھا اپنے مقدور کے موافق بند کرنیکی فکر کی۔ اس نے۔

اخلاق واعمال کی خرابیوں پر متنبہ کرنے اور انکی اصلاح کے لئے حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرفعلی صاحب کا طویل سلسلہ مضامین شائع کیا خیالات اور عقائد کی درستی کیواسطے عظمت وحی۔ فلسفہ اور علم کلام۔ الاسلام۔ قرآن مجید میں تکرار کیوں ہے۔ لاایمان لمن لاامانۃ لہ۔ تہذیب اخلاق سے تصحیح عقائد اہم ہے۔ روزہ کے متعلق بعض آیات کی تفسیر۔ الدار الآخرۃ۔ وغیرہ وغیرہ عنوانات کے تحت میں مختصر اور مبسوط مضامین پیش کئے۔

جو تاریخی غلط فہمیاں آجکل مسلم اور غیر مسلم مصنفین کو اسلام کے متعلق پیدا ہو رہی ہیں اور جن میں سب سے بڑی اور بھاری غلطی اسلام کی اشاعت میں زور شمشیر کو دخل دینے کی نسبت ہے۔ ان سب کی ازالہ کے واسطے اس نے ایک نہایت طویل الذیل سنجیدہ اور مدلل مضمون کی بناڈالی جس سے ایک طرف تو یہ نفع ہوا کہ ان سب اعتراضات کا معقولیت کے ساتھ جواب ہوگیا (اور ہوتا جاتا ہے) جو تاریخ اسلام کے متعلق ہمیشہ پیش کئے جاتے تھے اور دوسری طرف مسلمانوں کے اندر اپنے سلف صالحین کے صحیح حالات کو سنکر انکے اقتداء کا شوق اور انکے نقش قدم پر چلنے کی ترغیب پیدا ہونیکی توقع ہوئی۔ اور نیز اسکے ذریعہ سے اسلام کے وہ مافوق العادۃ اور حیرۃ انگیز کارنامے بھی منظر عام پر آچکے جن پر ابتک یورپ کے پاس کئے ہوئے قانون قدرت کا پردہ پڑا ہوا تھا اور جن کو ہمارے ذہین بھائی (مسلمان) یورپ کے ڈر کی وجہ سے اپنی تالیفات میں دور از عقل اور بیہودہ افسانوں کا خطاب دیکر درج نہیں کیا کرتے تھے۔

غرض القاسم نے اپنی آزادانہ روش کے ساتھ جو مضامین لومۃ لائم کے پرواہ کئے بغیر شائع کئے ان سے اردو کی مذہبی لٹریچر میں بحمد اللہ نہایت کارآمد اضافہ ہوا۔ اور یہ ہی نہیں کہ ان مضامین کا اثر صرف اوراق وصفحات تک محدود رہا بلکہ انہوں نے مسلمانوں کے دلوں میں جگہہ کی۔ اور کثیر التعداد ناظرین نے زبانی اور خطوط کے ذریعہ سے اپنی اصلاحات اور جذبات مسرت کا اظہار کیا۔ جسکا یہاں درج کرنا ہمارے نزدیک بے فائدہ ہے۔

ہم ممنون ہیں ان حضرات کے جنہوں نے ہمارے رسالہ کو انتفاع اور قدر دانی کی نظر سے دیکھا اور نیز ان ایڈیٹران اخبار ورسائل کے جنہوں نے ہماری جستہ جستہ مضامین کو اپنے رسالوں اور اخباروں میں بغرض نفع رسانی عام مسلمانوں کے درج فرمایا جزاھم اللہ تعالی احسن الجزاء۔

ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ گو ہمارے نزدیک القاسم نے اپنے طویل وعریض مقاصد کے اعتبار سے ابھی تک بسم اللہ بھی پوری نہیں کی لیکن رسالوں کی ایسی کثرت اور کس مپرسی کے زمانہ میں اُس نے جو کچھ اعتبار عام مسلمانوں کے دلوں میں اپنا پیدا کر لیا وہ نہایت غنیمت اور بغایت تعجب انگیز ہے۔ یہ سچ ہے کہ ابتک اُسکا حلقۂ اشاعت مسلمانوں کی بدقسمتی کی وجہ سے اتنا وسیع نہیں ہوا جتنا کہ ایک ایسے مرکزی رسالہ کی نسبت اُمید کی جاسکتی تھی۔ مگر پھر بھی ہندوستان کے تمام علمی رسالوں سے جو ماہوار شائع ہوتے رہتے ہیں اُسکی اشاعت کہیں زیادہ ہے اور زیادہ ہوتی جاتی ہے (کاش کہ ناظرین بھی اس طرف توجہ فرماویں)۔

باوجودیکہ ہمنے اپنی جانب سے القاسم کے مضامین۔ کاغذ۔ لکھائی چھپائی کے موقر بنانے میں کچھ کوتاہی نہیں کی لیکن اس پر بھی ہمارے احباب کو کچھ شکایتیں باقی ہیں جن سب سے ہم اُسوقت نجات پاسکتے ہیں جب کہ لازمۂ بشریت ہم میں باقی نہ رہے۔

سب سے بڑی شکایت یہ تھی کہ القاسم کے بعض مضامین بہت دقیق ہوتے ہیں اور بعض کی عبارت میں عربی الفاظ چونکہ بکثرت آتے ہیں اسلئے اغلاق پیدا ہو جاتا ہے۔ (کاش کہ یہ اعتراض کرنیوالے ہندوستان کی تمامی اخبارات کو بھی اُٹھا کر دیکھتے جن میں انگریزی الفاظ کی ایسی بھرمار کیجاتی ہے کہ غیر انگریزی خواں طبقہ جسکی تعداد بھی ہندوستان میں بہت زیادہ ہے اُن سے بہت ہی کم فائدہ اُٹھا سکتے ہیں)۔

لیکن بہرکیف اس شکایت کو ایک حد تک تسلیم کرکے یہ انتظام کیا گیا کہ جن مضامین کی تعبیر مشکل تھی عوام کیواسطے اُنکو دوسرے سہل پیرایہ میں ادا کیا گیا۔ مگر جو مضامین کہ اصل سے ہی دقیق تھے اُنکی دقت رفع کرنیکی کوئی صورت نہ تھی اسلئے اُن کی نسبت اسکے سوا اور کیا عرض کیا جاسکتا ہے کہ یہ رسالہ مسلمانوں کے کسی ایک طبقہ کے لئے نہیں ہے ممکن ہے کہ اُس میں اگر ایک مضمون عام وخاص ہر ایک کے سمجھنے کیواسطے ہو تو دوسرا خاص اہل علم یا کسی گروہ مخصوص کی دلچسپی کے لئے ہو۔ دوسری شکایت جو نہایت افسوسناک اور لائق حسرت ہے یہ ہے کہ القاسم میں وہی پرانے اور فرسودہ مضامین ہوتے ہیں جو قدیم زمانہ کی پیداوار ہیں۔ نہ اُس میں جدید تحقیقات درج ہوتی ہیں۔ نہ یورپ کے فلاسفروں کا نام لیا جاتا ہے اور نہ ہی سائنس کے اکتشافات کا حوالہ کسی جگہ دیکھنے میں آتا ہے۔

اِسکے متعلق اسکے سوا ہم اور کیا کہیں کہ یہ رسالہ اُن بوسیدہ مضامین ہی کے تازہ کرنے کیلئے جاری کیا گیا ہے۔ اور اسکا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ اُن علوم قدیمہ حقہ کو دوبارہ زندہ کرے جنکو ابناء زمانہ کی بیحسی اور بدمذاقی نے قریبًا فنا کر دیا ہے۔

اسلام کے اصول جو سیکڑوں برس سے قرنًا بعد قرنٍ نقل ہوتے چلے آتے ہیں وہ ہم مسلمانوں کے نزدیک بالکل قطعی اور یقینی ہیں جنمیں ہرگز تبدیل وتحریف کا امکان نہیں۔ پس جبکہ کوئی آدمی اقلیدس کے کسی ایک حرف کو فرسودہ کہکر چھوڑ دینے یا چھڑا دینے پر قادر نہیں تو کیا کوئی مسلمان خدائی مذہب کے کسی ایک مسئلہ کو بوسیدہ اور فرسودہ بتاکر ترک کر سکتا یا کرا سکتا ہے۔

ہمکو کیا حاجت ہے کہ ہم جگہہ جگہہ اپنی تصدیق کیلئے بیکن اور نیوٹن کا حوالہ دیا کریں جبکہ ہم اپنے ویسے ہی تائید امام غزالی اور رازی کے اقوال سے بھی کر سکتے ہیں۔ ہمارا منشا یہ ہے کہ مسلمان عام طور پر بجائے حکماء

یورپ کے حکماء اسلام ہی کے حوالوں کا استعمال کیا کریں (الا عند الضرورۃ الشدیدۃ والضرورات تقدر بقدر رہا)۔

تیسری شکایت یہ ہی کہ ہر ماہ کا رسالہ ٹھیک اپنے وقت پر نہیں پہنچتا۔ لیکن چونکہ پریس اور کارکنان مطابع کی دشواریاں آجکل طشت از بام ہوچکی ہیں۔ اسلئے ہم اس اعتراض کو تسلیم کرکے مرگ انبوہ میں داخل ہونیکے واسطے تیار ہیں (اگرچہ فی الواقع قاسمی پریس کے جاری ہونے سے شکایات تاخیر میں اب بہت تخفیف ہوگئی ہی)

چوتھی شکایت یہ ہی کہ بعض مضامین کا سلسلہ اٹھاکر بہت بہت دنوں تک منقطع رہتا ہی جس سے مضمون کا لطف بالکل جاتا رہتا ہے۔ بیشک یہ شکایت بالکل بجا ہے۔ مگر واقعی بات یہ ہے کہ جن لوگوں کے مضامین درمیان میں رک جاتے ہیں انکو تدریس وغیرہ کے مشاغل اسقدر ہیں کہ وہ اپنا بہت کم وقت مضمون نگاری میں صرف کرسکتے ہیں اور جو کچھ وہ کرلیتے ہیں محض غنیمت ہے۔ ع

فکر معاش و ذکر خدا یاد رفتگاں — دو دن کی زندگی میں بھلا کوئی کیا کرے

لیکن بہرحال ہم اپنی اس تقصیر پر نادم ہیں اور انشاء اللہ آیندہ اسکی تلافی میں کماحقہ کوشش کیجائیگی۔ واللہ الموفق والمعین۔

شبیر احمد۔ عثمانی

سنہ ہجری

القاسم کے گذشتہ نمبر میں بذیل عنوان بالا مولانا سید یوسف الدین صاحب صوبہ دار گلبرگہ کا مضمون درج ہوچکا ہی اس نمبر میں حسب وعدہ مولانا سید محمد انور شاہ صاحب مدرس دار العلوم دیوبند کا مضمون درج کیا جاتا ہے مگر چونکہ دونوں مضمون فارسی میں ہیں اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہی کہ انکا حاصل اور خلاصہ اردو میں لکھدیا جاوے جس سے ناظرین کو اصل مضمون کے سمجھنے میں آسانی ہوجاوے۔

عالیجناب صوبہ دار صاحب کی تحریر کا حاصل یہ ہی کہ جملہ فقہا و محدثین کے نزدیک یوم عاشوراء دسویں محرم ہے لیکن روایات حدیث اور حساب دونوں سے اسکے خلاف ثابت ہے۔

احادیث سے یہ امر ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس روز مدینہ منورہ تشریف لائے یہود مدینہ کو عاشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ ان سے وجہ روزہ کی دریافت کیگئی تو انہوں نے کہا یہ دن بہت مبارک ہی اسی دن میں اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کو انکے دشمن یعنی فرعون سے نجات دی تھی حضرت موسیٰ نے اس روز روزہ رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ہم بہ نسبت تمہارے زیادہ مستحق ہیں کہ حضرت موسیٰ کا اتباع کریں۔ تب آپنے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی حکم دیا۔

اور یہ بھی مسلم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ تشریف لانا ۸ ربیع الاول کو ہوا اور ۸ ربیع الاول مطابق ہوتی ہی ۲۰ ستمبر سنہ ۶۲۲ عیسوی کے اور ۲۰ ستمبر سنہ ۶۲۲ء مطابق ہوتی ہے دہم تشرین کے ان دونوں

مقدسوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یوم عاشوراء جسکے روزہ کا مسلمانوں کو وجوباً یا استحباباً حکم دیا گیا تھا دہم تشرین ہوتی ہے۔ فقہاء کا صوم عاشوراء کیلئے دسویں محرم کو متعین کر لینا ظاہرا غلط معلوم ہوتا ہے کسی حساب سے۔ ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء دسویں محرم کے مطابق نہیں ہوتی۔

مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ و تابعین فقہاء و محدثین کا اسپر اتفاق ہے کہ عاشوراء دسویں محرم ہی۔ اسمیں ایک کو بھی اختلاف نہیں ہی۔ صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بدیں تفصیل مروی ہی حکم بن الاعرج کہتے ہیں۔ میں نے ابن عباس سے دریافت کیا کہ عاشوراء کا روزہ کس روز رکھوں۔ فرمایا جب تم ہلال محرم دیکھو تو شمار کرتے رہو اور جب نویں تاریخ ہو روزہ رکھو۔ میں نے عرض کیا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح روزہ رکھتے ہیں فرمایا ہاں۔ اس سے صاف ظاہر ہی کہ یوم عاشوراء محرم کی دسویں تاریخ ہے۔ رہا نویں تاریخ کا روزہ یہ اس بنا پر تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نویں محرم کے روزہ کو دسویں کے ساتھ ملانا چاہتے تھے۔

اسکے خلاف صرف ایک روایت کی بناء پر اشکال واقع کیا گیا ہے۔ جو ابن عباس سے مروی ہی کہ قدم النبی صلے اللہ علیہ وسلم المدینۃ فرأی الیھود تصوم عاشوراء الحدیث ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود کو عاشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔

لیکن درحقیقت یہ اشکال واقع نہیں ہوتا کیونکہ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جس روز مدینہ میں تشریف لائے اُس روز یہود کو روزہ رکھتے ہوئے پایا بلکہ روایت کا یہ مطلب ہے کہ مدینہ منورہ پہونچنے کے بعد اوّل مرتبہ جب محرم آیا تو آپ نے دسویں تاریخ یہود کو روزہ رکھتے ہوئے پایا۔

اور صاحب نتائج الافہام فی تقویم العرب قبل الاسلام کی یہ روایت کہ یوم قدوم رسول اللہ علیہ وسلم یوم عاشوراء تھا۔ کسی طرح حجۃ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ روایت صحیح روایات کے خلاف ہی۔ اسکے نقل و سیاق میں ضرور تخلیط واقع ہوئی ہے اور اگر اُس روایت کو صحیح بھی مان لیں تب بھی اُسکا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ وہ دن عاشوراء مسلمین کا دن تھا بلکہ یہود کے بعض فرقوں نے یوم عاشوراء کو جو قمری مہینہ کے حساب سے ہوتا تھا شمسی مہینہ میں لیکر اُس دن اور تاریخ کو بدل دیا تھا پس ممکن ہی کہ ان بعض یہود کے حساب سے عاشوراء کا دن ہو نہ کہ مسلمانوں اور اکثر یہود کا۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی قابل اعتماد روایت سے یہ امر ثابت نہیں کہ آپکے تشریف لانیکا دن عاشوراء کا دن تھا۔ اور سارے اشکال کی بنیاد صرف اتنی ہی بات پر تھی۔

پوری تحقیق اور تفصیل مولانا کے کلام میں موجود ہے ملاحظہ فرمائی جاوے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد بے حد مر حی قیوم را کہ تصریف ازمان واکوان در حیطہ قدرت اوست وتشریف چیزے بر چیزے بمقتضائے کل یوم ہو فی شان آیت کبریاء وعظمت او ودرود نامحدود بر سید موجودات وسرور کائنات کہ سنت غراء وے محجہ بیضا است طلعت سعید وے عید سنہ شہداء ودین مبین وے غرہ جبین سعداء وقرۃ عیون کملاء وبر آل واصحاب وے وجملہ اتباع واصحاب وے اما بعد ایں سطرے چند باقتضاء حال در حل بعض اشکال متعلق تاریخ یوم عاشوراء در سلک تحریر کشیدہ شد ومرام از آن محض تحقیق مقام است لاغیر وبخدا التوفیق باید دانست کہ یوم عاشوراء بمقتضائے احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واتفاق امت مرحومہ یوم عاشر از محرم الحرام حسب رویت ہلال است۔ قال فی عمدۃ القاری وہو مذہب جمہور العلماء من الصحابۃ والتابعین ومن بعدہم اھ وقال الزرقانی وقال القاضی والنووی الذی تدل علیہ الاحادیث کلہا انہ العاشر وہو مقتضی اللفظ اھ ودر جامع ترمذی عن الحسن عن ابن عباس روایت کردہ قال امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصوم یوم عاشوراء الیوم العاشر اھ وقال فی عمدۃ القاری ومنہا ما رواہ البزار من حدیث عائشۃ بلفظ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر بصیام عاشوراء یوم العاشر ورجالہ رجال الصحیح اھ وحدیث صحیح مسلم عن الحکم ابن الاعرج قال انتہیت الی ابن عباس وہو متوسد رداءہ فی زمزم فقلت اخبرنی عن یوم عاشوراء ای یوم اصومہ فقال اذا رأیت ہلال المحرم فاعدد ثم اصبح من الیوم التاسع صائما قلت اہکذا کان یصومہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم اھ پس جواب بر اسلوب حکیم است یعنی در تعیین عاشوراء ہیچگونہ خفاء نیست کہ عاشر محرم الحرام است آرے قابل لحاظ ایں امر است کہ تاسع نیز در صوم با عاشر ضم باید کرد ودر قول وے اہکذا یصومہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم اھ ہم اسلوب حکیم است کہ تمنائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را کہ اگر تا عام قابل زندہ مانند تاسع را ہم با عاشر در صوم ضم کنند نازل بمنزلہ فعل آنحضرت داشتہ چنانکہ سیاق طحاوی بریں معنی دلالت کند قلت لابن عباس اخبرنی عن یوم عاشوراء قال عن ای بالہ تسأل قلت اسأل عن صیامہ ای یوم اصوم قال اذا اصبحت من تاسعۃ فاصبح صائما الحدیث قال فی عمدۃ القاری فان قلت ہذا الحدیث الصحیح یقتضی بظاہرہ ان عاشوراء ہو التاسع قلت اراد ابن عباس من قولہ فاذا اصبحت من تاسعہ فاصبح

[تحقیق یوم عاشوراء یوم العاشر]

صائما ای صم التاسع مع العاشر واراد بقولہ نعم ما روی من عزمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی صوم التاسع من قولہ لاصوم التاسع وقال القاضی ولعل ذلک علی طریق الجمع مع العاشر لئلا یتشبہ بالیہود کما ورد فی روایۃ اخری فصوموا التاسع والعاشر وذکر رزین ہذہ الروایۃ عن عطاء عنہ وقیل معنی قول ابن عباس نعم ای نعم یصوم التاسع لو عاش الی العام المقبل وقال ابو عمرو ہذا دلیل علی انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصوم العاشر الی ان مات ولم یزل یصومہ حتی قدم المدینۃ وذلک محفوظ من حدیث ابن عباس اھ وقال فی فتح الباری ثم ما ھم بہ من صوم التاسع یحتمل معناہ انہ لا یقتصر علیہ بل یضیفہ الی الیوم العاشر اما احتیاطا لہ واما مخالفۃ للیہود والنصاری وھو الارجح وبہ یشعر بعض روایات مسلم ولاحمد من وجہ آخر عن ابن عباس مرفوعا صوموا عاشوراء وخالفوا الیہود صوموا یوما قبلہ او یوما بعدہ ونحو آں نزد طحاوی ہم است وابن عباس خودش بر صوم ہر دو یوم عامل بودہ قال فی عمدۃ القاری وروی عن ابن عباس انہ کان یصوم الیومین خوفا ان یفوتہ وکان یصومہ فی السفر اھ پس باشد کہ ابن عباس در صوم تاسع مع عاشر رعایت عزم نبی کریم و رعایت خوف فوت عاشر بحسب اختلاف رؤیت ہلال ہر دو نمودہ باشد چہ در فوائد تزاحم نیست ومعلوم است کہ جواب برا سلوب حکیم طریقہ مسلوکہ بلغاء است چنانکہ قول او تعالیٰ شانہ یسئلونک عن الاھلۃ قل ھی مواقیت للناس والحج را بریں اسلوب فرود آوردہ اند گفتہ اند کہ سوال از علت اشکال قمر در از دیاد و انتقاص بود جواب بفوائد آں دادہ شد و اما استشکال بحدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ فرای الیہود تصوم یوم عاشوراء فقال ما ھذا قالوا ھذا یوم صالح ھذا یوم نجی اللہ بنی اسرائیل من عدوھم فصامہ موسیٰ قال فانا احق بموسی منکم فصامہ وامر بصیامہ اھ بارادہ یوم قدوم کہ باتفاق در ربیع الاول بودہ نہ در محرم پس استشکال بیجا است زیرا کہ در ہیچ روایتے واقع نشدہ کہ صوم یہود در روز قدوم بود تا با عاشر محرم متناقض افتد بل صوم یہود ہم در محرم از سنہ ثانیہ بودہ قال فی فتح الباری وقد کان اول قدومہ المدینۃ ولا شک ان قدومہ کان فی ربیع الاول فحینئذ کان الامر بذلک فی اول السنۃ الثانیۃ وفی السنۃ

الثانیۃ فرض شہر رمضان فعلی ھذا لم یقع الامر بصیام عاشوراء الا فی سنۃ واحدۃ ثم فوض الامر فی صیامہ الی رای المتطوع اھ وقال فی عمدۃ القاری فان قیل ظاھر الخبر یقتضی انہ صلی اللہ علیہ وسلم حین قدم للمدینۃ وجد الیھود صیاما یوم عاشوراء والحال انہ صلی اللہ علیہ وسلم قدم المدینۃ فی ربیع الاول واجیب بان المراد ان اول علمہ بذلک وسؤالہ عنہ بعد ان قدم المدینۃ لا انہ قبل ان یقدمہا علم ذلک وقیل فی الکلام حذف تقدیرہ قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاقام الی یوم عاشوراء فوجد الیھود فیہ صیاما اھ واما آنچہ صاحب نتائج الافہام فی تقویم العرب قبل الاسلام آوردہ کہ روز قدوم نبی کریم یوم عاشوراء بودہ و روایتے نیز دریں باب نقل کردہ پس باوجود آنکہ در نقل سیاق روایت تخلیط واقع شدہ مقتضی ایں امر نیست کہ یوم قدوم عاشوراء مسلمین باشد بلکہ یوم قدوم بحساب بعض یہود عاشوراء او شان بود کہ دہم تشرین می باشد و مطابق با ہشتم ربیع الاول افتاد وایں بعض یہود عاشوراء را بحساب شمسی مے گرفتند کہ بریں تقدیر در شہور قمریہ دائر ماندے نہ آنکہ یوم قدوم عاشوراء مسلمین یا سائر یہود باشد کہ عاشوراء را بحساب ہلال مے گرفتند و اختلاف یہود در اعتبار عاشوراء خود از الفاظ حدیث مے خیزد چنانکہ در لفظ صحیح مسلم است عن ابی موسیٰ قال کان اھل خیبر یصومون یوم عاشوراء یتخذونہ عیدا یلبسون نساءھم حلیھم وشارتھم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصوموہ انتم اھ و در صحیح بخاری از ہجرت است واذا اناس من الیھود یعظمون عاشوراء ویصومونہ اھ پس تقیید باہل خیبر و باناس من الیہود دلالت کند بر اختلاف یہود اندریں باب وقال فی فتح الباری ویحتمل ان یکون اولئک الیھود کانوا یحسبون یوم عاشوراء بحساب السنین الشمسیۃ فصادف یوم عاشوراء بحسابھم الیوم الذی قدم فیہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ وھذا التاویل مما یترجح بہ اولویۃ المسلمین واحقیتھم بموسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام لاضلالھم الیوم المذکور وھدایۃ اللہ المسلمین لہ اھ پس تقیید کردہ بقول وے اولئک الیہود و تصریح نمودہ کہ ایں جماعت یہود یوم عاشوراء گم کردہ بودند و ہدایت کرد خدا مسلمین را بصواب بعد ازاں فرمودہ ثم وجدت فی

المعجم الکبیر للطبرانی ما یوید الاحتمال المذکور اولا وھو ما اخرجہ فی ترجمۃ زید بن ثابت من طریق ابی الزناد عن ابیہ عن خارجۃ بن زید بن ثابت عن ابیہ قال لیس یوم عاشوراء بالیوم الذی یقولہ الناس انما کان یوم تستر فیہ الکعبۃ وکان یدور فی السنۃ وکان یاتون فلانا الیھودی یعنی لیحسب لھم فلما مات اتوا زید بن ثابت فسألوہ وسندہ حسن قال شیخنا الھیثمی فی زوائد المسانید لا ادری ما معنی ھذا قلت ظفرت بمعناہ فی کتاب الآثار القدیمۃ لابی الریحان البیرونی فذکر ما حاصلہ ان جھلۃ الیھود یعتمدون فی صیامھم واعیادھم حساب النجوم فالسنۃ عندھم شمسیۃ لا ھلالیۃ قلت فمن ثم احتاجوا الی من یعرف الحساب لیعتمد علیہ فی ذلک اھ یعنی عاشورا نزد بعض یہود پیش از اصلاح اسلام نبود این عاشوراء معروف فیما بین المسلمین الآن زیراکہ آن روزے بود کہ کعبہ را آن روز جامہ پوشیدندے وچون آن بعض یہود بحساب شمسی می گرفتند لہذا عاشوراء در شہور قمریہ دائر ماندے تا آنکہ اسلام بسوے حساب قمری ہدایت نمود وہمیں بود مرضی خدا وتقیید ابی ریحان بیرونی بقول وے جہلۃ الیہود دلالت کند بر آن کہ اصل حساب بحسب کتاب سماوی نزد اوشان ہم قمری بود واو را بسوے شمسی تحویل کردند ودر بعض زیجہا وتقاویم دیدہ شدہ کہ حساب عبری از عہد آدم علیہ السلام تا حال قمری است سوائے آن کسان کہ تحویل کردند وبعض مفسرین کریمہ انما النسئ زیادۃ فی الکفر بر ہمیں تحویل فرود آوردہ اند زیراکہ دریں تحویل تحویل اوقات شرعیہ است کہ مناقضہ است با اوضاع شریعت قال فی الکشاف وربما زادوا فی عدد الشھور فیجعلونھا ثلاثۃ عشر او اربعۃ عشر لیتسع لھم الوقت ولذلک قال عزوعلا ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا یعنی من غیر زیادۃ زادوھا اھ ۔ وہمچنیں حدیث الا ان الزمان قد استدار کھیأتہ یوم خلق السموات والارض السنۃ اثنا عشر شھرا منھا اربعۃ حرم ثلاث متوالیات ذوالقعدۃ وذوالحجۃ والمحرم ورجب مضر الذی بین جمادی وشعبان اھ ماناکہ مشرکین نیز پیش از اسلام ہر دو حساب معمول داشتند پس خلاصۂ کلام آنکہ نبی کریم در صوم عاشوراء موافقت آن یہود نمودہ کہ در تعیین وے بر صواب بودند نہ موافقت آنانکہ تحویل کردہ بودند ودریں یوم علاوہ نجات موسیٰ

دیگر خصوصیات نیز مستند قال فی فتح الباری ولاحمد من طریق شبیل بن عوف عن ابی ہریرۃ نحوہ وزاد فیہ وھو الیوم الذی استوت فیہ السفینۃ علی الجودی فصامہ نوح شکراﷲ و قال فی عمدۃ القاری وروی ابن ابی شیبۃ بسند جید عن ابی ہریرۃ یرفعہ یوم عاشوراء تصومہ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فصوموہ انتہٰی اھ ودرمیان حدیث ابن عباس کہ گذشت وحدیث ام المومنین عائشہ قالت کان یصوم عاشوراء تصومہ قریش فی الجاھلیۃ وکان رسول اللہ صلی علیہ وسلم یصوم فی الجاھلیۃ فلما قدم المدینۃ صامہ وامر بصیامہ ہیچگونہ منافات نیست۔ قال فی فتح الباری لیس فی الخبر انہ ابتدأ الامر بصیامہ بل فی حدیث عائشۃ التصریح بانہ کان یصومہ قبل ذلک فغایۃ ما فی القصۃ انہ لم یحدث لہ بقول الیہود تجدید حکم وانما ھی صفۃ حال وجواب سؤال ولم تختلف الروایات عن ابن عباس فی ذلک ولا مخالفۃ بینہ وبین حدیث عائشۃ ان اھل الجاھلیۃ کانوا یصومونہ کما تقدم اذ لا مانع من توارد الفریقین علی صیامہ مع اختلاف السبب فی ذلک اھ واستناد بنقل توراۃ کہ نجات موسیٰ علیہ السلام ۲۳ رمضان مطابق ۲۱ نیسان بودہ نہ در روز عاشوراء کہ دہم تشرین باشد وآنرا صوم کبور نیز خوانند ونہ در عاشر محرم الحرام قابل اعتماد نیست چہ از سیاق ظاہر است کہ الحاق احبار است وحینئذ حجت نیست فدون اثبات صحت وے قطع مفاوز است وع فی طلعۃ الشمس ما یغنیک عن زحل +

پیوستہ بہ گذشتہ

بعض جزئیات انقلاب مع اصلاح

(اصلاح معاملہ بصدقہ نافلہ)

منجملہ طاعات ملحقہ بزکوٰۃ جنکا اوپر سے ذکر چلا آرہا ہے ایک صدقہ نافلہ ہے۔ اسمیں بھی مثل دیگر اعمال کے متعدد کوتاہیاں واقع ہو رہی ہیں۔

ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ باوجود زائد علی الحاجۃ ہونے اور مصارف دینیہ ضروریہ پیش آنے کے محض بوجہ بخل کے بجز زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کے صدقہ نافلہ میں ایک کوڑی خرچ نہیں کرتے بلکہ میں نے اُن میں سے بعض سے سُنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمکو ایک فہرست دیدی ہے ہمکو اُس سے تجاوز کرنا کیا ضرور تو ایسے لوگ صرف یہی نہیں کہ صدقات نافلہ میں بے رغبت ہوں بلکہ اس سے ترقی کرکے اُن کو ناپسند اور اُنکو زیادت علی الشرع سمجھتے ہیں یہ شیطان کی بہت بڑی رہزنی ہے جو براہ تلبیس دین کے پردہ میں کی ہے اور مکروہ کو بصورت مستحسن دکھلایا ہے۔ چونکہ منشا اسکا بخل ہے اسلئے ناپسندیدہ ہونا اس ترک صدقہ کا ظاہر ہے اور علاوہ قواعد کلیہ شرعیہ کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی کسی درجہ میں مہتم بالشان ہونیکی تصریح بھی فرمائی ہے چنانچہ ارشاد ہے اِنَّ فی المالِ لحقا سوی الزکوٰۃ یعنی مال میں زکوٰۃ کے سوا اور بھی بعض حقوق ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استشہاد میں اس آیت کی تلاوت فرمائی وَاٰتَی المَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی القُربٰی وَالیَتٰمٰی وَالمَسٰکِینَ وَابنَ السَّبِیلِ وَالسَّائِلِینَ وَفِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکوٰۃَ اور وجہ استشہاد ظاہر ہے کہ آتی المال الخ کو آتی الزکوٰۃ سے علیحدہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ یہ علاوہ زکوٰۃ کے ہے اور اسکو صدقات واجبہ کے ساتھ خاص نہیں کہہ سکتے چنانچہ آتی المال بعد مصارف کو بعنوان استحقاق و احتیاج کے بیان فرمانا مشیر اس طرف ہے کہ مسوق لہ الکلام اُن کے حقوق و حاجات کو پورا کرنا ہے اور انکے مصارف زکوٰۃ کی حیثیت سے مذکور نہونے کی دلیل یہ ہے کہ اسکے بعد زکوٰۃ کا مستقلاً بیان ہے جس سے ثابت ہوا

کہ زکوٰۃ کے علاوہ جو اتنا مال ہو وہ اس حیثیت سے مطلوب ہے کہ ان مصارف کی اعانت ہے اور ظاہر ہے کہ صدقات واجبہ میں خود وہ تصدق بھی شرعاً مقصود ہوتا ہے اعانت کی یہ خصوصیت مقصود نہیں ہوتی پس یہ قرینہ ہے اسکا کہ یہ شامل ہے صدقات نافلہ کو بھی۔ اور بعد استشہاد بالآیت کے اُس شبہ کا جواب بھی ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمکو ایک فہرست دیدی ہے پھر اُس سے تجاوز کرنے کی کیا ضرورت ہے جواب یہ ہوا کہ اُس فہرست میں صدقہ نافلہ بھی تو داخل ہو گیا۔ چنانچہ ابھی ظاہر ہوا پھر اگر فہرست سے مراد فہرست واجبات کی لیجاوے تو اوّل تو جب دونوں فہرستیں ہمکو دیگئی ہیں پھر وجہ کیا کہ ایک فہرست کو لیا جاوے دوسری کو چھوڑا جاوے دوسرے تجاوز کرنے کے یہ معنی ہی غلط ہیں کہ نوافل کو ادا کیا جاوے۔ اگر یہ ہے تو نوافل کی فضائل منصوصہ کا کیا جواب ہوگا بلکہ مطلب اُسکا یہ ہے کہ حدود کو نہ چھوڑا جاوے مثلاً جس جگہ صرف کرنا ممنوع ہے وہاں صرف کیا جاوے یا اتفاق غیر واجب کو واجب سمجھ لیا جاوے۔ پہلا تجاوز عملی اور معصیت ہے دوسرا تجاوز اعتقادی اور بدعت ہے۔ اور جب یہ نہو تو وہ تجاوز نہیں ہے اور بعض صدقات نافلہ کے اعتبار سے ایک اور جواب بھی ہوسکتا ہے وہ یہ کہ بعضے اُن میں سے تامل کرنے سے فہرست واجبات ہی میں داخل معلوم ہوتے ہیں اور اُنکو نفل کہنا باعتبار اُنکی ذات کے قطع نظر خصوصیات سے ہے ورنہ عوارض کے اعتبار سے وہ واجب ہی ہیں۔ پس واجبات کی مشہور فہرست مطلق واجب کی فہرست نہیں ہے بلکہ وہ واجبات موظفہ کی فہرست ہے یعنی ایک وہ واجبات ہیں جو فی نفسہ واجب ہیں عوارض و خصوصیات کا اُسمیں دخل نہیں جیسے زکوٰۃ و صدقہ فطر وغیرہما کہ خواہ کوئی مستحق پیش نظر ہو یا نہ ہو مال میں سے مقدار خاص نکالنا ضروری ہے پھر مستحق کو تلاش کرکے اُس تک پہونچانا ضروری ہے انکو واجبات موظفہ کہنا چاہیئے۔ دوسرے وہ واجبات کہ اگر کوئی مستحق معلوم نہ ہو تو اُسکا تلاش کرنا ضروری نہیں اس مرتبہ میں وہ نفل ہے لیکن اگر کوئی مستحق روبرو آجاوے اور اُسکی احتیاج درجہ اضطرار تک ہو یا کوئی مصرف دینی عارض ہوجاوے اور اُسکی تکمیل درجہ ضرورت تک ہو تو اُسوقت اُسمیں خرچ کرنا واجب ہوگا کہیں علی الکفایہ کہیں علی العین مثلاً کوئی مسافر محلہ کی مسجد میں آاترے اور سب اہل محلہ اپنے گھروں میں کھائیں پئیں اور اُسکو نہ پوچھیں تو سب گنہگار ہونگے اُسوقت

اُسکی اعانت سب اہل محلہ پر اور انکی اعانت نکرنیکی صورت میں جسکو خبر پہونچی اُن سب پر واجب ہے علی الکفایہ۔ اور اگر کوئی شخص کھانا لیکر بیٹھا اور کھانا اسکی حاجت سے بہت زائد ہے اور ایسے میں کوئی گرسنہ آیا جسکی جان بھوک سے نکلی جاتی ہو اور اُسنے آکر اس شخص سے سوال کیا تو حضرت اُستادی مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کیا کوئی اسکا قائل ہو سکتا ہے کہ اُس شخص پر اس سائل کو بقدر ضرورت کھانا دینا واجب نہیں اور یہ وجوب اسوقت علی العین ہوگا۔ پس حاصل یہ ہوا کہ بعض صورتیں صدقہ نافلہ کی بھی واجب ہیں اور تنفل اور وجوب کے اجتماع کا اشکال ابھی مرتفع کردیا گیا ہے۔ اور بعض صدقات نافلہ جو ہر حال میں نافلہ ہیں گو ایسے بہت کم نکلیں گے لیکن جتنے بھی ہوں وہ گو فہرست واجبات میں داخل نہ ہوں مگر اُن میں جواب سابق جاری ہوگا یعنی ہمکو دوسری فہرست بھی ملی ہے۔ پس دونوں فہرستوں پر عمل کرنا چاہیے اور تارکین صدقہ نافلہ کے ذم میں یہ قید جو لگائی گئی کہ محض بخل کی وجہ سے الخ وجہ اسکی یہ ہے کہ سبب اسکا کبھی کوئی مصلحت باطنی ہوتی ہے یعنی افتقار و انکسار واسطے معالجہ عجب و ادلال کے یا عدم حصول خشوع و خلوص یا حسم مادہ مدح و مثل ذلک سو وہ مذموم نہیں لیکن یہ ترک اُس مصلحت (خود پسندی ناز و نخرہ) کے وجود تک محدود ہوتا ہے اسکے (قطع) بعد یہ ترک متروک ہوجاتا ہے اور یہ مسئلہ فن سلوک کا ہے یہ مقام اُسکے ذکر کا نہیں ہے ایسے تارک نوافل کو اصطلاح میں قلندر کہتے ہیں۔ یہانتک بحث تھی ترک صدقات نافلہ کی جو کہ اسکے متعلق ایک کوتاہی ہے۔

یک کوتاہی اس باب میں اسکے مقابل یہ ہے کہ انکو اس باب میں اسقدر غلو ہوتا ہے کہ گو حقوق واجبہ ضائع ہوجاویں گو قرضخواہ روتے پھریں مگر انکو اسکا شوق ہو کہ کوئی سائل اور مسافر محروم نہ جاوے خاص خاص تاریخوں میں خاص صدقات قضا نہ ہوں اور اس پر بعض اوقات خود بھی فخر کرتے ہیں اور دوسرے خودغرض لوگ اور بعضے بے غرض مگر کم فہم لوگ مدح بھی کرتے ہیں حدیث وابدأ بمن تعول اس طرز کو ناجائز بتلارہی ہے۔ حقوق واجبہ اہل عیال کے ہوں یا قرضخواہوں کے یہ ان نوافل سے مقدم ہیں بلکہ اگر کسی کے ذمہ کوئی حق واجب بھی نہ ہو مگر اپنی طبیعت کے انداز سے جانتا ہے کہ ناداری کا تحمل نکرسکیگا تو ایسے شخص کو بھی جائز نہیں کہ تمام ذخیرہ مصارف خیر میں صرف کرکے خالی ہاتھ رہ جاوے حدیث افضل الصدقۃ ما کان

عن ظہر غنیً اس پر صاف دال ہے اور اکثر تو ایسے لوگ ریاءً و افتخاراً خرچ کیا کرتے ہیں سو اسکا مذموم ہونا ظاہر ہی ہے۔ (یہاں سے چندہ جمع کرنے والوں کو بھی متنبہ ہونا چاہئے کہ ایسے لوگ جو اپنی حیثیت سے زائد جوش میں آکر دینا چاہیں تو یہ حضرات نہ لیا کریں۔)

ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعضے آدمی جو صدقہ نافلہ نکالتے ہیں اُنکا دل گوارا نہیں کرتا کہ محض حق تعالےٰ کی خوشنودی کے لئے خرچ کریں بلکہ وہ ہر چیز کو کسی پیر فقیر شہید ولی کے نامزد کر دیتے ہیں سو اگر خود وہ بزرگ ہی اُس سے مقصود ہے تب تو وہ ما اُہِلَّ بہ لغیر اللہ میں داخل ہو کر بڑی دور یعنی حد شرک تک پہونچ گیا اور بعض غلاۃ جہلاء کا واقعی یہی عقیدہ ہے سو ایسی چیز کا تناول بھی درست نہیں اور اگر مقصود اس عمل سے حق تعالیٰ ہو اور اُن بزرگ کو محض ثواب ہی بخشنا ہو تو وہ اس حد تک تو نہیں پہونچا اور ظاہراً جائز بھی ہو لیکن عوام بلکہ بعض خواص کالعوام کے حالات وخیالات کی تفتیش سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ محض ثواب ہی پہونچانے کو مقصود نہیں سمجھتے بلکہ اُنکی نیت یہ ہوتی ہے کہ فلاں ولی کو ثواب پہونچے گا تو وہ خوش ہونگے اور ہماری اس حاجت میں مدد کرینگے خواہ تصرف باطن سے اور زیادہ عقیدہ یہی ہے اور اسکا بھی قریب شرک ہونا ظاہر ہے اور خواہ دعا سے سو احتمال دعا کا عقیدہ تو ناجائز نہیں لیکن دو عقیدے اسمیں بھی فاسد ہیں۔ ایک اس احتمال کے وقوع کا اعتقاد کرنا کہ جسپر کوئی دلیل نہیں اور بلا دلیل عقیدہ کرنا کذب نفس اور مخالف ہے آیۃ ولا تقف ما لیس لک بہ علم کی۔ دوسرے بعد فرض وقوع دعا اس دعا کے بالقطع مقبول ہو جانے کا عقیدہ کرنا۔ دعا تو بعض اوقات حضرات انبیاء علیہم السلام کی بھی کسی مصلحت سے قبول نہیں ہوئی تا بغیر انبیاء چہ رسد اسلئے مصلحت یہی ہے کہ جب بزرگوں کو کچھ بخشنا ہو اپنی حاجت کا خیال اُن میں نہ ملایا کریں کہ توحید کے خلاف ہے کما ذکر اور اگر بہت ہی احتیاط کی تو اخلاص کی تو خلاف ہے ایسی مثال ہوگئی کہ کسی زندہ کو ہدیہ دیا وہ سمجھا کہ محبت سے دیا اور خوش ہوا پھر معلوم ہوا کہ کسی مطلب کو دیا فوراً وہ مکدر ہو جاویگا۔

ایک کوتاہی یہ ہو کہ اکثر لوگ اللہ کے نام کی وہ چیز نکالتے ہیں جو کسی کے کام کی نہ رہی ہو مثلاً کھانا جب دینگے کہ سڑ جاوے کپڑا جب دینگے کہ گل جاوے دعلیٰ ہذہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ واعلموا ان اللہ

حاشیہ: جو چاہئے ... خوشنودی کے لئے ... (ف ۲)

علم ... کا علم نہیں ... ہماری اس حاجت ... ظاہر ہے

اور ... قصہ ... خدا کے لئے ... نیز جو ... اور ... بزرگوں کو ... توحید ... اخلاص ...

غنی حمید ؑ اس باب میں کافی ہدایت ہے حق تعالیٰ کا اسمیں یہ ارشاد ہے لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون ؑ اور اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ پرانا کپڑا مثلاً خدا کی راہ میں دینا ممنوع ہی حدیث میں نیا کپڑا پہنکر پرانا دیدینے کی خود فضیلت آئی ہے مطلب یہ ہے کہ یہ برا ہے کہ جب دی ناکارہ ہی چیز دے - اور اگر اصل عادۃ تو عمدہ چیز دینے کی ہو اور پرانی بھٹی چیز بھی دیدیا کرے تو مضائقہ نہیں تو ان دونوں میں فرق ہو کہ پرانی ہی دیا کرے اور پرانی بھی دیا کرے اول مذموم دوسرا ماذون فیہ -

ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعضے آدمی صرف وارثوں کو محروم کرنے کے لئے سب اندوختہ خیرات کر ڈالتے ہیں - مبنیٰ اس غلطی کا یہ ہے کہ وارثوں کے لئے چھوڑ جانے کے ثواب کی انکو خبر نہیں - حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی موقع پر یہ ارشاد فرمایا ہے وانک ان تذر ورثتک اغنیاء خیر من ان تذرھم عالۃ یتکففون الناس - اور گو وہ ملک اضطراری ہے جسمیں مورث کے قصد کو بھی دخل نہیں لیکن حدیث میں ہو کہ کھیت میں سے اگر کوئی بہیمہ کھا جاوے تو کھیت والے کو ثواب ملتا ہے تو کیا مسلمان وارث بہائم سے بھی گئے گذرے ہوئے -

ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض صدقات کو بطریق بدعت خرچ کرتے ہیں جیسے خاص تاریخوں کی پابندی سے یا میت کے رسوم میں اسکی تفصیل اصلاح الرسوم میں ملاحظہ فرمالی جاوے -

ایک کوتاہی یہ ہے کہ اکثر شرائط شرعیہ کا لحاظ نہیں کرتے خواہ وہ شرائط ظاہرہ ہوں - مثلاً میت کے کپڑے حسب رواج سب نکالکر مدارس و مساجد و مساکین کو دیدئے جاتے ہیں حالانکہ ترکہ مشترکہ میں بالغین کا اذن شرط ہی اور اذن بھی وہ جو بطیب خاطر ہو شرم اور لحاظ اور پابندی رسم کی مجبوری سے نہ ہو اور نابالغوں کا اذن بھی معتبر نہیں یہ بلا بھی بہت عام ہے اور خواہ شرائط باطنہ ہو مثلاً قبول ہونے کی یہ شرط ہے کہ ریاء و افتخار سے نہ ہو مال حرام سے نہ ہو اسمیں بھی بہت بے پروائی ہے اکثر نمایش کے لئے خرچ ہوتا ہے اکثر سود و رشوت سے نیک کاموں میں لگاتے ہیں اور یہ کوئی شبہ نکرے کہ حلال اس زمانہ میں کہاں ہو تو کیا پھر نیک کاموں میں خرچ کرنا بالکل ہی چھوڑ دیں جواب یہ ہے کہ یہی غلط ہے کہ اس زمانہ میں حلال نہیں ابواب فقہیہ دیکھنے سے معلوم ہو گا کہ معاملات میں بہت توسع ہے پھر اگر حلال غالب بھی ہو تب بھی صرف کرنا امور خیر میں جائز ہے گو اسمیں جتنا جزو حرام ہے اسکی تحصیل کا گناہ مستقل ہو گا - فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ

تسہیل مضمون مذکور برعایت تفہیم جمہور

مسئلہ علاوہ صدقات واجبہ کے کبھی کبھی کسیقدر نفل صدقہ بھی نکالا کرو اور حاجتمندوں کو دیا کرو اور نیک کاموں میں خرچ کیا کرو۔ مسئلہ نفل صدقہ میں یہ خیال رکھا کرو کہ کسی کا حق واجب ضائع نہ ہو مثلاً اپنے اہل وعیال کو پہلے دو کسی کا قرض آتا ہو اسمیں پہلے دو جب ان سب سے بچے نیک راہ میں اُٹھاؤ۔ مسئلہ بعض نفل صدقے بعض خاص موقع پر واجب ہوجاتے ہیں جیسے کوئی بھوکا آجاوے اور ہمارے پاس کھانا زیادہ موجود ہو تو اُسکی امداد واجب ہوگی یا کہیں اشاعۃ علوم دینیہ کی ضرورت ہو اور وہاں مدرسہ قایم کیا جاوے تو سب پر واجب ہوگا کہ چندہ سے اعانت کریں۔ مسئلہ اتنا خیرات نکرڈالے کہ خود محتاج ہوکر بیٹھ رہے اور پھر صبر نہ ہوسکے اسلئے گناہوں میں مبتلا ہوجاوے۔ مسئلہ جو شخص اپنی گنجایش سے زیادہ دے لینے والے کو چاہیئے کہ نہ لے اور سمجھادے۔ مسئلہ بعضے لوگ بزرگوں کو اسلئے ثواب پہونچاتے ہیں کہ وہ خوش ہوکر ہمارا کام کردینگے سو یہ شرک ہے اور اگر یہ سمجھے کہ یہ دعا کرینگے اور وہ دُعا ضرور قبول ہوگی تو یہ دونوں مقدمات بھی غلط ہیں نہ تو کہیں یہ ثابت ہے کہ وہ ضرور دعا کرینگے اور نہ یہ ثابت ہے کہ دعا ضرور ہی قبول ہوگی۔ پس ایسی مشکوک بات کا پختہ یقین کرلینا یہ بھی گناہ ہے۔ مسئلہ اللہ کی راہ میں جو چیز دی جاوے وہ اچھی کارآمد ہونا چاہیئے ایسا شخص کبھی پرانے پھٹے بھی دیدے تو اجازت ہے اور ہمیشہ نکمی ہی چھانٹ کردینا یہ بُرا ہے۔ مسئلہ جسکے وارث موجود نہ ہوں اپنا تمام مال خیرات میں نہ لٹادوے خاصکر جب وہ حاجتمند ہوں۔ مسئلہ بعضی بدعات کا رواج ہوگیا ہے اُن میں صرف کرنے سے ثواب نہیں ہوتا پس اُن میں خرچ نکرے۔ مسئلہ مردہ کے سب کپڑے اللہ راہ میں اس طرح دیدینا کہ نہ غیر حاضر وارثوں سے اجازت لیجاوے اور نہ نابالغوں کے حصہ کا بدلا اُنکو دیا جاوی جیسا عام رواج ہورہا ہے جائز نہیں۔ مسئلہ صدقہ قبول اُسوقت ہوتا ہے جبکہ اُسمیں نمایش نہ ہو فخر وقصد شہرت نہ ہو اور مال بھی حلال ہو اگر کسی کے پاس حلال خالص نہ ہو تو حلال غالب ہو مثلاً دس روپیہ میں اگر چھ حلال اور چار حرام ہوں اور اُن سب روپیوں میں تمیز نہ رہے تو مجموعہ کو نیک کام میں خرچ کرنا جائز ہے اگرچہ اِن چار روپیوں کے کمانیکا گناہ الگ ہوگا۔

کتبہ اشرف علی ۹ رجب ۱۳۳۰ھ

دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا

(سلسلہ کیلئے القاسم نمبر ۱۲ جلد دویم ملاحظہ ہو)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں بذیل شرح حدیث مذکور ہرمزان کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

فاسرہ ابو موسی الاشعری و ارسل بہ الی عمر مع انس فاسلم فصار یقربہ ویستشیرہ ثم اتفق ان عبید اللہ ابن عمر بن الخطاب اتھمہ بانہ واطاء ابا لؤلؤۃ علی قتل عمر فعدا علی الھرمزان فقتلہ بعد قتل عمر۔

ابوموسیٰ اشعری نے ہرمزان کو قید کر کے انس بن مالک کے ساتھ حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھیجدیا۔ وہاں جاکر وہ مسلمان ہوگیا۔ حضرت عمرؓ اسکو مقرب بناکر معاملات میں مشورہ فرمانے لگے۔ پھر اتفاق یہ ہوا کہ عبید اللہ بن عمر نے اسکو ابولؤلوہ کی موافقت اور سازش قتل عمر رضی اللہ عنہ کی شرکت میں متہم سمجھا اور زیادتی کر کے اسکو قتل کردیا۔

حافظ ابن حجر کی تحریر سے دو باتیں صاف معلوم ہوگئیں۔ اول یہ کہ حضرت عمرؓ نے اسکو قابل اعتماد سمجھکر مقرب اور رازداری کے امور میں اپنا مشیر بنالیا۔ کیا حضرت عمر جیسے مدبر اور صاحب فراست کی نسبت کوئی شخص یہ خیال کرنیکی جرأت کرسکتا ہے کہ آپ نے ایک منافق اور نمک حرام عہد شکن پر اعتماد کیا تھا ممکن تو ہے مگر حالات اور واقعات اسکی تکذیب کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ابولؤلوہ کی موافقت کے اشتباہ کو اتہام سے تعبیر کرتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ کسی کے نزدیک بھی اُن کی حالت مخدوش نہ تھی۔

حافظ موصوف الصدر تقریب میں بھی اُسکی نسبت ایسے ہی لفظ لکھتے ہیں۔ جنسے معلوم ہوتا ہے کہ بعد اس واقعہ کے بھی قرون مابعد میں اُسکو مشتبہ نہیں سمجھا گیا۔ تقریب التہذیب کی عبارت یہہ ہے۔

وقع فی البخاری عنہ کلام موقوف

بخاری میں ہرمزان سے کلام موقوف مذکور ہے۔

وھو مخضرم من الثانیۃ اسلم علی ید عمر وقتل یوم قتلہ

وہ مخضرم (یعنی آپ کا زمانہ پایا مگر مسلمان بعد میں ہوا) طبقہ ثانیہ سے ہے۔ حضرت عمر کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور جس دن آپ شہید ہوئے اسی روز مقتول ہوا۔

ہرمزان کے متعلق جسقدر بیان ہوا اُس سے اسقدر ثابت ہو گیا کہ اُسکو مشتبہ و متہم سمجھنے کیلئے کوئی وجہ اور قرینہ صحیح نہیں۔ اسلئے اس مضمون کو ختم کر کے کعب احبار کے متعلق بھی کچھ لکھدینا چاہتے ہیں۔

ہرمزان کی نسبت تو ایک ظاہری بات ایسی بھی تھی جسکی وجہ سے اُسپر کسی کو کچھ اشتباہ کی گنجایش ہوتی۔ مگر کعب احبار کی شرکت سازش قتل یا کم ازکم سازش کے حال سے خبردار سمجھنے کی تو کوئی وجہ ہی نہیں۔

کعب احبار تورات کے عالم تھے۔ اور مسلمان ہو جانیکے بعد صحابہ کو اُنپر کسی قسم کا شبہ باقی نرہا تھا بلکہ کتب احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ اُنکو وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور خوب اختلاط وارتباط سے معاملہ کرتے تھے۔ مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ امام مالک وابوداؤد وترمذی ونسائی۔ ابوہریرہ کی حدیث نقل کی ہے۔

ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں طور کی جانب گیا۔ وہاں کعب احبار سے ملاقات ہوئی۔ ہم دونوں کی آپسمیں بات چیت شروع ہو گئی۔ وہ مجھکو توراۃ کی باتیں سناتے تھے۔ اور میں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتا تھا میں نے اسی دوران گفتگو میں وہ حدیث بیان کی جسمیں یہ آیا ہے کہ جمعہ کے روز ایک ساعت ہے جسکے اندر مسلمان کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ کعب نے کہا یہ ساعت ہر جمعہ کو نہیں بلکہ سال بھر میں ایکدفعہ ہوتی ہے میں نے کہا ہرگز نہیں۔ بلکہ ہر جمعہ کو ہوتی ہے۔ کعب نے توراۃ کو دیکھکر کہا۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ ہر جمعہ کو ہوتی ہے

ابوہریرہ فرماتے ہیں اسکے بعد میری ملاقات عبداللہ بن سلام سے ہوئی۔ اور میں نے کعب کی ملاقات اور گفتگو کا تذکرہ کیا۔ جب میں نے کعب کا یہ مقولہ ذکر کیا کہ وہ ساعت سال بھر میں ایکدفعہ ہوتی ہے۔ تو انھوں نے کہا کَذَبَ کعب (کعب غلط کہتے ہیں) اور جب میں نے ذکر کیا کہ توراۃ کو دیکھکر کعب نے کہا کہ بیشک ہر جمعہ کو ہوتی ہے تو فرمایا صدق کعب (کعب نے

ٹھیک کہا)۔

مذکورہ بالا حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ اُن سے علمی باتیں کرتے اور توراۃ کی باتیں پوچھتے تھے تورات میں حضرت عمر کے قتل کی پیشین گوئی مذکور ہونا تعجب کی بات نہیں ہے۔ توراۃ آسمانی کتاب تھی اور اُسمیں گذشتہ واقعات کے ساتھ زمانہ آیندہ کے متعلق بھی خبریں دیگئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اُسمیں بشارت کا مذکور ہونا تو محقق امر ہے اگر خلفاء راشدین کا تذکرہ بھی بذیل واقعات کسی ایسے پیرایہ میں ہو جسکو علماء توراۃ خوب سمجھتے ہوں تو اُسمیں انکار کی کیا بات ہے۔

آخر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی تو قیامت تک کے پیش آنے والے حوادث کی نسبت تذکرے ہیں۔ خود حضرت عمر کی شہادت کے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ گو اسطرح پر نفرمایا کہ عمر شہید ہونگے مگر جس اشارہ سے اس مضمون کو ادا فرمایا وہ صراحت سے کم نہ تھا۔

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صعد احدا و ابو بکر و عمر و عثمان فرجف بھم فضربہ برجلہ فقال اثبت احد فانما علیک نبی و صدیق و شہیدان۔	حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معہ ابوبکر صدیق اور حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے جبل احد پر تشریف لیگئے پہاڑ لرزنے لگا تو آپ نے پیر مار کر فرمایا۔ احد ساکن ہوجاؤ۔ تمھارے اوپر سوار ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں اور کوئی نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ دو شہید حضرت عمر و عثمان تھے۔ یہ کنایہ صراحۃً عمر و عثمان شہید ان کہدینے سے زیادہ بلیغ ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ توراۃ میں تحریف اور تبدیل ہوگئی ہے تو ہمکو اسکے تسلیم کرنے میں کچھ تامل نہیں مگر یہود میں تورات کے ایسے عالم بھی موجود تھے جو صحیح کو سقیم سے جدا کرکے بتلا سکتے تھے۔ احادیث میں بھی ضعیف اور موضوع روایتیں شامل کردی گئیں۔ مگر حفاظ اور نقاد احادیث نے (جزاہم اللہ خیر الجزاء) سب کو الگ کرکے رکھدیا۔

اور اگر کعب احبار اسوجہ سے مشتبہ سمجھے جاتے ہیں کہ وہ اصل سے یہودی تھے - اور یہود کی بغض و عداوت معلوم ہے - تو یہ نہایت ہی پوچ بات ہے یہودی الاصل ہونا اگر وجہ اشتباہ قرار دیا جاسکتا ہے تو عبداللہ بن سلام بھی یہودی تھے - کیا کوئی شخص فقط اسوجہ سے کہ وہ یہودی تھے اُن کے تمام فضائل و کمالات سے قطع نظر کرنیکی جرأت کرسکتا ہے - سلمان فارسی بھی اصل سے مجوسی تھے - اور پھر نصرانی ہوکر یہود مدینہ میں آکر رہے تھے - گویا اس اعتبار سے انکی عداوت سہ آتشہ تھی مگر سلمان منا اھل البیت (سلمان ہم اہل بیت میں سے ہیں) کے عالیشان ارشاد سے انہیں کی سرفرازی فرمائی گئی تھی - اور پھر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت عمر بھی اُنکی بات پر اعتماد کرتے تھے اور خاص اس قصہ میں بھی سُنکر یہ فرمایا کہ کیا توراۃ میں میرا نام ہے - تورات کی روایت سُننے سے اکراہ وانکار نہیں کیا - تو اُسوقت اُنکو مشتبہ قرار دینے کا مطلب صاف یہ ہے کہ تمام صحابہ اور خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دانائی - ہوشمندی عقل و فراست پر دھبہ لگایا جائے -

معمولی سا معمولی شخص بھی حرکات و سکنات اقوال و افعال سے اپنے ہمنشیں کی حالت کا اندازہ کرسکتا ہے مگر صحابہ اور حضرت عمر باوجود اس فراست کے ایسے بھولے بھالے سیدھے سادھے تھے کہ کعب احبار اُن کو ساری عمر دہوکہ دیتے رہے اور انمیں سے ایک بھی کبھی متنبہ نہوا بلکہ برابر اُن کے اخلاص پر اعتماد کرتے رہے - اور عبداللہ بن سلام نے بھی جو کعب احبار سے واقف ہونیکے ساتھ تورات کے بڑے عالم تھے کبھی اس دھوکے سے بچانیکی فکر نکی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود بھی کعب احبار کے ہم خیال ہوں گے لیکن میرے خیال میں شاید ہی کوئی شخص حضرت عبداللہ بن سلام کی نسبت اس قسم کا خطرہ یا وہم بھی دلمیں لانیکی جرأت کرسکے گا اور جب یہ نہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ عبداللہ بن سلام کو تو مشتبہ نہ سمجھا جائے - اور کعب احبار کو متہم بنانے میں محض ایسے قیاسات سے جنکے لئے کوئی منشا صحیح موجود نہو کام لیا جائے -

ہرمزان اور کعب احبار کے متعلق جو کچھ لکھا گیا - اگرچہ اصل مضمون سے غیر متعلق ہے مگر میرے نزدیک اُسکا صاف کردینا ضرور تھا - اسلئے بہت ہی اختصار کے ساتھ اسقدر عرض کردیا گیا - مجھے امید ہے کہ باخبر اور فہمیدہ اصحاب کیلئے یہ بیان کافی ہوگا واللہ اعلم بالصواب -

جبلۃ بن الایہم کا مرتد ہونا۔

القاسم کو مسلسل دیکھنے والے سخت متعجب و پریشان ہونگے کہ سلسلہ مضمون میں اسلام کے پھیلنے غیر اقوام کا حلقۂ اسلام میں داخل ہونے اور اسلام کے محاسن کا بیان ہوتا چلا آتا ہے۔ مسلمان ہو کر مرتد ہو جانے کو اس عنوان سے کیا تعلق ہے لیکن فہمیدہ اور سخن شناس کبھی متعجب نہونگے۔ کیونکہ اُنکو معلوم ہے کہ ہماری غرض" اس عنوان کے تحت میں یہ امر ثابت کرنا ہے کہ اسلام نے کسی کو بزور اپنے حلقہ میں داخل نہیں کیا۔ اُس نے دنیا کے سامنے اپنی خوبیاں اور اپنے متبعین کے اعلیٰ اخلاق و معاملات پیش کیے ہیں جس شخص میں قابلیت اور اہلیت قبول حق کی تھی بخوشی داخل ہوا۔ اسلام نے نہ کسی کو بجبر و اکراہ اپنے اندر بلایا اور نہ ایسے افراد کو جنکے اسلام کی بنیاد مستحکم نہ تھی۔ یا جو اسلامی قوانین کے قبول کرنے اور ماننے کیلئے تیار نہ تھے۔ جنکے دماغ میں سے سابق خیالات و اعتقادات محو نہوئے تھے۔ اور اُنمیں اسکی قابلیت بھی نہ تھی کہ کسیوقت سچے مسلمان بنجائیں اُنکو اپنے حلقہ سے نکالکر باہر پھینکدیا۔

جبلہ کا واقعہ فی الحقیقت ہمارے عنوان کے جسکے ذیل میں یہ حالات و واقعات بیان ہوتے چلے آتے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کی تائید ہے۔ اسی لئے ہم اُسکو یہاں لکھنا چاہتے ہیں۔

ناظرین کو معلوم ہو جائیگا کہ جبلہ کے مرتد ہو جانے اور اسلام کے حلقۂ اثر میں داخل ہو کر نصرانیۃ کے حصار میں پناہ پکڑنے سے اسلام کی وہ برتری ثابت ہوتی ہے کہ جبلہ جیسے بہت سے تاجداروں کے اسلام قبول کرنیسے نہوتی اور اُسکی اعلیٰ قوانین اعلیٰ و ادنیٰ طبقات کی مساوات خلفاء اسلام کی معدلت و نصفت۔ اور بلا مداہنت تعمیل احکام کا ایسا ثبوت ملتا ہے جسکا وجود زمین کے کسی حصہ پر باقی نہ تھا۔ اور جو صرف اسلام اور محض اسلام کی تعلیم کا اثر تھا۔ لیکن قبل اسکے کہ ہم اس خاص واقعہ کو لکھیں ملوک غسان کا مختصر تذکرہ اور اُن کے اقتدار و سطوت کی اجمالی حالت دکھلا کر جبلہ سے روشناس کرا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

سیل[۵] عرم کے بعد بنی قحطان کے بہت سے قبیلے یمن کو چھوڑ کر دوسرے اطراف واکناف

---

[۵] غالباً بہت سے حضرات کو سیل عرم کے حالات معلوم کرنے کا خیال پیدا ہو جائے۔ اسلئے ہمارا خیال ہے کہ مضمون زیرِ عنوان کو ختم کرنے کے بعد اُسکے واقعات بھی اختصار کے ساتھ بیان کردئے جائینگے۔ ناظرین انتظار فرمائیں۔

میں آباد ہوگئے۔ بنی لخم کے بعض افراد نے یمن سے ہجرت کرکے ملک عراق میں فرات کے قریب حیرہ اور انبار پر آبادی قایم کرکے ایک جدید سلطنت کی بنیاد ڈالدی۔ اور یہ سلاطین۔ مناذرہ کے لقب سے مشہور و معروف ہوئے اسی طرح اوس و خزرج کے بعض قبیلوں نے ملک شام میں ایک چشمہ پر جسکا نام غسان تھا ڈیرہ ڈالا اور حوران و بلقار پر قبضہ کرکے عظیم الشان سلطنت قایم کردی۔ اور ملوک غسانیہ کے معزز اور باسطوت نام سے مشہور ہوگئی۔

عرب کی یہ دونوں سلطنتیں ایک عراق میں دوسری شام میں اگرچہ بجائے خود نہایت زبردست اور باسطوت و جبروت تھیں۔ اور اندرونی انتظامات میں خودممتاز و آزاد بھی تھیں۔ مگر اصولی طور پر اول الذکر تو کسری فارس کی اور دوسری قیصر روم کی ماتحت تھیں بغیر منظوری مرکزی سلطنت کے بادشاہ کی تخت نشینی اور امور عظام طے نہ ہوسکتے تھے۔ فارس و روم میں جب کبھی مقابلہ ہوتا تھا تو ہر ایک سلطنت اپنی اپنے ماتحت ریاست سے امداد لیتی تھی۔ اور اس اعتبار سے گویا ملوک حیرہ یعنی مناذرہ اور ملوک غسان میں بھی مقابلہ رہتا تھا۔ ملوک غسان میں سب سے پہلا بادشاہ جفنہ ہوا ہے۔ اور سب سے آخری بادشاہ جبلہ بن الایہم ہے جسکا تذکرہ اس عنوان میں کیا جائیگا۔

حسان بن ثابت نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر خاص اور موید بروح القدس تھے ایک سو بیس برس کی عمر پائی جسمیں سے ساٹھ برس زمانہ جاہلیت میں گذرے اور ساٹھ اسلام میں زمانہ جاہلیت میں آپ کا تعلق دربار آل جفنہ سے بہت کچھ تھا جبلہ بن الایہم کے یہاں نابغہ ذبیانی جیسے مشہور شعراء جاہلیت کے مقابلہ میں بڑے بڑے انعام و خلعت پائے تھے۔ ملوک غسان نے قیاصرہ روم کے ساتھ تعلق و ارتباط کی وجہ سے اپنا قدیم مذہب بت پرستی چھوڑکر عیسائیت اختیار کرلی تھی۔ اور اسی وجہ سے شام کے اکثر قبایل میں نصرانیۃ کے قدم جم گئے تھے۔ اور یہ قبایل عرب متنصرہ کہلائے جاتے تھے۔

اسلام کی روزافزوں ترقی اور رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی صدا رحق بلند و بالاتر ہونیکا تمام ملک عرب پر اثر تھا۔ اور جب تک کہ یہ لوگ اسکے ذائقہ سے واقف نہ ہوگئے انکی کوشش یہی رہی کہ اسلام کی اٹھتی ہوئی قوت کو وہیں دبا دیا جائے اس عالم کے مہکا دینے والے پھول کو

کھلنے سے پہلے کلی ہی میں مسل کر رکھدیا جائے۔ اسی بنا پر جس سے جسقدر ہو سکا اپنا اپنا زور ختم کرکے بیٹھ رہے۔ لیکن قریش مکہ کے بعد سب سے زیادہ جنکو اسلام کی قوۃ توڑ دینے اور اُسکو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کی فکر تھی وہ ملوک غسان تھے۔ قبائل عرب اگرچہ مقابلہ پر امادہ ہوئے تھے۔ مگر اُن کے پاس نہ باقاعدہ لشکر تھا اور نہ کسی قسم کا ساز و سامان تھا۔ غسانیوں کی سلطنت نہایت باقاعدہ اور زوردار تھی اُنکا لشکر بھی اراستہ تھا۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ ایک زبردست سلطنت سے اُن کے تعلقات وابستہ تھے۔ قیصر روم ہر وقت اُنکی امداد پر آمادہ اور مستعد تھا۔ ملک غسان دل میں اس خیال کو لیئے ہوئے بیٹھا اور اسی کشمکش و پیچ میں مبتلا تھا کہ اسی درمیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد شجاع بن وہب الاسدی نامہ مبارک لیکر اُسکے نام ایسے وقت پہونچے جبکہ قیصر روم کسریٰ کے مقابلہ سے فارغ ہو کر دوگانہ شکر ادا کرنے بیت المقدس آیا ہوا تھا۔ اور شاہ غسان اُنکی دعوت کے انتظام میں مشغول تھا۔ اسیوجہ سے کئی روز حضرت شجاع کو وہاں قیام کرنا پڑا اور رسائی نہوئی۔ مگر اس درمیان میں بادشاہ کا حاجب (اڈی کانگ) اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالات اور اسلام کی حقیقت دریافت کرتا رہا۔ اور جب وہ بیان فرماتے تو اسپر رقت طاری ہوتی۔ اور کہتا کہ میں نے انجیل میں نبی آخر الزماں کے حالات دیکھے ہیں۔ میرا خیال تھا کہ وہ شام میں مبعوث ہونگے مگر معلوم ہوا کہ عرب کے بے آب و گیاہ مُلک میں مبعوث ہوئے ہیں میں تو ایمان لے آیا۔ البتہ اظہار میں اسکا اندیشہ ہے کہ بادشاہ مجھے قتل کردیگا۔ آخر ایک روز قاصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملک غسان کے سامنے پیش ہوئے۔ اور انھوں نے نامہ مبارک اُسکو دیا جسکا مضمون یہ تھا۔

فانی ادعوك الی ان تومن باللہ وحدہ یبقی لك ملكك۔	میں تمکو فقط ایک خدا پر ایمان لانے کی طرف بلاتا ہوں اگر تم ایمان لائے تو تمھارا ملک بحالہ تمھارے لیئے رہیگا۔

شاہ غسان نامۂ مبارک کو پڑھکر بھڑک اُٹھا۔ اور غصہ سے یہ بات کہی کہ میرا ملک کون چھین سکتا ہے میں خود مدینہ پر چڑھائی کرونگا۔ اور اُسیوقت فوجی افسرونکو آراستگی لشکر کا حکم دیا اور قاصد سے کہا جواب خط یہی ہے کہ جو کیفیت تمنے دیکھی ہے بیان کردینا۔ چلتے وقت حاجب نے

پیام دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام کے بعد عرض کر دینا کہ میں ایمان لے آیا ہوں۔ حضرت شجاع فرماتے ہیں میں نے ملک غسان کی پوری کیفیت بیان کی تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ باد ملکه (اُسکا ملک تباہ ہوگیا) اہل سیر نے اسمیں اختلاف کیا ہے کہ نامۂ مبارک کسکے نام لکھا تھا۔ حارث بن ابی شمر غسانی کے نام جو منجانب قیصر روم دمشق کا گورنر تھا۔ یا جبلۃ بن الایہم کے نام جو حوران و بلقار کا تاجدار اور مالک تاج و نگین تھا سیرۃ حلبی میں تو اصل اسکو قرار دیا گیا ہے۔ کہ نامۂ مبارک حارث کے نام تھا۔ اور ابن ہشام وغیرہ دوسرے مصنفین نے لکھا ہی کہ شجاع بن وہب جبلہ کے یہاں نامۂ مبارک لیکر گئے تھے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ دونوں کے نام علیحدہ علیحدہ نامہ لیکر گئے تھے۔ میری خیال میں بھی یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اصل بادشاہ تو جبلہ تھا۔ اسلئے لازم تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب چھوٹے بڑے ملوک اور رؤسا عرب کے نام خطوط بھیجے تو جبلہ کے نام جو سب سے زیادہ طاقتور اور بانخوت تھا۔ کیوں نہ بھیجتے۔ البتہ یہ امر قرین قیاس تھا کہ حارث کے نام خط نہ بھیجا جاتا۔ کیونکہ وہ خود مستقل بادشاہ نہ تھا بلکہ قیصر روم کا گورنر اور ایک خاص صوبہ پر مامور تھا۔ مگر چونکہ ملوک غسان ہی میں کا ایک شخص تھا۔ اور گو مستقل بادشاہ نہ تھا مگر اپنے اقتدار اور اُس تقرب کی وجہ سے جو دربار قیصر میں اُسکو حاصل تھا۔ جبلہ سے بھی زیادہ باوقعت سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ گورنر شام سلطنت غسان کا رزیڈنٹ بھی ہوتا تھا۔ قیصر کے احکامات شاہ غسان تک بواسطہ گورنر شام پہونچتے تھے اسلئے اُسکے نام بھی نامہ مبارک بھیجا جانا چاہیئے۔

(باقی آئندہ)

رمضان المبارک میں عمل خیر کا ثواب

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ وصفیہ سیدنا وسید الاولین والآخرین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ بعد حمد وصلوٰۃ جمیع اہل خیر کی خدمات بابرکات میں عرض ہے وہ کون ہے جو صدقات وخیرات کے فضائل وخصائص سے واقف نہیں یوں تو ہر وقت اور ہر حال حق تعالیٰ کی راہ میں حق تعالیٰ شانہ کی رضاجوئی وخوشنودی کے لئے مال خرچ کرنا اور صدق عبودیت کا اظہار کرنا جسقدر دینی ودنیوی منافع وثمرات کو حاوی وجامع ہے اس سے کوئی قلب خالی نہیں اور کوئی متنفس ناواقف نہیں بالخصوص اہل اسلام کہ انکا ایمان حق تعالیٰ کے کلام مقدس اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد بارشاد پر ہے انکو یقین کامل واعتقاد واثق ہے کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں ارشاد فرمایا ہے وہ حق ہے اسمیں ہرگز جائے ریب وتردد نہیں۔

صدقات کا امر قرآن شریف میں جابجا وارد ہے کہیں یہ ارشاد ہے لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔ کہیں یوں فرمایا ہے وما تنفقوا من خیر یوف الیکم وانتم لا تظلمون۔ کہیں فرمایا ہے وما تنفقوا من خیر تجدوہ عند اللہ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ما من یوم یصبح العباد فیہ الا ملکان ینزلان فیقول احدھما اللھم اعط منفقا خلفا ویقول الآخر اللھم اعط ممسکا تلفا۔ دوسری روایت میں ارشاد ہے بادروا بالصدقۃ فان البلاء لا یتخطاھا۔

الغرض منافع دینی ودنیوی جسقدر صدقہ وخیرات کے بارے میں کلام اللہ واحادیث میں وارد ہیں بیحد وشمار ہیں سب سے بڑھکر رضائے الٰہی ہے کہ اس سے زیادہ کوئی انعام نہیں۔

اے صاحبان ہمم واے طالبان رضائے حق جل وعلا آپ کو مبارک ہو کہ آپکی عبادت بدنیہ ومالیہ کی قبولیت کا زمانہ اور ہر ایک نیکی کے اضعاف ومضاعف ثواب لینے کا وقت آپہنچا یعنی ماہ متبرک شہر رمضان المبارک نے ہزارہا رحمت وبرکات کے ساتھ نزول فرمایا یہ وہ زمانہ مبارک ہے کہ اسمیں نفل عبادات کا ثواب فرائض کی برابر ہے اور فرض کا ثواب ستر فرض کے مساوی ہوتا ہے جو شخص اس ماہ مبارک کے خیر وبرکات سے محروم رہا وہ بڑا محروم القسمت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب چاند رمضان شریف کا نظر آتا ہے شیاطین اور سرکش جن قید کردئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں اور جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور ایک منادی ندا کرتا ہے۔ یا باغی الخیر اقبل ویا باغی الشر اقصر وللہ عتقاء من النار وذلک کل لیلۃ رواہ الترمذی وغیرہ

اور رمضان المبارک کے ہر ایک رات میں بہت سے لوگ دوزخ سے آزاد کئے جاتے ہیں۔ دوسری حدیث میں ہے۔ من تقرب فیہ بخصلۃ من الخیر کان کمن ادی فریضۃ فیما سواہ ومن ادی فریضۃ فیہ کان کمن ادی سبعین فریضۃ فیما سواہ وھو شھر الصبر والصبر ثوابہ الجنۃ وشھر المواساۃ وشھر یزاد فیہ رزق المومن من فطر فیہ صائما کان مغفرۃ من ذنوبہ وعتق رقبتہ من النار وکان لہ مثل اجرہ من غیر ان ینقص من اجرہ شئی الحدیث رواہ احمد۔ سبحان اللہ کیسی رحمت بی غایت وفضل واحسان بی علت ہے کہ بندے کی تھوڑی سی مشقت اور خلاف نفس پر کسقدر دروازے رحمت کے کھول دیئے گئے۔

ای اہل اسلام واے متبعان ملت نبی کریم علیہ افضل الصلوۃ والسلام آپ کو بشارت ہو کہ آپکو حق تعالیٰ نے وہ وقت دکھلایا کہ آپ خود بھی امور خیر کی طرف متوجہ ہوں اور دوسروں کو بھی خیر کی طرف بلاویں۔ مدرسہ عربیہ دیوبند جو آپ حضرات کی توجہ واعانت سے دینی خدمات انجام دے رہا ہے اور سلاسل خیر کے لئے اصل ومرجع ہے ہزارہا طلبہ دور دور سے طلب علم دین کیلئے مشقت سفر و ترک وطن گوارا کرکے اس چشمۂ دین سے سیراب ہوتے ہیں اور خود سیراب ہو کر دوسروں کو سیراب کرتے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ نفع اسکا تا ابد معاونین باخیر کو پہنچیگا۔

ای حضرات طالبان علم دین مہمانان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپنے انکی خدمت ومدارات کی وصیت فرمائی ہے اور فرمایا کہ جو شخص طلب علم کیلئے نکلا وہ اللہ کے راستہ میں ہے اور یہ نکلنا اسکا فی سبیل اللہ ہے اور فرمایا کہ جسنے علم طلب کیا یہ طلب علم اسکے لئے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔ پس ان مہمانان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت واعانت آپ پر ضروری ہے جس قسم کی خدمت درمے ہو یا قدمے قولی ہو یا فعلی آپ حضرات کرسکتے ہیں اسمیں دریغ نہ فرماویں جو حضرات صاحبان نصاب ہیں انکو زکوۃ کا ادا کرنا ضروری ہے کاش وہ حضرات اس ماہ مبارک میں زر زکوۃ و دیگر صدقات واخراجات سے امداد طلبہ مساکین کی فرماویں کہ ستر گونہ ثواب کا استحقاق ہو اور اشاعت علم دین میں انکا مال صرف ہو کر صدقہ جاریہ ہو جاوے اور ہمیشہ ہمیشہ انکو اسکا ثواب پہنچتا رہے اور دنیاوی برکات سے بھی مالا مال ہوں اور علاوہ زکوۃ کے جو صدقات نفلی اس ماہ مبارک میں کرینگے انکا ثواب مانند فرض کے ہوگا اور پھر دینی خدمت اور علم شریعت کی اعانت واشاعت کا جو کچھ اجر و ثواب ہے وہ انکو ہمیشہ حاصل ہوتا رہیگا یہ ظاہر ہے کہ مدار اس منبع علم دین یعنی دار العلوم دیوبند کی بقا و ترقی کا اعانت اہل کرم وارباب ہمم پر ہے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔

پس جملہ اہل اسلام کا فرض ہے کہ وہ مجتمع ہو کر اللہ کے دین کی حمایت کریں اسلئے عموماً اہل اسلام وخصوصاً ارباب خیر وکرم سے استدعا ہے کہ اپنی اپنی ہمت واستطاعت کے موافق اسمیں شرکت واعانت فرماویں۔ اخلاص وصدق نیت کے ساتھ تھوڑے دئے ہوئے کا بھی بہت بڑا ثواب واجر ہے اور تھوڑا تھوڑا ملکر کثیر اور قطرہ قطرہ دریا ہو جاتا ہے۔ واللہ لا یضیع اجر المحسنین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

عبداللہ بن مبارک اور ایک حجازی بوڑھیا

وہ کیا چیز ہے کہ جسکے ذریعہ سے مردے زندہ نظر آئیں گذشتہ واقعات کا نظارہ اور دنیا کی سیر گھر بیٹھے میسر ہو۔

یہ چیستاں علم تاریخ ہے جسکے ذریعہ سے گھر بیٹھے دنیا کا حال معلوم ہوجاتا ہے۔ جب ہم علم تاریخ کی کوئی کتاب دیکھتے ہیں تو گذرے ہوئے واقعات کا نقشہ ہمارے سامنے اس طرح کھنچ جاتا ہے کہ گویا ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ فی الحقیقت علم تاریخ ایک آئینہ ہے جسمیں زمانہ ماضی کے واقعات کی تصویریں ہو بہو نظر آتی ہیں اور گذرا ہوا زمانہ حال کی صورت میں اپنی جھلک دکھاتا ہے۔ آج میں نے عبداللہ بن مبارک اور ایک بوڑھیا کی ملاقات کا تذکرہ دیکھا ہے۔ نہ آج عبداللہ بن مبارک جیسے مرد دنیا میں نظر آتے ہیں اور نہ اس بوڑھیا جیسی کوئی عورت معلوم ہوتی ہے۔

یہ ترقی اور تہذیب کا زمانہ ہے تمدن اور معاشرت کے نکھار کا وقت ہے کمال کی نمایش ہے اور ہر قوم بن سنور کر رونق بازار ہے۔ دنیا کے وسیع میدان میں قوموں کے پرے جمے ہوئے توسن ہمت کو مہمیز کر رہے ہیں۔ جسے دیکھو سبقت لیجانیکا شوق آنکھوں سے ظاہر ہمت مردانہ پیشانی سے نمایاں یکجہتی اور اتحاد کا عنصر غالب۔ مسلمان بھی خواب غفلت سے کچھ بیدار ہو کر آنکھیں ملتے ہوئے پراگندگی اور سراسیمگی کے ساتھ شریک نمایش ہیں خدا خیر کرے انجام بخیر ہو۔ ؎

جنوں میں دیکھئے میدان کسکے ہاتھ رہتا ہے ✣ پڑی ہے آبلوں میں پھوٹ اور ایکا ہے خاروں میں

مسلمانوں کا مذاق بدلا ہوا ہے طرز معاشرت کچھ دوسرا ہے دین کا خدا حافظ دنیا بھی ایک نئی صورت کی دنیا ہے اسلامی دنیا کی کایا پلٹ ہو چکی ہے مگر خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اسلام کا دعوی باقی ہے اور مجھے اُمید ہے کہ اس زبانی دعوے کا دلمیں بھی ضرور گھر ہے محض اسی بنا پر مجھے جرأت ہوتی ہے کہ میں ایک پُرانا واقعہ مسلمانوں کے سامنے پیش کروں آج اخباری دسترخوان وسیع ہے تازہ بتازہ نو بنو قسم قسم کے جدید واقعات چنے ہوئے نظر آتے ہیں۔ میں ناظرین القاسم کی ضیافت طبع کیلئے ایک باسی مگر لذیذ مقوی ارواح غذا پیش کرتا ہوں اور معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اسے پسندیدگی کی نظر سے

قبول کرتے ہیں یا اوپر کے دل سے۔

اصل مضمون لکھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ ابن مبارک سے بھی ناظرین کی نہایت مختصر طور پر شناسائی کرا دیجائے۔

آپ کے حالات سے علم تاریخ اور اسماء الرجال کے صفحات رنگین ہیں۔ آپ بقولے ۱۱۸ھ ہجری میں پیدا ہوئے مرو آپکا وطن ہی علم آپکی گھوٹی میں پڑا تھا۔ لڑکپن سے علم کے شیدا اور اس مصرعہ کے مصداق تھے ؎ بچپن میں بھی ہم کھیل جو کھیلے تو صنم کا ٭

طلب علم میں آوارہ وطن رہنا آپکا شیوہ اور حج وغزو کے شوق میں سفر کرنا آپکا پیشہ تھا **شعر**

ایک مُدت پائے چنار رہے ایک مدت گلخن تابی کی ٭ برسوں ہوئے ہیں گھر سے نکلے عشق نے خانہ خرابی کی

عبادات کی بالطبع رغبت تھی اچھے کاموں پر فریفتہ وشیفتہ تھے ساری عمر انہیں شغلوں میں گذار دی حدیث۔ فقہ۔ غزو۔ زہد۔ رقایق میں اچھی اچھی کتابیں تصنیف کیں اور علم وتبحر کی خوب داد دی سیکڑوں سے سیکھا ہزاروں کو سکھایا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ربقہ تلمذ گردن میں ڈالا اور فقہ کی تکمیل آپ سے کی آپ کے کمال فقہی کے دل سے معتقد تھے معترضین امام کی اچھی طرح خبر لیتے تھے بڑوں کی زبان سے بھی امام کی نسبت کوئی کلمہ کسرشان کا سُننا پسند نہ کرتے تھے۔ چنانچہ ایکمرتبہ آپ امام اوزاعی علیہ الرحمۃ سے ملاقات اور تحصیل علم کو مُلک شام میں گئے۔ جب ملاقات ہوئی تو امام اوزاعی سے حسب ذیل گفتگو ہوئی اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ عبداللہ بن مبارک امام ابوحنیفہ کے کسقدر دلدادہ تھے۔

(امام اوزاعی) آپ کہاں سے تشریف لائے۔

(عبداللہ بن مبارک) کوفہ سے حاضر ہوا ہوں۔

(امام اوزاعی) کوفہ میں ابوحنیفہ کون شخص پیدا ہو گیا ہے جو دین میں اپنی رائے اور قیاس کو دخل دیتا ہے۔

عبداللہ بن مبارک کو یہ کلام سخت ناگوار خاطر ہوا مگر چونکہ شاگردی کے ارادہ سے گئے تھے اسلئے خموشی سے کام لیا اور سمجھے کہ امام اوزاعی کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے حالات سے تفصیلی اطلاع نہیں ہے۔ سُنی سُنائی باتوں پر افروختہ ہیں اگلے روز جب امام اوزاعی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کچھ اوراق جو امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے املا کیئے تھے ہاتھ میں دبا لیگئے۔

(امام اوزاعی) آپ کے ہاتھ میں کیا کاغذات ہیں۔
(عبداللہ بن مبارک) کوفہ میں نعمان بن ثابت ایک شیخ ہیں اُن سے لکھے ہیں۔
(امام اوزاعی) مجھے عنایت کیجئے۔ لیکر دیکھنا شروع کئے اور ایسے محو ہوئے کہ انکو رکھ لیا اور اوّل سے آخر تک بغور مطالعہ کیا اور بہت محظوظ ہوئے۔ جب عبداللہ بن مبارک امام اوزاعی کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ تو

(امام اوزاعی) حضرت یہ شخص تو بڑا عالم ہے۔ جایئے اور اس سے خوب حاصل کیجئے۔
(عبداللہ بن مبارک) (یہ سُنکر ادب کے لہجہ میں دبی زبان سے) یہ نعمان بن ثابت وہ ہی ابوحنیفہ ہیں جنکی نسبت آپ نے بدگمانی ظاہر فرمائی تھی امام اوزاعی پر ندامت کے ساتھ سکوت طاری ہوا۔ اور دنگ رہگئے۔

چونکہ حدیث کا رنگ غالب تھا اسلئے فقہا میں مشہور نہوئے علوم دینیہ میں وہ ید طولیٰ حاصل کیا کہ امام۔ حافظ۔ علامہ۔ شیخ الاسلام۔ فخر المجاہدین۔ قدوۃ الزاہدین۔ امام المسلمین صراف الحدیث کہلائے۔

شعر زندہ است نام ابن مبارک بزہد و علم گرچہ بسی گذشت کہ او بر زمیں نماند

آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بقصد حج بیت اللہ و زیارت روضہ اطہر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھا ایک روز مجھے رستہ میں دور سے کچھ پڑا ہوا نظر آیا قریب جاکر جو غور کیا تو ایک بوڑھیا زمین پر پڑی ہوئی نظر آئی۔ بیچاری صوف کا پیراہن پہنے اور ایک کملیا اوڑھے ہوئے تھی اسکو جنگل لق ودق میں پڑا دیکھکر ترس آیا۔ اور استفسار حال کی ضرورت سمجھی۔

بوڑھیا نے آپ کے ہر سوال کے جواب میں قرآن شریف کی آیات پڑھنے پر اکتفا کیا جس سے آپکو بے انتہا حیرت ہوئی اور آپ باایں کمال علم و زہد انگشت بدنداں اور سر بگریباں رہگئے۔

عبداللہ بن مبارک اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

عجوز (بوڑھیا) سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ (ترجمہ سلام بولنا ہے پروردگار مہربان کی طرف سے) بجائے وعلیک السّلام کے بوڑھیا نے یہ قرآن شریف کی آیت پڑھکر جواب سلام ادا کردیا اور کلام و خطاب سے محترز رہی۔

عبداللہ بن مبارک بڑی بی اللہ تعالیٰ تمپر رحم فرمائے یہاں جنگل میں پڑی ہوئی کیا کر رہی ہو۔

عجوز۔ من یضلل اللہ فلا ھادی لہ (جسکو اللہ رستہ بھلائے اُسکا کوئی رہنما نہیں)۔
مطلب یہ تھا کہ میں گم کردہ راہ ہوں قافلہ نکل گیا میں تنہا رہگئی عورت کی ذات تنہا سفر کرنیسے معذور ہوں اسلئے یہاں پڑی ہوئی ہوں۔ عبداللہ بن مبارک اُنکا مطلب سمجھ گئے اور یوں کہا۔

(باقی آیندہ)

تخمیس نفیس

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مدیر القاسم کی عربی نظم۔ مولانا احمد حسن صاحب امروہی رحمہ اللہ کی تعزیت میں القاسم نمبر ۱ جلد ۲ میں طبع ہوئی تھی۔ مولانا عبد الرحمٰن صاحب سیوہاری رکن مجلس العلماء ریاست بھوپال نے اُسپر عجیب دلچسپ مخمس تحریر فرماکر بھیجا ہے۔ جو ناظرین القاسم کی ضیافت طبع کے لئے مع ترجمہ درج ذیل ہے:۔

مالی اری الاسلام قل ھداتہ ۔۔۔ وتفرقت انصارہ ودعاتہ

مجھے کیا ہو! کہ اسلام کے ہادی کم معلوم ہوتے ہیں ۔۔۔ اور اُسکے انصار اور داعی پراگندہ ہیں

طود التقی والعلم زال ثباتہ ۔۔۔ شمل الھدیٰ والدین عم شتاتہ

تقویٰ اور علم کا بڑا پہار اپنی جگہ سے ہل گیا ۔۔۔ ہدایت و دین کا انتظام پراگندہ ہوگیا

والدھر ساء واقلعت حسناتہ

دنیا بے رونق نظر آنے لگی اور گویا اُسکی نیکیوں کا قلع قمع ہوگیا

قد مات مولانا الجلیل الاحوذی ۔۔۔ احمد حسن تذکارہ العرف الشذی

بزرگ کامل فن مولانا سید احمد حسن صاحب کا ۔۔۔ انتقال ہوگیا اُن کی یاد تیز خوشبو ہے

بلبان علم قاسمی قد غذی ۔۔۔ باللہ این العالم الحبر الذی

وہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علم سے غذا دئے گئے تھے ۔ قسم اللہ کی کہاں ہے وہ عالم فاضل

تقوی الالہ صفاتہ وسماتہ

کہ خدا تعالی کا خوف و تقویٰ اُسکی علامت اور پہچان ہے

این الذی قد حاز علما کاملا ۔۔۔ وبعلمہ قد کان دھرا عاملا

کہاں ہے وہ بزرگ کہ جسنے علم کامل جمع کیا تھا ۔۔۔ اور برابر اپنے علم پر عامل رہا

ین الذی عمر المدارس باذلا	این الذی افنی الشبیبة کافلا

کہاں ہے وہ شخص کہ جسنے مدارس کو آباد کیا اور اُنکی نگہبانی کی۔ کہاں ہے وہ خدا کا بندہ کہ جسنے اپنی جوانی کو

نشر العلوم مساءہٗ وغداتہٗ

علوم دینیہ کی خدمات میں فنا کر دیا

این الذی للحق کان متابعا	والی اکتساب الصالحات مسارعا
کہاں ہے وہ کہ جو حق کے طرفدار تھے	اور نیکیوں کے حاصل کرنے میں جلدی کرنیوالے تھے
واضاف اضیافا واطعم جائعا	این الذی مذلم یزل متواضعا

مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے تھے بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ ہائے کہاں ہے وہ کہ جو ساری عمر متواضع رہا

للہ خالصة صفت نیاتہ

اور جسکی نیت ہر کام میں اللہ کے لئے تھی

منظورة حسناتہ محسودة	مشکورة عزماتہ مشهودة
اُسکی نیکیاں معلوم اور قابل رشک ہیں	اُسکے بلند ارادے قابل شکر اور سب کو معلوم ہیں
معمورة اوقاتہ محمودة	مسعودة غدواتہ محمودة

اُسکے اوقات یاد الٰہی سے معمور ہیں اُسکی صبح مسعود ہے

روحاتہ میمونة ضحواتہ

اُسکی شام محمود ہے اُسکی چاشت میموں ہے

قد کان بحرا فی المعارف طامیا	غیثا مغیثا للمدارس هامیا
مولانا معارف کے دریائے زخار تھے	اور مدارس اسلامیہ کے لئے باران بے پایاں تھے
لیث المعارك للحقیقة حامیا	علما عن الاسلام کان محامیا
مرد میدان تھے سچ کے حامی تھے	اسلام کے نشان تھے اور اسلام کی

ابدا اذا ما اسلمتہ حماتہ

حمایت کرنے والے تھے جبکہ اور حمایت نہ کرے

شمس الهدایة بالغروب قد اختفت	واسود ایام الزمان واظلمت
ہدایت کا سورج غروب ہو کر آنکھوں سے اوجھل ہو گیا	دنیا کے دن سیاہ اور مثل شب تاریک ہو گئے
واستوحشت هذی الدیار واوحشت	یا وحشة الایام حین تممت
وحشتناک پائے گئے یہ شہر اور وحشتناک ہو گئے	اے وحشت ایام کچھ خبر بھی ہے جبکہ

فی کلّ قلب مومن روعاتہ

ہر مومن کے دل میں انکی فرقت کا غم جاگزیں ہوگیا

الدمع یسکب دائما من جفنہ — کالماء یفرغ من عزالی مزنہ

آنسو پلکوں سے برابر اس طرح رواں ہیں — جس طرح بادل سے مینہ برستا ہے

لا تعجبوا من ذا البکاء لحزنہ — جبل تضعضع من تضعضع رکنہ

اس رونے پر تعجب کی کیا بات ہے — ایک پہاڑ گر گیا جسکے گرنے سے

ارکاننا وتہدّنا ہدّاتہ

ہمارے سارے ستون گر گئے

قد کان یحیی العلم وہو مجاہدا — وبہ بقاء العالمین مشاہدا

آپ علم کے زندہ رکھنے میں مستغرق تھے — اور علم ہی سے سارے عالموں کی بقا ہے

فبقاءہم ببقاءہ متعاقد — لا تحسبوہ مات شخص واحد

چونکہ اہل عالم کی بقا آپ کے بقا سے وابستہ ہے — لہذا یہ نہ سمجھو کہ ایک شخص کا انتقال ہوا ہے

فممات کلّ العالمین مماتہ

بلکہ سارے عالم کی موت آگئی

فمضی وغادرنا علی جمر الغضا — بجوار ارحم راحمین قد ارتضی

قرب ارحم راحمین پر راضی ہوے اور تشریف لیگئے اور ہمکو ببول کی چنگاریوں پر تڑپتا چھوڑ گئے

لم ندر کم عام مضی ومتی مضی — ما کان اسرع وقتہ لما انقضی

خدا جانے کے سال ہوئے اور کب گئے — ہاے کسقدر جلد زمانہ گذر گیا

فکانما سنواتہ ساعاتہ

سال گھڑیوں کی طرح گذر گئے

شدّوا الرحال الی جناب بلادہ — ساقت سعادتہم الی ارشادہ

شاگرد مصائب سفر برداشت کرکے امروہہ پہونچے — انکی سعادت انکو مولانا کے ارشاد کی طرف کھینچ لیگئی

لزموہ حتی استکملوا برشادہ — کانوا جلوسا مسرحول وسادہ

انکی خدمت میں رہے اور کامل ہوگئے — کل آنکے گرداگرد بیٹھا کرتے تھے

والیوم ہم حول السریر مشاتہ

اور آج آنکے جنازہ کے پیچھے پیچھے ہیں

دہلی سے حافظ کریم بخش صاحب حنفی بذریعہ مطبوعہ وقلمی اشتہار وہاں کے نوجوانوں اور لڑکوں کی حالت زار بیان کرکے علما اور واعظین سے اصلاح وتوجہ کی استدعا کرتے ہیں۔ فی الحقیقت یہ ایک دینی فرض اور ضروری کام ہے دیندار اور خوش تقریر اہل علم واعظوں کو اصلاح میں خاص سعی فرماکر ثواب حاصل کرنا اور اُمت محمدیہ کے ناتجربہ کار افراد کو بری صحبتوں سے بچانا چاہیئے۔

تحفۃ النساء آجکل جو عورتوں کے مخصوص امراض وحالات پر کتابیں شائع ہو رہی ہیں اُنمیں سے یہ ایک اچھی کتاب ہے، دیگر اعضا اور خاص اعضائے نسوانی کی عمدہ تشریح کی ہے اور مختلف امراض اور اُنکے علاج لکھے ہیں۔ ابتدائے حمل سے وضع حمل تک کی تدابیر اور بچوں کی حفاظت وپرورش کے قاعدے اور بہت سے عوارضات کے معالجات اور مفید ہدایتیں درج کی ہیں مختصر تقطیع کے ۸۴ صفحہ کی کتاب ہے اور ایک روپیہ کو ذی علم مؤلفہ ڈاکٹر ح۔ س۔ حسن صاحبہ امرتسر (پنجاب) سے مل سکتی ہے۔

حزب الاعظم لوگوں کو غیر معتبر اور موضوع دعائیں پڑھتے ہوئے دیکھکر ہرات کے عالم علی بن سلطان محمد القادری رحمۃ اللہ نے (جنکی وفات سن ایکہزار سولہ میں ہوئی ہے) قرآن مجید کی منتخب آیات اور احادیث صحیحہ کی دعائیں اور مختلف قسم کی درود شریف جمع کرکے اہل شوق کے روزانہ وظیفہ کیلئے سات منزلوں پر تقسیم کردیا تھا۔ یہ کتاب بہت دفعہ مختلف مطابع میں طبع ہوتی رہی ہے۔ بالفعل حاجی محمد محی الدین صاحب تاجر کتب ابراہیم روڈ لشکر بنگلور نے نہایت صحت وصفائی سے رنگین سنہرا ٹائٹل پیج لگاکر (معمولی کاغذ کے ۱۷۶ صفحہ پر) مزین فرمایا ہے۔ دیندار حضرات ۸ر کو حاجی صاحب موصوف سے طلب فرمائیں

حمائل شریف جو منشی ممتاز علی صاحب مرحوم نے اپنے قلم یاقوت رقم سے لکھکر اور مولانا محمد قاسم صاحب سے تصحیح کراکر چھپوائی تھی اُس سے بہتر آجتک کوئی حمائل طبع نہیں ہوئی چونکہ اسکو چالیس سال گذر گئے اور دیندار حضرات اُسکے ابتک طالب ہیں۔ لہذا شائقین کے ذوق شوق کو دیکھکر قاضی عبد الہادی صاحب نے ہوبہو اُسی کی نقل تمام خوبیوں کو ملحوظ رکھکر نہایت کوشش واہتمام سے طبع کی ہے اور حاشیہ پر شاہ عبد القادر کا مقبول ترجمہ اضافہ کردیا ہے۔ گویہ کہنا مشکل ہے کہ پہلی حمائل شریف کے بالکل مساوی ہے تاہم اپنی خوبیوں میں نہایت عمدہ ہے اور حاشیہ پر حضرت شاہ عبد القادر صاحب کا ترجمہ اضافہ کردیا ہے اسلئے قدیم حمائل شریف کے شائقین اسکو طلب کررہے ہیں غیر مجلد کا ہدیہ عہ اور مجلد کا عہ رمضان المبارک میں ۸ر کی رعایت سے قاضی زین العابدین خلف قاضی محمد بشیر الدین ہیڈ مولوی گورنمنٹ ہائی اسکول مظفر نگر سے مل سکتی ہے

انوار احمدیہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک گجراتی عالم نے بہت سے اعتراضات کرکے اپنی عاقبت سنواری تھی۔ اس کتاب میں اُسکا کامل رد کیا گیا ہے۔ **ہدیہ مجددیہ** حضرت شیخ ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کے مغلق ودشوار مقامات کی توضیح فرماکر اُن اعتراضات کو دفع کردیا ہے جو بظاہر وارد ہوتے تھے۔ **الکلام المنجی** گجراتی عالم کی فرمائش سے سید احمد صاحب برزنجی نے جو حضرت شیخ ممدوح رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراضات کئے تھے اُنکی نہایت محققانہ تردید ہے۔

فہرست چندہ دار الحدیث جو اشاعت القاسم ماہ رجب ۱۳۳۰ھ تک وصول ہوا

نمبر	نام	رقم
۱	منشی محمد فائق صاحب دیوبندی	عہ/
۲	محمد مجتبیٰ پسر حکیم محمد مصطفیٰ صاحب بجنوری	۸ر
۳	مولوی محمد عاشق حسین صاحب انجنیر بہاولپور	عسہ/
۴	منجانب حضرت مولانا مولوی محمود حسن صاحب مدظلہم عطیہ جناب عبد اللہ خانصاحب خورجوی	سے/
۵	منجانب حضرت مولانا محمود حسن صاحب مدظلہم عطیہ مولوی عبد اللہ صاحب بڈھانوی	للعہ/
۶	منجانب حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ عطیہ مولوی سید ہادی حسن صاحب خانجہانپوری	سے/
۷	منجانب حضرت مولانا محمود حسن صاحب مدظلہم عطیہ مولوی سید ہادی حسن صاحب خانجہانپوری	سے/
۸	جناب محمد ابراہیم صاحب بی۔اے	للعہ/
۹	جناب عبد العلیم صاحب	عہ/
۱۰	جناب حافظ خان محمد صاحب	عہ/ ۸ر
۱۱	جناب مولوی محمد صادق صاحب	للعہ/
۱۲	جناب مولوی کریم بخش صاحب مدرس مدرسہ گلاؤٹھی	عہ/
۱۳	جناب مولوی محمد صاحب سورتی	عہ/
۱۴	جناب حاجی محمد اکبر صاحب ساکن ٹانڈہ	عہ/
۱۵	جناب موسیٰ جی صاحب ڈابیل والے ضلع سورت	عہ/
۱۶	جناب حاجی عبد الرحمن صاحب ولد مداری صاحب ٹانڈہ	عہ/
۱۷	جناب محمد اسمٰعیل صاحب ضلع سورت	عہ/
۱۸	جناب حکیم مولوی محمد یوسف صاحب بجنوری مقیم کھاتولی	۴ر
۱۹	جناب مولوی محمد اعظم صاحب ساکن صوبہ برار	عہ/
۲۰	جناب مولوی محمد لبیب صاحب ساکن کھاتولی بگر	۹ر
۲۱	جناب عبد الصمد خانصاحب ساکن بھیڑی ضلع مظفر نگر	۸ر
۲۲	جناب حبیب احمد صاحب ساکن موضع محی الدین پور	۲ر
۲۳	جناب قاضی احسان الحق صاحب	للعہ/
۲۴	جناب حاجی عنایت علی صاحب نگینوی	للعہ/
۲۵	جناب مولوی ممتاز علی صاحب ساکن نگینہ	دعہ
۲۶	جناب مولوی محمد فاضل صاحب بہلتی	عہ/
۲۷	منشی مرتضیٰ حسن صاحب سیکروی گرداور قانونگو رامپور	صہ/
۲۸	سید ظفر حسن صاحب گرداور قانون گو نانوتہ	عہ/
۲۹	حکیم جمیل احمد صاحب ساکن رامپور منہیاران	۴ر
۳۰	مولوی محمد اسحاق صاحب پٹواری	عہ/
۳۱	جناب مولوی سراج الدین صاحب ساکن ہوارہ	۸ر
۳۲	جناب مولوی شوکت علی صاحب نگینوی	عـہ
۳۳	جناب حکیم ارتضیٰ علی صاحب نگینوی	للعہ/
۳۴	جناب منشی غلام باری صاحب چاندپوری	عہ/
۳۵	جناب شیخ گلزار احمد صاحب ساکن رامپور	عہ/
۳۶	انجمن معاون الاسلام سنبھل ضلع مراد آباد	دعہ/
۳۷	مصطفیٰ خانصاحب خورجوی	عہ/
۳۸	نامعلوم الاسم مراد آبادی	۸ر
۳۹	منجانب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم عطیہ مولوی ہادی حسن صاحب	صہ/
۴۰	منجانب حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ عطیہ مولوی ہادی حسن صاحب	صہ/
۴۱	منجانب حضرت مولانا محمود حسن صاحب عطیہ مولوی ہادی حسن صاحب	صہ/
۴۲	جناب مولوی عبد اللہ صاحب کرنالی	سے/
۴۳	جناب مولوی عبد الرحمن صاحب ساکن ٹانڈہ	نعہ/
۴۴	جناب مرتضیٰ خانصاحب ساکن خورجہ	دعہ/
۴۵	جناب مولوی قدرت اللہ صاحب مدرس مراد آباد	عہ/

رجسٹرڈ نمبر اے ۵۱۳

القاسم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

قیمت سالانہ

علمی - مذہبی - اخلاقی - تمدنی - تاریخی - ماہوار رسالہ

نمبر ۲ بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ جلد ۳

خاکسار حبیب الرحمن مدیر رسالہ

نے

مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند سے شائع کیا

اور

مطبع قاسمی واقع مدرسہ اسلامی عربی دیوبند میں اپنے اہتمام سے طبع کیا

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ماہ رمضان سنہ ۱۳۴۳ھ

جو

مولانا محمود حسن صاحب و مولانا اشرف علی صاحب

و

دیگر معزز و ممتاز علماء کی سرپرستی میں

شائع ہوتا ہے۔

القاسم نمبر ۱۲ جلد دوم سے اُس چندہ کی فہرست شائع ہو رہی ہے جو جلسہ سنگ بنیاد دارالحدیث منعقدہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ میں وصول ہوا تھا۔ چونکہ فہرست طویل تھی اسلئے اس نمبر میں ۴ صفحات اس چندہ کیلئے مخصوص کئے گئے جو صفحہ ۳۹ سے شروع ہے۔ تاہم ابھی باقی ہے جو اُمید ہے کہ آیندہ نمبروں میں پورا ہو سکے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دار العلوم دیوبند میں ایک نادر علمی خزانہ کا اضافہ

دار العلوم دیوبند کا خزانۃ الکتب جو اسوقت بحمد اللہ قریب گیارہ ہزار جلدوں پر مشتمل ہی۔ اپنی شان و حیثیت کے اعتبار سے بے مثل اور ایک حد تک علمی ضروریات کو پورا کرنیکے لئے بھی کافی ہی۔ کیونکہ درسیات متون و شروح حواشی وغیرہ اسقدر موجود ہیں کہ ایک اچھے اور لائق مدرس کو اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہی۔ درسی کتابوں کے نسخے اسقدر مکرر موجود رہتے ہیں کہ بڑی سے بڑی جماعت کو بھی خواہ کسی فن کی ہو خزانۃ الکتب سے کتابیں دیجا سکتی ہیں اور نمبر شمار اسی وجہ سے بڑھا ہوا ہے۔ غیر درسی کتابونکا بھی ایک حد تک معتد بہ ذخیرہ جمع ہوگیا ہے قلمی نادر اور خوشخط کتابوں کے بھی متعدد نسخے ہیں اور بحیثیت مجموعی بے تامل کہا جا سکتا ہی کہ گو اسکا شمار ان کتب خانوں میں تو نہیں ہو سکتا ہو جو آج کثرۃ تعداد اور کتب نادر کے اعتبار سے ہندوستان میں بے مثل مانے جاتے ہیں مثل حیدر آباد و ریاست رامپور یا پٹنہ وغیرہ کے مگر مدارس اسلامی میں کہیں اسقدر ذخیرہ نہیں ہی اور نہ اسقدر عام فیض ہے جیسا اس کتب خانہ سے۔

لیکن اسکو مکمل کرنے اور اسکو اس حد تک پہونچانے کیلئے جو مسلمانوں کے واحد مذہبی دار العلوم کے مناسب ہے بہت کمی ہی درسی کتابوں کی ضرورت تو کسی حال میں ختم ہونیوالی نہیں ہی کیونکہ جو کتابیں زیر استعمال رہتی اور ہر سال طلبہ کو درس کیلئے دیجاتی ہیں انکا ایک عرصہ کے بعد ناکارہ ہوجانا یقینی بات ہے ادھر طلبہ کی تعداد میں ہر سال اضافہ ہوجانا اسکو مقتضی ہے کہ اس ذخیرہ میں برابر اضافہ کیا جاوے اور اس بناء پر خرید کتب درسی کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے اور ہر سال کئی سو روپیہ کی کتابیں داخل مدرسہ ہوتی ہیں۔

اسکے علاوہ بہت سے اہل خیر حدیث و تفسیر کی کتابیں وقف کرکے مدرسہ میں داخل کرتے ہیں۔ غرض یہ سلسلہ کبھی ختم ہونیوالا نہیں اور نہ اسمیں کسی حد پر پہونچکر بس ہو سکتی ہے۔

البتہ ضرورت اس بات کی ہی کہ نادر کتابیں بھی خواہ مطبوع ہوں یا قلمی جہاں سے اور جس طرح ہو سکیں حاصل کیجائیں مطبوع کتابیں جس قیمت کو ملیں خریدی جائیں اور قلمی کتابیں نقل کرائی جائیں۔ مدرسہ نے اسوقت تک بھی اسکا اہتمام کیا ہے جسقدر وسعت ملتی ہے ایسی کتابوں کے خرید یا نقل کرانے میں کوئی کوتاہی نہیں کیجاتی جسکا نتیجہ یہ ہے کہ آج مدرسہ میں ایسا عجیب مجموعہ نظر آتا ہے جسکی نظیر بھی ہندوستان میں کم ملیگی۔

مگر مدرسہ میں اسقدر سرمایہ نہیں ہو کہ قسطنطنیہ۔ بیروت۔ مصروشام یا ہندوستان کے مشہور کتب خانوں سے کتابوں کو بہم پہونچانیکا بندوبست کرسکے ضرورت ہو کہ مطبوعہ کتابیں جسقدر مل سکتی ہیں اُنکو حاصل کیا جاوے قلمی کتابیں جہاں موجود ہیں قیمتاً مل سکیں تو خرید کرورنہ نقل کرا کر داخل مدرسہ کیا جاوے۔ آج سندھ میں ایسی نادر کتابیں موجود ہیں جنکی نقل کا بآسانی بندوبست ہو سکتا ہے مگر مجبوری ہے۔ ضرورت ہے کہ مستقل طور پر کاتب و مصحح رکھے جاویں جو دائمی طور پر اس خدمت کو انجام دیں۔

زمانہ سلف میں ایک عالم کے پاس خاص اپنی محنت سے حاصل کیا ہوا اسقدر ذخیرہ ہوتا تھا جو آج مجموعی قوتوں سے بھی جمع کیا جانا دشوار ہو رہا ہے۔ شاہی اور قومی کتب خانوں کا جہاں ہر شخص کو دیکھنے اور نقل کرنیکی اجازت ہوتی تھی ذکر ہی کیا ہے۔

محمد بن یحییٰ صولی ایک ادیب فاضل شخص تھا اُنکا اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے ذخیرہ سے گھر بھرا ہوا تھا۔ رنگ برنگ کی جلدیں بنوا کر مکان کو سجا رکھا تھا اور جب کبھی کسی کتاب کو دیکھنا ہوتا تھا تو خادم محافظ کتب سے اشارہ کرتے وہ فوراً لا کر سامنے رکھدیتا۔ اس کیفیت کو ایک ظریف الطبع شخص ابو سعید عقیلی نے دیکھا تو نہ رہا گیا اور فوراً یہ شعر لکھ ڈالے جسمیں کچھ ہجو ملیح بھی تھی یعنی اُنکا بھروسہ صرف کتابوں پر ہے خود کچھ نہیں بتلا سکتے۔

انما الصولی شیخ	اعلم الناس خزانہ	ان سألناہ بعلم	طلبا منہ ابانہ
صولی ایک شیخ ہیں	جسکا خزانہ کتب بہت زیادہ عالم ہے۔	اگر ہم اُن سے علم کا کوئی سوال	کریں تو فوراً حل کردیں
	قال یا غلمان ھاتوا	رزمۃ العلم فلانہ	
	خادموں سے کہتے ہیں	علم کی فلاں گٹھری اُٹھا لاؤ	

آج کیا ہندوستان کے مسلمانوں کو ملکر بھی دشوار ہو کہ دارالعلوم دیوبند کے خزانۃ الکتب کو مکمل کردیں جس سے عام و خاص فیض اُٹھاویں ہر مطالعہ کرنے والے کیلئے اُسکا دروازہ کھلا رہے۔ نقل کرنے والوں کے لئے سہولت کی سامان بہم پہونچا دئے جائیں اور جس مدرسہ کا تعلیمی فیض عام ہے یہ نفع بھی تمام مسلمانوں کو عام و شامل رہے۔

اس سلسلہ میں ہمنے بارہا مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلائی ہو کہ جن علمی خاندانوں میں ذخیرہ کتب موجود ہیں جسکا مطالعہ کرنے والا اور نگرانی کرنے والا کوئی نہیں ہو بلکہ فراخ دلی کیساتھ اُن سے کیڑوں کی مہمانی ہو رہی ہے جو بہت جلد ناقابل انتفاع ہو جائینگے۔ اگر ایسے علمی ذخائر کو دارالعلوم دیوبند میں محفوظ کردیا جاوے تو دارالعلوم کی ایک بڑی ضرورت پوری ہونے اور اُن بزرگوں کا علمی ذخیرہ محفوظ ہو جانے کے علاوہ صدقہ جاریہ کی بھی نہایت عمدہ صورت نکل آئے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ یہ ہماری عرضداشت بے اثر نہیں رہی۔ مولانا حافظ عابد حسین صاحب مرحوم۔ مولوی سکندر علی صاحب مرحوم۔ سید محمد جمال شاہ تحصیلدار مرحوم۔ کنور لطافت علی صاحب رئیس سعد آباد اور شاہ احسان اللہ صاحب رئیس غازیپور اور مولوی نظام الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر پنشنر سلمہم اللہ تعالیٰ نے اپنے اپنے خزانۃ الکتب کو دیوبند منتقل کردیا۔ آخر الذکر کتب میں بعض نہایت خوشخط قلمی کتابیں ہیں۔

آج ہم نہایت مسرت اور جوش کے ساتھ نوجوان بلند ہمت صائب الرائے مولوی حکیم محمد جمیل صاحب خلف الصدق جناب مولوی حکیم وکیل احمد صاحب مرحوم سکندر پوری کی اُس علمی فیاضی کا ذکر کرتے ہیں جسکی بناء پر آپنے اپنے والد ماجد مرحوم کے خزانۃ الکتب کو دار العلوم دیوبند میں منتقل کر کے طبقۂ اہل علم پر خصوصًا اور اہل اسلام پر عمومًا احسان کیا ہی۔ جناب مولوی حکیم وکیل احمد صاحب کا کتبخانہ ہر فن کو جامع ہونے اور قلمی اور نادر کتابوں کے اعتبار سے بے مثل ہی اُسمیں بہت سی ایسی کتابیں ہیں جنکا ایک نسخہ بھی مدرسہ دیوبند میں موجود نہ تھا اور خصوصًا بعض علم کی کتابیں تو بہت ہی کم تھیں۔ اس کتب خانے میں بارہ سو سے زائد جلدیں ہیں جنمیں قریب تین سو کے قلمی کتابیں ہیں۔ آپکے صاحبزادہ موصوف الصدر نے بہدایت غیبی اُسکے محفوظ اور فیض علمی کو جاری و قائم رکھنے کی یہی صورت تجویز کی کہ دیوبند بھیجدیا جاوے اور فی الحقیقت اس سے بہتر کوئی صورت نہیں تھی چنانچہ آپنے تقریبًا کل کتبخانہ معہ چند عدد الماریوں کے دیوبند بھیجدیا اور یہ سب صندوق کتابوں کے اور الماریاں بحفاظت تمام دیوبند پہونچگییں جزاہم اللہ تعالےٰ۔ ہم اپنی طرف سے اصالۃً اور تمام مسلمانان ہندوستان کی طرف سے وکالۃً۔ صاحبزادہ کا شکریہ ادا کرتے اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپکو دین و دنیا میں ہر قسم کی سرسبزی و کامیابی نصیب اور جناب مولوی حکیم وکیل احمد صاحب مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرماکر مدارج علیا تک پہونچاوے آمین۔

ہمیں اُمید ہے کہ وہ حضرات جنکے یہاں اس قسم کے ذخیرہ موجود ہیں اور جو عدم نگرانی کی وجہ سے معرض تلف میں ہیں اس عمل صالح کی تقلید کر کے اُن مخفی خزانوں کو منظر عام پر لاکر اہل علم کو اُن سے انتفاع اور استفادہ کا موقع دینگے۔ واللہ الموفق وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون۔

جمعیۃ الانصار دیوبند

کے زریں کارناموں میں روشن اور ممتاز کام یہ ہے کہ ہر موقع ضرورت پر خود اپنے انتخاب سے یا مسلمانوں کی درخواست پر علمی جلسے قائم کر کے اہل اسلام کو علماء ربانی کے مواعظ اور فیوض سے مالامال کرے چنانچہ اس دو سال کے عرصہ میں بہت سی جگہ اس قسم کے جلسے ہو چکے ہیں۔ امسال یہ علمی جلسہ بمقام شملہ وہاں کے معزز اراکین کی خواہش پر منعقد ہوا۔ اور جس شان و خوبی کے ساتھ ہوا۔ ہم اُسکو اُن الفاظ میں لکھنا چاہتے ہیں جو ہمارے پاس شملہ سے لکھے ہوئے آئے ہیں۔ ناظرین اس تحریر سے جلسۂ علمیہ کے اہمیت و فیوض و برکات کا اندازہ کر سکینگے اور یہ سمجھ لینگے کہ مسلمانوں کو اس قسم کے جلسوں کی کہاں تک ضرورت ہے۔ اور یہ کہ انکی مذہبی رہنمائی ایسے ہی بابرکت جلسوں کے ذریعہ سے ہوسکتی وہ تحریر بجنسہ یہ ہے:-

جمعیۃ الانصار دارالعلوم دیوبند
کا
جلسہ علمیہ شملہ میں

شملہ موسم گرما کا دارالسلطنت ہونیکی وجہ سے ہر طبقہ کے لوگوں کا مرجع ہے۔ لیکن علماء ربّانی دیوبند جو سلف صالحین کے نمونہ ہمارے پاک مذہب کے علم بردار اور آسمان شریعت کے ستارے ہیں اُنکے قدوم میمنت لزوم سے آجتک محروم تھا۔ اسلیے مسلمانان شملہ اپنے حقیقی دینی پیشواؤں کی زیارت کے ایک عرصہ سے آرزومند تھے۔ اتفاق سے امسال مولانا منظہر الدین صاحب شیرکوٹی سفیر جمعیۃ الانصار جمعیۃ کی اشاعت کیلئے یہاں تشریف لائے جنکے وعظ کے متعدد جلسہ یہاں ہوے۔ مولانا موصوف کے حُسن بیان اور دلنشین تقریروں نے اہل شملہ کی دیرینہ آرزوؤنکی دبی ہوئی آگ کو اور بھڑکا دیا۔ اور باتفاق رائے یہ طے ہوا کہ جلسہ علمیہ جمعیۃ الانصار کو ۹ و ۱۰ و ۱۱ اگست مدعو کیا جائے۔ چنانچہ یہاں کی دعوت جلسہ کو منظور فرماکر بزرگان دیوبند نے ۸ اگست ۱۹۱۲ء کو اپنی تشریف آوری کی تاریخ مقرر کی۔ یہ تاریخ مسلمانان شملہ کی آرزومندانہ نگاہوں کے انتظار اور پر شوق جذبات زیارت کے لحاظ سے پہلی تاریخ تھی ہمیں یاد نہیں کہ شملہ میں آجتک کسی اسلامی وفد کا اس جوش کے ساتھ استقبال کیا گیا ہو۔ ریلوے پلیٹ فارم استقبال کرنے والوں سے بھرا ہوا تھا جن میں ہر طبقہ اور ہر جماعت کے لوگ مع اپنے قائم مقاموں کے موجود تھے خصوصاً خان بہادر کرنل نواب عبدالمجید خانصاحب۔ ملک التجار میر نادر حسین صاحب رئیس شملہ۔ پیر بخش صاحب بیرسٹر۔ مسٹر شیخ عطا الٰہی صاحب منصف شملہ۔ مولوی عبدالغفور صاحب رئیس۔ بابو عبداللطیف صاحب چودہری حافظ الٰہی بخش صاحب۔ مسٹر جنیا مولا بخش صاحب۔ حکیم مولوی عمرالدین صاحب۔ علماء دیوبند کا وفد ۲ بجکر ۲ منٹ پر کلکتہ میل سے شملہ اسٹیشن پر پہونچا جہاں اُنکو مشتاقان زیارت نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور عقیدتمندانہ مصافحہ و معانقہ کے بعد یہ وفد گاڑیوں میں سوار کرکے میر نادر حسین صاحب رئیس کے مکان پر پہونچا دیا گیا جو اُنکے قیام کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ سالار وفد حکیم الامۃ

اعلیٰحضرت مولانا اشرف علی صاحب کی گاڑی کو آدمیوں نے کھینچنا چاہا اور کچھ دور تک کھینچا بھی لیکن ممدوح نے باصرار تمام لوگوں کو روک دیا۔ غرض نہایت شاندار پر جوش استقبال کے ساتھ یہ وفد اپنی قیامگاہ پر پہونچگیا۔

پہلا اجلاس ۹ اگست کو بعد نماز جمعہ ۲ بجے دن سے شروع ہوکر ۵ بجے ختم ہوا۔ افتتاحی تقریر خان بہادر کرنل عبدالمجید خان صاحب نے فرمائی جسمیں آپنے دارالعلوم دیوبند کے برکات اُسکے فیض کا ہندوستان اور غیر ممالک میں جاری ہونا اور دیگر مذہبی امتیازات کو بیان فرمایا۔ آپنے یہ بھی بیان فرمایا کہ مجھے اپنے دوست سفیر صاحب افغانستان (جو اُسوقت جلسہ میں تشریف فرما تھے) سے ابھی یہ معلوم ہوا ہے کہ خداداد سلطنت افغانستان کے سبسے بڑے ملا (یعنی شیخ الاسلام افغانستان) دیوبند کے تعلیمیافتہ ہیں جس پر میں حضرات دیوبند کو مبارکباد دیتا ہوں۔ بعدہٗ حکیم الامۃ مولانا اشرف علیصاحب نے اپنا پُراثر وعظ شروع کیا۔ آپکی لطافت تقریر علمی نکات جادو اثر بیان کا مزہ وہی کان خوب جانتے ہیں جنہوں نے مولانا کے اس وعظ کو سنا ہے بس ع

ایسا کچھ سُنا کہ کانوں کو تمنا رہگئی

باقی اور اجلاس حسب پروگرام برابر تین روز تک ہوتے رہے جسمیں سامعین کی تعداد بکثرت ہوتی تھی اور ہر جلسہ کے اختتام پر یہ کہتے ہوئے اُٹھتے تھے کہ آجتک ہمنے ایسے وعظ اور یہ تقریریں نہیں سُنیں۔ اور بیشک یہ جلسہ شملہ کی تاریخ میں پہلا جلسہ ہے اور آجتک ایسی اسلامی چہل پہل شملہ میں نہیں دیکھی گئی۔

دوسرے اجلاس میں قرآن شریف کے اعجاز اور مسلمانوں کو عربی زبان کی ضرورت پر مولانا سید انور شاہ صاحب نے نہایت زبردست علمی تقریر بیان فرمائی۔

تیسرے اجلاس میں مولانا مولوی مرتضیٰ حسن صاحب نے اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہایت جامع مانع پُرلطف وعظ بیان فرمایا جس سے حاضرین جلسہ بیحد محظوظ ہوئے بعدازاں مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے معجزات کی بحث پر ایک زبردست مدلل تقریر فرمائی۔

چوتھے اجلاس میں مولانا محمد سہول صاحب نے علم کے فضائل اور مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے تعلیم نسوان پر ایسی پُرزور تقریر فرمائی کہ سامعین محوحیرت تھے۔

پانچویں اجلاس میں مولانا عبید اللہ صاحب ناظم جمعیۃ الانصار دیوبند نے مسلمانوں کو مذہبی تعلیم کی ضرورت پر نہایت بہتر اور زبردست تقریر فرمائی جس سے حاضرین جلسہ کو بہت سی خوبیاں اور فوائد حاصل ہوئے۔ بعدہٗ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ نے تکمیل فلاح دارین کے وسائل پر نہایت موثر وعظ بیان فرمایا جس سے سامعین بیتاب ہو ہو گئے۔

یہ اجلاس آخری تھا اور اسکے بعد کوئی وقت پروگرام میں نہیں دیا گیا تھا۔ لیکن سامعین کے بیحد اصرار سے مولانا منظہر الدین صاحب نے ۹ ½ بجے شب کے جلسہ کا اعلان کیا جسمیں مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے ان الدین عند اللہ الاسلام پر نہایت پُرمغز اور موثر تقریر فرمائی آپنے یہ ثابت کر دکھایا کہ عقلاً و نقلاً اگر کوئی مذہب حق ہو سکتا ہے تو وہ اسلام ہے۔ بعد میں مولانا منظہر الدین صاحب نے گورنمنٹ کے شکریہ اور دار العلوم کی برکات کے اظہار پر جلسہ کو ختم کر دیا۔ اور ۱۲ اگست کو بزرگان دیوبند شملہ سے واپس تشریف لیگئے۔

یہ جلسہ اپنے دیگر امتیازات کی طرح اس امر میں بھی ممتاز ہے کہ جلسہ میں مطلق چندہ کی تحریک نہیں کیگئی بلکہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے اپنے پہلے ہی دن کے وعظ میں یہ اعلان فرما دیا تھا کہ ہم چندہ کیلئے نہیں آئے ہیں لیکن مسلمانان شملہ کی رگ حمیت ایسی نہ تھی جو اس موقع پر نہ پھڑکتی اور اسلامی جوش ایسا نہ تھا جو اسوقت نہ ابلتا۔ چنانچہ ہمنے نہایت وثوق کے ساتھ سُنا ہے کہ مولوی عبد العزیز صاحب سپرنٹنڈنٹ دفتر لفٹنٹ گورنر پنجاب کیمسٹی میں اور ملک التجاران میر شریف حسین و میر نادر حسین صاحبان و چودھری حافظ الٰہی بخش صاحب شملہ میں اس بات کی کوشش فرما رہے ہیں کہ کمیٹی کے ذریعہ سے چندہ وصول کرکے جمعیۃ الانصار دار العلوم دیوبند کو بھیجا جائے۔ ہمیں صاحبان ممدوح کی خالص مذہبی محبت اور اسلامی درد سے امید ہے کہ مسلمانان شملہ کی مشہور فیاضی پر حرف نہ آنے دینگے اور اپنی بے لوث کوششوں سے جمعیۃ الانصار دار العلوم دیوبند کو کافی امداد پہونچا کر سرمایہ اخروی حاصل کرینگے۔

نیازمند عبد القادر نائب منیجر

آرمی پریس

گذشتہ سے پیوستہ

بعض جزئیات انقلاب امت مع اصلاح

اصلاح معاملہ بہ تبرعات مالیہ متفرقہ

منجملہ تطوعات مالیہ ملحقہ بزکوۃ کے اور بھی بعض اعمال ہیں جنمیں مختلف کوتاہیاں ہوتی ہیں مختصراً انکا بیان بھی مناسب مقام ہے۔ ایک اُن میں سے سائل کو دینا ہے اس میں چند کوتاہیاں ہوتی ہیں بعض دینے میں اور بعض ندینے میں۔ چنانچہ بعضے تو بوجہ بخل یا بے رحمی کے سائل سے نہایت نفرت اور بے رُخی کرتے ہیں گو وہ کیسا ہی محتاج یا اپاہج ہو اُسکے حال پر ذرا توجہ نہیں کرتے بلکہ بعضے تو بالعکس اُس سے تمسخر یا اُسکے ساتھ سختی کرتے ہیں دھکے دلوا دیتے ہیں پٹواتے ہیں۔ قرآن و حدیث میں سائل کا بڑا حق آیا ہے۔ دوسرے سائل کو دیکھکر حق تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرنا چاہیئے کہ ہم کسی کے دروازہ پر سائل نہیں ہوئے اور اس نعمت کے شکر میں سائل پر رحم اور اسکی اعانت کرنا چاہیئے۔ اس مضمون کو شیخ شیرازی رحمہ اللہ نے نظم میں خوب ادا فرمایا ہے۔ ؎

نہ خواہندۂ بر درِ دیگران　　　بشکرانہ خواہندہ از در مران

البتہ یہ ضرور نہیں کہ جو وہ مانگے وہ ضرور ہی دے یہ اُسکی حاجت اور اپنی گنجایش پر ہے اور اگر اتفاق سے دینے کو نہ ہو تو اُسکو نرم جواب دیکر سمجھا دے کہ اسوقت میرے پاس گنجایش نہیں ہے اگر دوسرے وقت وسعت ہوئی اور تمھاری حاجت اُسوقت تک رفع نہ ہوئی تو انشاء اللہ تعالیٰ خیال رکھونگا اور بعضے دے تو دیتے ہیں لیکن دیکر اُسکو خرید نا چاہتے ہیں۔ یعنی اسکے منتظر رہتے ہیں کہ وہ ہمارا احسانمند ہو ہمارا شکریہ ادا کرے جب ہمسے ملے ہمکو سلام کرے اگر ہم کچھ حکم دیں تو وہ اُسکا امتثال کرے اور اگر سائل کی طرف سے کسی امر میں کوتاہی ہو تو اُسکو سخت تعجب ہوتا ہے اور ناگوار گذرتا ہے اور آیندہ کو سلسلۂ احسان کا بند کرنے کا ارادہ کر دیتے ہیں۔ بالخصوص اگر اُسکی طرف سے کسی معاملہ میں گو اُس میں وہ سائل ہی حق پر ہو

صفائی کا برتاؤ عمل میں آوے تو اسوقت تو صاف صاف کہتے ہیں کہ یہ بڑا نمک حرام ہی ہمنے اس اس طرح اسکے ساتھ احسان کئے اور اسنے ہمارا خیال نکیا اس طرح بے مروتی کی۔ من واذیٰ جسکی ممانعت قرآن مجید میں آتی ہے وہ یہی ہے۔ اس سے صدقہ کا اجر باطل ہوجاتا ہے حق تعالیٰ شانہ نے ایسے دینے والوں کی مدح وفضیلت بیان فرمائی ہے جو دیکر اُسکا صلہ اور شکریہ نہیں چاہتے لوجہ اللہ خدمت کرنا یہی ہے قال اللہ تعالیٰ ان نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاءً ولا شکوراً۔ بعضے اسکے مقابل یہ افراط کرتے ہیں کہ ہر سائل کو دینا فرض سمجھتے ہیں بعضے تو تفاخر کے واسطے کہ نام ہوگا کہ فلاں شخص کے پاس سے کوئی سائل محروم نہیں آتا۔ اور بعضے بوجہ غایت تدین وقلت علم کے کہ اُسکی حاجت روائی کو فرض شرعی سمجھتے ہیں اور بعضے بوجہ طمع یا خوف دنیوی کے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ شاید اس پردہ میں کوئی کامل ہو اُسکی خدمت کرنے سے ہم مالامال ہوجاوینگے مال میں اولاد میں ترقی ہوگی اور اگر ندینگے شاید بددعا کردیں یا ناراض ہوجاویں تو ہم برباد ہوجاوینگے اور اس افراط کے سبب (جسکا منشاء مختلف ہے کہ بعض میں تفاخر بعض میں کثرت تدین ہے قلت العلم بعض میں غرض دنیوی) یہ لوگ اکثر قرضدار بھی ہوجاتے ہیں اور اُس قرض کا خمیازہ کبھی اپنے کو بھگتنا پڑتا ہے کبھی اولاد کو۔ کبھی ادا نہیں ہوتا اور آخرۃ کا گناہ سر پر رہتا ہے حق تعالیٰ نے یہ نہیں اجازت دی کہ خود منگتے ہوجاؤ مگر سائلوں کا پیٹ بھرو قال اللہ تعالیٰ ولا تجعل یدک مغلولۃ الیٰ عنقک (اسمیں تفریط مذکور اولاً کی اصلاح ہے) ولا تبسطہا کل البسط فتقعد ملوماً محسوراً بلکہ بعض اوقات باوجود اپنی گنجایش وتحمل کے بھی بعض سائل کو دینا بجائے ثواب یا جائز کے گناہ اور ناجائز ہوتا ہے فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر سائل قوی مکتسب ہو یعنی ہاتھ پاؤں سے درست ہو اور معاش کی قدرت رکھتا ہو تو ایسے سائل کو سوال کرنا بھی حرام ہے اور سوال پر اسکو دینا بھی بدیں وجہ کہ اعانت علی المعصیت ہے ناجائز ہے۔ جب ناجائز ہوا تو ایسے دینے سے وہی مثل ہوگئی نیکی برباد گناہ لازم اور اکثر تو بلا ٹالنے کے لئے اس طرح دیتے ہیں کہ ثواب کی بھی نیت نہیں ہوتی تو اس صورت میں ثواب نہ ملنا اور زیادہ ظاہر ہے اور اِن لوگوں نے ایک غلطی یہ کی کہ یہ تو سمجھ لیا کہ ہم پر سے بلا ٹل گئی لیکن یہ نہ سمجھا کہ ہمارے دینے سے سائل یہ سمجھیگا کہ لپٹنے سے اور سر ہونے ہی سے ملا کرتا ہے تو

یہ سمجھکر اور بھائی مسلمانوں کو پریشان کریگا تو اپنی بلا تو ٹالی مگر وہ بلا اوروں کے سر ڈالی۔ البتہ اگر ایسے قوی مکتسب کو بلا سوال دیدے تو کچھ مضائقہ نہیں یا باوجود قوی مکتسب ہونے کے بعض صورتوں کا استثناء ابھی آیا ہے اُن مواقع استثناء میں سوال پر بھی دیدے تو بھی جائز ہے کیونکہ اُن مواقع میں سوال بھی جائز ہے اور وہ مواقع یہ ہیں لا تحل الصدقة لغنی ولا لذی مرة سوی الا لذی فقر مدقع او غرم مفظع او لذی دم موجع الحدیث حاصل ان مواقع کا یہ ہوکہ اس شخص پر بوجہ قرضہ کے یا کسی مقدمہ کے یا ایسے ہی کسی سبب کے مالی بار اتنا پڑا کہ اگر یہ کمانا شروع کرے تب بھی اتنا ذخیرہ جمع نہ ہوسکے کہ روزمرہ کی حوائج پورے ہوکر اُس بار سے سبکدوشی حاصل کرسکے تو ایسا شخص اگر سوال نکرے تو پھر کیا تدبیر کرے اسلئے ایسے شخص کو سوال کی اجازت ہے جب سوال جائز ہے تو اسکے سوال پر دینا بھی جائز ہے اور اُسی حکم میں ہے وہ مسافر جسکو سفر میں کوئی خسارہ یا حاجت ایسی پیش آگئی کہ اگر کمانا شروع کرے تو بس سفر ہی میں رہا کرے گھر نہ پہونچ سکے اور گھر سے بھی خرچ منگانا یا تو ممکن نہ ہو یا اتنی مہلت نہ ہو اور اسی حکم میں وہ شخص ہے جو قوی تو ہے مگر بوجہ خوگر نہ ہونے کے متحمل تعب کا نہیں اسلئے مکتسب نہیں ہوسکتا۔ پس ان سب لوگوں کو سوال پر بھی دینا جائز ہے۔ اور اگر سبب اس افراط کا تفاخر و شہرت یا طمع و خوف دنیوی ہے تو اُس دینے کا بیکار ہونا بلکہ موجب گناہ ہونا بہت ہی ظاہر ہے اور بالخصوص اگر یہ طمع و خوف بے شرع فقیروں سے ہے جیسا اس زمانہ میں اکثر دنیا پرست لوگ ایسے بھنگڑوں کو غوث و قطب سمجھکر اپنا مال اور دین دونوں خراب کرتے ہیں تو اسکو تو مصداق ظلمات بعضها فوق بعض کا کہیں گے۔ یہ ذکر تھا سائل کے دینے نہ دینے کے متعلق کوتاہیوں کا۔ اور ایک اُن اعمال مالیہ مقصودہ بالذکر میں سے قرض مانگنے والے کو قرض دینا ہے اسمیں بھی چند کوتاہیاں ہوتی ہیں ایک یہ کہ بعضے لوگ باوجود اسکے کہ اپنے پاس حاجت سے زائد رقم رکھی ہے یا بآسانی انتظام کرسکتے ہیں اور مانگنے والا سخت حاجتمند ہے اور بے اعتبار بھی نہیں مگر پھر بھی غایت بے رحمی سے قرض دینے سے انکار کردیتے ہیں بعض اوقات جھوٹ بولتے ہیں کہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ اور وجہ اسکی یا بخل ہے یا بے رحمی یا جہل کہ یہ سمجھتا ہے کہ قرض دینے سے فائدہ کیا ہوگا اسلئے نہ دینا تجویز کرتا ہے۔

اگر بخل یا بے رحمی ہے تو اسکا مذموم ہونا تو ظاہر اور مسلم ہی ہے محتاج بیان نہیں اور اگر جہل ہے تو اسکا فائدہ سمجھنا ضرور ہے تاکہ اس علم سے وہ جہل مرتفع ہو جاوے سو اوّل تو جس قلب میں ترحم کا جوش ہوتا ہے وہ اسوقت فائدہ کو بھی نہیں سوچتا خود ترحم حامل علے الاعانة ہوتا ہے کیا جو شخص اپنی اولاد کی پرورش کرتا ہے گو اسمیں فائدہ بھی ہے دنیا کا بھی آخرت کا بھی مگر کیا پرورش کے وقت اس فائدہ کو سوچتا ہے کیا اگر فائدہ نہ سوچے تو پرورش نکریگا پس مسلمانوں میں باہم وہی تراحم و توادد ہونا چاہئے جو اقارب میں ہوتا ہے اور اگر بدون فائدہ سمجھے ہوئے قرض دینے کی ہمت نہ ہو تو فائدہ بھی سمجھ لینا چاہئے اور گو فائدہ دنیویہ بھی ہے۔ مثلاً ممنون کے قلب میں محسن کی محبت پیدا ہونا باہم الفت و ہمدردی بڑہنا لیکن مسلمانوں کو مسلمان ہونے کی حیثیت سے فائدہ دنیویہ کو مطمح نظر نہ بنانا چاہئے اسلئے اس سے قطع نظر کرکے فائدہ اخرویہ سمجھنا چاہئے اور وہ ثواب ہے جو کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جنت کے دروازے پر لکھا دیکھا کہ صدقہ دینے سے دس گنا ثواب ملتا ہے اور قرض دینے سے اٹھارہ گنا۔ اور حدیث ہی میں اسکی وجہ بھی آئی ہے کہ صدقہ تو وہ شخص بھی مانگ لیتا ہے جسکو حاجت نہ ہو مگر قرض بدون حاجت کے (اور حاجت بھی اکثر اضطراری) کوئی نہیں مانگتا۔ (کیونکہ اپنی گردن کون بندھائے یعنی غالب عادت یہی ہے پس صدقہ دینے میں ضرور نہیں کہ رفع اضطرار ہوا ہو اور قرض دینے میں رفع اضطرار ہوتا ہے اور اضطرار اور پریشانی کا رفع کرنا ظاہر ہے کہ کسقدر عظیم راحت پہونچاتا ہے اسلئے اسکا ثواب زیادہ ہوا۔ رہگئی تخصیص اٹھارہ عدد کی گو اس کا نکتہ نہ سمجھنا ہمکو ضروری ہے اور نہ سمجھانا کیونکہ طبیب کے نسخہ میں مریض کو منصب نہیں اوزان ادویہ کی لم دریافت کرنیکا۔ بلکہ استعمال اور اعتقاد ضروری ہے اسی طرح ہمارا مذہب بندہ ہونے کی حیثیت سے یہ ہونا چاہئے۔ ؎

زبان تازہ کردن باقرار تو | نینگیختن علت از کار تو

مگر تبرعاً و تفریحاً اگر کوئی تقریبی بات سمجھ میں آجاوے تو اسکے ذکر کرنے میں کوئی مضائقہ بھی نہیں لیکن چونکہ وہ تقریبی اور تخمینی مضمون ہوگا اسلئے اگر اس میں کوئی خدشہ نکل آوے تو مضر بھی نہیں کیونکہ اصل ایمان نص پر ہے نہ کہ اپنے نکات و لطائف پر۔ غرض وہ نکتہ جو

خاطر فاتر میں اسکے متعلق آیا ہے یہ ہے کہ اصل میں ثواب قرض کا صدقہ سے بحیثیت مذکورہ دونا ہے۔ پس صدقہ اگر دس تک مضاعف ہوتا ہے تو قرض بیس تک ہونا چاہیئے تو قرض کا ایک درم صدقہ کے دو درم کے برابر ہوا لیکن چونکہ اخیر میں وہ درم واپس آجاویگا اسلئے بیس کے عدد میں سے دو کا عدد کم ہو گیا اسلئے اٹھارہ رہ گئے واللہ اعلم اور جب قرض کا ثواب صدقہ سے مضاعف ہونا معلوم ہو گیا تو اسی سے یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ نصوص سے ثابت ہے کہ دس حصہ تک ثواب کا بڑہنا یہ ادنےٰ درجہ ہے ورنہ تفاوت خلوص سے اس سے بھی بڑہکر سیکڑوں ہزاروں تک پہونچتا ہے پس جب صدقہ کا ثواب دس سے زائد بھی ہوتا ہے اور قرض کا ثواب اس سے مضاعف ہے اور اخیر میں ایک عشر منہا ہو جاتا ہے پس قرض کا ثواب بھی اٹھارہ تک محدود نہیں بلکہ کبھی چھتیس حصہ ہوگا یعنی چالیس حصہ ہوکر چار گھٹ جاویگا اور کبھی اسّی حصہ ہوکر اس میں سے آٹھ گھٹ کر بہتر رہ جاویگا حتیٰ کہ اگر صدقہ کا ثواب سات سو حصے تک ہو تو قرض کا ثواب چودہ سو حصہ تک ہوگا جو اخیر میں بارہ سو ساٹھ رہ جاوینگے تو کیا یہ فائدہ نہیں ہے کہ ایک روپیہ قرض دیا اور آخرت میں مثلاً بارہ سو ساٹھ روپیہ کا ثواب ملا۔

ع خود کہ یابد ایں چنیں بازار را | کہ بہ یک گل میخری گلزار را

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد | انچہ در وسعت نیاید آں دہد

اور یہ عدد تو بطور مثال کے فرض کیا گیا ورنہ جب صدقہ میں سات سو کی حد نہیں لقولہ تعالیٰ بعد قولہ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضاعف لمن یشاء واللہ واسع علیم ط تو قرض میں بھی بارہ سو ساٹھ کی حد نہ ہوگی۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ توقع ہے کیا اسکو بھی فائدہ نہ کہیئے گا۔ اور تضاعف ثواب القرض علی ثواب الصدقہ کی تقریر کی تفصیل میں جہاں خاطر فاتر کا حوالہ ہے بحیثیت مذکورہ کی قید اسلئے لگائی گئی کہ اس سے کوئی نہ سمجھ جاوے کہ قرض کا ثواب علی الاطلاق صدقہ سے مضاعف ہوتا ہے اور یہ سمجھکر یا تو صدقہ کی جگہ بھی قرض ہی دینے لگے اور یا کہ صدقہ میں بے رغبت ہو جاوے اور اسمیں خسارہ سمجھے سو بات یہ ہے کہ مختلف احکام مختلف حیثیات سے ہوتے ہیں سو ایک حیثیت سے تو جسکا کہ ذکر ہوا قرض کا ثواب زیادہ ہے مگر دوسری حیثیات سے صدقہ کا ثواب قرض سے

زیادہ ہوتا ہے مثلاً قرض میں واپسی ہوتی ہے صدقہ میں واپسی نہیں ہوتی اور اسوجہ سے صدقہ لینے والے کے قلب پر کوئی بار نہیں رہتا اور قرض لینے والے کے قلب پر بار رہتا ہے۔ اور ہمنے قرض دینے میں فائدہ دنیویہ بیان کیا ہے کہ باہم الفت ومحبّت وہمدردی بڑھتی ہے گو یہ فائدہ مقصود نہیں مگر چونکہ واقعی ہے اسلئے اُسپر اگر کوئی خدشہ واقع ہو تو اُسکا رفع کرنا ضروری ہے تو اُسمیں ظاہراً ایک خدشہ ہے وہ یہ کہ ہم تو اکثر اسکے خلاف یہ دیکھتے ہیں کہ قرض دینے سے پہلے الفت بھی قطع ہو جاتی ہے اور ہمیشہ کے لئے باہم رنج وکدورت پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ایک تجربہ کار بزرگ کا ارشاد ہے۔ ؎

مدہ شان قرض وستان نیم حبہ فان القرض مقراض المحبتہ

تو آلہ فصل کو آلۂ وصل کہنا کیسے صحیح ہوگا دفع اس خدشہ کا یہ ہے کہ یہ قطع محبت اثر قرض کا نہیں ہی اُسکا اثر تو وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا یعنی ازدیاد محبت و الفت بلکہ یہ اثر اکثر مستقرضین یعنی لینے والوں کی بدتدبیری کا ہے وہ یہ کہ اکثر لوگوں کی حالت دیکھی جاتی ہے کہ قرض لیکر بیفکر ہو جاتے ہیں باوجود گنجایش کے اور تمام فضول کارروائیوں کے بھی قرض کے ادا کا اہتمام نہیں کرتے بعضے تو بہت ہی ٹال کر دیتے ہیں اور بعضے دیتے ہی نہیں اگر تقاضا کیجے بُرا مانتے ہیں اور اُنکی اس حرکت سے مقرض یعنی قرض دینے والے کو کلفت ہوتی ہے اور جب یہی کلفت روزمرہ مدتوں تک پہونچے تو ضرور اسکا اثر یہ ہوگا کہ محبّت قلب سے نکل جاویگی اور رنج اور شکایت پیدا ہو جاویگی تو اپنی بےعنوانی کے اثر کو قرض کی طرف منسوب کرنا بڑی غلطی ہے پس خدشہ اسًا واساسًا منقلع ومنقطع ہو گیا۔ لیکن معمولی کلفت سے تنگدل ہو کر قرض دینے کا سلسلہ بند نکرنا چاہیئے کیونکہ یہ بھی اجر سے خالی نہیں احادیث میں آ ہی سے کم تنگدلی پر وعدہ ثواب آیا ہے کہ اگر کوئی چیز کہیں رکھکر بھول جاؤ اور اُسکی تلاش میں قدرے پریشانی ہو پھر وہ ملجاوے تو اسمیں بھی ثواب ہے تو قرض وصول نہ ہونے پر یا وقت پر وصول نہ ہونے پر تو اس سے بہت زیادہ پریشانی ہوتی ہے تو اسمیں اُس سے زیادہ اجر کیوں نہ ملیگا اسلئے بقدر تحمل اتلافات کو بھی برداشت کر لینا چاہیئے۔ لیکن اسی کے ساتھ قرض لینے والے کو بھی وصیت کرتا ہوں کہ اُسکو بھی چاہیئے کہ قرض دینے والے کا احسان مانے اور اُسکو تکلیف نہ دے اور وقت پر

اُسکی امانت پہونچاوے تاکہ پھر بھی قرض لینے کا موئنہ رہے اور اس نادہندی کی بدولت آپسمیں اکثر قرض نہیں ملتا پھر کافروں سے سودی لیتے ہیں اور تباہ ہوتے ہیں ورنہ اگر وقت پر دوسرے کا حق پہونچ جایا کرے تو بہت مسلمان ایسے ہیں کہ وہ خود اپنی مصلحت سے اپنے روپیہ کا قرض پر چلنا بہت زیادہ پسند کرتے ہیں کہ حفاظت سے بچتے ہیں اور تجارت کو یہ لوگ پسند نہیں کرتے یا تو بوجہ احتمال خسارہ کے اور یا بوجہ توحش تعلقات کے یا بوجہ عدم مناسبت کے تو ایسے لوگوں کا روپیہ قرض میں باسانی مل سکتا ہے اور غیر قوموں کو سود دیکر اپنا گھر تباہ ہونے سے بچا سکتے ہیں لیکن معاملات خراب ہیں لیکر دینا نہیں چاہتے دو چار جگہ ٹھوکر کھا کر سب سے متوحش ہو جاتا ہے اور بقول شخصے دودھ کا موئنہ جلا چھاچھ کو پھونک پھونک کر پیتا ہے وہ کسی کو بھی قرض نہیں دیتا اور ایک باب عظیم خیر کا بند ہو جاتا ہے جسکا وبال ان نادہندوں کی گردن پر ہوگا۔ اس کوتاہی مذکور کا حاصل تو قرض نہ دینا ہے جسکا مفصل بیان ہو چکا۔

ایک کوتاہی یہ ہے کہ قرض تو دیدیتے ہیں لیکن تقاضا بے ڈھب کرتے ہیں وقت آنے پر مہلت دینا جانتے ہی نہیں حالانکہ بنص قرآنی وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ تنگدست نادار کو مہلت دینا واجب ہے اور اُسکی بھی فضیلت احادیث میں آئی ہے۔

ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعضے بدون سود کے قرض نہیں دیتے پھر سود کے طریقے مختلف ہیں۔ بعضی صورتیں تو وہ ہیں جنکو یہ لوگ بھی سود سمجھتے اور کہتے ہیں یعنی آدھ آنہ روپیہ پر لینا یا آنہ روپیہ پر لینا اور بعضی وہ صورتیں ہیں جنکو سود ہی نہیں سمجھتے مگر واقع میں وہ سود ہیں جیسے رہن رکھکر اُس سے نفع حاصل کرنا اسکا سود ہونا مع جواب شبہات عوام و خواص کے رسالہ صفائی معاملات میں احقر نے ثابت کر دیا ہے اور بھی تاجروں میں بہت صورتیں متعارف ہیں پھر ان دونوں قسم کے سود لینے والوں میں بعضے ایسے جری ہیں کہ اُسکو حلال سمجھتے ہیں کوئی بعض عبارات فقہیہ سے بزعم خود متمسک کرتا ہے کوئی تمدنی و قومی مصلحتوں کو شریعت پر مقدم ثابت کرنیکی کوشش کرتا ہے کوئی حربی کی روایت کو پیش کرتا ہے علماء شکر اللہ تعالی سعیہم نے ان سب کی اچھی طرح اپنی تحقیقات لسانیہ و کتابیہ میں خدمت کر دی ہی بندہ نے بھی بقدر ضرورت رسالہ صفائی معاملات میں جسکا اوپر حوالہ ہے اور رسالہ تحذیر الاخوان میں

اور اپنی تفسیر بیان القرآن تحت آیۃ یا ایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا الخ میں اسکی کافی بحث لکھدی ہے اُسکا مطالعہ منصف کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ اور سود کی ان صورتوں میں سے کوئی صورت ظاہر میں بھی توکسی ضابطہ فقہیہ پر منطبق نہیں بجز ایک صورت بیع بالوفار کے اور ایک صورت اُسکی بھی خارج از ضابطہ ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ اس وقت کے عرف میں بیع بالوفار کے دو معنی مشہور ہیں ایک تو یہ کہ زید نے عمرو سے کہا کہ ہمکو ہزار روپیہ قرض دیکر ہمارا باغ رہن رکھ لو اس شرط پر کہ اگر ہم دس سال کے اندر ہزار روپیہ ادا کردیں تو اپنا باغ چھوڑالیں اور اگر نہ ادا کریں تو وہ باغ اُسی ہزار روپیہ میں تمھارے ہاتھ بیع ہے۔ اور دوسرے یہ کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تم ہمارا باغ ہزار روپیہ میں خرید لو اور زرثمن ہمکو دیدو اور یہ وعدہ ہے کہ اگر ہم دس سال میں تمہارا زرثمن واپس کردیں تو تم ہمارا باغ واپس کردو اور بیع کا اقالہ یعنی فسخ کردو۔ سو اوّل معنی کے اعتبار سے تو بالاجماع حرام اور سود ہے اور دوسری صورت کو بھی فقہاء متقدمین نے منع کیا ہے لیکن بعض متاخرین نے لوگوں کو مبتلائے سود دیکھکر اجازت دیدی ہے اگر کسی شخص کا دل بوجہ غایت بےمروتی کے ویسے قرض دینے کو گوارا نکرے اور بوجہ ضعف قوت تقوی کے وہ متقدمین کے قول کو بھی نہ لے تو خیر سود کی اور صورتوں سے بیع بالوفار بالمعنی الثانی پھر غنیمت ہے کہ حرمت اُسکی متفق علیہ تو نہیں۔ لوگوں کی کم ہمتی پر نظر کرکے بادل ناخواستہ کہتا ہوں کہ خیر اسی کو کرلیا کریں اور وں سے تو بچیں۔ یہ بحث تھی قرض کے متعلق کوتاہیوں کی۔

اور ایک اُن اعمال مالیہ مقصودہ بالذکر میں سے کسی کو کوئی چیز عاریتاً دینا ہے۔ اسمیں بھی بعضے لوگ بہت بخل کرتے ہیں حق تعالیٰ نے اسمیں بخل کرنے کو ناپسند اور اعمال منافقین سے فرمایا ہے حیث قال فویل للمصلین الذین ھم عن صلوتھم ساھون الذین ھم یراؤن ویمنعون الماعون ط اور اسی کے حکم میں ہر وہ چیز جو بطور عاریت نہ مانگی جاوے بطور تملیک ہی مانگی جاوے لیکن ہو وہ بہت کم قیمت جیسے ایک تولہ نمک جیسے ایک لوٹہ پانی جہاں پانی کی فراغت ہو جیسے ایک مٹھی گھاس اور عاریت جیسے دیگچی پتیلی چمٹا قلم بنانے کو چاقو ایک خط لکھنے کے لئے قلم دوات وشل ذلک۔ البتہ اگر کوئی عذر ہو مثلاً ایک شخص کا تجربہ

ہوگیا ہے کہ وہ چیز لیکر نہیں دیتا یا خراب کر دیتا ہے یا بے پروائی سے کہیں ڈالدیتا ہے۔ اہتمام کرکے ادا نہیں کرتا تو ایسے شخص کو عاریت دینے سے انکار کر دینا جائز ہے لیکن کم قیمت چیز کے دینے سے کسی سے بھی انکار نکرے۔

ان طاعات مذکورہ کے علاوہ اور بھی تطوعات مالیہ ہیں کہ وقتاً فوقتاً انکو عمل میں لانا موجب نفع خلائق ہے۔ جیسے مہمانوں کی خدمت۔ اُستادوں اور پیروں کی خدمت۔ دوستوں کو ہدیہ دینا۔ روزہ داروں کے لئے افطاری لے آنا۔ اقارب کے ساتھ صلہ رحمی کرنا اور بعض صورتوں میں اقارب کی خاص خدمات و انفاق واجب ہے جسکی تفصیل کتب فقہیہ میں مذکور ہے۔ بالخصوص جو صدقات جاریہ ہیں۔ جیسے مساجد کی اعانت تعمیر یا لوٹہ بوریہ و تیل سے۔ مدارس اسلامیہ کی اعانت۔ کنواں بنا دینا۔ پل بنا دینا۔ راہ پر درخت لگا دینا۔ قرآن مجید یا کتب دینیہ وقف کر دینا و مثل ذلک کہ انکا ثواب مرنے کے بعد بھی لکھا جاتا ہے۔ اب میں طاعات مالیہ کی فہرست میں ان مذکورات بعد الزکوٰۃ پر اکتفا کرتا ہوں طالب دین صاحب فہم اور متروک صورتوں کو اس سے بخوبی سمجھکر عمل کر سکتا ہے۔

تسہیل مضمون مذکور برعایت تفہیم جمہور

چونکہ تقریر بالا بطرز کتابت نہیں ہے جسمیں صعوبت محتمل ہوتی ہے۔ بلکہ بطور خطاب ہے جسکی صعوبت بوجہ سرسری و معمولی ہونیکے متحمل ہوتی ہو اسلئے اعادہ تسہیلیہ کی احتیاج نہ معلوم ہوئی۔ اسلئے یہ سرخی خالی رہی۔

خاتمہ جزویہ مضامین مرقومہ تاحال بعنوان انقلاب

خاتمہ کلیہ کا موقع تو اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو تمام مضامین موجودہ فی الذہن متعلقہ عنوان انقلاب کے فراغ پر ہوگا لیکن چونکہ یہاں تک کے مضامین ایک خاص رنگ کے ہیں جیسا کتب فقہ کا ربع اول ہوتا ہے اسلئے خاتمہ جزویہ کی سرخی لکھکر ان مضامین کے ختم کو ظاہر کرتا ہوں تاکہ اسکے بعد کے مضامین کے رنگ کو جدا سمجھیں اور نیز اگر اسوقت تک کے مضامین کو کوئی بالکل علیحدہ شائع کرنا چاہیں تو وہ ایک مستقل رسالہ ہو سکے اور اگر ایسا کیا جاوے تو مناسب ہوگا کہ اُس مجموعہ کا نام

اصلاح الانقلاب حصہ اول رکھا جاوے۔ اللّٰھم اتمم لنا نورنا و اغفر لنا انک علیٰ کل شیٍٔ قدیر۔

کتبہ اشرف علی ۱۰ رجب المرجب یوم الاربعاء ۱۳۳۰ھ
فی الخانقاہ الامدادیہ من کورۃ تھانہ بھون حفظہا اللہ تعالیٰ من الفتن

دارالحدیث دیوبند کی امداد

کا سلسلہ ہر سمت میں جاری۔ عباد مخلصین کے قلوب اسکی طرف متوجہ۔ اور ایک نہ ایک نئی صورت اُسکی تائید و امداد کی پیدا فرماتے رہتے ہیں۔ ہردوئی میں جو سلسلہ بہ تحریک جناب قاضی محمد مصطفےٰ صاحب ڈپٹی کلکٹر پیدا ہوا وہ نہایت عجیب اور بالکل سہل ہے۔ اگر ہر بستی کے مسلمان اسکا اقتدار فرمائیں تو یقیناً بہت سہولت سے رقم کثیر جمع ہو جائے۔ چنانچہ جناب مولانا مولوی انوار احمد صاحب ہردوئی سے تحریر فرماتے ہیں۔

یارھویں شب رمضان المبارک کو احقر کا قرآن شریف ختم ہونیوالا تھا۔ ۱۱ رمضان المبارک بوقت نماز عصر مسجد میں جناب قاضی محمد مصطفےٰ صاحب ڈپٹی کلکٹر ہردوئی نے جو پابند صوم صلوٰۃ ہی نہیں بلکہ ذاکر شاغل تہجد گذار۔ امانت دار خیر خواہ و کارگذار سرکار بھی ہیں یہ تحریک پیش کی کہ ختم قرآن شریف کی خوشی میں جو شیرینی تقسیم کیجاتی ہے اگر اُس روپیہ کو تعمیر دارالحدیث کیلئے مدرسہ عالیہ دیوبند بھیجدیا جائے تو یقیناً باعث خوشنودی اللہ تعالیٰ شانہ و رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔ رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ کا مصداق ہوگا۔ احقر نے اس تحریک کو جناب مولانا مولوی سید نورالحسن صاحب وکیل صدر انجمن اسلامیہ ہردوئی خلف الرشید جناب مولانا مولوی محمد محسن صاحب مرحوم کاکوروی و دیگر ممبران انجمن کی خدمت میں پیش کیا جناب صدر انجمن موصوف اور ممبران کے سوا۔ اور نمازیوں نے نہایت خوشی سے منظور فرمایا اور ختم کلام پاک کی خوشی میں نمازیوں نے دارالحدیث دیوبند کیواسطے چندہ دینے کا وعدہ فرمایا جو ۲ ستمبر تک وصول کر کے بذریعہ منی آڈر دفتر دارالحدیث دیوبند میں بھیجا جاویگا۔ کاش دیگر قصبات و اضلاع کے مسلمان باہمت اس نیک تحریک کی تقلید فرما کر قرآن شریف کے ختم پر جسقدر شیرینی خرید کر کے تقسیم کرتے وہ روپیہ دارالحدیث دیوبند کی عمارت میں بھیجدیں تو ایک رقم معتد بہا ہو جائے۔ جناب مہتمم صاحب براہ مہربانی اس عرضداشت کو کسی اخبار میں بہت جلد شائع کرادیجے۔ تاکہ اور مسلمان بھی اُسپر عمل کریں۔

دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا

(سلسلہ کے لئے القاسم نمبر ا جلد سوم ملاحظہ ہو)

الغرض اس مراسلت کا یہ اثر ظاہر ہوا کہ جو آگ اندر ہی اندر سلگ رہی تھی اب مشتعل ہو گئی اور ملک غسان اپنی تمام قوۃ سے امادہ پیکار ہو کر مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔

غسانیوں کے اسی دیرینہ اور مضمر عداوت اور حال کے اشتعال ہی کا ایک ثمرہ معرکہ موتہ بھی تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے ہرقل قیصر روم کے نام ایک خط حارث بن عمیر کے ہاتھ بھیجا۔ ملک شام کے ایک صوبہ پر شرجیل بن عمرو غسانی من جانب قیصر حاکم تھا۔ حارث جب اُس موضع میں پہونچے جسکا نام موتہ تھا تو شرجیل نے حارث سے دریافت کیا شاید تم بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قاصد ہو۔ انھوں نے اقرار کیا تو شرجیل نے اسی وقت اُنکی گردن ماردی۔ اس سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قاصد کسی جگہ مقتول نہوا تھا۔ اور نہ دنیا کے قانون میں قاصدوں کا قتل کرنا جائز تھا آپ کو اطلاع پہونچی تو نہایت سخت صدمہ ہوا۔ اور آپ نے تین ہزار کی جمعیت انتقام کی غرض سے بھیجی اور زید بن حارثہ کو سپہ سالار مقرر فرمایا لیکن یہ بھی ارشاد فرمادیا کہ اگر زید مقتول ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب امیر بنائے جائیں اور وہ بھی مقتول ہوں تو عبداللہ بن رواحہ امیر مقرر کئے جائیں۔ وہ بھی مارے جائیں تو مسلمان خود کسی کو منتخب کرلیں ایک یہودی نے جو اُس مجلس میں بیٹھا ہوا تھا سنکر کہا کہ انبیاء بنی اسرائیل جب ایسا فرماتے تھے تو سب کے سب مقتول ہوتے تھے آپ بھی اگر نبی ہیں تو یہ تینوں ضرور مقتول ہوں گے۔ پھر اس یہودی نے زید بن حارثہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اگر یہ نبی ہیں تو یاد رکھو کہ تم اب یہاں لوٹ کر نہ آؤ گے جو کچھ کہنا سننا ہو کہہ لو۔ اسپر حضرت زید نے بلا کسی قسم کے خوف اور تردد کے فرمایا اشھد انہ نبی۔ (میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نبی ہیں)

یہ تین ہزار کی جمعیت جو مسلمانوں کے اعتبار سے تو بھاری لشکر سمجھا جاتا تھا مگر دشمن کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہ رکھتا تھا۔ روانہ ہوئے اور موتہ پہونچکر مسلمانوں کو خبر پہونچی کہ خود قیصر ایک لاکھ رومی لشکر کے ساتھ موجود ہے اور اُسکے ساتھ ڈیڑھ لاکھ عرب متنصرہ اور دوسرے قبائل ہیں۔ غرض اڑھائی لاکھ کی جمعیۃ سے مقابلہ ہے اس خبر سے مسلمانوں میں تردد پیدا ہو گیا اور دو روز اس مشورہ میں گذر گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اصل حال کی اطلاع بھیجدیں۔ اسپر آپ یا امدادی لشکر بھیجیں گے یا ہمکو واپسی کا حکم دیں گے۔ مگر تیسرے روز

عبداللہ بن رواحہ نے مسلمانوں کی ہمتیں بلند ہوائیں۔ اور کہا کہ ہم آجتک لشکر کی کثرت اور سامان کی عمدگی پر بھروسہ کرکے کبھی نہیں لڑے ہم تو ہمیشہ اپنے دین کی سچائی اور وعدہائے خداوندی پر بھروسہ کرکے میدان میں جاتے ہیں۔ بات ہی کیا ہے یا غالب آجائینگے یا شہید ہوجائینگے

یہ گفتگو سنکر سب مسلمان امادہ ہوگئے لڑائی شروع ہوگئی۔ یہاں تو معرکہ کارزار گرم ہوا وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب حال منکشف ہوتے گئے۔ آپ نے مجمع صحابہ میں فرمانا شروع کیا۔ زید مقتول ہوے۔ اور جھنڈا جعفر نے سنبھالا جعفر مقتول ہوئے اور جھنڈا عبداللہ بن رواحہ کے سپرد ہوا عبداللہ بن رواحہ بھی مقتول ہوئے۔ اور اب جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے یعنی خالد نے ہاتھ میں لیا۔ اور اسکے ہاتھ پر فتح ہوئی تینوں جلیل القدر صحابہ اور سپہ لاروں کے بعد حضرت خالد امیر ہوئے۔ تو انھوں نے لشکر کی ترتیب کو بدلکر جنگ کی ابتدا کی۔ اور دشمن نے یہ سمجھا کہ مسلمانوں کو جدید امداد پہونچگئی۔

اسطرح ایک سخت خونریز معرکہ کے بعد ہر فریق اپنے اپنے موقع پر ہٹگیا۔ اور لڑائی بند ہوگئی۔ مسلمانوں کیلئے فی الحقیقت صحیح وسالم بچکر نکل آنا ہی فتح عظیم تھی۔ کیونکہ مٹھی بھر آدمی اس بے تعداد لشکر سے کیونکر جان بچا سکتے تھے۔ اور اسلئے اُسکو فتح فرمانا بالکل درست تھا۔

لیکن بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت خالد کی حملہ کی تاب نہ لاکر رومی لشکر کو سخت ہزیمت اختیار کرنی پڑی۔ اور انمیں سے بے انتہا مقتول ومجروح ہوئے۔

فی الحقیقت ان دونوں روایتوں میں کچھ تخالف نہیں ہے۔ حضرت خالد نے لشکر کی ترتیب بدلکر اول بار حملہ کیا تو ایک سخت لڑائی کے بعد ہر دو فریق بلا ہزیمت لڑائی کو ختم کرکے اپنے اپنے موقع پر ہٹ آئے ہوں اور جب حضرت خالد کو یہ معلوم ہوا کہ رومی لشکر میں اثار مرعوبیت پیدا ہوگئے ہیں۔ تو دوسرا زبردست حملہ کیا ہو جس سے اُنکے پیر اوکھڑ گئے۔ کیونکہ لڑائی ساتروز تک جاری رہی تھی۔ اور اس درمیان میں متعدد بار حملوں اور مدافعت کی نوبت آئی تھی۔

الغرض مُوتہ کا سخت ترین معرکہ جو حقیقت میں اپنی نوعیت کے اعتبار سے سب سے پہلا معرکہ تھا۔ اور مسلمانوں کو اسوقت تک کسی باقاعدہ لشکر سے مقابلہ نہوا تھا۔ اور سلاطین عظام میں سے کسی کے ساتھ نبرد آزمائی کی نوبت نہ آئی تھی۔ غسانیوں ہی کی عداوت اور سخت تر

بغض کا نتیجہ تھا۔
غزوہ تبوک جو سخت ترین غزوہ تھا جسنے کھرے اور کھوٹے کو علیحدہ کرکے رکھدیا۔ جس نے منافقوں کی پوری حقیقت کھولدی۔ اور اسیوجہ سے اسکو فاضحہ یعنی رسوا کرنیوالا بھی کہتے ہیں اسمیں گو معرکہ کارزار کی نوبت نہیں آئی۔ مگر تھا وہ غسانیوں ہی کی عداوت کا ایک شوشہ۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہونچائی گئی۔ کہ عرب متنصرہ اور غسانیوں نے ہرقل قیصر روم کو اطلاع دی کہ یہ شخص (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) جو دعوٰہ نبوت کرتا تھا۔ ہلاک ہو گیا۔ اور اُسکی امت کے لوگوں پر قحط سالی کی سخت مصیبت نازل ہے۔ اسوقت سے بہتر دوسرا کوئی وقت اُن کے استیصال کا نہ ملیگا قیصر نے یہ خبر سُنکر لشکر عظیم ملک شام میں جمع کیا۔ اور مقدمۃ الجیش کو بلقار یعنی پایہ تخت ملوک غسان میں بھیجدیا۔
اس خبر کو سُنکر آپ نے بھی بہ نفس نفیس مسلمانوں کی بھاری جمعیت کے ساتھ شام کا قصد فرمایا اس غزوہ میں مقابلہ کی نوبت نہیں آئی۔ بلکہ تبوک پہونچکر معلوم ہوا کہ یہ خبر بالکل بے اصل تھی۔ ان واقعات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ملوک غسان اور عرب متنصرہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے کسقدر بغض تھا۔ اور گویا تمام مخالفین کی منتشر قوتیں سمٹ کر بلقار میں جمع ہو گئیں تھی۔ اور اسی وجہ سے مسلمان بھی اسکو اہمیت اور اندیشہ کی نظر سے دیکھتے تھے۔ مسلمانوں میں غسان کے حملہ کا جسقدر چرچا تھا۔ اُسکا حال اُس طویل حدیث سے معلوم ہو سکتا ہے جو بخاری وغیرہ کتب حدیث میں عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے۔
ہم اُس حدیث کو بتمامہ نقل کرنا مناسب مقام نہیں سمجھتے۔ البتہ وہ فقرے جو اس غرض سے متعلق ہیں۔ یہاں لکھتے ہیں۔
حضرت عبد اللہ بن عباس نے حضرت عمر سے دریافت فرمایا تھا ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے وہ دو کونسی ہیں جنکے بارہ میں ان تتوبا إلى الله فقد صغت قلوبكما نازل ہوا ہے۔ اسکی جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب قصہ بیان فرمایا منجملہ اُسکے یہ ہے۔
حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ کے عوالی [1] میں سے بنی امیۃ بن زید میں رہتا تھا۔

[1] عوالی اُن محلوں کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے جانب شرق واقع تھے اور قبیلہ اوس کی منازل اُن میں واقع تھیں ۱۲

ایک انصاری میرے رفیق تھے اُن کی اور میری یہ قرار داد ہو چکی تھی کہ ہم میں سے ایک شخص اپنی اپنی باری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرے اور وہاں کے واقعات آکر دوسرے سے بیان کر دے۔ اور دوسرا امور خانہ داری وغیرہ ضروریات میں مصروف رہے۔ ہم برابر سنتے تھے کہ غسان مدینہ پر چڑھائی کرنیوالا اور اُسکے سامان میں مصروف ہے۔ ہمکو اُسکے حملہ کا خوف اور آمد کا اندیشہ لگا ہوا تھا۔ اسی درمیان میں ایک روز میرا رفیق انصاری اپنی باری کے دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے عشا کے بعد لوٹا تو اُس نے نہایت زور و شدت سے دروازہ کو کوٹا۔ اور کہا کیا عمر گھر میں ہیں۔ اُسکے اس خلاف عادت انداز سے میں گھبرا کر نکلا۔ تو اُس نے کہا غضب ہو گیا سخت حادثہ پیش آیا۔ میں نے کہا اجاء غسان (کیا غسان آپہونچا)۔

قال لا بل اعظم من ذلک واھول۔	(کہا نہیں اس سے بھی بڑھکر حادثہ پیش آیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج کو طلاق دیدی ہے)

حضرت عمر صبح ہی اُٹھکر آپکی خدمت میں پہونچے۔ وہاں جاکر معلوم ہوا کہ طلاق کی خبر غلط ہے۔ البتہ آپ کسی وجہ سے رنجیدہ اور یکسو ہو کر بالاخانہ میں تشریف رکھتے ہیں۔

اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غسان کی چڑھائی کا مدینہ کے گھر گھر چرچا تھا۔ چھوٹے بڑے سب کو اُسکا کھٹکا لگا ہوا تھا۔ گویا ہر وقت اسکی آمد کے منتظر تھے۔ اسی لئے حضرت عمر نے حادثہ کا لفظ سنتے ہی یہ خیال کر لیا کہ غسان آپہونچا۔

یہاں پر یہ خدشہ نکیا جائے کہ صحابہ کو جبکہ اپنے غلبہ اور دین اسلام کی کامل اشاعت اور فتح کا یقین تھا ان کو ہر قسم کا اطمینان دلایا گیا تھا تو انکو غسان کیوجہ سے اسقدر خوف اور اندیشہ کیوں تھا کیونکہ بیشک انکو اسلام کی برتری اور غلبہ کا یقین کامل تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں کو سچا سمجھتے تھے انکو یقین تھا کہ ایک دن کسریٰ و قیصر کی سلطنتیں اسلامی علم کے سایہ میں ہونگی۔ غسان بیچارہ کی کیا حقیقت ہے۔ مگر انسانی طبیعت آثار سے ضرور متاثر ہوتی ہے۔ اور ظاہری طور پر سرور و غم۔ شدۃ۔ ورخاء۔ وسعت و تنگی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ امر بھی باعث تشویش ہو تو عجب نہیں کہ اگرچہ انجام کار غسانی خائب و خاسر

ہی رہیں مگر معلوم نہیں کہ ایسے سخت معرکہ میں کتنی جانیں ضائع ہوں کتنے گھر ویران و برباد ہو جائیں آخر موتہ کے سخت اور عظیم الشان معرکہ میں انہیں غسانیوں کی بدولت مسلمانوں کو کسقدر نقصان اُٹھانا پڑا تھا۔ اُن کے چیدہ برگزیدہ سپہ سالار کام آئے تھے۔ اور اس لشکر کو خواہ اسوجہ سے کہ لڑائی کا اختتام کامل فتح پر نہوا تھا۔ بلکہ حضرت خالد کی حُسن تدبیر سے لڑائی اسطرح ختم ہو گئی تھی کہ ہر فریق ہٹ گئے تھے۔ یا اسوجہ سے کہ بعض لوگ میدان سے بھاگے تھے فرارون (یعنی بھاگنے والے) کہا گیا۔ جسکے دفعیہ کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے بل انتم الکرارون (تم بھاگنے والے ہرگز نہیں ہو بلکہ لوٹ کر حملہ کرنے والے ہو)۔

الغرض فتح و غلبہ کے تیقن کے ساتھ ہر ہر شخص میں انفراداً تشویش کا پیدا ہو جانا۔ اور اپنی نفس پر بھروسہ نکرنیکی وجہ سے یا ہر شخص خاص کو اپنے انجام کی فکر ہونے سے خوف و اندیشہ کا محسوس ہو جانا صحابہ کے علو مرتبت۔ توکل۔ اور رسوخ ایمانی کے بالکل منافی نہ تھا۔

یہاں ایک دوسرا شبہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ غسانی کا مدینہ پر چڑھائی کرنا۔ اور مسلمانوں کے استیصال کے ارادہ سے آنا حقیقت میں اسلام کے لئے بھاری اور سخت وقت تھا۔ اگر خدانخواستہ وہ اپنے ارادہ میں کسی درجہ بھی کامیاب ہوتا تو نہ اسلام کی خیر تھی۔ نہ مسلمانوں کا کہیں ٹھکانا تھا۔ پھر حضرت عمر کے رفیق انصاری کا یہ کہنا بل اعظم من ذالک واھول۔ (بلکہ اُس سے بھی بڑا اور خوفناک حادثہ پیش آیا) کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ غسانی کا فتنہ عام تھا اور یہ صورت خاص تھی۔ جسکا اثر ازواج مطہرات یا اُن کے قریبی رشتہ داروں تک پہونچتا تھا۔ اور وہ اس قسم کا صدمہ تھا جس سے کسی زندگی کے مراحل طے کرنیوالے اور تاہل و معاملات دنیا میں مشغول رہنے والی کا بالکل محفوظ رہنا دشوار اور قریب ناممکن کے ہے اسی وجہ سے اس قسم کے واقعات معمولی سمجھے جاتے ہیں۔ اور انکی مضرت ایک خاص احاطہ سے متجاوز نہیں ہوتی۔

اس شبہ کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ چونکہ حضرت عمر کی صاحبزادی حضرت حفصہ بھی ازواج مطہرات میں تھیں۔ اسلیئے اس صدمہ کا اثر خاص حضرت عمر کی ذات تک زیادہ پھونچتا تھا۔ اور اسی بنا پر اُن کے رفیق انصاری نے اُسکو اعظم قرار دیا۔ یعنی آپ کے لئے غسانی کے حادثہ سے بھی زیادہ ہے۔

یہ جواب بجائے خود صحیح ہے۔ اُس تعلق کی وجہ سے جو آدمی کو اپنی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے اور اُس دائمی شرف و فخر کے فوت ہوجانے سے جو در صورت ظہور طلاق متیقن تھا رفیق اعلیٰ کا بہ نسبت حضرت عمرؓ اُسکو اعظم و اہول قرار دینا سراسر قرین قیاس اور مطابق عقل تھا۔

لیکن اگر اُس وجہ کے ساتھ اسکو بھی ملا لیا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو محبت اور عشق ذات مقدس حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا۔ اسکی بنا پر کوئی حادثہ اور کوئی صدمہ اور کوئی مصیبت اگرچہ کتنی ہی بڑی ہو اس سے زیادہ نہو سکتی تھی کہ آپکے قلب مبارک کو کسی قسم کی کلفت یا کوئی ملال و صدمہ پہونچے غسانی کا فتنہ ایک ظاہری طور پر تشویش میں ڈالنے والی بات تھی۔ اور حضور کے قلب مبارک کا ملال صحابہ کے خرمن صبر کو جلا دینے والا۔ اُنکی عافیت و راحت کو برباد کرنے والا۔ اُنکی زندگی کو تلخ کر دینے والا تھا۔

اس بنا پر سب پریشانیوں پر یہ پریشانی غالب آگئی غسانی کی آمد آمد کی خبریں سب صحابہ صبر و سکون کے ساتھ سن رہے تھے فکر تھا تو بمقتضائے بشریت اسیقدر تھا۔ جیسا کہ اس قسم کے واقعات میں ہونا چاہیے۔ ظاہری طور پر نہ کچھ اُسکا اہتمام تھا نہ ایسی ہل چل تھی جسے کوئی اجنبی شخص محسوس کر سکے۔

برخلاف اس صورت کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو ذرا اندوہگیں دیکھکر صحابہ رضی اللہ عنہم بے اختیار ہو رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو صبح کی نماز پڑھا بالاخانہ پر تشریف لیگئے اور صحابہ کی ایک جماعت منبر شریف کے گرد گرد گریہ وزاری میں مشغول تھی۔

صحابہ کی اس حالت کو دیکھکر ہر شخص خیال کر سکتا ہے کہ یہ صدمہ اُن کے نزدیک بھی اور فی الواقع بھی اُس فتنہ سے جو غسانی کی آمد میں متصور تھا بہت زیادہ تشویشناک اور خطرناک تھا

اس میں بھی اختلاف ہے کہ غسانی جسکے مدینہ پر حملہ کرنے کی خبر گرم تھی۔ حارث ابن ابی شمر گورنر دمشق تھا یا جبلہ ابن الایہم تاجدار حوران و بلقار۔

طبرانی میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ غسانی جبلہ ابن الایہم تھا یہی روایت قرین قیاس بھی معلوم ہوتی ہے کیونکہ جبلہ مستقل بادشاہ اور اندرونی انتظامات میں خود مختار تھا۔

اگر قیصر روم کے ایما سے بھی ایسی صورت پیش آئی ہو تب بھی ظاہر یہ ہے کہ جبلہ ہی آگے کیا گیا ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ حارث وجبلہ دونوں کے اتفاق واتحاد سے ایسا عزم کیا گیا ہو اُدہر قیصر روم نے حارث کو مامور کیا اور ادہر جبلہ امادہ ہوا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

ناظرین ان واقعات سے آپ کو ملوک غسان اور اُسکے سب سے آخری بادشاہ جبلہ کا حال بالاجمال معلوم ہوگیا اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ اُن کے تعلقات مسلمانوں سے کسقدر کشیدہ تھے اور یہ کہ قریش مکہ کے بعد جو مدینہ منورہ کا محاصرہ کرکے بے نیل مرام واپس گئے تھے۔ اب اسلام کی شوکت اور عروج کے زمانہ میں باقاعدہ اور جرار لشکر کے ساتھ حملہ کا ارادہ کیا تو صرف ملوک غسان نے۔ اس سے اُن کی عداوت اور قوت دونوں کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

ناظرین یہ ہے وہ جبلہ بن الایہم جسکا تذکرہ اس عنوان میں کرنا چاہتے ہیں۔

جبلہ بن الایہم نے اظہار عداوت میں کوئی کمی نہیں رکھی۔ مگر باینہمہ وہ اسلام کے محاسن سے واقف تھا اُسکے کانوں تک اسلام کی خوبیاں پہونچتی رہتی تھیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق اور مرسل من اللہ ہونیکے دلائل وعلامات کا بھی اُسکو علم ہوتا رہتا تھا۔ انصار کا مسلمان ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے یہاں ٹھرانا اور حمایت اور حفاظت کے لئے کمربستہ ہوکر جان ومال کو فدا کر دینا بھی رفتہ رفتہ اُسکے اندر اسلام کی تحریک پیدا کر رہا تھا کیونکہ انصار اُسکے ہم جد تھے۔

بالآخر یہ تحریک قوی ہوتی گئی۔ اور گو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تو گذر گیا۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ خیال اُسکے قلب میں اس درجہ راسخ ہوا کہ اُس نے خود بدایت کرکے حضرت عمر کو لکھا کہ اسلام میں داخل ہونے کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔

آپ نے نہایت مسرت سے تحریر فرمایا تم بے تکلف چلے آؤ۔

لك مالنا وعليك ما علينا۔ || (ہر حال میں تم ہم جیسے بن جاؤگے۔)

جبلہ اپنے قبیلہ عک وغسان کے پانسو آدمیوں سمیت روانہ ہوا۔ مدینہ سے دو منزل رہگیا تو حضرت عمر کی خدمت میں اطلاع بھیجی۔ اور اپنے لشکر کے دوسو سواروں کو حکم دیا کہ زربفت وحریر کے سرخ وزرد وردیاں پہنیں۔ اور گھوڑوں پر دیباج کی جھولیں ڈالکر سونے کے طوق اُن کو

پہنادیں اور خود اپنا تاج سر پر رکھا۔ اور پوری شان دکھلانے کو اپنے خاندان کی بہترین اور مایہ فخر یادگار قرط [1] ماریہ تاج میں لگائیں۔ اور اس شان سے مدینہ میں داخل ہونیکے لئے تیار ہوا۔

حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کو اُسکے استقبال اور باعزاز و تکریم اتارنے کا حکم دیا۔ مدینہ منورہ میں ایک عام مسرۃ اور خوشی کا جوش پھیلا ہوا تھا۔ بچے اور بوڑھے اس جلوس کے نظارہ کے دیکھنے کو نکل کھڑے ہوئے۔ اور نہ صرف مردوں ہی کو اسپر اثر نظارہ کو دیکھنے کا شوق تھا بلکہ بوڑھیاں۔ اور جوان عورتیں کنواری لڑکیاں اور چھوٹی بچیاں سب کی سب جھروکوں اور کھڑکیوں میں سے دیکھنے کیلئے کھڑی ہوگئیں حقیقت میں مسلمانوں کیلئے اس سے بڑھکر خوشی کی کونسی بات ہو سکتی تھی۔ کہ دین اسلام جسکے پھیلانے کی خدمت اُن کے سپرد ہوئی تھی اُسکے اندر اسطرح رضاء و خوشی سے بڑے بڑے تاجدار داخل ہوں۔ لیکن اسوقت یہ خوشی اسوجہ سے بھی دوبالا ہو رہی تھی کہ وہی شاہ غسان جسکے حملہ کا چرچا گھر گھر تھا۔ اور جسکے خوف سے سب سہم رہے تھے۔ آج اسطرح سر تسلیم جھکائے حصار مدینہ میں داخل ہوتا ہے۔ یہ خدا کی قدرت کا ایک تماشا اور اسلام کی ایک کرامت تھی اور اسیوجہ سے سب چھوٹے بڑے بے تابانہ اس جلوس کو دیکھنے کیلئے نکل کھڑے ہوئے۔

الغرض اس عزۃ و تکریم شان و شوکت اور استقبالیہ جماعت کی جھرمٹ میں شاہانہ جلوس کے ساتھ جبلہ مدینہ کے اندر داخل ہوا حضرت عمرؓ نے مراسم مہمانداری میں کوئی کسر نہ رکھی۔ اور مدینہ منورہ میں چند روز اُن نئے مہمانوں کی آمد سے خوب چہل پہل رہی۔

(باقی آیندہ)

[1] ماریہ بنت ظالم۔ حجر اکل المرار کی زوجہ اور ہند الہنود کی بہن تمام ملوک غسان کی دادی ہے۔ اُسکے پاس دو بالیاں تھیں جنمیں دو موتی کبوتر کے بیضہ کی برابر لگے ہوئے تھے۔ یہ بالیاں اپنی خوبصورت اور بیش قیمت موتیونکی وجہ سے بے مثل سمجھی جاتی تھیں کہاجاتا تھا کہ روئے زمین کے بادشاہوں کے خزانہ میں ایسے موتی اور ایسی بالیاں نہیں ہیں۔ ملوک غسان کو انپر بجا فخر تھا اور وہ اُن کو بیش قیمت اور نادر ہونیکے علاوہ اپنی صاحب اقبال دادی کی یادگار سمجھکر اُنکا نہایت احترام کرتے تھے۔ اور اسی وجہ سے جبلہ نے یہ دکھلانے کو کہ اپنی اس شاہانہ حیثیت و حالت آزادی و خود مختاری کو چھوڑ کر۔ دین اسلام میں داخل ہو کر خلیفۃ المسلمین کے اتباع کو گوارا کرتا ہوں۔ ان بالیونکو بھی اپنے تاج میں لگا لیا تھا۔

مولانا سیّد انور شاہ صاحب کی عربی تقریر

القاسم کے گذشتہ نمبروں سے معلوم ہوچکا ہے کہ سیّد رشید رضا کے تشریف لانیکے وقت مولانا سیّد انور شاہ صاحب نے ایک گھنٹہ سے زاید نہایت فصیح عربی زبان میں برجستہ تقریر کی تھی۔ یہ تقریر اپنی بے مثل فصاحت و بلاغت اور مضامین علمی کے لحاظ سے ایسی تھی جسنے سُننے والوں کو محو حیرت بنادیا تھا اور خود سید صاحب موصوف بھی اُس سے بہت زیادہ متاثر ہوئے تھے۔

مولانا موصوف نے پہلے سے اس قسم کی تقریر کا تہیّہ نہیں کیا تھا عین وقت پر جو خیال میں آیا بیان فرمایا۔ اور تقریر ایسی روانی اور طلاقت کے ساتھ تھی کہ ساتھ ساتھ اُسکا ضبط ہونا بھی نہایت دُشوار تھا۔ مگر کچھ تو سیّد صاحب کا اصرار تھا کہ اِس تقریر کو ضبط کر کے اُنکے پاس بھیجی جاے اِدھر ہماری بھی دلی خواہش تھی کہ ایسی جامع تقریر اور محققانہ مضامین کے لطف سے ناظرین القاسم بھی محروم نرہیں۔ اسلئے اُس طویل تقریر کو نہایت اختصار کے ساتھ ضبط کراکر۔ ایک نقل اُسکی جناب سیّد صاحب کی خدمت میں مصر بھیجدیگئی۔ اور اب القاسم میں مع ترجمہ شائع کیا جاتا ہے۔ ناظرین خود اندازہ کرلینگے کہ تقریر کس پایہ کی تھی اور مضامین کیسے عالی تھے۔

مولانا سید انور شاہ صاحب نے اس تقریر میں اپنے اساتذہ کرام کا طریقہ جمع بین الاحادیث اور تائید مذہب حنفیہ کا بیان کیا ہے ہماری استدعا ہے کہ اہل علم ضرور اس تقریر کو بغور ملاحظہ فرماکر علماء دیوبند کے مسلک سے پوری واقفیت حاصل کریں۔

مسلمانوں کو اس تقریر کے ملاحظہ سے یہ بھی معلوم ہوجائیگا کہ باوجود علم کی عام بے قدری کے خداتعالےٰ نے اپنے فضل سے اس زمانہ میں بھی کیسے کیسے متبحر اور جامع و محقق عالم پیدا فرمائے ہیں۔ ذلک فضل اللہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ یقدم الخویدم فی الحضرۃ السامیۃ

تحية الاسلام حياكم الله تعالى انا انسنا منكم مخائل الكرم والاعتناء بحالنا و
احسسنا بنهضة اسلامية عطفت عليكم وعلينا وانا احوج اليكم منكم الينا
هؤلاء اساتذتي واكابري وذخائري عند الله في يومي وغدي امروني بان امثل
لكم شكرا على اسداء الخير وتشريفكم ايانا بالقدوم المبارك احسن الله اليكم و
الينا ورفع درجاتكم في الدين والدنيا والاخرة آمين وبه نستعين۔

مولانا ان حديثنا حديث ذو شجون والشئ بالشئ يذكران بلادنا هذه على
شقة بعيدة ومسافة شاسعة من بلاد الاسلام كالعراق والشام ومصر فكانت
شعائر الاسلام فيها على وهى ومنائر العلم على خفاء الا ماشاء الله ومن شاء و
قليل ماهم وان عصابتنا هذه عصابة على طريقة قديمة ليست بحديثة
اسنادنا في الدين متصل بالصدر الكبير والبدر المنير والامام الشهير الشيخ
الاجل ولى الله بن عبد الرحيم الفاروقي الدهلوى وحال الشيخ اظهر من ان يذكر
فقد شرقت تصانيفه وغربت لكن بعض احوال الشيخ يحتاج الى اخبار شفاهية
وواقعات تلقيتها من مشائخنا كان من امر الشيخ رحمه الله انه اتقن العلوم الدينية
ومبادئها اولا على والده العلام الشيخ الهمام عبد الرحيم ثم رحل الى الحرمين زادهما الله شرفا
وتكريما واستفاد من علمائهما وفقهائهما ولازم الشيخ اباطاهر الكردى في الحديث و
اجتهد فيه حتى صار الطرد والعكس في الباب وكان الشيخ ابوطاهر يقول تلمذ الالفاظ
منا وتلمذنا المعنى منه يريد بذلك تبيين ملاحظ الحديث وتعيين مراد الشارع
ثم رجع الشيخ ولى الله الى بلاده واشتغل باصلاح ما افسد الناس من سنة
النبي الكريم صلى الله عليه وسلم وكان الله اودع في صدره نورا ينظر به عواقب
الامور فتفرس انه ستقوم الحرب بين الحق والباطل فاستعد رحمه الله للدفاع
عن الدين والذب عنه فمما اعد لذلك ان ترجم القرآن العزيز باللسان الفارسية
سماه فتح الرحمن جرده عن الاسرائيليات باسرها اراد بذلك تمهيد التوحيد ثم
شرح الموطأ وسماه المسوى على طريقة فقهاء الحديث مع تحقيق المناط وتنقيح و

تخریجہ ارید بذلک ما اصطلح علیہ علماء الاصول فتحقیق المناط ان یصدر حکم من الشارع فی صورۃ جزئیۃ ثم یثبت ویحقق ذلک فی سائر الجزئیات من نوع تلک الصورۃ مثالہ تقویم جزاء الصید فتعرّف القیمہ فی جزئی جزئی ہو تحقیق المناط ولیس ذلک بقیاس فلذا یشترک فیہ الخاص والعام ولا یحتاج الی الاجتہاد وتنقیح المناط ان یصدر حکم من الشارع فی صورۃ قد اجتمعت ہناک امور واتفقت بعض تلک الامور مناط ذلک الحکم وبعضہا لا دخل لہا فیہ فتعرّف الامر الذی ہو العلۃ تنقیح المناط مثالہ ما فی الحدیث عن ابی ہریرۃ قال اتی رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ہلکت قال ما شانک قال وقعت علی امرأتی فی رمضان قال فہل تجد ما تعتق رقبۃ قال لا قال فہل تستطیع ان تصوم شہرین متتابعین قال لا قال فہل تستطیع ان تطعم ستین مسکینا قال لا الحدیث فنقح ابوحنیفۃ والشافعی مناط وجوب الکفارۃ کون ذلک الفعل مفطرا کان جماعا کما فی ہذہ الصورۃ او اکلا او شربا بعد ان یکون عمدا فکونہ جماعا فی ہذہ الواقعۃ امر اتفاقی کسائر الاتفاقیات وذہب احمد الی ان المناط ہو کونہ جماعا فلا یعدی الحکم الی الاکل والشرب واحتج بحدیث اٰخر عن ابی ہریرۃ ایضاً قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من افطر یوما من رمضان فی غیر رخصۃ رخّصہا اللہ لم یقض عنہ صیام الدہر حملہ علی الاکل والشرب عامدا وقال لا یقضی عنہ صیام الدہر وتخریج المناط ان یصدر حکم من الشارع فی صورۃ تجتمع ہناک امور یصلح کل منہا للعلیۃ فیرجح المجتہد امرا من بین تلک الامور للعلیۃ ویجعلہ مناطا مثالہ حدیث النہی عن الربوٰ فی الاشیاء الستۃ اجتمع ہناک امور القدر والجنسیّۃ والطعم والثمنیۃ والاقتیات والادخار فذہب ابوحنیفۃ الی ان مناط الحکم ہو الوصف الاول والشافعی الی انہ الثانی ومالک الی انہ الثالث علی ما ادی الیہ اجتہادہم فالفرق بین تنقیح المناط وتخریجہ ان فی الاول اجتمعت امور لا دخل لہا مع المناط فنقح المجتہد المناط وفی الثانی اجتمعت امور کل منہا صالح لان یکون مناطا فرجح المجتہد احدہا لان یکون مناطا وتنقیح المناط و

تحريمه وظيفة المجتهد يزاحم فيه بعضهم بعضا ومن الامثلة فيه ايضا حديث مفتاح الصلوة الطهور وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم فذهب اكثر الائمة الى ركنية صيغة التكبير والتسليم وخرج ابو حنيفة المناط فيه كون الاول ذكرا مشعرا بالتعظيم وكون الثاني خروجا بصنع المصلي وقال بفرضية هذين لكن ثبتت مواظبة النبي صلى الله عليه وسلم على صيغة التكبير وصيغة التسليم فليكونا واجبين - وقد التزم الشيخ ابن الهمام وجوب صيغة التكبير والمشهور انه سنة وقد تحقق فيهما الذكر المشعر بالتعظيم والخروج بصنع المصلي لتحقق الكلي في الجزئي فليكونا فرضين وعلى هذا القياس امثلة كثيرة فهذا ما راعاه الشيخ ولي الله في شرح الموطاء واختار فيه ايضا فقها جامعا وقد حقق الشيخ ايضا في كتابه الانصاف في بيان سبب الاختلاف وعقد الجيد في مسائل الاجتهاد والتقليد ان الحق في موضع الاجتهاد متعدد وحكاه عن الائمة الاربعة وارتضاه واريد بموضع الاجتهاد ان لا يكون هناك كتاب ولا سنة متواترة فالحق هناك متعدد واذا كان هناك قاطع فليس بموضع اجتهاد والحق هناك واحد وهو الموافق لذلك القاطع فمن وافقه وافق الحق ومن خالف خالف الحق وصنف الشيخ في حكم التشريع والعقائد الحقة تصانيف صارت لكل آت نبراسا ومقياسا منها حجة الله البالغة والتفهيمات الالهية والخير الكثير وغير ذلك ثم تبعه على ذلك اولاده واحفاده فمن اولاده الشيخ الاجل والصدر الاكمل الشيخ عبد العزيز ثم الشيخ رفيع الدين ثم الشيخ عبد القادر ثم خلف الشيخ عبد العزيز حفيده مفيد العصر ومسند المشتهر في الآفاق الشيخ محمد اسحق وابن اخيه محي السنة العلامة الجليل الشيخ محمد اسمعيل وكان الشيخ عبد العزيز يتلو الحمد لله الذي وهب لي على الكبر اسمعيل واسحق نفع الله بهما هذه البلاد درس الشيخ محمد اسحق حديث النبي صلى الله عليه وسلم فصار رحلة الاقطار وصنف الشيخ محمد اسمعيل كتبا في الفرق بين السنة والبدعة الظلماء فاحيى السنة حين كانت اميتت ومات شهيدا وقد تلمذ على الشيخ محمد اسحق شيخ

مشائخنا الشیخ عبد الغنی صار مدار الروایۃ فی عصرہ وارتحل آخر الی المدینۃ الطیبۃ وصار سند تلک البلاد وکثر الاخذ عنہ ھناک وتلمذ علی الشیخ عبد الغنی شمس الاسلام والمسلمین العارف الحافظ المحقق الشیخ محمد قاسم مؤسس ھذہ المدرسۃ العالیۃ وبانیھا والفقیہ الحافظ المجتھد الولی الشیخ رشید احمد صنف محمد قاسم کتبا فی المعارف والحقائق وکتبا فی الرد علی المخالفین من المادیین والدھریین فنفع اللہ بہ کثیرا وقد کنت انشأت ھذہ الاشعار فی منقبتہ

ع قفا یا صاحبی علی الدیار فمن داب الشجی ھوی ازدیار الخ

وکثرت الفتیا وازدحمت المسائل علی الشیخ رشید احمد حین التبس الحق بالباطل فاجاب فیھا بالصواب وکان فقیھا مجتھدا فاخذنا ذلک اما ما فی الاصول و ھذا اما ما فی الفروع وتنقح لنا منھما علم منقح مبیض ثم لما استولت الاجانب علی ھذہ البلاد وقامت الحرب بین الحق والباطل اسس الشیخ محمد قاسم ھذہ المدرسۃ العالیۃ فنفع اللہ بھا کثیرا جزاہ اللہ خیر الجزاء وغایۃ المدرسۃ درس الحدیث وفقہ الحدیث وکان یری ان المبادئ ضروریۃ والضروری یقدر بقدر الضرورۃ حتی ان الشیخ رشید احمد رحمہ اللہ حظر الفلسفۃ وحجر عنھا فی بعض السنین فی ھذہ المدرسۃ فھذا اسنادنا وطریقۃ مشائخنا فی الحدیث و فقہ الحدیث طریقۃ معتدلۃ مثلی یتوسطون بین الاطراف ارید بذلک ان للائمۃ الاربعۃ اصولا اربعۃ اکثریۃ وذلک ان الامام مالکا یأتسی بعمل اھل المدینۃ بل قد یرجحہ علی الحدیث المرفوع والشافعی یأخذ باصح ما فی الباب واحمد یأخذ بالاصح والصحیح والحسن والضعیف اذا کان ضعفہ یسیرا ویجوز ھذا او ذلک وعلی ھذا وضع مسندہ وابو حنیفۃ یأخذ بھذہ الاقسام وینزل الاحادیث علی محمل واحد فلذا کثرت التأویلات عند الحنفیۃ وکثرت الجروح علی الرواۃ عند الشافعیۃ والشافعی اول من ابطل الاحتجاج بالمرسل الا اذا اعتضد وامام الصنعۃ ذلک الامام الھمام البخاری قد اخذ اصل مالک والشافعی ورکب بینھما فیاتی باصح

مافی الباب ویراعی مساعدة عمل السلف فلذا لم یات بحدیث یعارض حدیثا
فی کتابہ ولم یخرج فی الکسوف الاحدیث الرکوعین مشیا منہ علی اصلہ و
اعتمد مسلم علی ثقة الرواة فاخرج حدیث ثلاث رکوعات وحدیث اربع
رکوعات بل حدیث خمس رکوعات ایضا موقوفا علی امیر المؤمنین علی رضی اللہ
عنہ فالبخاری قد انتقی واتبع مسلم القاعدة فمشائخنا یتوسطون فی مثل ھذا
لا یأخذون بالتشدد ولا بالتساھل ویوجہون الاحادیث المتعارضة
بتوجیہات یکاد یقبلہا من یسمعہا مثالہ حدیث القلتین فقد رواہ یزید بن
زریع وکامل بن طلحة وابراھیم الحجاج وھدبة بن خالد ووکیع ویحیی بن حسان
بلفظ اذا بلغ الماء القلتین او ثلاثا لم یحمل الخبث فیقال فیہ ان ھذا لیس بتحدید
شرعی فقد قال القلتین او ثلاثا بالتنویع فھو تقریب واحالة علی خلوص اثر النجاسة
من جانب الی جانب وذلک اصل مذھب ابی حنیفة وصاحبیہ صرح بہ الشیخ
ابن الھمام والشیخ ابن نجیم وقد سلمت الاحادیث المعارضة لحدیث القلتین کحدیث
النھی عن البول فی الماء الراکد وحدیث النھی عن ادخال الید فی الاناء اذا استیقظ و
حدیث ولوغ الکلب فی الاناء ومثالہ ایضا احادیث القراءة خلف الامام فانھم لما
استدلوا علی ترک القراءة خلف الامام فی الصلوة بقولہ تعالی واذا قرئ القراٰن
فاستمعوا وانصتوا لعلکم ترحمون وبقولہ صلی اللہ علیہ وسلم واذا قرأ فانصتوا
وبحدیث من کان لہ امام فقراءة الامام لہ قراءة اولوا حدیث لا تفعلوا الا بام
القراٰن فانہ لا صلوة لمن لم یقرأ بہا وذلک انہ لم یصح فی شان نزول الاٰیة شیء من الروایات
فالعبرة لعموم اللفظ وایضا فقد روی البیھقی فی کتاب القراءة عن الامام احمد
انہ اجمع العلماء علی ان ھذہ الاٰیة فی القراءة فی الصلوة وحدیث واذا قرأ
فانصتوا حدیث صحیح صححہ احمد بن حنبل ثم صاحبہ ابوبکر الاثرم ثم مسلم فی
باب التشھد من حدیث ابی موسی الاشعری واحال بہ علی حدیث ابی ھریرة
ثم صححہ ابن خزیمة والحافظ ابوجعفر بن جریر الطبری والحافظ ابوعمر بن عبدالبر

والحافظ ابن حزم الاندلسی الظاهری ثم الحافظ زکی الدین عبد العظیم المنذری ثم خاتم الحفاظ الحافظ ابن حجر العسقلانی فی الفتح وهذا من حیث الاسناد واما من عمل السلف والائمة فقد عمل به جماعات من الصحابة ومالك واحمد وابو حنیفة و الحدیث اذا کان رواته ثقات ثم ساعده العمل عمل السلف فهو صحیح ولا ریب لا یقدح فیه قدح ولا یؤثر فیه جرح وحدیث من کان له امام فقراءة الامام له قراءة حکاه الشیخ ابن الهمام عن مسند احمد بن منیع وصححه فان سنده علی شرط الشیخین ولم نقف الی الاٰن علی علة فیه واسناده اخبرنا اسحق بن یوسف الازرق قال حدثنا سفیان وشریك عن موسی بن ابی عائشة عن عبد الله بن شداد عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الحدیث وقد ساعده الموقوف عند الترمذی والمرسل عند اٰخرین فاذن هو صحیح فوجه شیخ مشائخنا الشیخ رشید احمد حدیث عبادة من طریق محمد بن اسحق و سیاقه لعلکم تقرأون خلف امامکم قالوا نعم یا رسول الله نهذه هذا قال فلا تفعلوا الحدیث فقال هذا دلیل الاباحة لا دلیل الوجوب وانهم کانوا یقرأون بغیر امر منه صلی الله علیه وسلم ولذا سأل بقوله لعلکم تقرأون خلف امامکم فلما قالوا نعم قال فلا تفعلوا الا بام القراٰن فانها سورة متعینة من بین سائر القراٰن لا غیرها من السور فعلل النبی صلی الله علیه وسلم اباحتها خلف الامام بکونها متعینة من بین السور لا صلوٰة بدونها وظهر عدم کون الصلوٰة بدونها فی حق الامام والمنفرد واثر ذلك فی الاباحة فی حق المقتدی ومسئلة الاباحة والکراهة مختلف فیها عند الحنفیة وان اتفقوا علی عدم الوجوب و قالوا فی مسئلة رفع الیدین وجهر اٰمین انه قد صح الرفع والجهر عن النبی صلی الله علیه وسلم وعن الصحابة وقد صح ترك الرفع باسناد صحیح عند ابی داود والاخفاء وقد صح ترك الرفع عن امیر المؤمنین عمر وامیر المؤمنین علی وکذا صح الاخفاء باٰمین عن جماعة من الصحابة والسلف الصالح فلیکن کلا الامرین سنة و

انما یبقی الشان فی الترجیح هذا والله الموفق للسداد فی المبدأ والمعاد ثم تلمذ
علی الشیخ محمد قاسم شیخنا العدل الحجة مسند وقته الشیخ محمود حسن
متع الله المسلمین بطول بقائه وهو شیخ المدرسة الآن وعلیه المدار فی
الاسناد فی هذه البلاد وهو علی طریقة مشائخه ساعده التوفیق الالٰهی فی التوفیق
بین المتعارضات وحل المشکلات مثاله ما قال لی مرة ان تعدد الرکوع
فی الکسوف قد ثبت عن النبی صلی الله علیه وسلم لامر اختص به ولکن ارشد
الامة الی وحدة الرکوع فقال صلوا کاحدث صلوة صلیتموها من المکتوبة
فراجعته وقلت ان السادة الشافعیة یحملون التشبیه علی عدد الرکعتین
لا علی وحدة الرکوع فقال ان هذا هو جعل البدیهی نظریا فانه اذا کان النبی
صلی الله علیه وسلم قد صلی الکسوف بتعدد الرکوع بنفسه علی اعین الناس
ورؤس الاشهاد وکان یشرع تعدد الرکوع للامة فلم ترک الاحالة علی ما
شاهدوه وعدل الی التشبیه بالصبح ما ذلک الا ان التعدد کان لعارض
وارشد الامة الی المعروف فی الصلوة والله الموفق والمعین واخر دعوانا
ان الحمد لله رب العلمین

نوٹ۔ اس تقریر کا ترجمہ آیندہ نمبر میں درج ہوگا۔

زندہ است نام فرخ نوشیروان بعدل
گرچہ بسی گذشت کہ نوشیروان نماند

میرا قصد ہے کہ اپنے والد مغفور حضرت زبدۃ العلماء عمدۃ الکملاء مولانا مولوی سید احمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ امروہی
کی جملہ تصانیف کو طبع کرادوں اور ان بی بہا موتیوں کو مخفی نہ رہنے دوں بعد وفات بھی حضرت کے فیض علمیہ سے
خلق اللہ مستفید ہو اور قیامت تک یہ فیض جاری رہے اسلئے درخواست ہے کہ جن حضرات کے پاس آپکی تصنیفات
میں سے کوئی کتاب یا رسالہ یا کوئی تحریر ہو براہ کرم اسکو بندہ کے پاس بھیجدیں کہ تصنیفات میں داخل کرلیجائے اور
اس کار خیر میں تاخیر کو روانہ رکھیں + بندہ سید محمد ابن مولانا سید احمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ امروہی

عبداللہ بن مبارک اور ایک حجازی بوڑھیا

(سلسلہ کیلئے القاسم نمبر ا جلد سویم ملاحظہ ہو)

عبداللہ بن مبارک۔ آپ کہاں جانا چاہتی ہیں۔

عبداللہ بن مبارک کو غالباً یہ خیال ہوگا کہ اس سوال کے جواب ضرور گھر کا اتا پتا بتلائینگی اور کلام کرینگی مگر بڑی بی کا جواب ملاحظہ ہو۔

عجوز سُبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصےٰ (پاک ہے وہ ذات جو راتوں رات لیگیا اپنے بندہ کو مسجد حرام سے بیت المقدس کی مسجد تک)۔

عبداللہ بن مبارک سمجھے کہ حج بیت اللہ سے فارغ ہوکر بیت المقدس جانا چاہتی ہے۔

عبداللہ بن مبارک۔ آپ یہاں کب سے پڑی ہوئی ہیں۔

عجوز ثلث لیال سویاً (تین دن رات سے یہاں برابر موجود ہوں)۔

عبداللہ بن مبارک۔ آپ کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز نظر نہیں آتی آخر کیا کھاتی پیتی ہو

عجوز ھو یطعمنی ویسقین (وہ (اللہ) مجھے کھلاتا پلاتا ہے)۔

عبداللہ بن مبارک۔ اچھا وضو کاہے سے کرتی ہو۔

عجوز فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً (پانی نپاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرلو) مطلب یہ ہے کہ پانی نہیں ملتا تیمم کرلیتی ہوں۔

عبداللہ بن مبارک۔ میرے پاس کچھ کھانا موجود ہے اگر آپ کھائیں تو میں حاضر کروں۔

اس سوال کے جواب میں یقین تھا کہ قرآن مجید کی آیت پر اکتفا نہو سکیگا ضرور لا یا نعم کہنا پڑیگا مگر جواب ملاحظہ ہو۔

عجوز ثم اتموا الصیام الی اللیل (پھر روزہ رات تک پورا کرو)۔

مطلب یہ ہے روزہ سے ہوں۔

عبداللہ بن مبارک۔ بڑی بی یہ تو رمضان المبارک کا مہینہ نہیں ہے۔

عجوز ومن تطوع فان اللہ شاکر علیم (جو خوشی سے نیک کام کرے اللہ تعالیٰ اُسکا شکر گذار

اور دانائی حال ہے) یعنی گو رمضان نہیں مگر نفل روزہ سے کسنے منع کیا ہے۔
عبداللہ بن مبارک سفر میں تو رمضان المبارک کے روزوں کی افطار کی اجازت ہے۔
چہ جائیکہ نفلی روزہ۔
عجوز وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون (روزہ رکھنا تمھارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو)
مطلب یہ ہے کہ جسکو سفر میں روزہ رکھنے کی برداشت ہو تو اُسے روزہ رکھنا بہتر ہے۔
عبداللہ بن مبارک تنگ آگئے تو ناچار صاف صاف کہا۔
عبداللہ بن مبارک جسطرح میں آپ سے کلام کرتا ہوں آپ مجھسے ایسے کلام کیوں نہیں کرتیں
شعر۔ بے خودی بے سبب نہیں غالب کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے
عجوز ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید (موںہہ سے کوئی بات نہیں نکلتا مگر اُسکے پاس ایک نگہبان لکھنے والا فرشتہ موجود ہے)۔
یعنی ہمارے الفاظ زبان سے نکلکر معدوم ہو جاتے ہیں مگر خدا کے فرشتے ان کو نامہ اعمال مین لکھتے ہیں قیامت کو یہ دفتر بھی کھُلے گا اور محاسبہ ہو گا مجھے اپنی زبان پر اطمینان نہیں مبادا الغرض ہو کوئی کلمہ ایسا نکلے کہ جسپر مجھسے مواخذہ ہو اسلئے میں نے کلام ترک کیا ہے اور دفع ضرورت کیلئے قرآن مجید کی آیات پڑھدیتی ہوں چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار کوئی سمجھے فھو المراد نہ سمجھے تو میرا ثواب تو کہیں گیا نہیں۔
عبداللہ بن مبارک۔ آپ کس قبیلہ اور کس خاندان کی خاتون ہیں۔
یہ سُنکر بڑی بی بھرّا اوٹھیں اور کہا۔
عجوز ولا تقف ما لیس لك بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئك کان عنہ مسئولا (جس بات کی تجھکو خبر نہیں اُسکے پیچھے نہ پڑ بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے پرسش ہو گی)
مطلب یہ ہے کہ کیوں اپنا اور میرا وقت ضائع کرتے ہو فضول باتوں سے کیا نفع وقت کی قدر کرو بے ضرورت پوچھ کچھ اچھی نہیں۔
شعر نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی تجھے اٹھکھیلیاں سوجھے ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں
عبداللہ بن مبارک کو عبرت ہوئی تھرا گئے اور عفو تقصیر کی درخواست کی۔

عبداللہ بن مبارک۔ مجھسے خطا ہوئی۔ اللہ معاف کیجے۔

عجوز لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم (اب تم پر کوئی الزام نہیں اللہ تمکو بخشے)۔

عبداللہ بن مبارک۔ اگر منظور فرمائیں تو میں آپ کو اپنے ناقہ پر سوار کرکے قافلہ تک پہونچا دوں

عجوز وما تفعلوا من خیر یعلمہ اللہ (جو نیک کام تم کروگے اللہ اسکو جانتا ہے)

مطلب یہ ہے کہ ہاں پہونچا دو خدا تمکو جزائے خیر دیگا۔

عبداللہ بن مبارک میں نے اپنی اونٹنی کو بٹھا دیا۔

عجوز قل للمومنین یغضوا من ابصارھم (مومنوں سے کہدو کہ اپنی آنکھیں غیر محرم عورتوں سے بند کریں)۔

مطلب یہ ہے کہ تم مونہہ پھیر لو آنکھیں بند کرلو تاکہ میں سوار ہو جاؤں۔

عبداللہ بن مبارک میں نے آنکھیں بند کریں آپ سوار ہو جائیں۔

جب بڑی بی نے چڑھنے کا قصد کیا تو اونٹنی بدک گئی۔ بڑی بی کے کپڑے کجاوہ کی لکڑی میں الجھکر پھٹ گئے تو کہا۔

عجوز وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم (جو تمکو مصیبت پہونچتی ہے یہ تمھارے اعمال کا بدلا ہے)۔

عبداللہ بن مبارک میں نے عرض کیا ذرا صبر کیجے میں اونٹنی کے دہنگنا لگا دوں گھٹنا باندھ دوں تاکہ پھر شرارت نہ کرے۔

عجوز ففھمناھا سلیمان (سکھا دی ہمنے حکومت اور فیصلہ سلیمان کو)

مطلب یہ ہے کہ خدا نے آدمی کو تمام باتیں سکھلا دی ہیں جانوروں کو مسخر کر دیا ہے اُن کے قابو میں لانے کی تدبیر سمجھا دی ہیں بہت اچھا دہنگنا لگائیے۔

عبداللہ بن مبارک میں نے اونٹنی کے دہنگنا لگایا اور کہا سوار ہو جئیے سوار ہوتے وقت کہا۔

عجوز سُبحان الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون (پاک ہے وہ ذات کہ جانوروں کو ہمارا مطیع کر دیا حالانکہ ہم اُنکو بسمیں نہیں لاسکتے تھے اور ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں)۔

عبداللہ بن مبارک جب بڑی بی سوار ہوگئیں تو میں نے اونٹنی کی مُہار پکڑلی اور بآواز بلند کچھ پڑھتا ہوا آگے آگے تیز چلنے لگا۔

عجوز واقصد فی مشیک واغضض من صوتک (درمیانی چال چلو اور آہستہ بولو)۔

عبداللہ بن مبارک۔ میں آہستہ آہستہ چلنے لگا اور پست آواز سے گنگنا کر شعر پڑھنے لگا۔

مسافر کو کسی شغل سے قطع سفر میں اعانت ہوتی ہے باتیں کرنا یا شعر پڑھنا بھی سہولت کا سبب ہوتا ہے بالخصوص عرب میں مسافر کا شعر پڑھنا اونٹوں کی چستی وچالاکی کا چلتا ہوا نسخہ ہے۔ عرب کے آدمی حُدی پڑھتے ہیں جن سے اونٹوں میں ولولہ جوش تیز روی پیدا ہوتی ہے چنانچہ سعدی علیہ الرحمہ کا یہ جملہ + اشتر بشعر عرب در حالت است وطرب + اسیطرف مشیر ہے۔

ابن مبارک کے زہد وورع کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اونھوں نے فضول اور لایعنی اشعار پڑھے ہوں مگر حجازی بوڑھیا چونکہ مطلق کلام کرنے کو ہی پسند نہ کرتی تھی اسلئے اسکو اشعار کیونکر پسند آتے ابن مبارک سے فرمایا۔

عجوز فاقرؤا ما تیسر من القران (پڑھو جو قرآن سے تمکو آسان ہو)

عبداللہ بن مبارک۔ بیشک بھلائی کا وافر حصہ آپکو عطا ہوا ہے۔

عجوز وما یذکر الا اولوا الالباب (نہیں پندپذیر ہوتے مگر عقل والے)۔

تھوڑی دور ابن مبارک نے خموشی سے رستہ طے کیا پھر جو کچھ خیال آیا تو کہا۔

عبداللہ بن مبارک۔ کیا آپکا شوہر زندہ ہے۔

عجوز لا تسألوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم (فضول باتوں کا سوال نہ کرو اگر بتلادئے جائیں تو تمکو ناگوار ہوگا۔

ابن مبارک سوال کرتے کرتے تنگ آگئے تو آب لب پر مُہر خموشی لگائی اور خدا خدا کرکے قافلہ میں پہونچے اور بوڑھیا سے کہا۔

عبداللہ بن مبارک۔ بتلایئے اس قافلہ میں آپکا کون عزیز ہے۔

عجوز المال والبنون زینة الحیوة الدنیا (مال اور اولاد سے دنیا کی زیب وزینت ہے)۔

مطلب یہ ہے کہ اس قافلہ میں میری اولاد ہے۔

عبداللہ بن مبارک۔ انکا اتا پتا بتلائیے ایا سفر حج میں اُنکو کوئی خاص امتیاز ہے۔
عجوز۔ وعلامات وبالنجم هم یهتدون (بنائے ہیں ہمنے نشان اور نیز تاروں سے لوگ راہ پاتے ہیں)۔
عبداللہ بن مبارک سمجھے کہ وہ رہنمائے قافلہ ہیں تلاش شروع کی چھولداریوں اور گمٹی دار خیموں کے سنتر دل میں گئے جہاں رہنمائے قافلہ فروکش تھے اور بوڑھیا سے دریافت کیا۔
عبداللہ بن مبارک۔ بتلائیے یہاں آپکا کون شناسا اور واقف ہے۔
عجوز۔ واتخذ الله ابراهيم خليلا۔ وكلم الله موسى تكليما۔ يا يحيى خذ الكتاب بقوة (اللہ نے ابراہیم کو دوست بنالیا۔ اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا۔ اے یحییٰ کتاب کو قوت سے پکڑ) ان آیتوں سے بڑی بی نے تین ناموں کی طرف اشارہ کیا۔
عبداللہ بن مبارک نے مدعا سمجھکر ابراہیم اور موسیٰ اور یحییٰ کو پکارنا شروع کیا ناگاہ چند جوان خوبصورت چودھویں رات کے سے چاند سامنے آئے اور ملاقات کی۔ بڑی بی کو اوتارا جب اطمینان سے بیٹھ گئے تو بڑی بی نے اُن سے کہا۔
عجوز۔ فابعثوا احدكم بورقكم هذه الى المدينة فلينظر ايها ازكى طعاما فليأتكم برزق منه (اپنے کسی آدمی کو دام دیکر شہر میں بھیجو کہ دیکھ بھال کر اچھا عمدہ پاکیزہ کھانا لائے)۔
عبداللہ بن مبارک۔ یہ سنکر اُن میں سے ایک بازار گیا اور کھانا خرید کر لایا اور میرے سامنے رکھا تو بڑی بی بولیں۔
عجوز۔ كلوا واشربوا بما اسلفتم فى الايام الخالية (کھاؤ پیو رچا پچا اُسکے عوض میں جو پہلے دنوں تمنے آگے بھیجا)۔
مطلب یہ ہے کہ سفر میں کھانے پینے کی تکلیف اوٹھائی ہے تمنے ہمپر احسان کیا ہے اُس کے عوض یہ ہدیہ پیش ہے احسان کا بدلہ احسان ہے بسم اللہ کیجے۔
عبداللہ بن مبارک میں نے اُن لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں آپکا کھانا ہرگز نہ کھاؤں گا تاوقتیکہ آپ مجھے ان بڑی بی کا حال نہ بتلائیں کہ یہ کون ہیں اور میری آپ کی طرح کلام کیوں نہیں کرتیں تو اُن لڑکوں نے کہا کہ یہ ہماری مادر مشفقہ ہیں چالیس سال سے کلام کرنا چھوڑ دیا ہے

قران مجید کی آیات سے ہی اپنے مدعا پر ایما اور اشارہ کردیتی ہیں کہ مبادا کوئی ایسا کلمہ زبان سے صادر ہو جسپر مواخذہ قیامت ہو اور خدائے مہربان ناخوش ہو جائے یہ حال معلوم ہو کر عبداللہ بن مبارک کو عبرت سی عبرت ہوئی اور کہا خدا تعالیٰ جو چاہے اُسپر قادر ہے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ (یہ اللہ کا فضل ہے جسکو چاہے عطا کرے وہ بڑے فضل والا ہے)۔

دار العلوم دیوبند اور جمعیۃ الانصار

میں وقتاً فوقتاً مدرسین کی طلب میں خطوط آتے رہتے ہیں بعض وقت کسی مدرس کے موجود نہونے سے دقت ہوتی ہے اسلئے درخواست ہے جن حضرات کو قرآن شریف اور فارسی وحساب کی تعلیم کی نوکری کرنی ہو وہ اپنی درخواست مع مفصل پتہ اور اپنے مختصر حال کے بندہ راقم کے پاس بھیجدیں اور نیز دار العلوم کے فارغ التحصیل علما جنکو تدریس وعظ گوئی سفارت جمعیۃ الانصار و دار العلوم کی ملازمت کرنی ہو جلد اپنی درخواستیں مفصل پتہ کے ساتھ بھیجدیں کہ عند الضرورت انکی ملازمت کا خیال رہے۔

خاکسار

سراج احمد نائب ناظم جمعیۃ الانصار

دار العلوم دیوبند

فہرست چندہ دار الحدیث جو اشاعت القاسم ماہ شعبان ۱۳۳۰ھ تک وصول ہوا

نمبر	نام	رقم
۱	جناب حکیم عبد الرزاق خانصاحب ساکن سنبھل	عمر
۲	جناب عبد العزیز خانصاحب ساکن خورجہ	عمر
۳	جناب حسن علیصاحب ساکن مزرعہ گوجرانوالہ تحصیل مانڈہ	عمر
۴	جناب حاجی عبد اللہ صاحب ساکن خورجہ ضلع بلند شہر	عمر
۵	جناب مولوی سراج الحق صاحب دیوبندی	عگر
۶	جناب قاضی خورشید احمد صاحب ساکن سہارنپور	عمر
۷	جناب عبد اللہ خانصاحب ساکن خورجہ بنگلہ والہ	عمر
۸	جناب چودھری احمد صاحب قصاب ساکن خورجہ	عمر
۹	جناب بشارت صاحب سہارنپور	عمر
۱۰	جناب عبد المجید صاحب ساکن خورجہ	عگر
۱۱	جناب نذیر احمد صاحب سہارنپوری	۴ر
۱۲	جناب غلام رسول صاحب ساکن بھولاس	عمر
۱۳	جناب عنایت اللہ صاحب بھوپال	عــہ
۱۴	جناب مولا بخش صاحب صابونگر	عمر
۱۵	جناب مولوی شبیر علی صاحب تھانوی	صر
۱۶	جناب مولوی محمد احمد صاحب نگینوی محلہ سید واڑہ	عگر
۱۷	جناب طفیل احمد صاحب نگینہ والے	عمر
۱۸	جناب شاہ محمد یسین صاحب ساکن نگینہ	عمر
۱۹	جناب گل شیر خانصاحب سہارنپوری	عمر
۲۰	جناب محمد عارف خانصاحب ”	عمر
۲۱	جناب ممتاز عالم صاحب امین نہر و شیخ وزیر علی صاحب چوکیدار نہر بھولاس	عمر
۲۲	جناب عبد القیوم صاحب نگینہ والے	عگر
۲۳	جناب کریم اللہ صاحب سہارنپوری	۴ر
۲۴	جناب احمد سعید صاحب سرہندی	عگر
۲۵	بو علی پیر کلو قصاب دیوبندی	عمر
۲۶	منجانب حافظ محمد اسمعیل صاحب راندیری	عگر
۲۷	جناب محمد نور صاحب مراد آبادی	عمر
۲۸	جناب مولوی رحمت علیصاحب مہتمم مدرسہ مراد آباد	عمر
۲۹	جناب محمد لطف اللہ صاحب ساکن ٹانڈہ ضلع مراد آباد	عمر
۳۰	جناب امیر الدین صاحب دیوبندی	۱ر
۳۱	جناب رحیم بخش صاحب سہارنپوری	۸ر
۳۲	جناب محمد یعقوب صاحب ساکن تھانہ بھون	ـــر
۳۳	جناب حافظ انوار احمد صاحب ساکن مراد آباد	۲ر
۳۴	جناب عبد القادر صاحب ساکن حمرت	۴ر
۳۵	جناب ضمیر الدین صاحب ساکن انبہٹہ	۴ر
۳۶	جناب قاضی حفظ الرحمن صاحب طالبعلم سہوارہ	عمر
۳۷	جناب مولوی احمد حسن صاحب مہتمم مدرسہ سہوارہ	عمر
۳۸	جناب مولوی شبیر علیصاحب نگینوی ہیڈ ماسٹر سکندرآباد	عمر
۳۹	جناب شیخ شفیع احمد صاحب مراد آبادی	صر
۴۰	جناب شیخ منیر احمد صاحب	ســہ
۴۱	جناب محمد صابر بیگ صاحب	عمر
۴۲	جناب حافظ علی نذیر بیگ صاحب مراد آبادی	عمر
۴۳	جناب شیخ قطب الدین صاحب مراد آبادی	عمر
۴۴	جناب شیخ قطب الدین صاحب منجانب والدہ صاحبہ خود مراد آباد	عمر
۴۵	جناب شیخ محمد یحیی صاحب مراد آبادی	عمر
۴۶	جناب محمد ہارون صاحب منجانب والدہ صاحب مراد آباد	عگر

۴۷	جناب حافظ عزیز الدین صاحب ساکن مراد آباد	عمر
۴۸	جناب نواب عاشق حسین صاحب رئیس سنبھل	صہ
۴۹	جناب حاجی محمد قاسم صاحب ساکن مراد آباد	صہ
۵۰	جناب عبد القادر صاحب ساکن دین پور علاقہ بہاولپور	صہ
۵۱	منجانب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم عطیہ چند اشخاص	للعہ
۵۲	چند اشخاص نامعلوم الاسم	للعہ
۵۳	منجانب حضرت مولانا محمود حسن صاحب مد ظلہ عطیہ شیخ نصیر احمد صاحب مراد آبادی	عہ
۵۴	منجانب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ عطیہ شیخ نصیر احمد صاحب مراد آبادی	عمر
۵۵	جناب مرتضیٰ علی صاحب مراد آبادی	عہ
۵۶	منجانب حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہی عطیہ مرتضیٰ علی صاحب مراد آبادی	صہ
۵۷	جناب شیخ رفیع الدین صاحب مراد آبادی	صہ
۵۸	جناب مرزا حمید اللہ بیگ صاحب مراد آبادی	صہ
۵۹	منجانب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم عطیہ مرزا حمید اللہ بیگ صاحب مراد آبادی	صہ
۶۰	منجانب والد صاحب مرحوم عطیہ مرزا حمید اللہ بیگ صاحب مراد آبادی	صہ
۶۱	جناب مرزا محمود علی بیگ صاحب مراد آبادی	عمر
۶۲	جناب شیخ نہال الدین صاحب مراد آبادی	للعہ
۶۳	منجانب اہلیہ خود عطیہ شیخ نہال الدین صاحب مراد آبادی	عمر
۶۴	جناب فیض اللہ صاحب مراد آبادی	۲
۶۵	جناب شیخ امین الدین صاحب مراد آبادی	عمر

۳۶	جناب شیخ یعقوب صاحب مراد آبادی	عمر
۳۷	جناب شیخ حاجی محمد اسمٰعیل صاحب مراد آبادی	عہ
۳۸	جناب محمد حامد صاحب مراد آبادی	عمر
۳۹	جناب مولوی فیض الحسن صاحب ساکن کیرانہ	عمر
۴۰	جناب علی احمد صاحب ساکن عمری	عمر
۴۱	جناب محمد محسن صاحب و حاجی محمد صالح صاحب مراد آبادی	لحہ
۴۲	جناب حاجی نصیر احمد صاحب مراد آبادی	صہ
۴۳	منجانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطیہ جناب حاجی نصیر احمد صاحب	صہ
۴۴	جناب حاجی محمد ابراہیم صاحب مراد آبادی	عہ
۴۵	منجانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطیہ جناب حاجی محمد ابراہیم صاحب مراد آبادی	عمر
۴۶	جناب حاجی عبد السلام صاحب مراد آبادی	صہ
۴۷	منجانب والدہ صاحبہ عطیہ حاجی عبد السلام صاحب	عمر
۴۸	اللہ دیا صاحب سہارنپوری	عمر
۴۹	جناب منشی سید ناظر حسن صاحب رئیس تھیٹری	صہ
۵۰	جناب حافظ کریم الدین صاحب و محمد حسن صاحب سہارنپوری	عہ
۵۱	جناب محمد یوسف صاحب دیوبندی	عمر
۵۲	جناب امداد خاں صاحب دیوبندی	عمر
۵۳	جناب محمد شریف صاحب متعلم مدرسہ ہذا	۴
۵۴	جناب حافظ عبد اللہ صاحب دیوبندی	عمر
۵۵	جناب مولوی محمد صاحب ساکن جونپور	عہ
۵۶	گھسیٹا قصاب دیوبند	عہ
۵۷	ننھو قصاب چمڑہ والا	عمر
۵۸	منشی عنایت اللہ صاحب ساکن بھوپال	عمر
۵۹	جناب محمد اسحاق صاحب	عمر

۶۰	جناب عبدالمجید صاحب طالب علم مدرسہ ہذا	۴ر
۶۱	جناب شیخ محمد جمیل صاحب ساکن منجیری ضلع اعظمگڈھ	سے
۶۲	جناب شیخ نادر حسن صاحب ساکن نہٹور ضلع بجنور	عمر
۶۳	جناب مولوی فضل احمد صاحب ہیڈ مولوی ہائی اسکول	صہ ر
۶۴	جناب منشی عبدالرحمن صاحب کاتب مدرسہ ہذا	عمر
۶۵	جناب سید محمد تقی و سید محمد زکی و مولوی ہادی حسن صاحبان خانجہانپوری	۲۰ عـہ
۶۶	جناب محمد اسحاق صاحب دیوبندی نائب تحصیلدار نہر جمن شرقی	عـہ
۶۷	نامعلوم الاسم	عـہ
۶۸	جناب منشی رفیق احمد صاحب ساکن نہٹ مقیم ہبٹ	صہ ر
۶۹	منجانب حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث عطیہ جناب مولانا خلیل الرحمن صاحب سہارنپوری	عـہ
۷۰	منجانب حضرت مولانا محمد مظہر صاحب رحمۃ اللہ علیہ عطیہ جناب مولانا خلیل الرحمن صاحب سہارنپوری	للعہ
۷۱	منجانب مولانا سعادت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عطیہ جناب مولانا خلیل الرحمن صاحب سہارنپوری	للعہ
۷۲	جناب محمد میاں پسر منشی رفیق احمد صاحب ساکن ہبٹ	عمر
۷۳	جناب محمود میاں پسر منشی رفیق احمد صاحب	عمر
۷۴	منجانب والدہ مرحومہ عطیہ منشی رفیق احمد صاحب	عمر
۷۵	منجانب ہمشیرہ مرحومہ ؍؍	عمر
۷۶	جناب منشی آفتاب حسین صاحب پٹواری ساکن دیوبند	عمر
۷۷	جناب امتیاز احمد صاحب مدرس سہارنپور ڈاکخانہ رڑکی	۴ر
۷۸	نامعلوم الاسم	۰ر
۷۹	جناب قاری محمد اسحاق صاحب	ار
۸۰	منجانب والدہ صاحبہ عطیہ صوفی محمد شفیع صاحب میرٹھی	عمر
۸۱	جناب منشی محمد شفیع صاحب پسر مفتی اکبر علی صاحب دیوبندی	عمر
۸۲	جناب حاجی سید علی صاحب ساکن جڑودہ	سے

۸۳	جناب منشی محمد خلیل صاحب اوورسیر نہٹور ضلع بجنور	عمر
۸۴	جناب ملا عبدالعزیز صاحب رائے پوری	عمر
۸۵	جناب منشی حاجی فضل الرحمن صاحب سہارنپوری	سے
۸۶	جناب منشی عنایت اللہ صاحب سہارنپوری	عمر
۸۷	جناب منشی عبدالخالق صاحب امین نہر گنگ ساکن قرار	عمر
۸۸	جناب امتیاز محمد خان صاحب ملازم نہر مرزاپور ضلع بلندشہر	عمر
۸۹	جناب حاجی محمد یسین صاحب ساکن اسلام نگر	عـہ
۹۰	جناب منشی عبدالغنی صاحب ساکن کٹھور ضلع میرٹھ	عـہ
۹۱	جناب مولوی عبدالرؤف صاحب ساکن امروہہ	عـہ
۹۲	جناب منشی رحیم بخش صاحب ساکن متھرا چھاونی	عمر
۹۳	جناب منشی ضیاء احمد صاحب ساکن رام پور	عمر
۹۴	جناب حاجی فہیم الدین صاحب سہارنپوری	عمر
۹۵	جناب عبدالواحد صاحب ساکن جڑھاول ضلع مظفر	للعہ
۹۶	جناب منشی محمد زکریا صاحب ساکن سروہنہ ضلع میرٹھ	عـہ
۹۷	جناب منشی نذر علی صاحب ؍؍ ؍؍	عـہ
۹۸	منجانب مولانا احمد حسن صاحب عطیہ جناب محمد ابراہیم صاحب جنت فروش ساکن بلندشہر	عمر
۹۹	نامعلوم الاسم	سے
۱۰۰	جناب فیض محمد صاحب پسر حاجی محمد یسین صاحب اسلام نگر	عمر
۱۰۱	جناب محمد حنیف صاحب	عمر
۱۰۲	جناب احمد حسن صاحب ساکن شاہجہانپور	عمر
۱۰۳	جناب حافظ محمد شریف صاحب مرادآبادی	عمر
۱۰۴	جناب مولوی عبدالحفیظ صاحب کلان طالب العلم مدرسہ ہذا	۴ر
۱۰۵	جناب محمد اسمٰعیل صاحب منگلوری	ار
۱۰۶	جناب مولوی احسان اللہ صاحب نجیب آبادی	۱۲ر
۱۰۷	جناب مولوی ولی احمد صاحب ساکن قصبہ برہان ضلع	سے
۱۰۸	جناب حاجی حامد حسن صاحب بجنوری	صہ

۱۰۹	جناب حاجی حبیب الرحمن صاحب بجنوری	عه/
۱۱۰	جناب حاجی احمد حسن صاحب ״	عه/
۱۱۱	جناب سلطان احمد صاحب ״	عمر
۱۱۲	پیرجی مقبول الرحمن صاحب ״	عمر
۱۱۳	جناب قاضی عاشق علی صاحب ״	صر
۱۱۴	جناب ماسٹر منظور اللہ صاحب ״	صر
۱۱۵	جناب حافظ محمد اسحاق صاحب تاجر روڑکی	عه
۱۱۶	جناب محمد یٰسین صاحب ولد حافظ محمد اسحاق صاحب	صر
۱۱۷	جناب امام الدین صاحب ساکن دھولا پڑہ	۴ر
۱۱۸	جناب حافظ امداد حسین صاحب امام جامع مسجد روڑکی	عمر
۱۱۹	جناب مولوی محمد الیاس صاحب متعلم مدرسہ ہذا	عمر
۱۲۰	جناب حاجی محبوب بخش صاحب نگینہ	۴ر
۱۲۱	علاؤالدین صاحب سہارنپوری	۴ر
۱۲۲	جناب حاجی عبدالرحیم صاحب باندی ٹانڈہ ضلع مراداباد	عمر
۱۲۳	منجانب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہؓ و اہلبیت عطیہ جناب الطاف الرحمن صاحب باشندہ بیرسا ضلع مراداباد	عمر
۱۲۴	منجانب والدین صاحبہ عطیہ ״ ״	عمر
۱۲۵	منجانب عبدالرحیم صاحب ״ ״ ״	عه/
۱۲۶	جناب محمد یعقوب صاحب سہارنپوری	عمر
۱۲۷	جناب حاجی خواج بخش صاحب سہارنپوری	عمر
۱۲۸	جناب حاجی عظیم صاحب نگینوی	عمر
۱۲۹	جناب حاجی محمد عثمان صاحب گنگوہی	عه/
۱۳۰	جناب مولوی محمد قاسم صاحب ملازم کچہری سہارنپور	عه/
۱۳۱	جناب حافظ محمد لقمان صاحب تاجر سہارنپور	عه
۱۳۲	جناب محمد یوسف صاحب موضع گھیاڈی ضلع میرٹھ [illegible]	[illegible]
۱۳۳	جناب عبدالغنی صاحب سہارنپوری بازار نور گنج	عه/
۱۳۴	جناب مولوی محمد حسن صاحب مدرس مدرسہ رڑکی	عمر

۱۳۵	نامعلوم الاسم	۴ر
۱۳۶	منجانب والدین عطیہ مولوی محمد احسن صاحب دیوبندی	عمر
۱۳۷	جناب مولوی محمد احسن صاحب دیوبندی	۴ر
۱۳۸	جناب مولوی محمد احسن صاحب منجانب اہلیہ	۴ر
۱۳۹	جناب حاجی فیض محمد صاحب ساکن بھوگانو ضلع مین پوری	عمر
۱۴۰	جناب حاجی ریاض الدین صاحب ساکن سہوارہ	عمر
۱۴۱	جناب حاجی مظہر حسن صاحب	عمر
۱۴۲	جناب حافظ برکت اللہ صاحب ساکن پور قاضی	عمر
۱۴۳	جناب حکیم شیخ احمد صاحب ساکن ״	عمر
۱۴۴	جناب منشی عبدالرحمن صاحب ساکن ״	عمر
۱۴۵	جناب حافظ علی حسن صاحب ساکن ״	عمر
۱۴۶	جناب منشی فضل احمد صاحب مختار ״	عمر
۱۴۷	جناب حاجی محمد انور صاحب دیوبندی	عمر
۱۴۸	جناب اللہ دیا صاحب ساکن کیرانہ	۴ر
۱۴۹	جناب شیخ کالو صاحب ساکن بنیالہ	عه/
۱۵۰	جناب محمدی صاحب پارچہ فروش ساکن [illegible]	عه/
۱۵۱	جناب حاجی عبدالکریم صاحب ساکن گڈھی بختہ	عه/
۱۵۲	جناب مولوی محمد صاحب برادر مولوی محمد یحییٰ صاحب	صر
۱۵۳	منجانب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطیہ سید اسحاق حسین صاحب ولد ابراہیم صاحب علاقہ [illegible]	عمر
۱۵۴	منجانب والدین عطیہ سید اسحاق حسین صاحب	عه/
۱۵۵	منجانب ماموں صاحب و ممانی صاحبہ عطیہ سید اسحاق حسین صاحب	عه/
۱۵۶	منجانب دادا و دادی صاحبان عطیہ ״	عه/
۱۵۷	منجانب نانا و نانی صاحبان ״ ״	عه/
۱۵۸	منجانب اہلیہ ״ ״	عمر
۱۵۹	جناب مولوی حامد حسن صاحب مدرس مدرسہ منگلور	عه/

رجسٹرڈ نمبر اے ۵۲۳

القاسم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

قیمت سالانہ

علمی - مذہبی - اخلاقی - تمدنی - تاریخی - ماہوار رسالہ

نمبر ۳ | بابت ماہ شوال مکرم سنہ ۱۳۳۰ھ | جلد ۳

خاکسار حبیب الرحمن مدیر رسالہ

نے

مدرسہ اسلامیہ دیوبند سے شائع کیا

اور

مطبع قاسمی واقع مدرسہ اسلامی عربی دیوبند میں اپنے اہتمام سے طبع کیا

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ماہ شوال سنہ ۱۳۳۰ھ

(مطابق ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۲ء)

جو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب و حضرت مولانا اشرف علی صاحب

(اور)

دیگر مقدس و مقتدر علما کی سرپرستی میں

شائع ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دار الحدیث دیوبند

کی طرف اہل اسلام کے ہر طبقہ کی رغبت و میلان شغف و محبت کا اندازہ کرنا دشوار ہے ہر ایک طبقہ بلکہ ہر ایک فرد میں طرح طرح سے اُسکا ظہور ہو رہا ہے جسکو دیکھکر بلا تامل کہدیا جاسکتا ہے کہ ہندوستان بھر میں شاید ایسی مقبول تعمیر کی بنا اس زمانہ کے اندر نہیں ہوئی۔ جناب مولانا محمد یٰسین صاحب حنفی ریاست پونچھ سے تحریر فرماتے ہیں :-

"دار الحدیث کے مژدہ بنا سے طبیعت بہت مسرور و محظوظ ہوتی ہے۔ اُمید ہی کہ اللہ تعالیٰ اس دار الحدیث کو غیرت دار الحدیث سابق جو بزمانہ حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ مشہور آفاق تھا فرمائیگا۔ یہ احقر عرصہ پندرہ سولہ سال سے تلاوت صحیح بخاری شریف کیا کرتا ہے آجتک چھتیس ۳۶ ختم شریف بخاری شریف بفضل اللہ تبارک تعالیٰ بغرض حصول مرادات دوجہانی پڑھے گئے ہیں۔ چاہتا تھا کہ کم از کم مبلغ ۳۶ روپیہ مد دار الحدیث بہ نیت ایصال ثواب روح پرفتوح حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و حضرت سید المحدثین امام بخاری عطر اللہ مرقدہٗ ارسال کرتا۔ لیکن سردست بوجہ کثرت مصارف خانگی یکبارگی ارسال کرنے میں معذور ہوں لہذا مبلغ پانچ روپیہ مد دار الحدیث ارسال خدمت ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً مبلغات مذکورہ کو پورا کرونگا۔"

لسانُ العَرَب

آج ہم جناب مولانا سید **محمد انور شاہ** صاحب مدرس دار العلوم دیوبند کا ایک عربی قصیدہ جو آپنے حضرت قطب العالم مولانا **رشید احمد صاحب** قدس سرہٗ کی منقبت میں تصنیف فرماکر جلسہ دار الحدیث میں پڑھا تھا۔ ناظرین القاسم کی خدمت میں ہدیۃً پیش کرتے ہیں اور مسلمانوں کی کھوئی ہوئی دولت کے چند موتی اُنکو دکھلاتے ہیں۔ گو آج قوم کا مذاق کچھ ایسا بگڑا ہی کہ گویا مسلمان اپنی مادری زبان سے گونگے ہوگئے مگر جن خاص طبیعتوں میں اِس جوہر کی قدر شناسی کا مادّہ موجود ہو وہ ضرور اسکو شوق کی نظروں سے دیکھینگے اور دل میں جگہ دینگے۔

القاسم کے عام ناظرین کی شگفتگی خاطر کو مدنظر رکھکر مولانا مولوی **سراج احمد صاحب** نے اِس قصیدہ عربی کے دو ترجمے ایک نثر میں دوسرا نظم میں کئے جو ساتھ ساتھ درج ہیں :۔

(۱) قفا یا صاحبیّ عن السّفار
بمرأیً من عرار او بهار

(۲) یسیر بنشرها نفحات أنسٍ
وریًّا عند مجیئ من قطارِ

(۳) یفیض لروحها شحات قدسٍ
حیوةً للبراری والقفار

(۴) وقد عادت صباها من رُباها
بانفاسٍ یطیب بها الصحاری

(۵) فیسری فی قلوب الصحب وجد
باطراف الحدیث لذی اعتبارِ

(۶) اطیب لنشره نفسا ونفسا
فاروی من روایات الکبار

(۷) اتا بعهم ویملینی دموعی
حدیثی من شیوخی لادکارِ

(ترجمہ) [illegible]

ذرا دم لو رفیقو دیکھ لیں رنگ اِس گلستاں کا[۱]
عجب دلکش ہی منظر گلشنِ خوشبوئے عرفاں کا
ہی اِس گلشن کی خوشبو میں مہک اُنس و محبت کی[۲]
ہوا جانبخش ہی کیا معجزہ ہی اسکے باراں کا
ہوائے جانفزا اور قدس کے چھینٹے مسیحا ہیں[۳]
نہ ہو کیوں زندۂ جاوید کل خطہ بیاباں کا
ہوا پھرتی ہی جب ٹکرا کر اِس گلشن کے ٹیلوں سے[۴]
تو صحرا کو بنادیتی ہے ہمرتبہ گلستاں کا
دلوں میں دوستوں کے وجد کے شعلے بھڑکتے ہیں[۵]
یہ عبرت خیز قصہ خضرِ رہ ہی وحشتِ جاں کا
مہکتے ہیں دل و جاں سیر اِس قصہ کی خوشبو سے[۶]
روایات اکابر چشمہ ہیں سیرابیِ جاں کا
میں جب لکھتا ہوں کر داستانِ ہجرِ مشائخ کی[۷]
حدیثِ شوق لکھتا ہی ہر آنسو چشمِ گریاں کا
اُنکو برابر لکھتے جاتے ہیں کہ یاد رہیں۱۲

([illegible])

(۸) اجلّهم و اجلهم مقاماً
ابو مسعود هم جبل الوقارِ

(۹) لقد فرع الوریٰ عملاً و علماً
مکارم ساعدت کرم البحارِ

(۱۰) امام قدوة عدل امین
و نور مستبین کالنهار

(۱۱) فقیه حافظ علم شهیر
کصبح مستنیر هدیٰ سار

(۱۲) الیه المنتهیٰ حفظاً و فقهاً
واضحی فی الروایة کالمدار

(۱۳) فقی التحدیث رحلة کل راو
و فی الاخبار عمدة کل قاری

(۱۴) فقیه النفس مجتهد مطاع
وکوثر علمه بالخیر جاری

(۱۵) واحییٰ سنة کانت امیتت
واذ وضح النهار فلا تمار

(۱۶) واصبح فی الوریٰ صدرا و بدرا
منیرا ارئاً حلك التواری

(۱۷) واصبح مفردا علماً رفیعاً
کرفع المفرد العلم المنار

(۱۸) و آیة رحمة فضلاً و فیضاً
عبابا مستطابا للقواری

(۱۹) و عزة دهره علماً و دیناً
طراز زمانه مثل النضار

(۸) اجلّ و اجل کو وہ وقار اُن میں لقب ٹھیرا
ابو مسعود مولانائے گنگوہی ذیشان کا

(۹) وہ ہیں علم و عمل میں واقعی لاثانی عالم
یہ اجمال مکارم ہے کریم النفس دوراں کا

(۱۰) امام و قدوہ عدل و امین و صفا ہیں اُسکے
ضیا افزائے عالم نور ہے اُس مہر تاباں کا

(۱۱) فقیہ و حافظ و مشہور عالم کو وہ دانائی
وہ مثل صبح صادق خضرہ ہے ملک القاں کا

(۱۲) فقاہت معتمد اُسکی روایت مستند اُسکی
اُسی پر منتہی ہے دین کے دشوار و آساں کا

(۱۳) وہ ہے تحدیث اور اخبار میں بس مرجع عالم
وہ ہے اپنے زمانہ میں سرآمد اپنے اقراں کا

(۱۴) مطاع دہر ہے وہ مجتہد ہے اُونچی آویں
ہے جاری کوثر علم اُس فقیہ النفس دوراں کا

(۱۵) جلا کر سنت مردہ کو دکھلائی مسیحائی
ہے منکر آپکا بدرشبہ منکر روز تاباں کا

(۱۶) وہ ہے صدر الوریٰ بدر الدجیٰ انوار سے اُسکے
اندھیرا ہو گیا کافور ظلمتہائے طغیاں کا

(۱۷) بسان اوج کو وہ روشن یکتا ہے عالم میں
علوی مرتبت اُس دریکتا کو وہ عرفاں کا

(۱۸) ہے اُسکا فیض دائم آیت رحمت زمانہ میں
وہ بحر علم شیریں چشمہ ہے سیرابی جاں کا

(۱۹) ہے اُسکا علم نافع زینت پیشانی عالم
ہے زیب افزائی عالم نور اُس خورشید تاباں کا

... روزگار روشن نشان کو بلند ہونا چاہیے۔ ۱۹ فضل

(۲۰) یقوم لشکرہ آثارہ فی
مدارس او مساجد کالدراری

(۲۱) متی ما جاد جوح قام شکرا
لہ العزمات من باد وقارِ

(۲۲) واما فضلہ ذوقا وحالا
ففرد فیہ لا احد یجاری

(۲۳) علوّ مقامہ قد ما وسبقا
فلا من طایر فیہ مطارِ

(۲۴) فُضَیلُ زمانہ ورعا وزہدا
وحاتم عصرہ عند امتیار

(۲۵) کانّ جبینہ بدر مبین
تہلل نورہ عند الزوار

(۲۶) وہمتہ کصبح مستطیر
او الغیث المغیث لدی انتظار

(۲۷) لقد نفع الوری شرقا وغربا
واشرق نورہ عند اعتکار

(۲۸) وزحزح عن حریم الحق نکرا
فحصحص فی البسیط علی الجہار

(۲۹) وعاد مع استقامتہ مدارا
اصیل الاصل محمیّ الذمار

(۳۰) فرحمۃ ربہ ابدا علیہ
وطاب ثراہ من رضوان باری

[illegible]

مدارس اور مساجد میں ہے اُسکے دم سے کیا رونق
اوجالا ان مکانوں میں ہے اُس مہر درخشاں کا
ادائے شکر میں قائم ہیں آثار اُسکے عالم میں
ہے لازم بدوی و شہری پہ شکر اُس ابر باراں کا
مسلّم ہے طریقت میں بھی سب کو اُسکی یکتائی
نہیں کوئی مماثل اُس در دریائے عرفاں کا
علوِ مرتبت اُسکا کوئی جانے تو کیا جانے
نہیں پر مار سکتا ہے وہاں طائر کوئی یہاں کا
فضیل اپنے زمانہ کا ہے گر وہ زہد و تقویٰ میں
تو ہے مہماں نوازی میں وہ حاتم اپنے دوراں کا
چمک انوار کی وقت زیارت حیرت افزا ہے
ہے پیشانی نورانی پہ جلوہ ماہ تاباں کا
ہے اُسکا عزم عالی مثل بارش محسن عالم
ہے اُسکا طایر ہمت بمقابل صبح پرّاں کا
ضیا پھیلی ہے اُسکے علم کی مشرق سے تا مغرب
ہے اُسکا نور ماحی ظلمت الحاد و طغیاں کا
حریم حق سے ممنوعات کو باہر کیا اُسنے
جہاں میں آج ڈنکا بج رہا ہے اُسکے احساں کا
ہوئی ہے حق کی جڑ مضبوط ہے وہ قابل حرمت
کرشمہ ہے یہ اُسکی پختگی دین و ایماں کا
ہمیشہ اُسپہ نازل ہو خدائے پاک کی رحمت
مزار پاک پر برسے سدا مینہ حق کے فیضاں کا

عرض اشرفعلی متعلق تاخر مضمون سابق انقلاب و درج مضمون جدید رسالہ تربیت السالک در پرچہ القاسم

القاسم کے پرچۂ رمضان المبارک میں احقر نے اپنے مضمون انقلاب کے متعلق ایک خاتمہ جزئیہ لکھکر ابتک کے مضامین کو ایک جدا حصہ کردیا ہے جو مثل ربع اول فقہیات یعنی عبادات کے مقصوداً متعلق ہے ارکان اسلام نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ کیساتھ اور انکے علاوہ جو مضامین نظر آتے ہیں وہ یا انکے مقدمات ہیں یا ملحقات جس طرح ربع اوّل فقہی میں بھی ارکان کے ساتھ ابواب طہارۃ بطور مقدمہ کے مذکور ہیں۔ اسکے بعد مناسب مقام یہ تھا کہ دوسرے اعمال دیانات و معاملات وغیرہ کے انقلاب کے متعلق سلسلہ مضمون کا چلتا جسکے ختم پر خاتمہ کلیہ کا موقع مل سکتا ہے لیکن بعض مصالح مقتضی اسکے ہوئیں کہ مضمون انقلاب کو چندے موخر کرکے بجائے اسکے ایک جدید اور مفید مضمون کا سلسلہ شروع کیا جاوے اور وہ مضمون تربیت باطن کا ہے اور وہ مصالح یہ ہیں کہ تربیت باطن کا مضمون بھی فی نفسہ نہایت ضروری ہے اور اہل زمانہ کے اس طرف متوجہ نہ ہونے نے اس ضرورت کو اور بھی موکد اور قوی کردیا اور مضمون انقلاب اسقدر وسیع و ممتد ہے کہ تمام عمر اس میں کلام چل سکتا ہے اسکے انتظار میں دوسرے مضمون کی نوبت آنا مشکل تھا اسلئے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ یہ جدید مضمون بھی بقدر ضرورت ناظرین تک پہونچایا جاوے پھر جب موقع ہوگا ممکن ہے کہ پھر پہلا مضمون جاری کردیا جاوے۔ نیز مضمون بدلنے سے کسیقدر تطریہ سامع بھی ہے کہ ایک مضمون سے جی بھی اکتا جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں بھی مضامین مختلط طور پر بیان کیے گئے ہیں۔ نام اس جدید مضمون کا رسالہ تربیۃ السالک ملقب بہ تنجیۃ الھالک ہے جو ذیل کی سطور سے شروع ہوتا ہے خطبہ سے اسکی کیفیت بھی واضح ہوگی۔

خطبۂ تربیۃ السالک وتنجیۃ الہالک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اما بعد الحمد والصلوٰۃ فقد قال اللہ تعالیٰ ولکن کونوا ربانیین الآیۃ وہو الذی یربی الناس بصغار العلوم قبل کبارہا کما قالہ ابن عباسؓ یہ آیت بنا بر تفسیر مذکور تربیت دینیہ کو بلحاظ استعداد مامور بہ بتلا رہی ہے جسکے مختلف ومتعدد شعبوں میں ایک خاص قسم تربیت کی علماً وعملاً قریب قریب مفقود ہو رہی ہے اور وہ تربیت باطن کی ہے باعتبار مقامات واحوال وافعال وآثار وارادات وخطرات کے اور تجربہ ہے کہ بدون اس تربیت خاص کے اصلاح باطن کی نہیں ہوتی اور جسکو بدون اسکے اصلاح سمجھا جاتا ہے وہ خود حالت غیر مقصود ہے اور اس غلطی میں بکثرت مستفیدین ومفیدین مبتلا ہیں الحمد للہ والمنۃ کہ شیخین جلیلین حضرت مولانا ومرشدنا الحافظ الحاج الشاہ **محمد امداد اللہ** صاحب تھانوی ثم المکی اور انکے خلیفۂ اعظم حضرت مولانا وہادینا الحافظ الحاج **رشید احمد** گنگوہی قدس سرہما وعم برہما کی خدمات بابرکات کی حاضری وکثرت لزوم کی بدولت اس تربیت کے اصول صحیحہ جو گوش وہوش تک پہونچے وہ اپنے لئے بھی اور دوسرے طالبین کے لئے بھی غلطیوں سے نکالنے والے اور تشویش وکلفت سے بچانے والے اور امر حق تک پہونچانے والے اور شفا وجمعیت کے بخشنے والے ثابت ہوئے اسلئے اپنا بھی دل چاہا اور بعض اکارم احباب نے بھی تحریک فرمائی کہ اس قسم کے جو خطوط آیا کریں اور انکے جواب جایا کریں اگر وہ نقل کر لئے جایا کریں اور جب کچھ معتد بہ حصہ ہو جایا کرے وقتاً فوقتاً شائع کر دئے جایا کریں تو مبتلی بہ کے لئے ایک نہایت بکار آمد دستور العمل تیار ہو جاوے چنانچہ شوال ۱۳۲۹ھ سے اسکا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعائے اتمام کرتا ہوں اور اسکا نام **تربیۃ السالک** رکھتا ہوں اور ان مضامین میں بعضے سوال وجواب کی شکل میں ہیں اسکی علامت س اور ج ہے اور بعضے جو اپنے حال کی اطلاع دیتے ہیں اور اسپر رائے ظاہر کیجاتی ہے اسکو بلفظ حال وتحقیق لکھا گیا ہے اور گو یہ مضامین دقیق اور لذیذ نہیں ہیں مگر نسخۂ طبیہ میں نہ غموض ہوتا ہے اور نہ کسی کو اسپر وجد ہوتا ہے ایسے مضامین غامضہ علمیہ کی امداد الفتاوی میں نقل ہونیکا التزام کیا گیا ہے۔ اور امداد الفتاوی میں جو مضامین اس

رسالہ کے رنگ کی نقل کردی گئی ہیں اس رسالہ میں انکے لے لینے کا بھی ارادہ ہے اور ایک خط کے مضامین کو دوسرے خط کے مضامین سے متمیز کرنے کے لئے درمیان میں ایک خط فاصل بنادیا گیا تاکہ ہر خط کے اجزاء کا تناسق سہولت سے سمجھ میں آسکے۔

کتبہ اشرف علی عفی عنہ

تربیۃ السالک و تنجیۃ الہالک

(حال) بعد نماز جمعہ وعظ کا معمول تھا لوگوں کی بے توجہی دیکھکر خیال ہوا کہ یہ میرا ذاتی قصور ہے ورنہ لوگ خود گرویدہ ہوتے اسلئے ترک کردیا۔

(تحقیق) بُرا کیا۔ پھر شروع کیجئے اور یہ مسلک رکھیئے۔ ع کس نشنود یا نشنود من گفتگوئی میکنم

(حال) قیام مدرسہ وغیرہ سے فکر اصلاح الناس کر رہا ہوں لیکن اپنے تئیں کورا پاتا ہوں

(تحقیق) نفع رسانی کی برکت سے انشاء اللہ کورے نہ رہیں گے نیز اقامت مدارس سے زیادہ اس زمانہ میں کوئی عمل نہیں ہے۔

(حال) جو خلوص و ذوق پہلے عبادت میں تھا اب نہیں پاتا ہوں۔

(تحقیق) ذوق مطلوب نہیں کیونکہ وہ ایک حال ہے نہ کہ مقام اور مطلوب مقامات ہیں نہ کہ احوال اور فرق دونوں میں اختیاری اور غیر اختیاری ہونیکا ہے اہل فن کا قول ہے المقامات مکاسب والاحوال مواہب۔ حضرت رح فرمایا کرتے تھے کہ طالب لذت طالب حق نہیں ہے۔ کام میں لگنا چاہیے ثمرہ پر نظر نہ چاہئے۔

(حال) کبھی ایسے وساوس قلب پر آتے ہیں جنسے ایمان کا خطرہ رہتا ہے۔

(تحقیق) یہ تو رحمت ہے کیا حدیث میں آپ نے ذاک صریح الایمان نہیں پڑھا اور اسمیں بڑی حکمت ایک یہ ہے کہ اس سے عجب کی جڑ کٹ جاتی ہے اور عدم تضر یقینی اور منصوص ہے۔

(حال) قبل فجر بارہ تسبیح اور بعد فجر تیرہ ہزار اسم ذات بعدہ حفظ قرآن مجید بعدہ تدریس بعض کتب صرف و نحو اور بعد ظہر بارہ ہزار بار اسم ذات بعدہ مطالعہ بخاری شریف اور رات کو نیز کبھی دنکو مطالعہ فتوح الغیب وغیرہ یہ معمولات ہیں مگر ؎ برزبان تسبیح و در دل گاؤ خر۔ این چنین تسبیح کے دارد اثر

(تحقیق) خدا جانے کس کا شعر ہے۔ تجربہ ہے کہ اسمیں بھی اثر ہی مگر شرط یہ ہے کہ قصد ہو اثر کا یعنی خشوع کا عاجلا اور رضا و ثواب کا اجلا البتہ اگر یہ بھی قصد نہ ہو تو انما الاعمال بالنیات کی بنا پر یہ شعر صحیح ہے۔ مگر آپ تو اس سے محفوظ ہیں۔

(حال) بسا اوقات نفس عاصی بندوں کو نظر حقارت سے دیکھتا ہے اور اپنے کو اہل علم سمجھکر دوسرے سے تعظیم چاہتا ہے حالانکہ نہ علم کا اثر ہے نہ عمل کی ہمت کبھی رئیس زادہ سمجھکر توقیر کی خواہش ہوتی ہے حالانکہ العزۃ للّٰہ ولرسولہ وللمومنین۔

(تحقیق) یہ سب وساوس ہیں جب آپ انکو برا سمجھتے ہیں اور قصد نہیں ہے کہ ایسا خیال ہو بلکہ یہ قصد ہے کہ ایسا نہ ہو تو یہ نہ طلب تعظیم ہے نہ تکبر ہے نہ ترفع ہے کیونکہ یہ سب افعال مذمومہ اختیاری ہوتے ہیں پس جو اختیار سے نہو وہ اخلاق مذمومہ سے خارج ہے۔ صرف وسوسہ ہے اخلاق مذمومہ کا جسپر مواخذہ نہیں۔ مواخذہ عزم پر ہے۔

(حال) حضور نے جو بعد تہجد کے تیرہ تسبیح کو پڑھنے کو فرمایا تھا جسکو فدوی بحمد اللہ پابندی سے پڑھتا ہے اور نیز تین تسبیح بعد نماز پنجگانہ کے ایک تسبیح دوسری تہلیل تیسری تکبیر یہ بھی مقیدی سے پڑھتا ہے لیکن انکے پڑھنے میں حضور قلب کے نہونے سے دل کو افسوس ہوتا ہے اگرچہ فدوی کوشش بھی کرتا ہے اسکے بارہ میں جو ارشاد ہو مطلع فرمایئے۔

(تحقیق) استقامت علی الذکر خود ایک مقام رفیع ہے اور حضور قلب وغیرہ یہ حالات ہیں اور مقام افضل ہوتا ہے حال سے آپ ہرگز افسوس نہ کیجئے۔ خدا تعالیٰ کا شکر کیجئے اور وہ حدیث یاد کیجئے۔ فاما من کان من اہل السعادۃ فسییسر لعمل اہل السعادۃ پس عمل کی تیسیر خود سعادت کی دلیل ہے اور سعادت ہی مقصود جلیل ہے البتہ احضار قلب یعنی خود متوجہ رکھنا قلب کا یہ ضروری ہے پھر خواہ حضور تام اسپر مرتب ہو یا نہو جب وقت آویگا انشاء اللہ احوال بھی عطا ہونگے کام میں لگے رہئے انشاء اللہ تعالیٰ ع کلبۂ احزان شود روزے گلستان غم مخور۔ میں بھی دعا کرتا ہوں۔

(حال) مجھپر خوف خداوندی غالب ہے۔

(تحقیق) اس صورت میں اکسیر ہدایت یا اور کسی کتاب میں رحمت الٰہیہ کے مضامین خوب دیکھنا چاہیئے۔

(حال) قرآن شریف پڑھنے بیٹھتا ہوں گریہ کے مارے پڑھا نہیں جاتا۔

(تحقیق) رحمت وبشارت کی آیات اسکا علاج ہے۔

(حال) آپکا نام یاد آتا ہے اسوقت بھی یہی حالت ہوتی ہے۔

(تحقیق) اسوقت کسی اور کام میں لگ جانا چاہیئے۔

(حال) ببرکت تصرف حضور عالی بیعت فرما لینے کے بعد ہی غلام کے گھر میں سے جن کا خلل جاتا رہا اور سال بھر سے زاید کی تپ کافور ہوگئی اب بالفعل نہ مریضہ کو شکایت ہی اور نہ بچے پر کچھ اثر ہے۔ غلام اخیر رمضان میں علیل ہوگیا بوجہ ضعف وعلالت ابتک محنت نہیں ہوئی ہے جس سے ذکر سے جو کسی قدر یکسوئی پیدا ہوئی تھی جاتی رہی اور وہ ذوق شوق مٹ گیا میری بڑی سالی کو اپنی بہن کی حالت سنکر کمال اشتیاق بیعت پیدا ہوا ہے چونکہ انکے میاں کے درمیان میں مناقشہ تھا اِسلئے میں نے درستئ اخلاق کی نصیحت کردی ہی اور کہہ دیا ہے کہ اسکے بعد حضرت کو بیعت کے لئے لکھونگا اور انکو جلدی ہے جیسا ارشاد ہو۔

(تحقیق) صحت مرضی سے مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ مبارک فرماویں اور ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھیں مگر انکی بہن کو جو یہ قصہ دریافت کرکے اشتیاق بیعت ہوا یہ انکی ناواقفی کی دلیل ہے نہ یہ کوئی کمال ہے اور نہ اسکو باطن سے کچھ تعلق ہے اور خود یہ بھی یقینی ہے کہ صحت میں بیعت کو کچھ دخل نہیں ہے بیعت تو اصلاح دین کے لئے ہے اِسلئے انکو اس باب میں حقیقت سے آگاہ کردیا جاوے پھر انکی جو رائے ہو ذوق وشوق ویکسوئی یہ مقاصد نہیں کام شروع کیجئے اور مقصود رضا کو سمجھئے۔

(حال) معمولات رمضان شریف میں بوجہ ضعف طبیعت کے چھوٹ گئے تھے اب یکم شوال سے شروع کئے ہیں مع شغل سرمدی آجتک کوئی نیا امر پیش نہیں آیا لیکن اتنی کیفیت تو معلوم ہوتی

کہ شریعت کے ہر امر میں تعمیل کرنے کو جی چاہتا ہے۔ مرضیٔ خداوند کریم کیا ہے؟ معلوم نہیں مجھسے کسی بات کی پوری تعمیل نہیں ہوتی اور ضیاء القلوب میں جو ظہور انوار وغیرہ کا ذکر دیکھتا ہوں وہ آثار تو کچھ معلوم نہیں ہوتے ہیں تو کسی قابل نہیں حضرت کی کیا خدمت ہمسے ادا ہوگی۔ اللہ تعالےٰ حضرت کو جزائے خیر دیگا جس صورت سے ہمارے حصول مراد ہو ایسی تربیت فرماویں معلوم نہیں کیا سبب اپنے ہمعصر سب علماء دنیادار بدخواہی کے درپے ہیں دعا فرماویں۔

(تحقیق) اگر کوئی نیا امر بھی ہوتا تو اس سے زاید تھوڑا ہی ہوتا کہ شریعت کے ہر امر کی تعمیل کو دل چاہتا ہے اور جب یہ بات پہلے نہ تھی تو یہ نیا امر بھی ہوگیا انوار وغیرہ کی فکر و طلب میں نہ پڑیئے وہ لوازم اور مقاصد سے نہیں عوارض اور زوائد سے ہیں بعض کے لئے اُنکا نہ ہونا مصلحت ہے کہ حجاب ہوجاتا ہے۔ بدخواہی کا سبب حق پرستی ہے شکر و صبر کرنا چاہیئے۔

(حال) حسب ارشاد حضور کے قصد السبیل سے بفضلہ عامی مشغول کا ذکر کرتا ہوں بعد عشا جو وتروں سے پہلے نفل فرمائی ہیں اگر حضور کچھ تعداد متعین فرمادیں تو بہتر ہے دیگر حضور نماز میں دل بہت گھبراتا ہے ایسی حالت ہوجاتی ہے کہ نیت توڑ کر بھاگنے کو ہوجاتا ہوں مگر ابھی تک ایسا موقع پیش نہیں آیا حضور دعا بھی فرماویں اور جو کچھ حضور تجویز فرمادیں حضور کو اختیار ہے۔

(تحقیق) آٹھ نفلیں کافی ہیں نماز میں یہ تصور کیا کیجئے کہ عرش پر روشنی مشابہ نور ماہ کے پھیلی ہے اور وہاں سے مثل بارش کے میرے قلب پر مترشح ہوتی ہے انشاء اللہ تعالیٰ وحشت دفع ہوجاویگی اور کوئی وقت بھی پندرہ بیس منٹ خلوت میں تصور کیا کریں اور چلتے پھرتے یَا بَاسِطُ کی کثرت ہر وقت رکھیں بعد دو ہفتہ پھر اطلاع دیں۔

(حال) اوّل تو میں کرتا ہی کیا تھا مگر جو کچھ بھی ہوتا تھا آجکل بعض عوارض کی وجہ سے سب درہم برہم ہوگیا ابھی تک التزاماً پڑھنا نہیں ہوتا۔ جب التزام کرتا ہوں عوارض و حوادث پیش آجاتے ہیں جسکی وجہ سے التزام کیا بالکل پڑھنا موقوف ہوجاتا ہے۔

(تحقیق) یہ بھی ایک قسم کا دوام ہے کہ کبھی ہو کبھی نہ ہو بالخصوص جب سبب اسکا عذر ہے

دوسرے یہ کہ کامیابی اس پر موقوف نہیں کہ کبھی ناغہ ہی نہ ہو۔ اس دُھن میں لگا رہے گو ناغہ بھی ہو مگر اسکے درپے رہے ایکروز مقصود حاصل ہوگا۔

(حال) معاصی میں گرفتاری ہونے لگتی ہے اسکی وجہ سے میں نا اُمید ہوجاتا ہوں۔

(تحقیق) کوئے نومیدی مرو کامیدہاست ٭ سوئے تاریکی مرو خورشیدہاست۔

(حال) مجکو یہ خیال سخت دامنگیر ہوتا ہے کہ شاید نعمت عظمیٰ میری تقدیر میں نہیں اُسوقت نہایت افسوس ہوتا ہے اور حالت یاس ظاہر ہوتی ہے اب بجز اسکے اور کوئی چارہ خیال میں نہیں آتا کہ صرف آپ کی ذات مقدس کی دعا پر بھروسہ کروں اور اپنے کرتوت سے درگذروں اکثر یہ امر پیش آیا ہے کہ تہجد کے وقت آنکھ نہیں کھلتی۔

(تحقیق) حدیث میں ہے لاتفریط فی النوم۔

(حال) اب اگر یہ بھی میسر نہیں تو اور کیا اُمید ہوسکتی ہے افسوس ہی افسوس ہے۔

(تحقیق) یہ کیا تھوڑی دولت ہے ؎ دوست دارد دوست ایں آشفتگی

کوشش بیہودہ بہ از خفتگی

(حال) خیال ہوتا ہے کہ اس حیلت سے تومات بہتر ہے آئندہ کو معاصی سے تو چھٹکارا ہوگا اسکا علاج آپکے ہاتھ میں ہے میں منتظر ہوں کیا کروں اسکا علاج ارقام فرماویں۔

(تحقیق) اوّل ہمت اور جو کوتاہی ہوجاوے استغفار۔

(حال) اور کوئی صورت ایسی ضرور تحریر فرماویں کہ تہجد کو بالضرور بیدار ہوجاؤں اور اپنے کام میں لگوں۔

(تحقیق) سردست اوّل شب میں کرلیا کیجئے۔

دارالعُلوم دیوبند

کی فرع

جمعیۃ الانصار کے عملی کارنامے

جس شخص نے دارالعلوم دیوبند کی تاریخ پر نظر غائر ڈالی ہو۔ اگر اسے شجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء سے تشبیہ دینے لگے تو بیجا نہوگا۔

مقبولان بارگاہ خداوندی اگر اُمت محمدیہ کی فلاح کے لئے الہام سے متاثر ہوکر کسی کام کی ابتداء کریں۔ اور اپنی تمام عمر عزیز (جو ہزاروں بلکہ لاکھوں زندگیوں سے زیادہ قیمتی ہو) اعلیٰ سے اعلیٰ مشاغل چھوڑ کر اسی کی تکمیل میں صرف کردیں۔ تو اس سے جسقدر برکات ظاہر ہوں۔ اور جس قدر عمدہ نتائج نکلیں عقلمندوں کے نزدیک کبھی باعث تعجب نہیں ہوسکتا۔

دارالعلوم کے مرکز (مدرسہ عالیہ دیوبند) سے بحساب اوسط اگر ہر سال ۴۰ فاضل طیار ہوتے رہے جنمیں سے ۲ درجہ اوّل پر اور ۸ درجہ دوم اور ۱۰ درجہ سیوم اور ۲۰ درجہ چہارم ہوں۔ تو بیالیس سال میں ۱½ ہزار سے زائد عالم (جن میں سے نصف یقیناً دینی خدمات انجام دیتے رہے ہیں) پیدا کرنا اہل اسلام پر ایسی منت ہے۔ جسکے شکریہ سے کبھی سبکدوش ہو نہیں سکتے۔

اور اگر دارالعلوم کی شاخوں کی مِنت بھی اسی کے ساتھ ملالیجاوے تو یہ احسان المضاعف ہوگا۔

اگرچہ دارالعلوم کی شاخیں ایسی مربوط نہیں رہیں۔ کہ انکا انتظام ایک جماعت کے قبضہ میں رہا ہو۔ سب طالب علموں کی لیاقت ایک ہی معیار پر جانچی جائے۔ ایک ہی کتاب میں سب کی فہرست مل سکے۔

لیکن اس میں کسی کو تامل نہ ہوگا۔ کہ اولاً اسی دارالعلوم کے مقدس بانی کے اتباع میں انکے احباب واکابر نے مدارس قائم کئے۔ پھر یہاں جسقدر لوگ طیار ہوتے رہے۔ ان میں سے ایک بڑی جماعت نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور کلیات میں عموماً اسی مدرسہ کی تقلید کرتے رہے۔ اکثر امتحانات یہیں کے ممتحن لیتے رہے۔

پس من دل علی خیر فلہ اجر کفاعلہ کا یہی اقتضا ہے۔ کہ یہ خدمت بھی اسی کے اعمال حسنہ میں شمار کیجاوے۔

ہمیں اسکے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں۔ کہ ملک میں بڑی چھوٹی متعدد درسگاہیں ایسی ہیں۔ جسکے منتظم بانیان دار العلوم (جو حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کے خاندان کے حقیقی قائمقام ہیں) اسے تعلق برادری یا شاگردی نہیں رکھتے۔

لیکن جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ انکا مایہ ناز فلاسفہ یونان کے معتقدات کی تنقیح و توضیح یا تفسیر و حدیث سے اعراض کرتے ہوئے رطب و یابس فتاوی کی تقلید ہے۔ اور اگر کہیں مذہب حنفی کی تحقیق اور کتاب و سنہ سے تطبیق کی جھلک نظر آتی ہے۔ اور اسوقت بہت تھوڑے تجسس سے ثابت ہوجاتا ہے۔ کہ یہ سب دار العلوم کی شعاع فیض کا اثر ہے۔ تو ان مدارس کے منتظمین کا اعتزال دار العلوم کی مقبولیت میں ایک مرتبہ کا اور اضافہ کرتا ہے۔

اذا اتتک مذمتی من ناقص فھی الشھادۃ لی بانی کامل

ضروریات زمانہ کے موافق دنیاوی تعلیم سے دار العلوم دیوبند کو اپنے مقدس بانی کے زمانہ سے لیکر نہ کبھی خلاف ہوا ہے۔ نہ انکار۔

البتہ فساد عقائد و اعمال عوام کا ہو یا کسی فقیہ کا۔ صوفی کا ہو یا کسی ریفارمر کا دار العلوم نے نہ کبھی تسلیم کیا۔ اور نہ کسی کے خوف یا طمع سے اپنی روش چھوڑنے کا ارادہ کیا۔

مسلمانوں کی دینی تعلیم اگر آزاد و مفت نہ رہی۔ بلکہ چند دراہم نجسہ کے عوض قیود و سلاسل سے مقید ہو۔ یا عوام الناس کے ہوا کے رُخ پر چلنے والی پالیسی کے تابع ہوجاوے۔

تو اس قسم کی تعلیم کا عالم بنکر خادم دین کھلانے سے ایک مسلمان کے لئے جاہل اور بیدین کا خطاب ہزار درجہ بہتر ہوگا۔

کام پھیلانے کی نسبت دینی تعلیم کو اس قسم کے نقائص سے محفوظ رکھنا زیادہ ضروری ہے اسی لئے دار العلوم نے مسلمانوں کے غیر مذہبی جماعت میں مدغم ہوکر کام کرنے سے ہمیشہ احتراز کیا اور بتدریج اپنی قوت بڑھانے میں سعی بلیغ کرتا رہا۔

اور جب وہ وقت آیا۔ کہ اگر دار العلوم اپنے بل بوتے پر کھڑا ہوکر بفضلہ تعالیٰ مسلمانوں کے ہر صنف کے لئے مذہبی تعلیم و تربیت مُہیا کرنا چاہے تو بآسانی اسی ذروہ اعلیٰ پر پہنچا سکتا ہے۔

اسی وقت قلب دارالعلوم میں ایک ایسی حرکت ظاہر ہوئی جس سے منتشر پروانے شمع کے گرد جمع ہونے شروع ہوئے۔ اور یہ جمعیۃ الانصار کی ابتداء ہے۔ جو ۲۷ رمضان ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۹ء کو مدرسہ عالیہ میں منعقد ہوئی۔

جمعیۃ الانصار نے اپنی جماعت کی ضروریات اور جذبات کا لحاظ کرکے قواعد بنائے اگر اسی قسم کی ایک مستقل جمعیۃ منعقد ہوتی۔ تو وہ کسی قدر آزادی کے ساتھ دلفریب قواعد وضع کرلیتی۔ اور بعض تشخصات اور تقییدات جن کو عام مسلمانوں سے تعلق نہیں ضرور حذف کردیتے لیکن وہ جمعیۃ صرف خیالی اور کاغذی ہوتی۔ خارج میں حقیقی ارتباط حاصل کرنے کے لئے اسکو ایک مدت مدید کی ضرورت ہوتی۔ نہ ایسی جمعیۃ جسکے ممبر اس قلیل عرصہ میں ۲۰۰ سے تجاوز کرجائیں۔ اور وہ ہند کے مختلف صوبجات کے مسلمانوں میں مذہبی اقتدار اور رسوخ پیدا کیے ہوئے ہوں۔ اور اپنے سرپرست کے ارشاد سے مال اور وقت دینی خدمات میں صرف کرنے کے لئے پورے آمادہ ہوسکتے ہیں۔

جمعیۃ نے اپنے مجمع کو جمع کرکے دو جلسے کرائے جسمیں ہواخواہان دارالعلوم کی تعداد دس ہزار سے کم نہیں رہی۔ اسمیں بعض تجاویز کا اعلان کیا۔ تاکہ یہ تمام کارروائی شخصی نہ سمجھی جاوے۔ اور خاص و عام کو معلوم رہے۔ کہ دارالعلوم سے مذہبی تحریک جس عنوان اور پیرایہ سے ظاہر ہوتی ہے مسلمان اسکو تلقی بالقبول کے لئے پورے طیار ہیں۔

مؤتمر الانصار مرادآباد اور میرٹھ کی روداد اخبارات و رسائل کے ذریعہ سے شائع ہوچکی ہے۔ اسکی تفصیل یہاں منظور نہیں۔

بلکہ بعض تجاویز پر بطور نمونہ جسقدر عمل شروع کیا گیا تھا۔ اسکے نتائج سے دوستوں کو مطلع کرنے کی ضرورت ہے۔

(الف) مسلمان طالب علم جس قدر انگریزی اسکول اور کالج میں تعلیم پاتے ہیں۔ دینیات کی تعلیم کے محتاج ہیں۔ اور غلط مشہور کیا جاتا ہے۔ کہ دارالعلوم اسمیں حصہ نہیں لیتا۔ معاملات سے واقف اصحاب پر مخفی نہیں کہ قومی کالج کا پہلے دن سے ناظم دینیات دارالعلوم کا فیض یافتہ ہے۔

لیکن اسمیں کلام نہیں کہ یہ انتظام بوجوہ کثیرہ ناقابل اطمینان ہے۔ ضرورت ہے کہ اب

ناظم دینیات گریجوایٹ ہوا کریں۔ اِس قسم کے عالم طیار کرنے کے لئے قوم مدّت سے حیران تھی اور بیحد سعی کے بعد بھی کسی مفید نتیجہ پر نہیں پہنچی۔

جمعیۃ الانصار نے بحول اللہ وقوتہ مولوی حافظ ضیاء الدین بی۔اے۔بی۔ٹی کو جنکی سیکنڈ لنگویج عربی تھی۔ایم۔بی اسکول چکوال کے سیکنڈ ماسٹری سے ایک سال کی رخصت دلواکر ۴۰ روپیہ ماہوار وظیفہ دیکر دورہ حدیث میں شامل کرایا۔یعنی ۵۰۴ روپیہ کے صرف سے (جسمیں مبلغ یکصد روپیہ بھی شامل ہیں جو عالیجناب شیخ بشیر الدین صاحب رئیس کمپ میرٹھ نے خاص اسی لئے عطا فرمائے تھے) ایک سال میں ایک گریجوایٹ کو عالم بنادیا۔جو الحمدللہ کہ سالانہ امتحان میں اچھے نمبروں سے کامیاب رہا۔اساتذہ کرام کو اسکے تدین اور علم پر پورا اعتماد ہے۔اب جلسہ انتظامیہ نے انکے لئے ایکسال کی توسیع کردی ہے۔تاکہ وہ اپنی تکمیل بوجہ احسن کرسکیں۔

ہمنے اپنی قوۃ کا جو اندازہ کیا تھا۔وہ زیادہ قابل اطمینان نہ ہوتا۔اگر ایک ہی مثال پر اکتفا کرتے۔

مگر جب علیگڈھ کالج کے ممتاز گریجویٹ مولوی انیس احمد بی۔اے چھ ماہ سے دار العلوم میں مقیم رہکر تعلیم حاصل کرتے رہے اور انکے اطمینان اور دلچسپی کے سامان بفضلہ تعالیٰ موجود ہیں۔ تو اور زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

مولوی انیس احمد کالج سے وظیفہ پاتے ہیں۔اور خدا کے فضل سے اُمید ہے کہ وہ بہت اچھے عالم بنکر قوم کے لئے مفید ہونگے۔

(ب) اسلامی اسکولوں اور کالجوں کے لئے جیسے ناظم دینیات گریجوایٹ طیار کئے جاتے ہیں۔ایسے ہی گورنمنٹ کالجوں اور اسکولوں میں مسلمان طلبہ کے لئے جسقدر دینی تعلیم کا انتظام ممکن ہے۔جمعیۃ نے اسے اپنے ذمہ لینے کا اعلان موتمر الانصار مرادآباد میں کردیا تھا۔اب تجویز ہے کہ مولوی خواجہ عبدالحی گورداسپوری کو (جو ایک سال درجہ تکمیل میں رہ چکے ہیں) میرٹھ کے کالج اور اسکولوں میں تعلیم دینیات کے لئے مقرر کیا جائے۔

مولوی عبدالحی اسلامیہ کالج لاہور میں ایف۔اے کلاس میں پڑھتے ہوئے مدرسہ عالیہ دیوبند میں آئے۔اور چار سال میں ابتدا سے درجۂ فضیلت تک تحصیل کی۔

میرٹھ کے معززین نے جمعیۃ الانصار کے ضروری مناسب مقامی امداد کا ارادہ کرلیا ہے۔اللہ تعالیٰ

انکے عزم و ہمت میں برکت دے اور جمعیۃ مسلمانوں میں اعلیٰ دینی تعلیم پھیلانے میں کامیاب رہے۔

(ج) جمعیۃ الانصار کی ایک مفید تجویز رفیق دار العلوم کا وظیفہ ہے۔ جو فضلاء اور کاملین کی ایسی جماعت کو دیا جاویگا۔ جنہیں علوم شرعیہ میں تبحر اور تجربہ ہو۔ تاکہ فکر معاش سے فارغ ہوکر مذہبی ترقی میں کوشاں رہیں۔

اس وظیفہ سے عربی مدارس کے انتظام میں بیحد امداد ملیگی۔ ابتک قوم اپنی گاڑھی کمائی کا جسقدر حصّہ بد نظمی کی وجہ سے ضائع کر رہی ہو۔ اسی مفید صورت میں صرف کرکے اچھے نتائج دیکھے گی۔

دار العلوم کے متعلق کم و بیش ۴۰ مدرسے ایسے ہیں جنکا ارتباط بآسانی ہوسکتا ہے۔ اس نظام کے بعد قومی خدمات کے لئے نسبتہً اچھے عالم مل سکیں گے۔ اور ناقص عالموں کے پنجہ سے قدرے نجات کی توقع ہوگی۔ جنہوں نے ساری جماعت کو بدنام کر رکھا ہے۔

اگر دار العلوم اس طرح منتظم بنایا جاوے۔ تو مشترک امور کا سنبھالنا ان لوگوں سے قطعًا ناممکن ہے۔ جو ملازمت کے پھندے میں گرفتار ہوں۔

فارغ البال عالموں کی جماعت دار العلوم سے متعلق رہی۔ اسکے لئے یہ وظیفہ بہترین ذریعہ ہوگا۔

شوال ۱۳۳۰ھ سے ایک وظیفہ رفیق دار العلوم ۵۰ ماہوار کا مولوی انور شاہ صاحب کشمیری کو دیا جاویگا جنہیں عظیم الشان جلسہ دستار بندی ۱۳۲۸ھ میں سب سے پہلے دستار فضیلۃ ملی۔ اور علوم شرعیہ کے تبحر اور زہد و تقویٰ میں سلف صالح کا نمونہ سمجھے جاتے ہیں۔

(د) دار العلوم نے مدرسہ عالیہ سے فارغ فاضلوں کے لئے درجہ تکمیل قائم کیا ہو جسمیں چار شعبے قرار دئے ہیں۔ (۱) تفسیر و حدیث (۲) فقہ و اخلاق (۳) ادب و تاریخ (۴) فلسفہ و کلام ہر ایک شعبہ میں قرآن شریف اور حدیث شریف کے حکم و اسرار اور عربی و اردو میں تحریر و تقریر لازمی ہے۔ اور علوم مروجہ کی عربی زبان میں تعلیم ہوگی۔ جسمیں مصر و شام کی یونیورسٹیوں سے امداد لیجاویگی۔

اس درجہ تکمیل کی ضروریات بہم پہنچانا جمعیۃ الانصار کے زریں کارناموں میں سے ہے۔

گذشتہ سال ۴ طالبعلموں کو ۵ ماہوار کے وظائف جمعیۃ دیتی رہی۔

ناظرین یہ چند سطور جمعیۃ الانصار کا دار العلوم سے تعلق اور اسکی اہمیت کا اندازہ کرنیکے لئے کافی ہیں۔ اسکے مفصل کارنامے ہم کسی دوسرے وقت عرض کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ والسلام۔

عبید اللہ۔ ناظم جمعیۃ الانصار۔ دار العلوم دیوبند

دُنیا میں اسلام کیونکر پھیلا

(سلسلہ کیلئے القاسم نمبر۲ جلد سوم ملاحظہ ہو)

زمانۂ حج قریب تھا۔ حضرت عمر ہر سال بہ نفس نفیس حج کو تشریف لیجایا کرتے تھے۔ اِس سال ارادہ کیا تو جبلہ بھی ہمرکاب روانہ ہوا۔ بدقسمتی سے وہاں یہ بات پیش آئی کہ طواف کی حالت میں جبلہ کے تہبند پر جو بوجہ شان امارت زمین پر گھسٹتا ہوا جاتا تھا قبیلہ فزارہ کے ایک شخص کا پیر رکھا گیا۔ جسکی وجہ سے تہبند کھُل گیا۔ جبلہ کو غصّہ آیا اور اُس نے اِس زور سے تھپڑ مارا کہ اُسکی ناک ٹیڑھی ہوگئی۔

مقدمہ خلافت کی عدالت میں پہونچا۔ حضرت عمر نے جبلہ سے فرمایا کہ یا تم مدعی کو رضامند کرو ورنہ قصاص دینے پر رضامند ہو جاؤ۔ جبلہ کو یہ خلاف توقع فیصلہ سخت ناگوار گذرا۔ اُسنے کہا کہ ایک معمولی شخص کے عوض مجھسے قصاص لیا جائیگا۔ میں بادشاہ ہوں۔ اور وہ عام رعیت کا ایک فرد آپ نے فرمایا کہ اسلام نے تمکو اور اُسکو بادشاہ اور رعیت کو اپنے احکام میں مساوی کردیا ہے۔ کسی کو کسی پر فضیلت ہے تو اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کیوجہ سے۔

جبلہ نے کہا میں تو یہ سمجھکر مسلمان ہوا تھا کہ پہلے سے زیادہ باعزّت و محترم ہوکر رہونگا۔ آپ نے فرمایا اسلامی قانون کا فیصلہ تو یہی ہے۔ جسکی پابندی ہمپر اور تمپر لازمی ہے۔ اِسکے خلاف کچھ نہیں ہو سکتا۔ عزت قایم رکھنی ہی تو اُسکو راضی کرلو۔ ورنہ مجمع عام میں بدلہ دینے کو تیار ہو جاؤ۔

جبلہ نے کہا تو میں عیسائی بنجاؤنگا۔ آپ نے فرمایا تو اب تیرا قتل ضروری ہوگا۔ کیونکہ مرتد کی سزا یہی ہے جبلہ نے کہا تو آپ مجھے اپنے معاملہ میں غور کرنے کے واسطے رات بھر کی مہلت دیجئے۔ یہ درخواست منظور ہوئی۔ جبلہ رات کو لشکر سمیت خفیہ مکّہ سے نکل بھاگا۔ اور قسطنطنیہ پہونچکر نصرانی بنگیا۔ قیصر نے اُسکے اکرام میں کوئی دقیقہ اُٹھا نرکھا۔ اعلیٰ سے اعلیٰ عہدہ اور جاگیریں اُسکو دیں۔ عزّت و احترام میں اپنے مساوی بنا دیا۔

اس عرصہ میں حضرت عمرؓ نے ایک قاصد دعوت اسلام دینے کے واسطے قیصر کے پاس بھیجا۔ قیصر نے اسلام سے تو انکار کیا۔ مگر مصالحت پر رضامند ہوگیا۔ اور اس قاصد سے کہا کہ تمہارا ایک بھائی جو اسلام سے بیزار ہوکر عیسائی بنگیا ہے یہاں موجود ہے۔ اس سے بھی ملو۔ یہ قاصد جبلہ کے یہاں پہونچے تو قیصر کے دروازہ پر جو ساز و سامان۔ جاہ وجلال نہ دیکھا تھا وہ یہاں دیکھا۔ اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ جبلہ اعلیٰ درجہ کے بلورین تخت پر جلوہ گر ہے۔ اسنے مجھکو پہچانا تو اپنے برابر تخت پر بٹھلایا۔ اور مسلمانوں کے حالات پوچھنے شروع کئے۔ میں نے کہا اب تو بہت زیادہ ہوگئے حضرت عمرؓ کو دریافت کیا۔ میں نے کہا بہت اچھی طرح سے ہیں۔ حضرت عمرؓ کی خیریت اور سلامتی کا حال سُنکر اُسکے چہرہ پر انقباض کے اثار ظاہر ہوئے۔ مجھکو بیٹھنے کیوقت معلوم نہ تھا کہ میں سونے کی کرسی پر بیٹھا ہوں۔ جب معلوم ہوا تو تخت سے نیچے اوتر کر بیٹھ گیا۔ جبلہ نے کہا تم اس اعزاز کو کیوں چھوڑتے ہو۔ میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو ایسی جگہ بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ آپکے نام مبارک کے ساتھ مجھسے صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سُنکر اُسنے بھی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ زبان سے ادا کئے۔ بعد میں مجھسے کہا کہ دل صاف ہونا چاہیئے پھر کسی جگہ بیٹھنے میں کیا حرج ہے۔

قاصد کہتے ہیں کہ اُسکی زبان سے صلی اللہ علیہ وسلم سُنا تو مجھے اُسکے مسلمان بنجانیکی طمع ہوئی۔

میں نے کہا جبلہ تم مسلمان کیوں نہیں ہوجاتے۔ کہا کیا ان حرکتوں کے بعد بھی مسلمان ہوسکتا ہوں میں نے کہا ایک فزاری شخص نے اس سے بھی بڑھکر جرم کیا تھا۔ مسلمانوں پر تلوار چلائی تھی۔ پھر وہ مسلمان ہوگیا میں اُسکو مدینہ میں مسلمان چھوڑ کر آیا ہوں۔

جبلہ نے کہا اتنی بات پر تو مسلمان نہیں ہوتا۔ اگر حضرت عمرؓ اپنی بیٹی کا نکاح مجھسے کردیں اور اپنے بعد مجھے ولیعہد خلافت بنادیں تو بیشک مسلمان ہوجاؤنگا۔

راوی کہتے ہیں۔ میں نے نکاح کی ذمہ واری تو کرلی۔ مگر ولی عہدی کی ذمہ داری نہ کی۔ اسکے بعد جبلہ نے ایک خادم کو اشارہ کیا۔ فوراً ہی چاندی کی رکابیوں میں کھانا آنا شروع ہوا۔ اور ایک سونے کے خوان میں میرے سامنے بھی رکابیاں رکھی گئیں۔ میں نے ہاتھ کھینچ لیا۔ اسنے

سبب پوچھا۔ میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے سے منع فرمایا ہے۔ اُسنے بھی میرے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ادا کئے۔ اور پھر یہی کہا کہ دل پاک ہونا چاہئے۔ کسی برتن کے اندر کھانے میں کیا ڈر ہے۔

کھانے سے فارغ ہوکر پھر خادم کو اشارہ کیا تو فوراً سونے کی مرصع بجواہر کرسیاں دس اُسکے داہنی جانب اور دس بائیں جانب بچھادی گئیں۔ اور پھر بیس خوش گلو گانے والیاں زیور سے لدی ہوئی قیمتی لباسوں میں ناز و انداز سے آکر داہنے بائیں بیٹھ گئیں۔ اور پھر ایک باندی آئی جس کے سر پر ایک خوبصورت چھوٹی سی چڑیا بیٹھی تھی۔ اور دونوں ہاتوں میں دو پیالیاں تھیں۔ ایک میں مشک اور عنبر باریک پسا ہوا۔ دوسری میں گلاب کا عرق۔ خادمہ نے ایک سیٹی دی جسکو سنکر وہ چڑیا اوڑی۔ اور گلاب کے عرق میں غوطہ لگا کر دوسری پیالی میں لت پت ہوگئی۔ اور جبلہ کے تاج پر جو صلیب تھی اُسکے اوپر جاکر بیٹھی۔ اور اپنے پروں کو اس خوبصورتی سے ہلایا کہ مشک و عنبر کے چھینٹے جبلہ کے چہرہ اور داڑھی پر گرے۔ جبلہ غایت سرور سے بہت ہنسا۔ اور ان باندیوں کو گانے کا اشارہ کیا۔ داہنی طرف کی جماعت نے اس خوبی سے گایا کہ جبلہ پر سرور کی کیفیت طاری ہوگئی۔ پھر دوسری جماعت کو اشارہ کیا اُنکے گانے سے اُسپر گریہ طاری ہوا۔

یہ حالت تھی۔ یہ جاہ و جلال تھا۔ یہ احترام و اکرام تھا۔ قیصر کو جو بات نصیب نہ تھی وہ جبلہ کو تھی جبلہ خود بھی بادشاہ تھا۔ اور قیصر کو ایسے با اعزاز شخص کا نصرانی بنجانا غنیمت کیا عزّت کا باعث تھا۔ اسلئے اپنی ذات سے بھی اُسکو مقدم سمجھتا تھا۔

مگر جبلہ اسلام کی ایک جھلک دیکھ چکا تھا۔ مسلمانوں کے معاملات اُنکے اخلاق اور برتاؤ کا خود تجربہ کیا تھا۔ رہ رہ کر اپنی حرکت پر پشیماں ہوتا تھا۔ اور اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت میں داخل ہونے سے سخت بیزار تھا۔

سفیر اسلام کو سب کچھ اپنا تزک و احتشام دکھلانے کے بعد نہایت حسرت و اندوہ کے ساتھ اشعار ذیل اُسکی زبان پر جاری ہوئے۔

تَنَصَّرَتِ الْاَشْرَافُ مِنْ خَوْفِ لَطْمَةٍ	وَمَا كَانَ فِيهَا لَوْ صَبَرْتُ لَهَا ضَرَرٌ
خاندانی شریف تھپڑ کے خوف سے نصرانی بنگئے	اگر میں اُسپر صبر کرتا تو کچھ نقصان نہ تھا۔

تَکَنَّفَنِی فِیھَا اللَّجَاجُ وَ نَخْوَۃٌ ۔۔۔ وَ بِعْتُ بِھَا الْعَیْنَ الصَّحِیْحَۃَ بِالْعَوَرْ

نخوت اور ہٹ نے مجھکو گھیر لیا ۔۔۔ اور میں نے تندرست آنکھ کو عیبناک کے بدلے فروخت کیا

فَیَالَیْتَ اُمِّی لَمْ تَلِدْنِی وَ لَیْتَنِیْ ۔۔۔ رَجَعْتُ اِلَی الْاَمْرِ الَّذِی قَالَ لِیْ عُمَرْ

اے کاش میری ماں مجھکو نہ جنتی اور کاش ۔۔۔ میں حضرت عمر کے حکم کو مان لیتا

وَ یَالَیْتَنِیْ اَرْعَی الْمَخَاضَ بِقَفْرَۃٍ ۔۔۔ وَ کُنْتُ اَسِیْرًا فِیْ رَبِیْعَۃَ اَوْ مُضَرْ

اور کاش میں کسی جنگل میں اونٹ چراتا ۔۔۔ اور ربیعہ و مضر میں غلام بنا ہوا ہوتا

وَ یَالَیْتَ لِیْ بِالشَّامِ اَدْنیٰ مَعِیْشَۃٍ ۔۔۔ اُجَالِسُ قَوْمِیْ ذَاھِبَ السَّمْعِ وَ الْبَصَرْ

اور کاش ملک شام میں تھوڑا سا روزینہ ہوتا ۔۔۔ اور اپنی قوم میں اندھا بہرا ہوکر گذار دیتا

ہر شخص جبلہ کی اس حالت اور اشعار کے مفہوم کو ملا کر اندازہ کر سکتا ہے کہ شاہی جاہ و جلال میں بھی اُسکو اسلام کی سادگی اور برتری رہ رہ کر یاد آتی تھی اور اُسکے دل میں حسرت اور یاس کے نشتر چبھوتی تھی۔ وہ پشیمان تھا کہ ایک تھوڑی سی بات پر میں نے اسلام کی لازوال دولت کو ہاتھ سے کھو دیا اور دنیا کی ہی حقیقی راحت اور آسایش کو جو حریت و مساوات کے سوا کہیں حاصل نہیں ہو سکتی برباد کر کے اس چند روزہ عیش و آرام اور تزک و شان کو خرید لیا۔ مسلمانوں کے اخلاق و اوصاف خلیفہ سے لیکر ادنیٰ رعیت تک ایک رنگ میں رنگے ہونا۔ اور تفوق و امتیاز کا نام تک نہ ہونا آنکھوں میں پھرتے تھے اور وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح پھر اُن میں جا ملوں۔ مگر بدبختی سدراہ تھی۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے واپس ہو کر سب حال حضرت عمر کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا تمنے اُسکی تمام شرطیں کیوں نہ مان لیں۔ وہ اسلام لے آتا۔ ہوتا وہی جو اللہ کو منظور تھا۔

دوسری مرتبہ جب پھر حضرت عمر نے قیصر کے پاس قاصد کو بھیجا تو اُسکو ہدایت کر دی کہ جبلہ جو شرطیں کرے اُنکو مان لیا جائے۔ مگر جب یہ قاصد قسطنطنیہ پہونچے تو لوگ جبلہ کو دفن کر کے واپس آرہے تھے۔ سریشی نے شرح مقامات میں جبلہ کے واقعہ کو اسی طرح لکھا ہے۔ مگر اغانی کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیصر روم کے یہاں قاصد کا بھیجنا اور جبلہ سے ملاقات کا ہونا متعدد بار ہوا ہے۔

حضرت امیر معاویہ نے بھی ولایت دمشق کے زمانہ میں قاصد بھیجا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے بھی بھیجا ہے۔ اور جبلہ سے دونوں قاصدوں کی گفتگو ہوئی ہے حضرت عمر نے جثامہ بن مساحق الکنانی کو بھیجا تھا۔ اور حضرت معاویہ نے عبد اللہ بن مسعدۃ الفزاری کو۔ ایک دوسرا فرق سرلیشي اور اغانی کی روایات میں یہ ہے کہ مذکورہ بالا شرائط کی گفتگو کو جو جبلہ نے اپنے اسلام کے لئے پیش کی تھیں۔ سرلیشي نے حضرت عمر کے قاصد کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور اغانی میں حضرت عمر کے قاصد کا سارا واقعہ ملاقات اسی طرح لکھا ہے جس طرح سرلیشي نے۔ مگر شرائط اسلام اور حضرت عمر کی طرف سے اُسکے جواب کا تذکرہ اُسمیں نہیں ہے۔ بلکہ یہ گفتگو حضرت امیر معاویہ کے قاصد عبداللہ بن مسعدہ کے ساتھ لکھی ہے۔ اور شرائط بھی وہ نہیں جو حسب بیان سرلیشي ہمنے اوپر بیان کی تھیں۔ بلکہ حسب ذیل شرائط پیش کیں تھیں۔

(۱) بیس گانوں جو غوطہ دمشق میں واقع اور ہمارے ملک تھے۔ ہمکو واپس دیدئے جائیں۔

(۲) میری تمام جماعت کیلئے بیت المال سے روزینہ مقرر کیا جائے۔

(۳) ہمکو بیش قیمت خلعت و انعامات دئے جائیں۔

حضرت امیر معاویہ نے ان شرائط کو قاصد سے سُنکر کہا کہ تمنے کیوں نہ ان شرطوں کو منظور کر لیا میں پورا کرتا اسکے بعد آپنے اس مضمون کا خط لکھا کہ تمھاری سب شرائط منظور ہیں۔ لیکن اُسکا انتقال ہو چکا تھا۔

ان روایات میں اگرچہ بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ مگر حقیقت میں تعارض نہیں ہے۔ یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ حضرت امیر معاویہ نے بھی اُسوقت جبکہ حضرت عمر کی جانب سے ولایت دمشق کے گورنر اور سرحد روم وشام کے محافظ تھے۔ قیصر روم سے مراسلت کی ہو۔ اور اُنکے قاصد کو جبلہ سے ملنے کی نوبت آئی اور اُسکی طرف سے ایسی شرائط پیش کی گئی ہوں جو حضرت امیر معاویہ کے حد اختیار میں ہوں۔ اور جو گو مالی اعتبار سے بھاری ہوں مگر اُنکے تسلیم میں بظاہر عذر و انکار کے کوئی وجہ نہو۔ اور حضرت عمر کے قاصد کے سامنے ایسی سخت شرائط پیش کیں۔ جنکا تسلیم کرنا بظاہر ممکن نہ تھا۔ مگر حضرت عمر نے بکمال دور اندیشي و شفقت اُنکو منظور کر لیا ہو۔ اور دونوں کی طرف سے منظوری کی اطلاع اُسوقت پہونچی ہو کہ اُسکا انتقال ہو چکا تھا ہاں اگر ہم حضرت امیر معاویہ کی مراسلت کو اُس زمانہ کے واقعات میں درج کریں جسوقت وہ مستقلاً دمشق کو دار الخلافہ

بنا کر مسند خلافت پر متمکن تھے۔ تو یقیناً دونوں روایتوں میں سے ایک کو غلط کہنا پڑتا ہے۔ مگر یہ احتمال خلاف واقع ہے۔ کیونکہ جبلہ کا انتقال ۲۰ھ ہجری یعنی خلافت عمری میں ہو چکا تھا۔

اغانی کی روایت میں اگر حضرت عمرؓ کے قاصد کے ساتھ کسی قسم کے شرائط اور اُنکے جواب کا تذکرہ نہیں ہے تو کچھ حرج نہیں۔ راوی اکثر روایات میں اختصار کر دیتے ہیں۔ اغانی کی روایات اس ایک ہی واقعہ میں مختلف ہیں بعض روایات مجمل ہیں۔ اور بعض مفصل۔ الغرض جبلہ کے واقعہ میں ہم سریشی کی روایات کو قابل اعتماد ٹھہرالیں تو کچھ خرابی لازم نہیں آتی۔

جبلہ کے اس مفصل واقعہ سے ہمکو بہت سے اہم نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

نتیجۂ اوّل

اسلام نے جو مکمل قانون دنیا کے سامنے پیش کیا اُسکی ایک چمکتی ہوئی اور روشن دفعہ اصول مساوات وحریتہ کی بھی تھی۔ اسلام نے اپنے اصول میں شریف۔ رذیل۔ امیر۔ غریب۔ حاکم۔ محکوم کو ایک شاہراہ مساوات پر چلایا۔ اور شیر بکری کو ایک گھاٹ پانی پلایا۔ اس مساوات میں مسلم وغیر مسلم کا امتیاز بھی نہ تھا۔ کیونکہ مسلمانوں کے عہد میں داخل ہوکر غیر مسلموں کے حقوق بھی مسلمانوں کے حقوق کے برابر ہوجاتے تھے۔ اور اسلام کے یہ اصول محض نمائشی نہ تھے۔ بلکہ حقیقی تھے جن پر عملدرآمد کرنا خلیفہ وقت اور اُسکے عمال کا فرض عین تھا۔

نتیجہ دوم

اسلام کے اعلےٰ اور برتر قانون نے جہاں اسکی اجازت نہیں دی کہ کسی کو بزور وجبر مسلمان بنایا جائے وہیں اسنے یہ بھی گوارا نہیں کیا کہ جو شخص قوانین اسلام کو حقارت کی نظر سے دیکھے یا کسی قانون سے اپنے آپکو مستثنیٰ سمجھے وہ اُسکے حلقۂ اثر میں رہسکے۔ اسلام کے حقیقی کسوٹی پر جو پورا اوترتا تھا وہی اُسکے اندر رہسکتا تھا۔ ورنہ جبلہ کی طرح نکال باہر کر دیا جاتا تھا۔

نتیجہ سوم

صحابہ کو اسلام کی اشاعت کا حکم تھا۔ اور وہ اس حکم کی نہایت رغبت وشوق سے تعمیل کرتے تھے اُنکو اس سے زیادہ کوئی امر محبوب نہ تھا۔ ایک شخص بھی اُنکے ذریعہ سے اسلام میں داخل ہو جائے تو دنیا کی تمام نعمتوں اور راحتوں سے اُسکو بہتر اور مقدم سمجھتے تھے۔ لیکن

باایں ہمہ شغف ورغبت احکام اسلام کے بھی اس درجہ پابند تھے (یا آجکل کی اصطلاح میں اسقدر متعصب اور تنگ خیال تھے) کہ اگر دنیا بھی اسلام یا مسلمانوں کے مخالف بنجائے تب بھی کسی ایک حد شرعی کو چھوڑنا یا کسی اسلامی قانون کو بدلنا گوارا نہ کرتے تھے۔

ایک وہ دن تھا کہ جبلہ نہایت احتشام اور عزت کے ساتھ مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ مدینہ کی مرد و عورت بچے بوڑھے اسکے دیکھنے کے لئے گھروں سے نکل پڑے تھے۔ کنواری لڑکیاں بھی جھروکوں میں سے اس اسلامی شان کو دیکھنے کے واسطے چھتوں پر چڑھ گئیں تھیں حضرت عمر نے بھی اسکے ساتھ وہی معاملہ فرمایا جو ایک بادشاہ کے ساتھ ہونا چاہیئے اسکے استقبال کیلئے جلیل القدر صحابہ بھیجے گئے۔ اور اس احترام وشان کے ساتھ وہ ہاتوں ہاتھ لیا گیا۔ اور شایاں شان اسکی مہمانی کی گئی۔

لیکن ایک دن وہ آیا کہ اسنے بادشاہی کی نخوت میں غریب مسلمان کو ذلیل سمجھکر دست تعدی دراز کیا۔ اور حضرت عمر کے ارشاد لك ما لنا (تیرے لئے وہی ہے جو ہمارے یعنی مسلمانوں کیلئے) کو یاد رکھکر اپنی رفعت وعزت کو بڑھانا اور دوسرے جملہ علیك ما علینا (تجھپر وہی باتیں لازم ہیں جو ہمپر) کو نظر انداز کرکے اپنی برتری کو قایم رکھنا چاہا۔ تو حضرت عمر نے کچھ بھی پروا نکی اور اسکے ساتھ مثل عام رعایا کے معاملہ کرکے برسر مجمع قصاص کے طالب ہوئے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بدبخت راتوں رات مع اپنے لشکر کے مکہ معظمہ سے نکل بھاگا۔ اور ہرقل کے پاس جاکر نصرانی بنگیا۔ نار کو عار پر ترجیح دی۔ ممکن ہو کہ حضرت عمر کے اس تشدد کو کوئی شخص تعصب و تنگ خیالی پر محمول کرے۔ یا انکو سوء تدبیر اور ناعاقبت اندیشی کا مجرم بنانے کو تیار ہوجاے۔ اور یہ کہہ گذرے کہ تھوڑے سے تشدد پر ایک بادشاہ اور اسکے ساتھ کے سو مسلمانوں کو اسلام کی دولت سے محروم کردیا۔ اور مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے ایک ایسا دشمن پیدا کردیا جو انکا ہم قوم تھا۔ اور جو انکے راز انکے طور وطریق انکے خصائل وعادات پر مطلع تھا۔ لیکن سچ یہ ہے کہ اس سے اسلام کو کچھ بھی ضعف نہیں پہونچا۔ بلکہ اس اعلیٰ وبرتر قانون نے لاکھوں غیر مسلموں کو مائل بہ اسلام کردیا۔

جبلہ کے مرتد ہوجانے سے جسقدر نقصان متصور ہوسکتا تھا اس سے ہزار گونہ فائدہ پہونچگیا۔

اور اُسوقت سے اسوقت تک اسلام کا قانون مساوات دنیا بھر کیواسطے رہبر بنگیا۔ جو لوگ معاملات دین پر پختہ کاری اور حدود شرعی سے متجاوز نہونے کو تعصب و تنگ خیالی سمجھتے ہیں اُنکو ذرا غور و فکر سے کام لینا چاہیئے۔

اِسمیں شک نہیں کہ حضرت عمر کو جبلہ کے مرتد ہوجانیکا قلق تھا۔ اور جبلہ بھی اسلام کی خوبیوں سے فی الجملہ آشنا ہوگیا تھا۔ اسیوجہ سے جب جبلہ نے دوبارہ مسلمان ہونیکی خواہش ظاہر کرکے سخت شرائط پیش کیں جن میں ایک یہ بھی تھی کہ حضرت عمر اپنی صاحبزادی کا نکاح مجھسے کردیں تو حضرت عمر نے کل ایسی شرطوں کو جن سے اسلام کے کسی ایک حکم شرعی پر مضر اثر نہ پڑتا تھا۔ اور عام مسلمانوں کو بددلی نہوتی تھی قبول فرمالیا۔ مگر بدبختی نے جبلہ کا پیچھا نہ چھوڑا۔ اور قبل اسکے کہ اُسکو شرائط کی منظوری کی اطلاع پہونچے راہی عدم ہوگیا۔

نتیجہ چہارم

یہ بھی ممکن تھا کہ حضرت عمر فزاری کو مالی معاوضہ لینے یا معاف کردینے پر آمادہ فرمادیتے اور اسمیں ذرا بھی تردد نہ تھا کہ اگر جبلہ ہمت کرکے قصاص دینے پر رضامندی ظاہر کردیتا تو حضرت عمر اِس معاملہ کو بہ تراضی طے فرمادیتے۔ اور نوبت قصاص نہ پہونچتی۔

یہ بھی ممکن تھا کہ آپکی فہمایش پر فزاری اوّل ہی معاف کردیتا۔ اور یہانتک نوبت نہ پہونچتی مگر آپ اپنی شان محدثیت اور فراست سے اِس امر کو بخوبی جانتے تھے کہ جبلہ میں غرور سلطنت و نخوت کفر ابھی موجود ہے۔ اسکا علاج اگر ابھی نہوا تو یہ مادہ ترقی پذیر ہوکر انجام کار اس سے زیادہ بری صورت میں ظاہر ہوگا۔ جسکا تدارک دشوار یا ناممکن ہوجائیگا۔ اِسلئے آپ نے اُسکو قصاص دینے پر مجبور کیا اگر جبلہ اوّل ہی مرتبہ اِس تلخ گھونٹ کو حلق سے اوتار لیتا تو دین و دنیا کی عزت اُسکو نصیب ہوتی۔ عوام و خواص کی نظروں میں زیادہ وقعت سے دیکھا جاتا۔ اور انجام کار اُسکو پچھتانا نہ پڑتا۔ اور جہانتک حضرت کی فراست و حسن تدبیر کی طرف خیال کیا جاتا ہے یہ یقینی بات تھی کہ جبلہ کو قصاص دینے کی نوبت نہ آتی۔ فقط اُسکی آمادگی ظاہر ہونے پر فزاری کو معاف کردینے کا فوراً خیال ہوتا۔ یا آپ کا ایما ہوجاتا۔ اور جبلہ پر کسی قسم کا بدنما دھبہ نہ لگتا۔

(باقی آئندہ)

بزمِ علم

القاسم کے گذشتہ نمبر میں آپ جناب مولانا سید **محمد انور شاہ** صاحب مدرس دار العلوم دیوبند کی عربی تقریر کا اقتباس ملاحظہ فرما چکے ہیں جو شاہ صاحب موصوف نے حضرت علامہ سید **رشید رضا** صاحب مصری کے روبرو کی تھی۔ شاہ صاحب کی عربی تقریر بہت طویل اور معرکۃ الآرا تھی اُسکا حرف بحرف ضبط کرنا نہایت دشوار کام تھا۔ لیکن یہ بھی بالکل نامناسب تھا کہ ماہران علوم عربیہ و قدردانان علم ادب تقریر کی روانی اور شایستگی اور بلاغت کلام سے محروم رکھے جاویں اسلئے قاعدہ مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ پر عمل پیرا ہوکر اُسکا بہت ہی مختصر اقتباس درج کیا گیا۔ اور چونکہ عربی تقریر سے خاص طبقہ فائدہ اُٹھا سکتا تھا اسلئے تفہیم عام اور توضیح مطلب کو اُردو ترجمہ پر محول کر دیا گیا تھا جس وعدہ کا اس نمبر میں ایفا کیا جاتا ہے۔

ہمیں اُمید ہے کہ اُردو تقریر سے ہر ایک طبقہ پورا حظ اُٹھائیگا۔ اس تقریر کے ملاحظہ سے اہل علم کو علماء دیوبند کے اُس محققانہ مسلک کا پورا پورا انکشاف ہو جائیگا۔ جو در بارہ تطبیق احادیث و تائید و اتباع مذہب حنفی اُنکا معمول بہ رہا ہے۔

تقریر مذکور میں ترجمہ الفاظ کی پابندی نہیں کی گئی۔ بلکہ جناب شاہ صاحب کی تقریر کا ماحصل وضاحت اور بسط کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اگر اس مضمون میں کچھ فروگذاشت ہو تو وہ مترجم کی طرف سے سمجھی جاوے۔

جناب شاہ صاحب اس موقع پر غالباً کسی اور موضوع پر تقریر کرتے اور اس مبحث پر کچھ نفرماتے کیونکہ ظاہری طور پر یہ موقع اس قسم کی تقریر کا نہ تھا مگر چونکہ جناب علامہ سید رشید رضا نے جماعت حدیث کے درس اور تطبیق احادیث مختلفہ کی کیفیت اور مسلک مشائخ دیوبند کو سُنکر کسیقدر استعجاب ظاہر فرمایا تھا اسلئے شاہ صاحب نے اس موضوع کو پیش نظر رکھکر تقریر فرمائی۔ گو یہ طریقہ جو شاہ صاحب نے بیان فرمایا علامہ موصوف کے مسلک سے مختلف تھا مگر اُسوقت اُسکو سُنکر اظہار پسندیدگی فرماتے ہوے۔ نہایت کشادہ دلی سے انصاف پسندی کے لہجہ میں یہی ارشاد فرمایا تھا کہ (استاذ مولانا انور شاہ صاحب نے جو اصول میرے سامنے بیان کئے ہیں اور جو مسلک اپنے مشائخ کا مجھے

بتلایا ہے میں اُسکو پسند کرتا ہوں اور اُس سے متفق ہوں فقط شفی بشیک کافی ووافی ہے) البتہ بمبئی سے جو مکرمت نامہ علامہ موصوف نے عالیجناب مہتمم صاحب دارالعلوم کے نام ارسال فرمایا اُس میں اس قدر تحریر تھا کہ میرے وقت میں گنجایش نہ تھی اور میں ان امور میں گفتگو کو پسند بھی نکرتا تھا اسلئے ان کے متعلق اپنی تقریر میں کچھ نہ کہہ سکا ورنہ اپنا خیال ظاہر کرتا"

فاضل مقرر کے تبحر کو پیش نظر رکھکر ہم ایک رباعی سے مضمون کا آغاز کرنا مناسب سمجھتے ہیں اور درحقیقت کسی مہ جبین کے حسن کی داد نہ دینا ظلم ہے۔ **رباعی**

اے سحر بیان سحر بیانی دکھلا　　دریائے فصاحت کی روانی دکھلا
آئے ہیں خریدار ترے مصر سے آج　　صورت تو زرا یوسف ثانی دکھلا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمدُ للہِ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰے اما بعد مولانا آپ کی عنایات و کرم جو ہم ناچیزوں کے حال پر مبذول ہیں اُنکا ہمکو تہ دل سے اعتراف ہے۔ اور جو اسلامی قوت ہمارے اور آپ کے جسموں کی جان ہی جس سے اسلامی ہمدردی کا خون ہماری رگوں میں دوڑتا ہی جسکی بدولت باوجود ضعف و ناتوانی ہم مردہ دل زندوں میں شمار ہیں بقول کسیکے ؎

عشق کی صرف حرارت نے جلا رکھا ہے　　ورنہ بیمار غم ہجر میں کیا رکھا ہے

جس سے دلوں کی ڈھارس ہے جس سے ناامیدی میں امید کے سبز باغ نظر آجاتے ہیں اور جو اسلامی جذب ہمارے آپ کے دلوں میں ودیعت ہے جو اخوت اسلامی ہم پر اور آپ پر پرتو فگن ہے اُسکا ہمکو اچھی طرح احساس ہے۔ بلاشبہ یہ اُسی کی کرشمہ سازی ہے کہ شوق کی کمندیں ڈال کر آپکو مصر سے کھینچ لیا۔ یہ اُسی کا جذب کامل ہے کہ آج آپ ہمارے مہمان ہیں۔ یہ اُسی کی عنایت ہے کہ آپ شمع محفل اور ہم پروانے ہیں۔

مصر سے کھینچ لیا یوسف علم و فن کو　　ہے مرے جذب خفی کی یہ کرامت کیسی

آپکی تشریف آوری محض بتقاضائے اخوت اسلامی اور کرم گستری ہے اور سچ یہ ہے کہ آپ سے زیادہ ہمکو آپکی طرف احتیاج ہے۔

میرے اساتذہ کرام اور اکابر اعلام (جنکا مجھے دنیا و آخرت میں وسیلہ ہے) نے مجھے

حکم فرمایا ہے کہ میں جناب کی تشریف آوری اور کرم گستری عزّت افزائی اور عنایت فرمائی کا شکریہ ادا کروں اور میں اسوقت اس نمایاں خدمت کے ادا کرنے کو کھڑا ہوا ہوں مگر آپکا علو و مرتبت آپکا تبحر آپ کی بے غرضانہ اور مخلصانہ تشریف آوری جس شکریہ کے مستحق ہیں میں اُسکے ادا کرنے سے عاجز ہوں۔ ایسے قیمتی الفاظ کہاں سے لاؤں جو اس گرانقدر احسان کی کچھ مکافات کر سکیں۔ اب عہدہ برآئی کی کوئی تدبیر بجز اسکے سمجھ میں نہیں آتی کہ جناب باری عز اسمہٗ سے آپ کے لئے دنیا و آخرت میں بلندی مراتب کی دعا کروں۔

مستمندان بانیاز ہیں ہم جُز دعا کچھ نہیں ہمارے پاس

مولانا آپکی تشریف آوری اور اس مجلس کے انعقاد کی اصلی غرض یہ ہے کہ ہم آپکی سنیں اور اپنی کہیں مگر وقت قلیل ہے اور ہماری داستان طویل اور پیچ در پیچ ہے بات میں سے بات پیدا ہوتی ہے اثنائے تقریر میں بہت سے قابل عرض مضامین یاد آجاتے ہیں۔ اور شوق مکالمت کا حال نہ پوچھئے سینہ میں اودھم مچا رکھی ہے۔

پُر ہوں یوں شوق سے راگ سے جیسے باجا ٭ ایک ذرا چھیڑئیے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے

جب دو اجنبی حسنِ اتفاق سے ملاقی ہوں تو ضرورت ہے کہ ایک کو دوسرے کے حالات سے آگاہی ہو جائے اسلئے کچھ گذارش کرنا قرین مصلحت ہے کہ تعرف حالات کے علاوہ اغیار سے بھی امتیازی شان پیدا ہو جائے اور ہمارے نووارد مہمان کو ہماری شناخت میں دھوکہ نہو۔

مولانا یہ ہماری بستیاں بلاد اسلامیہ سے کسقدر بُعد مسافت پر واقع ہیں عراق و شام و مصر میں جو اسلامی شان و شوکت پائی جاتی ہے وہ یہاں کہاں نصیب آفتاب اسلام کی جو کرنیں وہاں کے مسلمانوں پر پڑتی ہیں کہ جنکی عالمتابی سے ہر ذرہ مدعی انا الشمس ہونیکی جرأت کرے تو اُسکو زیبا ہے اُنکی زیارت بھی ہماری آنکھوں کو نصیب نہیں۔ یہاں علمی شعائر اسقدر سست ہیں کہ بس نام ہی نام باقی ہے۔ علم کے منارے جو کبھی ہر وقت جگمگایا کرتے تھے آج جہالت کے جھونکوں سے وہ بجھے چراغ ہیں۔ بہت کم ایسے مقام ہیں کہ جہاں اسلامی شان کا ظہور ہو۔ جہاں علم کا آفتاب درخشاں ہو اور اُسپر جہل کا بادل نہ چھایا ہوا ہو اور آزادی و خود رائی کے گھٹاٹوپ سے اُسکی عالمتاب روشنی ماند نہو گئی ہو۔

اسلام کی سچی تصویر کا شیدا مختلف بہروپ دیکھکر ایک مرتبہ ضرور پریشان ہوجاتا ہے گو اُسکی طلب صادق خود خضر رہ بنکر اُسکی دستگیری کرتی ہے اور تا درِ مقصود پہونچا دیتی ہے۔

مولانا ہماری جماعت بحمدہٗ تعالی قدیم طریقہ اسلامی پر قایم ہے کوئی خودرو اور نئی جماعت نہیں ہی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ما انا علیہ واصحابی کے رمز سے باخبر اور علیکم بسنتی کی تعلیم سے بہرہ ور ہے۔

ہفتاد و دو طریق حسد کے عدد سے ہیں — اپنا ہے وہ طریق کہ باہر حسد سے ہیں

ہم ولی اللّٰہی لوگ ہیں ہمارے دینی استاد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ فاروقی دہلوی سے متصل ہی۔ ہمارے دینی تعلقات آپکی ذات سے وابستہ ہیں اس اعتبار سے ہم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد اور وہ ہمارے مورث اعلیٰ اور جد امجد ہیں۔

گرچہ خوردیم نسبتی است بزرگ — ذرۂ آفتاب تابانیم

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اظہر من الشمس ہیں بیان کرنیکی حاجت نہیں حاجت مشاطہ نیست روے دلارام را۔ آپ کے فیوض و برکات سے ہندوستان معمور ہے۔

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے — کہے دیتی ہے شوخی نقش پاکی

آپکی تصنیفات مشرق و مغرب میں مشہور ہیں وہ آپکے کمالات کے شاہد ہیں علمی دنیا میں ایسا کون ہے جو آپ سے ناواقف ہوگا۔ علمی مجالس کے آپ شمع محفل ہیں شریعت میں اگر ابو حنیفہ دوراں ہیں تو طریقت میں جنید زمان آپکے بعض حالات جو اساتذہ سے معلوم ہوئے ہیں ضرور قابل عرض ہیں سمع خراشی کی معافی اور عرض کرنیکی اجازت چاہتا ہوں۔

لڑکپن سے رشد و ہدایت کے اثار آپکے نورانی چہرہ سے نمایاں تھے صلاح و فلاح کے انوار پیشانی پر افشاں کی طرح چمکتے تھے۔

بالاے سرش زہوشمندی — میتافت ستارۂ بلندی

آپ نے اپنے والد علامہ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب قدس سرہٗ سے علوم دینیہ کی تکمیل کی اور درسیات فنون مروجہ میں دستگاہ کامل اور ید طولیٰ حاصل کیا۔ توفیق دستگیر اور رحمت الٰہی سایہ گستر ہوئی اور آپ نے ہند سے حرمین شریفین (زادہما اللہ شرفاً و تکریماً) کا سفر کیا اور ایک مدت

تک وہاں قیام فرمایا طبیعت کو علم کا چسکا پڑا ہوا تھا اسلیئے حرمین شریفین کے علما و فقہا سے استفادہ کیا۔ حضرت شیخ ابو طاہر کردی (کہ وہاں کے اجلۂ علما سے تھے) کی ملازمت کو غنیمت سمجھکر ایک زمانہ آپ کی خدمت میں بسر کیا اور بجد سعی و جانفشانی کے ساتھ مکرر تکمیل حدیث کی اور علم حدیث میں ایسے مشہور و ممتاز ہوئے کہ اپنے زمانہ میں آپ پر حدیث کا مدار ہو گیا۔ ذلك فضل الله یوتیه من یشاء۔

آپ کی اصابت فہم اور غور عقل اور تفقہ کے متعلق آپ کے اُستاد حضرت شیخ ابو طاہر کردی کا مقولہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ "شاہ ولی اللہ نے الفاظ حدیث ہمسے سیکھے ہیں اور معانی حدیث ہمنے اُن سے سیکھے ہیں۔ یعنی حدیث کو صحیح محمل پر حمل کرنا اور مواقع مختلفہ میں شارع علیہ السلام کی مراد متعین کر لینا آپکا حصہ تھا درحقیقت ایک ہندی نژاد کا عرب میں اسدرجہ ممتاز ہونا اور شیخ عرب سے ایسی داد پانا قابل فخر و ناز ہے۔

اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ ہندوستان میں علوم دینیہ کی گرم بازاری ہو جہالت کی گھٹائیں پھٹ جائیں علم کا آفتاب چمکے اور ہندوستان کو منور کر دے۔ یہ سہرا آپ کے سر باندھا گیا اور آپکو (مدینہ طیبہ (زادہا اللہ شرفا و تکریما) کے شاہی خزانہ سے علمی جواہرات عطا ہوئے۔ آفتاب نبوت سے ایک نور کا بقعہ اُٹھا اور آپ کے آئینہ دل کی جلا کی خانۂ روح کو جگمگایا اور یہ دولت ہندوستان کو نصیب ہوئی۔ اشارات غیبی پر آپنے ہندوستان کو مراجعت فرمائی اور جو خدمت سرکار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے سپرد ہوئی تھی اُسکے انجام دہی میں کمر ہمت چست باندھی حدیث کی نور افشانی سے عالم کو منور کر دیا شرک و بدعت کی بیخ کنی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نرکھا اصلاح امت اور احیاے سنت میں مسیحائی دکھلائی۔

آپ کے مشکوۃ قلب میں قدرت نے ایک چراغ روشن کیا تھا کہ اُسکی روشنی میں عواقب امور کی تصویریں ذہن میں گذر جاتی تھیں آپ نے بنور فراست معلوم کیا کہ ایک وہ وقت آنیوالا ہے کہ حق و باطل میں جنگ ہوگی اس ادراک پر آپ دین کی حمایت اور باطل کی مدافعت پر تُل بیٹھے اور ایسا سامان مہیا فرما دیا کہ اگر کبھی یہ فتنہ سر اُٹھائے تو اہل حق کو مدافعت میں دقت نہو۔ آنیوالی نسلون کی رہنمائی کے لئے آپ تصنیف کی طرف متوجہ ہوئے اور ایسا ذخیرہ جمع فرما گئے کہ اگر آج کوئی کا جر حدیث نہیں

گٹھلیاں ملانا چاہے تو اُسکا فریب مخفی نہیں رہسکتا۔

چونکہ اصل اصول قرآن شریف اور اُسکے بعد حدیث شریف ہے اور مسلمانوں کا ہر فرقہ قرآن وحدیث پر عمل کرنیکا مدعی ہے اسلئے آپنے اوّل قرآن پاک کا ترجمہ زبان فارسی میں کیا اور اُسکا نام فتح الرحمان رکھا اسکو اپنے اسرائیلیات اور زوائد سے پاک رکھا۔ صرف قرآن مجید کے صحیح معانی بتلادئے کہ منصف اور فہیم کو عند الضرورت قرآن پاک کے فہم میں آسانی ہو اور توحید کا پاکیزہ منظر اُسکی آنکھوں کے سامنے کھنچ جائے عقاید واحکام کی حقیقی تصویریں نظر آجائیں کجی اور گمراہی سے محفوظ رہے۔

پھر آپنے حدیث کی طرف توجہ فرمائی اور کتب حدیث میں موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو انتخاب کیا کہ کتب حدیث میں سب سے پہلے تالیف اور امام مالک جیسے محدث اور مجتہد کی تالیف ہی زبان فارسی میں اُسکی شرح کی جسکا نام مسوّیٰ ہے یہ شرح اگرچہ مختصر ہے مگر ماقل ودل ہے گویا کوزہ میں دریا بند ہے۔ فقہاے حدیث کا طریق استدلال کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ روایت کے ساتھ درایت کی چاشنی موجود ہے جس سے حدیث کی لذّت دوبالا ہوگئی۔ یہ شرح درحقیقت حدیث کا ایک شیخ کامل ہے جو ہر مستعد سے مستعد طالبعلم کی تسلی کرنیکا ذمّہ دار ہے اسکی بدولت آج بہت سی مشکلات کا خاتمہ ہوگیا ہے علمی دنیا آپکی ممنون احسان ہی۔ دقایق ونکات حدیث کو اِس طرح سلجھایا ہی کہ کوئی گلجھٹ باقی نہیں چھوڑی طریق تمسک اور طرز استدلال کا خاتمہ ہی کردیا کہیں تحقیق مناط ہے تو کہیں تنقیح وتخریج مناط کا تذکرہ ہے یعنی احکام شرعیہ کی علت کے دریافت کرنے کے طرق ایسی وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں کہ بایدوشاید۔ یہ علماء اصول کے اصطلاحی الفاظ ہیں انکی تشریح حسب ذیل ہی:۔

تحقیق مناط یہ ہے کہ شارع نے کسی خاص شے کی نسبت کوئی حکم صادر فرمایا عوام وخواص نے اُسکو سمجھ لیا کہ اس شی کی بابت شریعت میں یہ حکم ہے لیکن اُس جیسے اور اُسی کی نوع سے بہت سے جزئیات ہیں کہ اُن میں صراحۃً کوئی حکم نفیاً یا اثباتاً نہیں پایا جاتا ہے اور اہل عقل جانتے ہیں کہ احکام شرعیہ عام ہوتے ہیں جہاں علت حکم پائی جاتی ہے وہاں حکم شرعی ضرور پایا جاتا ہے۔ پس اُن بقیہ تمام جزئیات میں حکم کا ثابت اور محقق کرنا تحقیق مناط ہے۔ مثلاً نص قرآنی سے بحالت احرام شکار کرنا ممنوع ہی اور اگر کوئی اس جرم کا ارتکاب کرے تو بموجب نص قرآنی

اُسکی پاداشس میں اُسکو جزا دینا لازم ہے اور اُسکا طریق بھی نص قرآنی میں مذکور ہی کہ دو عادل مسلمان اُس جانور کی قیمت کردیں اور یہ متلف اُسکو موجب ہدایت شرعی ادا کردے پس ہر ہر جانور میں قیمت کی شناخت تحقیق مناط ہے اور اس شناخت کیلئے اجتہاد کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ ہر خاص وعام جسکو معرفت قیمت کا ملکہ ہو وہ اسکا اہل ہے۔

تنقیح مناط یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے کسی حادثہ میں کوئی حکم صادر فرمایا اور وہاں چند امور مجتمع ہیں بعض اُس حکم کی علت ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور بعض کو علت ہونے میں اصلا دخل نہیں ہے گو نظر ظاہر میں کو یہ تفرقہ محسوس نہو۔ پس اُس حکم شرعی کی علت کا معلوم اور منقح کرلینا تنقیح مناط ہے۔

ہم اسکی تصویر کو حدیث ذیل سے محسوس کرانا چاہتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں روایت کرتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں ہلاک ہوگیا۔ آپنے فرمایا خیر ہے کیا ہوا۔ اُسنے عرض کیا کہ رمضان المبارک کے روزہ کی حالت میں اپنی اہلیہ سے ہم بستر ہوگیا۔ آپنے فرمایا کہ غلام آزاد کرنیکی استطاعت رکھتے ہو۔ اُس نے عرض کیا نہیں۔ آپنے فرمایا اچھا دو مہینے کے لگاتار برابر روزے رکھ سکتے ہو۔ عرض کیا یہ بھی طاقت نہیں۔ آپنے فرمایا اچھا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو۔ عرض کیا نہیں کھلا سکتا۔ الخ۔ اِس حدیث سے بصراحت معلوم ہوا کہ اس شخص پر کفارہ واجب ہے لیکن وجوب کفارہ کی علت کیا ہے۔ اسمیں غور کرنیکی ضرورت ہے۔ نصوص میں غور کرنیکے بعد امام ابوحنیفہ و امام مالک رحمۃ اللہ علیہما نے وجوب کفارہ کی علت فعل مفطر کو قرار دیا خواہ جماع ہو یا کھانا پینا ہو بشرطیکہ عمداً ہو۔ پس فعل مفطر کا پایا جانا تو علت وجوب کفارہ کی ہوا اور اس صورت میں جماع کا ہونا امر اتفاقی ہے اُسکو علت ہونے میں دخل نہیں۔ اور امام احمد اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما صرف جماع کو علت سمجھے کہ اس حدیث میں جماع پر کفارہ ادا کرنیکا حکم فرمایا گیا ہے۔ پس یہ حکم کھانے اور پینے کی طرف متعدی نہوگا۔ اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں کچھ کھا یا پی لے تو اُس پر کفارہ واجب نہیں البتہ گناہگار ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص رمضان المبارک میں بلا کسی عذر و قہی

اور رخصت شرعی کے ایک روزہ بھی افطار کرے تو ساری عمر کے روزے بھی اسکی مکافات اور قضا نہیں کر سکتے غرض حدیث مذکور میں وجوب کفارہ کی علت کو مشخص کر لینا ہی تخریج مناط ہے۔ ہر مجتہد اپنے اجتہاد کے موافق ایک امر کو علت قرار دیتا ہے اور باقی کو علت ہونیکے قابل نہیں سمجھتا۔

تخریج مناط یہ ہے کہ ایک شرعی حکم کی علت ہونے میں چند امور مزاحم ہوں اور صلاحیت علت ہونیکی رکھتے ہوں مجتہد ان چند امور میں سے کسی ایک امر کو ترجیح دیکر انتخاب کر لیگا اور اسکو علت قرار دیگا۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسکو بھی ایک مثال کے ضمن میں محسوس کرا دیں۔

حدیث شریف میں گیہوں - جو - سونا - چاندی - نمک - کھجور میں سود کی ممانعت فرمائی گئی ہے - احکام شرعیہ چونکہ عام ہوتے ہیں۔ اسلیے باستثنا اہل ظاہر علما کا اتفاق ہے کہ ممانعت ربا کی کوئی علت ہے جس شے میں وہ علت پائی جائیگی - وہاں ربا کی حرمت ثابت ہو جائیگی۔ اشیاء مذکورہ میں قدر (کیل اور وزن) جنس مزا قیمتی ہونا غذا ہونا قابل ذخیرہ (دیرپا) ہونا چند امور علت ہونیکی صلاحیت رکھتے ہیں - امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قدر اور جنس کو اور امام شافعی علیہ الرحمۃ نے مزا اور قیمتی ہونے کو اور امام مالک علیہ الرحمہ نے غذا ہونے اور قابل ذخیرہ ہونے کو اپنے اپنے اجتہاد سے علت قرار دیا ہے۔

تنقیح مناط اور تخریج مناط میں صرف اتنا فرق ہے کہ تنقیح مناط میں جو چند امور پائے جاتے ہیں اُن میں علت ہونیکی صلاحیت صرف کوئی ایک امر رکھتا ہے جسکو ہر مجتہد اپنے اجتہاد سے پہچانکر معین کر دیتا ہے اور تخریج مناط میں وہ کل امور علت ہونیکے قابل ہوتے ہیں ان میں سے مجتہد کسی کو ترجیح دیکر علت قرار دیتا ہے ان دونوں میں باہم مجتہدین میں اختلاف و مزاحمت ہوتی ہے۔

اور ملاحظہ فرمائیے حدیث میں ہے کہ نماز کی کنجی وضو ہے اور تکبیر سے دنیاوی امور حرام ہو جاتے ہیں اور تسلیم سے دنیاوی امور حلال ہو جاتے ہیں یعنی اللہ اکبر کہکر حریم نماز میں داخل اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہکر نماز سے خارج ہونا لازم ہے - قابل غور یہ امر ہے کہ مدار حکم یہ الفاظ مخصوصہ ہیں یا کچھ اور - اکثر ائمہ نے مدار حکم ان الفاظ مخصوصہ کو سمجھا اور کہا کہ اللہ اکبر کہکر نماز میں داخل ہونا اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہکر خارج ہونا رکن نماز ہے مگر امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی فقاہت نے اس حدیث سے متجاوز ہو کر دوسرے نصوص و قواعد کو بھی مد نظر رکھکر فرمایا کہ مدار حکم یہ الفاظ مخصوصہ نہیں بلکہ نماز کی ابتدا

ذکر مشعر بہ تعظیم خداوندی سے ہو اور انتہا پر مصلی اپنے اختیار سے نماز سے خارج ہو۔ پس ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کرنا اور آخر میں باختیار خود نماز سے باہر آنا فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عظمت زبان سے بیان کرنا ایک مفہوم کلی ہے جسکے بہت سے افراد ہو سکتے ہیں۔ ایسے ہی باختیار خود نماز سے باہر آنا بھی ایسا مفہوم ہے جسکے بہت افراد ہو سکتے ہیں اور متعدد صورتوں میں پایا جا سکتا ہے۔ پس اُسکی متعدد صورتوں میں سے کسی ایک صورت کو فرض اور رکن نماز قرار دینا مستبعد معلوم ہوتا ہے۔ ہاں چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اللہ اکبر کہکر نماز شروع فرمائی ہے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ پر ختم کی ہے اسلئے اِن دونوں کو شیخ ابن ہمام رحمہ نے واجب قرار دیا ہے اگرچہ مشہور بین الفقہاء یہ ہے کہ تکبیر سنت موکدہ اور تسلیم واجب ہے۔ اللہ اکبر کہنے میں ذکر مشعر بہ تعظیم الٰہی موجود ہے ایسے ہی السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہکر نماز کو ختم کرنے میں باختیار خود نماز سے باہر آنا پایا جاتا ہے اور کلی اپنے جزئیات میں جلوہ گر ہے۔

علیٰ ہذا القیاس بہت سی مثالیں ہیں کہ جن سے امور مذکورہ کی توضیح اور تنقیح و تخریج مناط میں فقہا کے اجتہاد کی نیرنگیاں معلوم ہوتی ہیں اسوقت اسی قدر پر اکتفا پر قرین مصلحت ہے۔

یہ ہے وہ درایت اور فقاہت جسکی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شرح موطا میں مختلف طور پر متعدد تصویریں دکھائی ہیں اور فقہ جامع کو اختیار کیا ہے چنانچہ آپنے اپنی کتاب الصاف اور عقد الجید میں بوضاحت ثابت کیا ہے کہ اگر کتاب اللہ اور سنت متواترہ میں کسی مسئلہ کی دلیل نہ پائی جائے اور حضرات مجتہدین کو اجتہاد کی نوبت آئے اور اُنکے اجتہادی اقوال میں باہم مخالفت ہو تو وہ سب حق ہیں کسی ایک کو حق اور ما بقی کو باطل سمجھنا جمود اور جہل ہے ہاں کسی ایک کو عمل کرنے کیلئے ترجیح دینا ضروری اور لازمی ہے مجتہدین کے یہ فروعی اختلافات اختلاف امتی رحمۃ میں داخل ہیں۔ رہی یہ بات کہ اقوال مختلفہ میں مطابق نفس الامر کوئی ایک ہی قول ہوگا بالکل صحیح ہے مگر جس مبحث میں ہم کلام کر رہے ہیں وہ اس سے خارج اور نصوص شرعیہ سے موئد ہے اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کی مثالیں پیش کی ہیں اور اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا ہے ہاں اگر کوئی دلیل قاطع موجود ہو تو وہاں نہ اجتہاد کی ضرورت ہے اور نہ وہ موقع اجتہاد ہے ایسی صورت میں اگر علماء کا اختلاف ہو تو حق وہ ہی ہوگا جو دلیل قاطع کے موافق ہو۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حکم شرعیہ اور عقائد میں بھی متعدد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جو آنے والی نسلوں کے لئے چراغ ہیں منجملہ اُنکے حجۃ اللہ البالغہ تفہیمات الالٰہیہ خیر کثیر وغیرہ میں ان میں جو جواہرات کوٹ کوٹ کر بھرے گئے ہیں وہ دیکھنے سے ہی تعلق رکھتے ہیں جو علمی دقائق و نکات ان میں ودیعت ہیں وہ اہل علم کے لئے مسیحا و خضر سے کم نہیں۔

آپ کے بعد آپکا فیض جانشین ہوا اور قسام ازل نے اُسکو آپکی اولاد و احفاد پر یکے بعد دیگرے تقسیم کیا اور اُسکا تعدیہ روز افزوں ترقی کے ساتھ عالم میں عموم اور تکثر کے ساتھ محسوس ہونے لگا جس سے یہ اُمید نہایت قوی ہوگئی۔

تاقیام عالم اُسکے اثار و انوار رہنمائے اہل عالم رہینگے فَلِلّٰہِ الْحَمْد۔

آپ کی اولاد میں حضرت شاہ عبد العزیز صاحب و شاہ رفیع الدین صاحب و شاہ عبد القادر صاحب قدس اسرارہم اُس دولت لازوال کے وارث ہوئے اور اُس گنجینہ علوم کی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔ ان حضرات کے وصال کے بعد حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب و حضرت شاہ محمد اسمٰعیل صاحب شہید کے سر احیائے سنت و اماتت بدعت کا سہرا رہا تعلیم و تربیت خلق اللہ میں جو رنگ تھا اُسمیں صبغۃ اللّٰہی رنگ آمیزیاں آشکارا تھیں۔ اِن دونوں صاحبوں کے فضل و کمال کا سُراغ اِس سے ملسکتا ہے کہ فرط مسرت سے حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان پر قرآن پاک کی یہ آیت جاری ہو جایا کرتی تھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَھَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ (سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جسنے مجھے بوڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحٰق عطا کئے۔) آیت میں لفظ اسمٰعیل کی تقدیم سے واقفان حال پر جو کیفیت طاری ہوئی ہوگی وہ زبان سے کہنے کی بات نہیں ہے۔

حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے درس حدیث میں اپنے آپکو وقف کر دیا اور العلماء ورثۃ الانبیا کا سچّا منظر اہل عالم کے روبرو پیش کر دیا اور آپکے درس کو بازگشت خلائق اور مرجع انام ہونے کا خلعت قبول نصیب ہوا ہندوستان میں حدیث کا دریا بہا دیا۔

حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خدمت دوسرے طرز سے ادا ہوئی آپنے سُنت مردہ کے احیا میں عیسیٰ نفسی کے جوہر دکھائے توحید و رسالت کے اثبات شرک و بدعت کے ابطال میں متعدد

کتابیں تصنیف فرمائیں اور جان عزیز کو راہ مولیٰ میں نثار کردیا۔ اور حیات جاوید میں حصہ لیا۔

حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہمارے شیخ المشایخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تلمذ اور تکمیل علوم دینیہ کی فرمائی۔ بالخصوص حدیث میں حق تعالیٰ نے وہ کمال اور شان قبول عنایت فرمائی کہ اپنے زمانہ میں آپ پر مدار روایت ہوگیا۔ اس تاباں خدمت کے صلہ میں سرکار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے خلعت قرب عطا ہوا ہندوستان کو خیر باد کہکر آپ نے مدینہ طیبہ (زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً) کو ہجرت فرمائی اور خدمت حدیث میں اپنے آپ کو وقف کردیا اور عالم مدینہ کہلائے اہل عرب نے بھی آپکی شاگردی کو فخر سمجھا۔ خدا تعالیٰ کی قدرت کی نیرنگیاں ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مدینہ طیبہ (زادہا اللہ شرفاً و تکریماً) بولاکر علوم کا خزانہ عنایت فرمایا اور ہندوستان میں اسکی تقسیم کا حکم ہوا اور حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہندوستان میں اسکی ارث ملی اور مدینہ طیبہ میں اسکی تقسیم کرائی۔

حضرت شاہ صاحب کی ہجرت کے بعد اس خدمت کے اہل آپ کے ارشد تلامذہ ہو جو آپ کے بعد اس گدی کے مالک اور اس دولت کے وارث ہوئے۔ اس دار العلوم کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے دار العلوم کے سرپرست حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ باشارات غیبی تصنیف کی طرف متوجہ ہوئے معارف و حقایق اور فقہیات میں اچھا ذخیرہ جمع فرماگئے۔ مخالفین اسلام مادہ پرست۔ دہریوں کی دھجیاں اوڑادیں اور وہ کتابیں تصنیف فرماگئے کہ آج انکی بدولت بہت سی مشکلوں کا خاتمہ ہوگیا۔ اس زمانہ میں ایسے باکمال کا وجود باجود اہل زمانہ کی سعادت اور خوش قسمتی ہے گو آج آپ دنیا میں نہیں مگر آپکی تصانیف علمی مشکلات کے حل کرنیکے ذمہ دار ہیں۔ ہائے میں نے ایک قصیدہ آپکی منقبت میں لکھا تھا جسکا مطلع حسب ذیل ہے:۔

قفا یا صاحبی علی الدیار	فمن داب الشجی هوی ازدیار
ذرا دیبن میں ٹھیرا ے ہمنشیں کیا ایسی عجلت ہے	زیارت کوئے جاناں کی دل غمگیں کی عادت ہے

حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خدمت حدیث میں عمر کو وقف کردیا تحدیث کا

جو دلفریب طرز آپ کو عطا ہوا تھا اُسکی نظیر کا عالم میں ملنا مشکل ہے۔ تحدیث کے ساتھ فقاہت کا بھی وہ حصہ آپکو ملا تھا کہ آپ اپنے زمانہ کے ابوحنیفہ تھے اس بدعت پسندی اور ہوا پرستی کے زمانہ میں کہ حق کے ساتھ باطل کی آمیزش کے کوئی حد باقی نہیں رہی آپنے دودھ سے پانی کو جدا کر دکھایا فتاوے کی اسقدر کثرت اور بھرمار تھی کہ آج ہندوستان میں کوئی دارالافتا ایسا وقیع نظر نہیں آتا۔

یہ دونوں بزرگ ہمارے امام ہیں اصول میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور فروع میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے لئے ایسا دستور العمل بنا کر دیگئے ہیں کہ اگر ہمنے اُسپر عمل کیا تو ہمارے لئے کافی ہی اور کسی مشکل اور صعوبت سے ہمکو ہراس نہونا چاہیئے۔

یہ دارالعلوم جسمیں آپ تشریف فرما ہیں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی فرزند ہے اور آپکے جگر گوشہ حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب (مہتمم) کا حقیقی بھائی ہے۔ جب ہندوستان میں دہریت کا آغاز ہوا اور حق و باطل میں جنگ ہونے لگی تو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مدرسہ قایم کیا اور اس علمی نہر سے ہزاروں تشنہ لب سیراب ہوئے اور انشاء اللہ تعالیٰ تا قیامت ہوتے رہینگے آج ہندوستان بلکہ دوسرے ملکوں میں اسکا فیض آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہی اور کوئی اس کا انکار نہیں کرسکتا۔

اس دارالعلوم کی غایت و غرض حقیقی درس حدیث و فقہ حدیث ہے دوسرے علوم بھی ضروری تسلیم کئے گئے ہیں مگر وہ دارالعلوم کی اصلی غرض نہیں ہیں بقدر ضرورت اُنکی طرف توجہ کیجاتی ہی اور جو فنون بیکار اور رائیگاں ہیں اُن میں تضیع اوقات کو مضر سمجھا جاتا ہے چنانچہ حضرت مولانا مولوی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک زمانہ میں فلسفہ قدیم کی تعلیم کو روکدیا تھا۔

مولانا۔ ہمارے ان مشایخ کا حدیث اور فقہ حدیث میں ایسا معتدل طریق ہی کہ نہ اُس میں افراط ہے نہ تفریط تشدد ہے نہ تساہل آپکو معلوم ہے کہ ائمہ اربعہ اکثر اصول اربعہ کی پابندی کو ملحوظ رکھتے ہیں مثلاً امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اہل مدینہ کے عمل کی اقتدا کرتے ہیں اور بعض اوقات حدیث مرفوع پر اُسکو ترجیح دیتے ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہر باب میں صحیح حدیث سے استدلال کرنا ضروری جانتے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حدیث اصح اور صحیح اور ضعیف سے کہ جسکا ضعف کم درجہ کا ہو استدلال کرتے ہیں اور آپنے اپنی مسند میں بھی یہی طریق اختیار فرمایا ہی کہ ہر قسم کی احادیث روایت فرمائی ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان سب اقسام حدیث کو قابل استدلال سمجھتے ہیں اور بصورت اختلاف ایک محمل پر انکو جمع کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حنفیہ کو تاویلات کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے اور شوافع کے ہاں راویوں پر جرح کی بھرمار ہی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہی اوّل وہ شخص ہیں کہ جنہوں نے بلا اعتضاد حدیث مرسل سے احتجاج اور استدلال کو منع فرمایا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قواعد کو اپنا خضر راہ بنایا اور صحیح بخاری جیسے اصح الکتب کی ترتیب میں اسکو ملحوظ رکھا کہ اصح روایات کے ساتھ عمل سلف کی موافقت کو بھی نظر انداز نکیا۔ اور اس کتاب میں کوئی ایسی حدیث نہ لائے کہ ایک دوسرے کے معارض ہو چنانچہ باب کسوف میں دو رکوع والی حدیث پر بس کیا اور اپنے قاعدہ کی پابندی کو مدنظر رکھکر تین اور چار اور پانچ رکوع والی احادیث کی طرف توجہ نہ کی۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ثقاہت رواۃ پر بھروسہ کیا اور باب کسوف میں تین اور چار رکوع والی احادیث کو بلاکسی تردد اور تامل کے اخراج کیا اور پانچ رکوع والی حدیث کو بھی جو حضرت امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ تعالی پر موقوف ہے صحیح مسلم میں داخل کر دیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خوب تنقیح وتحقیق کے اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قاعدہ کی پابندی کی۔

ہر گلے را رنگ و بوے دیگر است

ہمارے مشائخ ان تمام طریقوں کو ملحوظ رکھکر بمصداق خیر الامور اوساطہا توسط کو اختیار کرتے ہیں اور تشدد وتساہل سے گریز کرتے ہیں اور جو احادیث کہ باہم متعارض ہیں اور دوسرے علماء کو سوائے اسکے کہ ایک کو چھوڑ کر ایک کو اختیار کریں اور کوئی دوسری تدبیر نہیں بن پڑتی ہمارے مشائخ انکی ایسی توجیہ بیان کر دیتے ہیں کہ ہر منصف کو اسکے قبول سے اعراض نہیں ہو سکتا دل چاہتا ہے کہ اس موقع پر اسکی ایک دو مثال عرض کردوں۔

مثال اوّل حدیث قلتین

مولانا پانی کی طہارت کا مسئلہ علماء میں ایک معرکۃ الآرا مسئلہ ہے حدیث قلتین کو شوافع معمول

ٹھیراتے ہیں اور دوسری احادیث سے سروکار نہیں رکھتے ہمارے مشائخ اُسکے تمام طرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسی توجیہ کردیتے ہیں کہ تعارض کا نام باقی نہیں رہتا۔ یوں فرماتے ہیں کہ:۔

یزید بن زریع۔ کامل بن طلحہ ابراھیم حجاج ھدبۃ من خالد وکیع یحیی بن حسان کی روایت میں۔ اذا بلغ الماء قلتین او ثلاثا لم یحمل الخبث (جب پانی دو یا تین قلہ ہو تو ناپاک نہیں ہوتا) ہے دو یا تین کا لفظ کھلی ہوئی دلیل ہے کہ یہ تحدید شرعی نہیں ہے بلکہ تخمین اور اندازہ ہے کہ دو یا تین قلہ پانی ہوگا تو ایک طرف سے دوسری طرف اثر نجاست کا نہوگا اور یہ امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف و امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کا اصل مذہب ہے کہ اگر پانی اسقدر ہو کہ اوسمیں اثر نجاست کا ظاہر نہو اور ایک طرف سے دوسری جانب نہ پہونچے تو وہ وقوع نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا چنانچہ شیخ ابن ہمام اور شیخ ابن نجیم نے تصریح کی ہے۔ جب حدیث قلتین کا محمل متعین ہوگیا تو جو احادیث اسکی معارض تھیں وہ اپنی حال پر باقی رہیں۔ مثلاً ٹھیرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنیکی ممانعت کی حدیث۔ اور سوکر اوٹھنے والے کو پانی میں ہاتھ ڈالنے کی ممانعت کی حدیث۔ اور کتے کے برتن میں موہنہ ڈالنے سے اوس برتن کو دہونیکی حدیث توجیہ مذکور پر یہ تمام اپنے اپنے محمل پر قابل عمل ہیں۔

دوسری مثال احادیث قرأت خلف امام

سادات حنفیہ امام کے پیچھے قرأت فاتحہ کے قائل نہیں ہیں اور اس بات میں اونکا متمسک آیت قرآنی اور احادیث نبوی ہیں حنفیہ ترک قرأت پر اول آیت اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون (جب قرآن پڑھا جائے تو اُسکو کان لگا کر سنو اور چپ رہو) سے استدلال کرتے ہیں اس آیت کے شان نزول کے متعلق مختلف روایات ہیں اور انمیں کوئی صحیح نہیں تو بقاعدہ شرعی اعتبار عموم الفاظ کا ہوگا اور یہ آیت قرآن کے پڑھنے کیوقت کچھ پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے اور نیز امام بیہقی نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ علماء کا اتفاق ہے اسپر کہ یہ آیت نماز میں قرأت کرنے کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ لاریب کہ امام احمد اور علما کا یہ فیصلہ بحق حنفیہ ہے۔

بعد ازاں حدیث اذا قرأ فانصتوا (جب امام پڑھے تو تم چپ رہو) ہے یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے امام احمد بن حنبل۔ اونکے شاگرد ابوبکر اثرم نے اسکی تصحیح کی پھر امام مسلم نے اس حدیث کے دونوں طریقوں کی تصحیح صحیح مسلم میں کی۔ ان کے بعد ابن خزیمہ حافظ ابوجعفر بن جریر طبری حافظ ابوعمر بن عبد البر

حافظ ابن حزم اندلسی ظاہری حافظ زکی الدین عبد العظیم منذری نے اس حدیث کو صحیح کہا اور بالآخر خاتم الحفاظ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں نہایت زور سے تصحیح کی ان جلیل القدر علماء کی تصحیح کے بعد کیا کوئی اسکی صحت کا منکر ہو سکتا ہے۔

پھر حدیث من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ (جسکا امام ہو تو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہی) سے استدلال کرتے ہیں۔ اس حدیث کے طرق بکثرت ہیں بعض صحیح ہیں بعض حسن بعض ضعیف ہیں شیخ ابن ہمام فتح القدیر میں بحوالہ مسند احمد بن منیع اسکو نقل کیا ہے اور نہایت زور دیکر اسکی تصحیح کی ہی چنانچہ سند اسکی بخاری ومسلم کے شرط کیموافق ہی اور ابتک اسمیں کوئی علت معلوم نہیں ہوئی وہ سند یہ ہے۔ اخبرنا اسحٰق بن یوسف الازرق قال حدثنا سفیان وشریک عن موسیٰ بن عائشہ عن عبد اللہ بن شداد عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ ۔ حدیث کی صحت وضعف کا مدار رواۃ پر ہے جب اسکے راوی بخاری ومسلم کے راوی ہیں تو فرمائیے کیوں اسکو صحیح نہ کہا جائے اور نیز ترمذی شریف میں ایک موقوف اور دوسری کتب میں ایک مرسل حدیث اسکے موافق ومعاضد ہیں الحاصل اسکی صحت میں کوئی کلام اور شک نہیں ہے۔ اسنادی وظاہری صحت کے بعد معنوی صحت کا یہ حال ہی کہ صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت وامام مالک امام احمد امام ابو حنیفہ وغیرہم نے اسپر عمل کیا ہی اب ان احادیث کی صحت میں کیا کلام ہو سکتا ہی اور اسکی جرح وقدح کیا اثر رکھتی ہے مفترضین قرأت فاتحہ خلف امام جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اسکی توجیہ ہمارے شیخ المشائخ مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو کی ہی اسکو بھی ملاحظہ فرمائیے آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی وہ حدیث جسکی سلسلہ اسناد میں محمد بن اسحٰق واقع ہیں اور جسکے الفاظ ہیں لعلکم تقرأون خلف امامکم قالوا نعم یا رسول اللہ نہذ ہذا قال فلا تفعلوا الا بام القراٰن (شاید تم اپنے امام کے پیچھے پڑھتے ہو لوگوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ہم جلدی جلدی پڑھ لیتے ہیں تو آپنے فرمایا کہ بجز سورہ فاتحہ اور کچھ نہ پڑھا کرو) یہ حدیث قرأت فاتحہ خلف امام کی وجوب کے دلیل نہیں ہو سکتی بلکہ غایت ما فی الباب یہ ہے کہ اباحت کی دلیل ہو سکتی ہی کیونکہ اس حدیث سے بصراحت یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کے پڑھنے سے آپ پر قرأت دشوار ہوئی جب آپنے نماز سے فارغ ہو کر دریافت فرمایا کہ شاید تم میرے پیچھے پڑھتے ہو تو معلوم ہوا کہ انکا پڑھنا آپکے بغیر اجازت تھا ورنہ آپ یوں ہرگز نہ فرماتے پھر انکا جواب میں یہ کہنا کہ ہم جلدی جلدی پڑھ لیتے ہیں اسیطرف مشیر ہے کہ انکو سورہ فاتحہ کی قرأت میں شغف تھا کیونکہ اسکے فضائل بکثرت سن چکے تھے اور بعض کو اسکی ممانعت کی اطلاع نہ ہوئی تھی آپنے

انکی اس صنیع کو ملاحظہ فرما کر اس خیال سے کہ سورہ فاتحہ کو نماز سے مناسبت تام ہی کہ ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے اور اسکا پڑھنا نماز کے لیے ستعین ہو چکا ہے کہ امام و منفرد کی نماز بدون اسکے پڑھے نہیں ہوتی تو کم سے کم اسکا اثر مقتدی کے حق میں اباحت ہو حنفیہ عدم وجوب قرات فاتحہ میں متفق اور اوسکی کراہت و اباحت میں باہم مختلف ہیں کہ بعض کراہت اور بعض اباحت قائل ہیں۔

مسئلہ رفع یدین اور جہر آمین ہمارے مشایخ کی تحقیق یہ ہے کہ رفع یدین اور ترک رفع یدین جہر آمین اور اخفائے آمین دونوں احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں ترک رفع یدین اور اخفای آمین کی صحیح حدیث ابو داؤد میں موجود ہے ترک رفع یدین حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے ثابت ہی اخفای آمین صحابہ کرام کی ایک جماعت اور بہت سے سلف سے ثابت ہو دونوں امر سنت ہیں کسی جانب کو ترجیح دیکر اوسپر عمل کرلینا کافی ہے۔ یہ ہے طریقہ ہمارے مشایخ کا نہایت آسانی سے احادیث کو جمع کر لیتے ہیں اور تشدد و تساہل کو برا جانتے ہیں۔

مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ اور آپکی یادگار آپکی جانشین ہمارے شیخ محدث حضرت مولانا مولوی **محمود حسن** صاحب صدر المدرسین دار العلوم دیوبند ہیں آپ کے ہزاروں شاگرد ہیں اور اس ملک میں آپ پر مدار اسناد ہے آپ اپنے مشایخ کے طریق حق پر مستقیم ہیں اور جو کمالات حق تعالیٰ نے آپ کو عنایت کئے ہیں انمیں سے ایک یہ ہے کہ روایات متعارضہ میں توفیق دینے میں آپکو ملکہ تام ہے اور مشکلات حدیث کا حل کرنا تو آپ کا حصہ ہے اور باقی قصہ ہے مشتی نمونہ کے طور پر ایک واقعہ عرض کرتا ہوں کہ آپنے فرمایا کہ کسوف کی نماز میں تعدد رکوع جو احادیث میں مذکور ہے وہ آپکے ساتھ مختص ہے کسی خاص وجہ سے آپ نے ایسا کیا لیکن امت کو آپنے ایک ہی رکوع کی ہدایت کی چنانچہ فرمایا صلوا کاحدث صلوۃ صلیتموھا من المکتوبۃ (جو فرض نماز کہ تم عنقریب پڑھ چکے ہو اُس جیسے نماز پڑھو) یعنی جب نماز کسوف کا امر فرمایا تو صبح کی نماز سے اُسکو تشبیہ دی کہ جو نماز تم اس سے پہلے پڑھ چکے ہو یعنی صبح کی ایسے ہی کسوف کی نماز پڑھو اور معلوم ہے کہ نماز فجر میں ایک رکوع ہر رکعت میں ہوتا ہے میں نے عرض کیا کہ سادات شافعیہ تو اس تشبیہ کو عدد رکعتیں پر حمل کرتے ہیں وحدت رکوع پر حمل نہیں کرتے تو فرمایا کہ بھائی یہ تو بدیہی کو نظری بنا دینا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رؤس الاشہاد مجمع عام میں کسوف کی نماز میں فقط دو رکعت پر اکتفا کیا تھا اور باوجود عدد رکوع میں مختلف ہونیکے

یہ امر بالاتفاق سبکو تسلیم تھا کہ آپ نے صرف دو رکعتیں پڑہی ہیں۔ پھر کیا ضرورت ہوئی کہ آنجناب نے عدد رکعات کے بیان کرنیکے واسطے مخاطبین کو صبح کی نماز کا حوالہ دیا۔ حالانکہ محض عدد رکعات کا اظہار تو آپ خود اپنے اوس طرز عمل سے بھی فرما سکتے تھے کہ جو آپ نے ابھی ابھی علی رؤس الاشہاد نماز کسوف میں اختیار کیا تھا پس صبح کی نماز سے تشبیہ دینا محض اسلئے ہے کہ آپ نے متعدد رکوع کسی اور عارض کیوجہ سے کئے تھے اور امت کو آپنے یہی ہدایت کی کہ جو طریقہ نماز کا معروف و مشہور ہے اوسکے موافق کاربند ہوں۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ؁

فہرست چندہ دار الحدیث جو اشاعت القاسم ماہ رمضان تک وصول ہوا

نمبر	نام	رقم	نمبر	نام	رقم
۱	جناب فتحیاب خان صاحب ساکن اولدن ضلع میرٹھ	۸ر	۱۶	ہمشیرہ حافظ محمد عمر صاحب ساکن کٹھور	عمر
۲	صاحبان اہل جسوئی	صہ ر	۱۷	جناب عبد اللطیف خاں صاحب ساکن جسوڑہ متصل "	للعہ ر
۳	جناب مولوی محمد علی صاحب ساکن مئو خاص	عمر	۱۸	جناب نمبردار سید تفضل حسین صاحب ساکن جڑودہ	سے ر
۴	نا معلوم الاسم	۸ر	۱۹	جناب سید محبت علی صاحب "	عقار
۵	جناب منشی محمد سعید صاحب بائی ساکن پالن پور	عقار	۲۰	جناب منشی سید اولاد علی صاحب ساکن "	سے ر
۶	جناب ضیاء الدین صاحب طالب علم مدرسہ فخراء بری بازار	عمر	۲۱	جناب سید سند علی صاحب نمبردار "	عمر
۷	جناب مولوی محمد اسحاق صاحب ساکن کٹھور	عمر	۲۲	جناب حکیم سید حشمت علی صاحب "	عمر
۸	منجانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطیہ مولوی محمد اسحاق صاحب ساکن کٹھور	عمر	۲۳	جناب پیرجی فیروز علی صاحب "	عمر
۹	منجانب والدہ امۃ اللنان عطیہ مولوی محمد اسحاق صاحب	عقار	۳۴	جناب منشی مہربان علی صاحب "	عمر
۱۰	جناب حاجی تفضل حسین صاحب ساکن راندہنہ متصل کٹھور ضلع میرٹھ	عقار	۳۵	جناب حافظ سید یعقوب علی صاحب "	عمر
۱۱	جناب مقدم عمر خاں صاحب ساکن کٹھور	عمر	۳۶	جناب چودہری عنایت خاں صاحب "	عمر
۱۲	جناب سید سجاد حسین خاں صاحب ساکن کٹھور	عمر	۳۷	جناب سید اتمام علی صاحب "	۸ر
۱۳	جناب رحمت اللہ صاحب "	عمر	۳۸	جناب سید منیر علی صاحب "	۸ر
۱۴	جناب منشی عبد القیوم خاں صاحب نمبردار ساکن "	صہ ر	۳۹	جناب سید علی احمد صاحب پٹواری "	۴ر
۱۵	والدہ حافظ محمد عمر صاحب "	عمر	۴۰	جناب حبیب اللہ صاحب فقیر	۴ر
			۴۱	جناب جہانگیر خاں صاحب آہنگر	۴ر

نمبر	نام	رقم
۴۲	جناب ملاں مولابخش صاحب نورباف	۴ر
۴۳	جناب منشی عبدالعلیم صاحب وکیل نگینہ ضلع بجنور	عہ
۴۴	جناب محمد ابراہیم صاحب سہارنپوری	عـہ
۴۵	جناب مولوی خلیل الرحمٰن صاحب از نگینہ ضلع بجنور	صہ
۴۶	جناب حمایت حسین صاحب فیض آبادی محلہ قاضی سرائے	عصہ
۴۷	جناب حافظ عبدالحفیظ صاحب جونپوری	عصہ
۴۸	جناب عبدالرزاق صاحب چوکیدار کٹیسرا	عصہ
۴۹	جناب حاجی محمود علی صاحب ساکن گھوگریکی متصل سہارنپور	عصہ
۵۰	جناب محمد یوسف صاحب دیوبندی	۴ر
۵۱	جناب بدرالدین صاحب ساکن سکندرآباد	۴ر
۵۲	جناب محمد اسمٰعیل صاحب سہارنپوری	عہ
۵۳	جناب احمد عبداللہ صاحب ″	عـہ
۵۴	جناب ذوالفقار صاحب ″	عصہ
۵۵	جناب محمد عارف صاحب ناظر ″	عہ
۵۳	جناب محمد یوسف صاحب	عصہ
۵۴	جناب محمد مرغوب احمد صاحب	عصہ
۵۵	جناب عبدالرحیم صاحب	۸ر
۵۶	جناب ظہور احمد صاحب	عصہ
۵۷	جناب محمد علی صاحب	۸ر
۵۸	جناب شبیر حسن صاحب	عصہ
۵۹	جناب رحیم بخش صاحب	عصہ
۶۰	اخلاص الدین صاحب ساکن کیرانہ	عصہ
۶۱	جناب عبدالمجید صاحب ساکن خورجہ	عصہ
۶۲	جناب خلیفہ کلن صاحب ساکن خورجہ	عـہ
۶۳	جناب منشی محمد اسحاق صاحب ساکن ″	عصہ
۶۴	جناب برکت اللہ صاحب ساکن ″	عہ
۶۵	جناب عنایت اللہ صاحب ″	عصہ
۶۶	جناب حاجی عبداللہ صاحب و مشیت اللہ صاحب ساکن خورجہ	عـہ

نمبر	نام	رقم
۶۷	جناب امیر احمد صاحب سہارنپوری	۴ر
۶۸	جناب حافظ محمد اسمٰعیل صاحب دیوبندی	عہ
۶۹	جناب ناظر حسن صاحب ساکن پور قاضی	عصہ
۷۰	جناب محمد ایوب صاحب مرادآبادی	عصہ
۷۱	جناب حاجی صاحب و والدہ خان صاحب بھوگانوں ضلع مینپوری	عہ
۷۲	جناب پیر صاحب مدراس	عصہ
۷۳	جناب حافظ مختار احمد صاحب ساکن پور قاضی	عصہ
۷۴	میاں حاجی محمد اسمٰعیل صاحب ″	عصہ
۷۵	جناب قاری عبدالوحید صاحب	عصہ
۷۶	جناب مولوی عبدالکبیر صاحب جونپوری	عـہ
۷۷	جناب حاجی ابوالبشر صاحب ″	عـہ
۷۸	جناب مولانا اشرف علی صاحب و جناب عبدالرحیم صاحب غمرپوری	صہ
۷۹	جناب محمد نذیر بالن پوری	صہ
۸۰	والدہ مولوی ضیاء الحق صاحب دیوبندی	عصہ
۸۱	جناب مولوی محمد خلیل صاحب چرتھاول سب انسپکٹر	صہ
۸۲	جناب حکیم محمد سعید صاحب دیوبندی	صہ
۸۳	نامعلوم الاسم	صہ
۸۴	جناب محمد یونس صاحب ساکن بڈھانہ	صہ
۸۵	جناب حاجی مرتضیٰ علی خاں صاحب مرادآبادی	عـہ
۸۶	جناب مولوی یوسف صاحب مدرس مدرسہ نگہرہ	صہ
۸۷	جناب حکیم سید خورشید حسن صاحب ساکن نگہرہ	صہ
۸۸	جناب سید خورشید حسن صاحب نمبردار نگہرہ	عـہ
۸۹	جناب حاجی مستقیم خاں صاحب رئیس حسنپور ضلع مرادآباد	عـہ
۹۰	جناب مولانا ابوالحسن صاحب تاج محمود صاحب امروٹ گدی لسین ضلع سکھر سندھ	عـہ
۹۱	جناب حافظ عبداللہ صاحب رئیس بگراسی ضلع بلندشہر	عہ
۹۲	جناب نور احمد خاں صاحب ساکن ″ ″	عہ
۹۳	جناب مولوی علیم اللہ خاں صاحب رئیس چندیانہ	۱۵ا

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم

رجسٹرڈ نمبر اے ۵۲۳

القاسم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

علمی - مذہبی - اخلاقی - تمدنی - تاریخی - ماہوار رسالہ

نمبر ۴ بابت ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۱ھ جلد ۳

خاکسار حبیب الرحمن مدیر رسالہ

نے

مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند سے شائع کیا

اور

مطبع قاسمی واقع مدرسہ اسلامی عربی دیوبند میں اپنے اہتمام سے طبع کیا

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۰ھ

مطابق ماہ نومبر ۱۹۱۲ء

جو حضرت مولانا محمود حسن صاحب و حضرت مولانا اشرف علی صاحب

اور

حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ دیوبند

کی سرپرستی میں شائع ہوتا ہے

اطلاع ضروری

برائے

خریداران القاسم

حضرات ذیل کا سال ذیقعدہ پر ختم ہوگیا۔ لہذا یا تو سال آیندہ کی قیمت بذریعہ منی آرڈر روانہ فرماکر کارکنان دفتر کو مشکور فرمائیں۔ ورنہ ذی الحجہ کا رسالہ بذریعہ ویلو روانہ کیا جائیگا ایسے حضرات کی خریداری کے نمبر درج کردئے گئے ہیں لہذا اپنے نمبر ملاحظہ فرمالیں۔ یہ خیال رہے کہ ۵۲۳ خریداری کا نمبر نہیں۔ ۸۲۱ و ۸۷۰ و ۸۸۱ و ۸۹۰ و ۸۹۲ و ۸۹۳ و ۸۹۷ و ۹۱۲ و ۹۱۵ و ۹۱۶ و ۹۳۲ و ۹۳۸ اور اگر کسی صاحب کو آیندہ خریداری منظور نہو تو دفتر میں ایک کارڈ کے ذریعہ سے مطلع فرمائیں تاکہ وی۔پی واپس آنے سے دفتر کا نقصان نہو۔

المشتہر سعید احمد دفتر القاسم دیوبند

ہلال احمر
کے متعلق
علمائے اسلام کا فتویٰ

۱۸۹۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً عثمانیہ سلطنت دنیا میں مسلمانوں کی بڑی سلطنت ہے، جو محافظ حرمین شریفین ہونیکی وجہ سے مسلمانانِ عالم کی ہمدردی کی مستحق ہے۔ اسوقت اس سلطنت کو بلقان میں ایک سخت خونریز جنگ سے سابقہ پڑا ہے جسمیں مجروحوں اور شہیدونکی مقدار بہت زیادہ ہوگی۔

تمام مہذب سلطنتیں مجروحونکی مرہم پٹی اور شہیدونکے پس ماندہ یتیم اور بیوہ کی امداد کیلئے خیراتی چندہ دینا انسانی فرض خیال کرتی ہیں مسلمانوںمیں قسطنطنیہ سے لیکر ہندوستان کے چھوٹے بڑے تک اس مطلب کیلئے جسقدر انجمنیں روپیہ جمع کر رہی ہیں سب ہلال احمر کہلاتی ہیں۔

ہلال احمر قسطنطنیہ کے صدر حسین حلمی پاشا ہند کے تمام مسلمانوں سے ہلال احمر کیلئے چندہ مانگ رہے ہیں۔ ۲۸ اکتوبر کا تار جو انھوں نے کلکتہ دیا اُسکے بعض الفاظ یہ ہیں "ہم مسلمانانِ ہند کی گرم جوشانہ ہمدردی اور خیر خواہی کے پورے طور پر متیقن ہیں۔ اور اسی طرح ہمکو اپنی کثیر التعداد زخمیوں کی راحت کیلئے مالی امداد کا کچھ یقین نہیں محبانِ سلطنت عثمانیہ اور مسلمانانِ انگلستان ہمکو چار شفاخانونکا ضروری سامان بھیج رہے ہیں۔ انجمن ہلال احمر کو امید ہے کہ ہندوستان کے مسلمان بھائی بھی ہسپتالوں کے اخراجات پورے کرنیمیں شرکت کرینگے۔

جنگ طرابلس کے شروع میں ہز ایکسلینسی وائسرائے اسی قسم کے چندونکے متعلق اپنی رضامندی ظاہر کر چکے ہیں" اور بمبئی کے ۲۶ اکتوبر کے جلسہ میں پولیس کمشنر بمبئی جیسا ذمہ دار اظہار ہمدردی کیلئے شریک ہوا اور تین سو روپیہ چندہ دیا۔

ایسے حالات دیکھکر مسلمانوں کو شرعی حکم سے مطلع کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اسلئے علماء اسلام سے عموماً اور علمائے دیوبند سے خصوصاً امید ہے کہ مفصلہ ذیل صورتونکا جواب بنہایت شرح صاف صاف لکھدیں تاکہ تمام مسلمانوں کو اپنے فرض ادا کرنے کی طرف توجہ ہو۔

(الف) ہلال احمر میں چندہ دینا ہر ایک مسلمان کے ذمہ شرعاً کس درجہ ضروری ہے۔

(ب) زکوٰۃ اور صدقات واجبہ اور چرم قربانی ہلال احمر کیلئے کسطرح دئے جاسکتے ہیں۔

(ج) عام مساکین اور محتاج یا علمی تحریکیں (قومی مدارس ہوں یا مذہبی) جہاں تک صدقات وغیرہ مختلف قسم کے چندہ صرف کئے جاتے ہیں ہلال احمر کے مقابلہ میں مستحق سمجھے جائینگے یا نہیں۔

شیخ عبدالرحیم
حیدرآباد سندھ
۲۰ ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۰ھ مطابق ۱ نومبر ۱۹۱۲ء

الجواب

(الف) ہلال احمر یعنی مجروحین اہل اسلام اور انکی بیوگان اور یتیم بچوں کیلئے مسلمانوں کو چندہ دینا اور اپنا مال بھیجکر انکی مدد کرنا فرض ہے خواہ مال سے ہو یا زخمیوں کی مرہم پٹی اور اُنکے کھانے پینے کی خبر گیری سے احادیث معتبرہ کثیرہ اُسکی بابتہ صریح موجود ہیں۔ من انفق نفقة فی سبیل اللہ کتب بسبع مائة ضعف" افضل الصدقات ظل فسطاط فی سبیل اللہ ومنحہ خادم فی سبیل اللہ او طروقة فحل فی سبیل اللہ من ارسل نفقة فی سبیل اللہ واقام فی بیتہ فلہ بکل درھم سبعمائة درھم خلاصہ روایات مذکورہ کا یہی ہے کہ جب دشمن مسلمانوں پر لڑنے کو موجود ہوں اور اُن پر ظلم کرنا چاہیں" تو سب صدقات میں افضل صدقہ یہ ہے کہ ان مسلمانوں کی مدد جس طرح ہوسکے فرض ہے خواہ اُنکو سایہ کیلئے خیمہ دیدے یا خدمت کرنے کو کوئی خادم بھیجدے یا سواری کو اونٹنی دیدے اور ایک درہم سے انکی ہمدردی کریگا تو سات سو درہم کا ثواب ملیگا۔

اس فرض عین ہونیکا یہ مطلب ہے کہ جب تک ترکوں کے پاس ہلال احمر کے مصارف کیواسطے روپیہ کافی نہو جائیگا اُس حد تک یہ فرضیت برابر چلی جائیگی مثلاً مسلمان ہند اگر روپیہ کافی جمع کردیں تو یہ فرضیت آگے کو نہ چلیگی۔ ورنہ اسی طرح شرقاً اور غرباً یہ فرضیت تمام دنیا کے مسلمانوں پر عام ہوگی۔ اب ہندوستان کے مسلمان دیکھ لیں کہ ہلال احمر کو مالی امداد کی حاجت ہے یا نہیں اگر حاجت نہیں ہے تو پھر ہلال احمر کی مالی امداد فرض عین نہ ہوگی اگر مالی امداد کرینگے تو حسب روایات سابقہ ثواب عظیم ہوگا۔ اور نہ کرینگے تو گنہگار نہونگے اور اگر ہلال احمر کو امداد مالی کی حاجت ہے تو جس مسلمان کو یہ خبر پہنچیگی اُسپر فرض عین ہوگا کہ اُن کی اعانت مالی کرے۔ اور سب مسلمانوں پر فرض ہوگا کہ حسب روایات فقہیہ مال اور دعا سے جس طرح ممکن ہو اُنکی اعانت کریں اور جو مسئلہ سے واقف ہیں وہ ناواقفوں کو اس حکم فرض عین سے مطلع کردیں ورنہ گنہگار ہونگے۔

(ب) زکوٰۃ اور صدقات واجبہ مثل صدقة الفطر وغیرہ اور چرم قربانی ان سب کیلئے یہ امر ضروری ہے کہ کسی کو مالک بنادیا جاوے اگر کسی ایسے مصرف خیر میں صرف کئے جاوینگے جسمیں تملیک نہو تو ادا نہونگے مثلاً تعمیر مسجد یا خرید کتب وقفیہ برائے استعمال طلبا اسلئے اُسکی سہل صورت یہ ہے کہ زکوٰۃ وصدقات کسی ایسے حاجتمند کو بطریق تملیک دیدئے جاویں کہ وہ اپنی رضا سے اُنکو چندہ ہلال احمر میں دیدے۔ اور چرم قربانی میں فقیر کی تخصیص نہیں" غنی کو بھی تملیک کرسکتے ہیں چنانچہ جملہ مدارس اسلامیہ میں ان صدقات وزکوٰۃ کو اسی صورت سے صرف کرتے ہیں اور اس ضرورت شدیدہ کی حالت میں یہی امر افضل ہے کہ زکوٰۃ وصدقات کو اس طریقہ سے ہلال احمر کے چندہ میں دیا جاوے

(ج) عام مساکین اور علمی سلسلے خواہ قومی ہوں یا مذہبی اُن سب کے مقابلہ میں اس ضرورت شدید کی حالت میں ہلال احمر بیشک مستحق تر ہے جیسا کہ روایات حدیث اور فقہ سے ظاہر ہوتا ہے اسلئے مسلمانان ہند کو ضروری ہے کہ جبتک ضرورت موجودہ باقی رہے اُسوقت تک صدقات مذکورہ میں چندہ ہلال احمر کو سب موقعوں سے مقدم سمجھیں۔ ہاں کوئی موقعہ فوری ضرورت کا ہو مثلاً کوئی آنکھوں کے سامنے بھوکا مرتا ہو اُسکا استثنا ظاہر ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم ٭ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند ۲۱ ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۰ھ

۷۸۶ جواب عین ثواب ہے اور ب میں جو تملیک کی شرط ہے وہ بہت اہتمام کے قابل ہے اور احقر کا معمول تملیک میں ایک خاص طریق ہے جسکو میں راجح سمجھتا ہوں وہ یہ کہ اول کوئی مسکین کسی سے قرض لیکر چندہ میں دیدے پھر صدقہ دینے والا اپنی رقم اُسکو تملیک حقیقی دیدے اور پھر وہ مسکین اُس سے اپنا قرض ادا کردے تو اس طریق سے حیلہ کا بھی ارتکاب کرنا نہیں پڑتا۔ اشرف علی ۲۲ ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۰ھ

الجواب صحیح
عبدالرحمن کان اللہ لہ
ولوالدیہ والجمیع المومنین
مدرس امروہہ۔

الجواب صواب
احقر محمود حسن سہسوانی
مدرس شاہی مسجد
مراد آباد

الجواب حق لاریب فیہ
محمد احمد مہتمم مدرسہ دیوبند

الجواب صواب
محمد انور کشمیری عفا اللہ عنہ
مدرس مدرسہ اسلامیہ دیوبند

الجواب صحیح
شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب حق صریح
بندہ محمود عفی عنہ دیوبندی

الجواب صحیح
بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ
خادم طلبہ مدرسہ عربیہ دیوبند

الجواب صحیح
خلیل احمد عفی عنہ
مدرس مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح
عبیداللہ ناظم
جمعیۃ الانصار دیوبند

مجروح اور بیکس ترکوں کیلئے

چرم قربانی کی ضرورت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسوقت میں ہندوستان کے اس سرے سے اس سرے تک عامۂ مسلمانوں کو یہ بات محسوس ہو چکی ہے کہ مجروح اور بیکس ترکوں وغیرہ مسلمانوں کی امداد تمام ضرورتوں پر مقدم ہے ۔ ہند کے نامور علماء دین بھی فتویٰ دیچکے ہیں کہ ہلال احمر یعنی مجروحین اہل اسلام اور انکی بیوگان و یتیم بچوں کیلئے جب تک ضرورت باقی ہے ہر مسلمان کے ذمہ امداد فرض ہے ۔ اور زکوٰۃ واجبہ ۔ چرم قربانی ۔ اور صدقات نافلہ کا چندہ ہلال احمر میں دیدینا سب موقعوں سے خواہ مدارس اسلامیہ ہوں یا کوئی اور موقعہ مقدم ہے ۔

بنابریں ہم مسلمانوں کو چند ضروری باتوں سے آگاہ کرنا لازم جانتے ہیں تاکہ مسلمان غفلت و سہل کاری میں اسوقت کو ضائع نہ کردیں ۔

۱ ۔ ہر ایک مسلمان کے ذمہ واجب ہے کہ حسب استطاعت اپنے راس المال میں سے اپنے اوپر تنگی اٹھا کر اور اپنے روزمرہ ضروریات میں اختصار کرکے ہلال احمر میں چندہ دے ۔

۲ ۔ زکوٰۃ واجبہ کا روپیہ بھی اس مصرف میں دیا جائے ۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ ایسے شخص کی ملک میں دیدیا جائے جسپر زکوٰۃ واجب نہیں تاکہ وہ شخص اپنی طرف سے اس روپیہ کو ہلال احمر میں داخل کردے ۔

۳ ۔ قربانی کا وقت قریب آگیا اور بہت سے لوگ جنپر قربانی واجب ہے ۔ صرف قدر واجب پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ بہت سی زائد قربانیاں منجانب اساتذہ و مشائخ ۔ یا اپنے والدین و دیگر اعزہ کی طرف سے کرتے ہیں ۔ ایسے حضرات کو چاہیئے کہ صرف اوسقدر پر کفایت کریں جسقدر انکے ذمہ واجب ہے باقی قربانیوں کی قیمت انھیں کیطرف سے جنکے نام سے قربانی کرتے ہلال احمر میں دیدی جا‌ئے بہت سے ایسے بھی ہیں جنکے ذمہ قربانی واجب نہیں ہے اور وہ محض بغرض حصول ثواب کردیتے ہیں ایسے حضرات بالکل قربانی نہ کریں اور جس روپیہ سے قربانی کرتے اسکو اس چندہ میں دیدیں ۔

۴ ۔ قربانی کی کھالیں تمام تر اس چندہ میں دینی چاہئیں ۔ اسوقت کسی اور مصرف میں انکو صرف کرنا نہیں چاہیئے اکثر جگہ سے چرم قربانی مدارس اسلامیہ کی امداد میں دیا جاتا ہے لیکن اسوقت کسی جگہ نہ دینا چاہیئے بلکہ صرف ہلال احمر میں دینا چاہیئے

البتہ چرم قربانی کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ کسی کی ملک میں دیدیا جائے خواہ وہ شخص غنی ہو یا فقیر اور وہ شخص اپنی طرف سے اوسکو ہلال احمر میں داخل کردے۔

۵۔ اسوقت یہ سوال بھی کیا جاتا ہے کہ جن لوگوں پر قربانی واجب ہے وہ قربانی بالکل نکریں بلکہ اوسکی قیمت ہلال احمر میں بھیجدیں لیکن یہ سوال بے محل ہے شریعت اسکی اجازت نہیں دیتی کہ قربانی واجب کو ترک کردیا جائے تمام مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنی تمام تر ہمت اسطرف مبذول کرکے ہر ہر جگہ سے چرم قربانی اور زکوٰۃ وغیرہ کا روپیہ انہیں شرائط کے ساتھ جو ذکر ہو چکے ہیں فراہم کرکے جسقدر جلد ممکن ہو ایسے موقعہ پر بھیجدیں جہاں سے باسانی منزل مقصود کو بھیجا جاوے۔ بہت ممکن ہے کہ ہر جگہ ایسے لوگ بہم نہ پہنچ سکیں جو احتیاط کے ساتھ ان شرائط کیموافق اس روپیہ کو ہلال احمر میں دے سکیں۔

انکی آسانی کے لئے اور نیز اُن لوگونکی آسانی کیلئے جنھیں قسطنطنیہ تک ارسال زر کا قابل اطمینان طریقہ معلوم نہو۔ جناب مہتمم صاحب مدرسۂ عالیہ دیوبند نے انتظام کرلیا ہے۔ کہ زکوٰۃ و چرم قربانی اور اس قسم کی جسقدر رقوم موصول ہونگی انہیں حسب شرائط مذکورہ نہایت احتیاط کیساتھ جلد سے جلد بہ معتمد طریقہ سے قسطنطنیہ پہنچا دینگے۔ اسلئے ایسے اصحاب اپنا روپیہ یا چرم جناب مہتمم صاحب مدرسۂ عالیہ دیوبند کے نام بھیجدیں۔

۶۔ تمام مسلمانوں کے ذمہ واجب ہے کہ اس مضمون کی اطلاع اپنے قرب و جوار قصبات میں کردیں تاکہ ہر شخص اس فرض پر مطلع ہو جاوے۔ جو لوگ خود عمل کرنے یا دوسرونکو پہنچانے میں کوتاہی کرینگے یقیناً گناہ گار ہونگے۔

تاکہ اس تھوڑے سے وقت میں بقدر امکان زیادہ سے زیادہ مسلمان متوجہ کرلئے جائیں۔ طلبہ دار العلوم دیوبند کیطرف کی درخواست پر اس دفعہ تعطیل عید الاضحیٰ بجائے ۸ ذی الحجہ کی یکم ذی الحجہ سے شروع کردی گئی ہے۔ جسمیں اساتذہ اور طلبہ اس تبلیغ و تحصیل میں پورا وقت صرف کرینگے۔

۷۔ مسلمانوں کو لازم ہے۔ کہ غیر معتمد اور نا واقف لوگوں کو جنپر انھیں وثوق حاصل نہو سکے ہرگز ہرگز چندہ نہ دیں۔

المعلن

حبیب الرحمن مدیر القاسم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ سیّد رشید رضا

اور سیاحت ہند

علامہ موصوف نے المنار کی اشاعت ماہ شعبان سنہ ۱۳۳۰ھ میں اپنے سفر ہندوستان کی مختصر کیفیت لکھی ہے۔ اور تفصیل حالات کو کتاب رحلۃ الهند پر حوالہ کیا ہے جو آپ عنقریب شائع کرنے والے ہیں۔

آپ نے ہندوستان کی مختلف اسلامی درسگاہوں کا ملاحظہ فرمایا۔ اور ندوۃ العلماء کے سالانہ اجلاس کی صدارت کو زینت دی جو آپ کے سفر ہند کا اصلی محرک اور منتہاء سیر تھا۔

آپ نے ہندوستان کے دوسرے فرقوں کے حالات اور مسلمانان ہند کی عام حالت اور اُنکے مذہبی و علمی تنزل کا بھی بخوبی اندازہ کیا۔ اور اُنکو یہ بھی بتلایا گیا کہ مسلمانان ہند اسوقت علمی عملی۔ اعتقادی حیثیت سے کس قدر پستی و تنزل کی حالت میں ہیں۔ اور وہ کیونکر اپنے مذہب سے بیگانہ ہوتے جاتے اور اپنی ہستی کو فنا کرتے جاتے ہیں۔

مدرسہ دیوبند کا تذکرہ آپنے ہندوستان میں داخل ہوتے ہی سُنا۔ مدرسہ کی عام شہرۃ اور بعض جلیل القدر بزرگوں کی تحریص اسکی محرک ہوئی کہ آپ مدرسہ دیوبند کو بھی اپنے قدوم سے محروم نہ رکھیں۔ اگرچہ بہت سے لوگوں نے مدرسہ کے حالات کو اس طرح پر ظاہر کیا کہ آپکے دل سے یہ خیال نکل جائے۔ مگر الحمد للہ آخر مدرسہ کی باطنی کشش غالب آئی۔ اور آپ سفر کے بالکل خاتمہ پر مدرسہ میں تشریف لائے۔ اور ہندوستان کے مشہور علمی درسگاہوں کے دیکھنے کے بعد آپ کو مدرسہ کی نسبت رائے قائم کرنے کا بہت اچھا موقع ملا۔

اگرچہ علامہ موصوف نے دیوبند میں صرف ایک روز قیام فرمایا۔ مگر اوّل تو آپ ہندوستان کے

حالات سے کلیۃً اسقدر واقف ہوچکے تھے کہ کسی درسگاہ کو سرسری نظر دیکھنے کے بعد آپ کو رائے قائم کرلینا سہل ہوگیا تھا۔ اسکے علاوہ خود منتظمان مدرسہ نے بھی مدرسہ کے حالات دکھلانے میں کسی اجمال یا اہمال سے کام نہیں لیا۔ اسلئے آپنے جو رائے قائم کی بصیرۃ کے بعد کی۔

القاسم کے ملاحظہ فرمانے والے حضرات پر مخفی نہیں ہوکہ مدرسہ کی جانب سے جو تحریر بطور سپاسنامہ علاّمہ موصوف کی خدمت میں پیش کی گئی ہے اُسمیں مدرسہ کے اغراض و مقاصد طریقہ عمل اور آیندہ کے متعلق اُسکی رفتار اور انتہائی کامیابی کو اسقدر وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا تھا جس سے زیادہ کی ضرورت نہ تھی۔ مدرسہ کے حالات دکھلانے اور بیان کرنے میں توریہ سے کام نہیں لیا گیا۔ مدرسہ جو کچھ کررہاہے یا جو کریگا اُسکو کھول کر دکھلا دیا تھا۔

ہمیں بہت خوشی ہو کہ ان سب حالات پر مطلع ہونے کے بعد علاّمہ موصوف نے مدرسہ دیوبند کی نسبت نہایت اعلیٰ رائے ظاہر فرمائی۔ اگرچہ آپنے اپنی تقریر میں بھی ایسے الفاظ ادا فرمائے تھے جس سے آپ کی دلی مسرۃ ظاہر ہونے کے ساتھ یہ بھی ظاہر ہوتا تھا کہ جو خوشی آپ کو دیوبند میں حاصل ہوئی وہ کسی دوسری جگہ حاصل نہیں ہوئی تھی۔ مگر المنار میں جو کچھ تحریر فرمایا وہ اس سے بہت زیادہ ہے۔ اور اُس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کس قسم کے خیالات دل میں لیکر دیوبند تشریف لائے تھے۔ اور یہاں سے کیا خیال ساتھ لیگئے۔

آپ نے مسلمانان ہندوستان کی علمی حالت تحریر فرماکر اوّل یہ فقرہ لکھا۔

علی اننی رایت فی مدرسة (دیوبند) التی تلقب بازهر الهند نهضة دينية علمية جديدة ارجوان يكون لها نفع عظيم	(اسکے علاوہ یہ ہے کہ میں نے مدرسہ دیوبند میں جسکو ازہرالہند کا خطاب دیا جاتا ہے۔ ایک جدید علمی تحریک دیکھی جس سے نفع عظیم کی توقع ہوتی ہے۔)

مدرسہ دیوبند کے منتظمین نے کبھی اُسکو ازہرالہند کے نام سے مشہور کرنیکی کوشش نہیں کی۔ اور نہ کبھی اس خطاب کو اُسکے نام کے ساتھ استعمال کیا۔ مگر یہ اُسکے مقبولیت و عظمت کی دلیل ہے کہ خود بخود اُسکو ایک ایسے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے جو علمی طبقوں میں قدیماً وحدیثاً باوقعت وعظمت رہا ہے۔ اس سے ہمکو اس امر کا اندازہ کرلینا بھی سہل ہوگیا کہ اگر کوئی مجلس صرف نمایش نہیں بلکہ علمی کام کرکے دکھلائے تو باوجودیکہ اُسکو کسی لقب وخطاب کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن

خود بخود منجانب اللہ اُسکو مقبولیت حاصل ہوتی اور معزز لقب ملجاتے ہیں۔

چند سطروں کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

ماقرت عینی بشئ فی الهند کما قرت برویة مدرسة دیوبند ولا سررت بشئ هناك کسروری بما لاح لها من الغیرة والاخلاص فی علماء هذه المدرسة۔	ہندوستان بھر میں میری آنکھ کو ایسی ٹھنڈک کہیں حاصل نہیں ہوئی جیسی کہ مدرسہ دیوبند میں حاصل ہوئی تھی اور نہ اتنی خوشی کہیں حاصل ہوئی جتنی وہاں۔ اور یہ مسرت اوس غیرۃ و اخلاص کی وجہ سے تھی جو میں نے اس مدرسہ کے علماء میں دیکھی۔
وکان کثیر من اخوانی المسلمین فی بلاد الهند المختلفة یذکرون لی هذه المدرسة وصف رجال الدنیا منهم علماءها بالجمود والتعصب ویظهرون رغبتهم فی صلاح تعمیم نفعها وقد رایتهم ولله الحمد فوق جمیع ما سمعت عنهم من ثناء وانتقاد۔	میرے سامنے مختلف شہروں میں بہت سے مسلمان بھائیوں نے اس مدرسہ کا بھلائی کے ساتھ ذکر کیا اور بہت سے دنیا دار لوگوں نے علماء مدرسہ کی نسبت جلد و متعصب ہونیکا خیال بیان کرکے اپنی رغبت اوسکی اصلاح اور تعمیم نفع کی طرف ظاہر کی۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ میں نے اونکو (علماء دیوبند کو) مدح کرنے والوں کی مدح سے اونکی نکتہ چینیو نکی نکتہ چینی سے بہت اونچا پایا۔

بہت سے لوگ علماء دیوبند کے صلابت دین اور پختگی کو دیکھکر اُنپر جمود و تعصب کا الزام لگاتے ہیں اور علامہ موصوف کے دل میں بھی یہ خیال بہت کوشش سے جمایا گیا تھا مگر الحمد للہ آپ نے اس فرق کو جو جمود اور تصلب فی الدین میں ہے احساس فرمالیا۔ اور جو دھوکہ دیا گیا تھا اُسکی حقیقت بہت جلد منکشف ہوگئی۔ اور زیادہ مسرّت کی بات یہ ہے کہ علماء دیوبند نے ان خیالات کو خود ظاہر کردیا تھا جنکی وجہ سے وہ جامد و متعصب کہلائے جاتے ہیں۔ مگر باینہمہ علامہ موصوف نے اُنکو جمود و تعصب سے بالکل بری بتلایا۔

آپنے مدرسہ کی نسبت اور بھی مسرت آمیز الفاظ تحریر فرمائے ہیں لیکن ہمکو زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں ہے۔

علّامہ موصوف نے اُس طریقہ تطبیق بین الاحادیث سے جسکو مولانا سید محمد انور شاہ صاحب نے اپنی تقریر مین بیان فرمایا کچھ اختلاف ظاہر فرمایا ہے اور تعلیم حدیث کے متعلق بھی کچھ لکھا ہے۔ اس کے متعلق انشاء اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نمبر میں لکھا جائیگا۔

رسالہ القاسم دیوبند اور سرکاری رپورٹ

القاسم کی دوسالہ رپورٹ جو کہ مولٰنا شبیر احمد صاحب عثمانی پروفیسر دارالعلوم دیوبند کی جانب سے چھپی ہے دیکھکر اسکی ترقی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے اور بے تکلف یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس رسالہ کو ہندوستان کے موقر اور علم دوست گروہ نے نہایت پسندیدگی اور امتیازی نظر سے دیکھا ہے خصوصًا فلسفہ اور علم کلام کا وہ اچھوتا مضمون جو اسکے متعدد نمبروں میں شائع ہوا ہے ایسا بے نظیر اور ضروری مضمون ہے کہ آجتک ایسا بسیط اور مدلل مضمون کسی اُردو کے رسالہ میں ملنا مشکل ہے ہمیں اس مضمون کی خوبی اور اہمیت پر زیادہ خامہ فرسائی کی ضرورت نہیں ہے اہل علم خود اُسکی خوبی کے معترف اور مداح ہیں بلکہ اسوقت ہمیں صرف یہ دکھانا ہے کہ القاسم کا نام سرکاری رپورٹ میں بھی اُن رسائل کے ذیل میں درج ہے جنہوں نے اُردو علم ادب میں ترقی کا حصہ لیا ہے۔ چنانچہ ماہ اپریل ۱۹۱۲ء کے ادیب الہ آباد میں جو مضمون سرکاری رپورٹ صوبجات متحدہ کی بابت نقل ہوا ہے اس میں اور رسالوں کے ساتھ القاسم دیوبند کا نام بھی ہے۔ ہم اس پیراگراف اور فہرست کو بجنسہ ذیل میں ادیب سے ناظرین القاسم کی آگاہی اور مسرت کیلئے نقل کرتے ہیں۔

"حال میں صوبجات متحدہ و آگرہ کی سرکاری رپورٹ بابتہ ۱۹۱۰-۱۱ء شائع ہوئی ہے۔ اس پر سرسری نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے کہ سال زیر رپورٹ میں علمی تصانیف میں روزافزوں ترقی جاری رہی ہے یعنی تعداد اشاعت ۱۹۸۸ سے ۲۱۴۵ پر پہونچ گئی حامیان اُردو کو خوش ہونا چاہیئے کہ خاص طور سے کثرت اشاعت اُردو تالیفات و تصنیفات میں ہوئی ہے جسکی زیادتی اشاعت کا اوسط ۲۵ فیصدی رہا۔

اس سے آگے چلکر .. .. لکھتے ہیں۔

اخبارات کی تعداد میں بھی کافی اضافہ ہوا اُردو میں ۸۲، ہندی میں ۵۶ اور انگریزی میں ۱۴ اخبارات و رسائل شائع ہوئے جدید اخبارات و رسائل مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں:۔

"انگریزی میں ویدک میگزین۔ مسلم ریویو۔
اُردو " ادیب الہ آباد۔ القاسم دیوبند۔
ہندی " مریاوا۔ کام دھنیو۔ گوروکل سماچار۔"

یہ بات القاسم کیلئے کچھ کم فخر کی نہیں ہے کہ اُسکی دو سالہ زندگی میں اُسکی شہرت اور مقبولیت کا دائرہ ہر طبقہ انام میں وسعت پذیر رہا۔
دُعا ہے کہ کارساز حقیقی اس رسالہ کو معراج کمال پر پہونچا کر ہر ممکن سے ممکن ترقی اور فلاح و بہبود سے ممتاز فرمائے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

۲۶ اکتوبر سنہ ۱۹۱۲ء

نبی فضل احمد عفا اللہ عنہ
ہیڈ مولوی گورنمنٹ اسکول ہاترس

ایک ضروری عرض

ستائیس رمضان سنہ ۱۳۲۷ھ

کے

متبرک دِن کو دنیا کبھی نہ بھولیگی کہ جس میں جمعیۃ الانصار جیسی بابرکت انجمن نے اپنے مقدس وجود سے تمام تشنہ لبانِ علم کو سیراب کیا۔ اور ہر فرد بشر کے مُرجھائے ہوئے دِل میں تروتازگی پیدا کر کے ایک نئی روح اور جان ڈالدی۔
انجمن کے دو عظیم الشان جلسہ بھی ہو چکے ہیں۔ جسکے حقیقی اور مقناطیسی اثر سے کچھ وہ ہی لوگ خوب محظوظ ہوئے ہیں۔ جن کو ان جلسوں میں شریک ہونیکا موقع ملا۔ واقعی ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ جسکی حقیقت بیان کرنا نقطۂ خیال سے بھی بالاتر بات ہے اگر کسی کو ٹھیٹ اسلامی اور سلف صالحین کے کارناموں اور مجلسوں کا منظر دیکھنا ہو تو میں جمعیۃ الانصار کے سوا کسی دوسری انجمن کو نہیں بتاؤنگا۔

انجمن نے اپنے پہلے ہی اجلاس میں وہ تحریکیں قوم وملت کے سامنے پیش کیں۔ جن کی اس زمانہ میں اشد ضرورت تھی۔ مگر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ انجمن نے اس تھوڑے ہی سے عرصہ میں اپنے قول کے ساتھ فوراً ہی اُن تحریکوں کو عملی جامہ بھی پہنا دیا ہے تو ہماری خوشی اور مُسرت کا کوئی اندازہ نہیں رہتا بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ "لاخیر فی کثیر من نجواھم الا من أمر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس" میں مُستثنےٰ انجمن کہلانیکی حقدار آج جمعیتہ الانصار ہی ہے۔

ہماری قومی کشتی کے ناخدا اگر غور کرینگے تو اُنہیں معلوم ہوگا کہ آجتک جو اُنہوں نے قومی پلیٹ فارموں پر جمع ہوکر کارہائے نمایاں کئے ہیں۔ اُن کو اصلی صورتوں میں لانے کے لئے اُنہوں نے کہاں تک سعی کی ہے۔ حال آنکہ جن امور کو وہ اب اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں۔ جمعیتہ الانصار بہت ہی پیچھے چھوڑ آئی ہو۔ "یا ایھا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون"

انجمن نے اشاعت اسلام میں خصوصیت سے حصہ لیا ہے۔ اور جو حضرات اخبارات خاصکر رسالہ القاسم کا مطالعہ کرتے ہیں اُن پر مخفی نہیں کہ ہندوستان کے اطراف میں کم وبیش ہر جگہ اسی انجمن کے بھیجے ہوئے عالم اور واعظ اپنی خداداد لیاقت اور ہمت سے لوگوں کو اوامر ونواہی سے آگاہ کرتے ہیں

مگر میری حیرت اور استعجاب کی کوئی انتہا نہیں رہتی جب یہ دیکھتا ہوں کہ مُلک مارواڑ کی طرف جو علم اور حقیقی اسلام سے ابتک بالکل کورا ہے۔ انجمن نے بالکل توجہ نہ کی۔ بڑی ضرورت ہے کہ انجمن اِس خطہ کی مدد کرے۔

میں نے دارالحدیث کے جلسہ میں پُرزور الفاظ میں مگر بڑے ادب کے ساتھ جناب مولانا محمد عبید اللہ صاحب کی توجہ اس طرف مبذول کرنیکی درخواست کی تھی مگر معلوم مولانا نے اہل مارواڑ کی اصلاح میں کیوں اسقدر تاخیر روا رکھی۔

جن کے گھروں میں سیرابی کے لئے علم کی نہریں موجود ہیں۔ اُن کو چنداں اس پانی کی ضرورت نہیں بلکہ اسکی اصلی اور حقیقی حقدار وہ تشنہ لب ہیں جنکے عرصہ کے خشک حلق اس پانی کے ایک ایک چلّو کے محتاج ہیں۔

مجھے اُمید ہے کہ مولانا موصوف میری اس عرض کو شرف توجہ بخش کر خود بیشمار انسانوں کی دُعائیں لیتے ہوئے اہل مارواڑ کو ممنون اور مشکور ہونیکا موقع دینگے۔

ظہور محمدؐ تجلی

پی پاڑ (مارواڑ)

دارالعلوم دیوبند اور مسلمانون کی مذہبی تعلیم

الندوہ جلد ۷ نمبر ۷ میں علامہ شبلی نعمانی کی جانب سے حسب ذیل سوالات کئے گئے تھے :۔

(۱) جدید تعلیم ضروری ہے یا نہیں۔ (۲) قدیم تعلیم ضروری ہے یا نہیں۔

(۳) دونوں میں اصلاح کی ضرورت ہے یا نہیں۔ (۴) اصلاح کا کیا طریقہ ہے۔

(۵) علیگڈہ۔ دیوبند۔ ندوہ کے کیا حدود ہیں۔ اور کون کون کام کس کس کے حد عمل میں چھوڑ دینے چاہئیں۔

ان میں سے اصول موضوعہ کے طور پر جدید تعلیم کو ضروری قرار دیکر آپ نے خاص اُس جدید تعلیمیافتہ گروہ سے جو قدیم تعلیم کی ضرورۃ کا قائل نہیں ہے اِس طرح خطاب فرمایا تھا۔

(۱) کیا مسلمانوں کی قومیت مذہب کے سوا اور کچھ ہے۔

(۲) اگر نہیں ہے تو مذہب کے قیام کے بغیر اُنکی قومیت کیونکر قائم رہیگی۔

(۳) اگر مذہب کی ضرورت ہے تو مذہبی تعلیم قدیم تعلیم کے بغیر کیونکر ممکن ہے۔

تھوڑی سی عبارت کے بعد جن امور کی جوابدہی کا مطالبہ علماء سے کیا جاسکتا ہے وہ اِس طرح مذکور تھی۔

(۱) یورپ کے مصنفین مذہب پر جو حملہ کر رہے ہیں اُس سے واقف ہونیکی ضرورت ہی یا نہیں۔

(۲) اگر علماء خود اِن خیالات سے واقف نہ ہونگے تو کیا انگریزی خواں مسلمانوں میں اِن خیالات کا شائع ہونا کوئی روک سکتا ہے۔

(۳) مذہب پر عموماً اور مذہب اسلام پر خصوصاً جو اعتراضات یورپ کے لوگ کر رہے ہیں اُنکا جواب دینا کس کا فرض ہے۔

(۴) علماء جب تک اِن خیالات سے واقف نہ ہونگے جواب کیونکر دیسکینگے۔

(۵) کیا علماء سلف نے یونانیوں کا فلسفہ نہیں سیکھا تھا اور اُنکے اعتراضات کے جواب نہیں دئے تھے۔

(۶) اگر اُسوقت اُس زمانہ کے فلسفہ کا سیکھنا جائز تھا تو اب کیوں جائز نہیں۔

یہانتک ہمنے آپ کو الندوہ کے چند اہم استفسارات کا خلاصہ سُنا دیا۔ لیکن القاسم جلد اوّل نمبر ۳ سے اِسمیں اسقدر اور اضافہ کرنا چاہیئے۔ کہ

(۱) مذہبی تعلیم کا معیار کیا ہے۔

(۲) مذہبی تعلیم میں عقائد و اعمال دونوں داخل ہیں یا فقط کوئی ایک جزو۔ ایک ہے تو کونسا۔

(۳) علوم قدیمہ کی حفاظت کس حد تک ضروری ہے۔ غایت و غرض اصلی کیا ہے اور طریقہ حفاظت کیا ہے۔

(۴) مذہبی عظمت نظر آنے کیلئے کن اسباب کے مہیا کرنیکی ضرورت ہے۔

(۵) مذہبی پابندی کی جانچ کا کیا طریقہ ہے۔

(۶) تنگ دلی۔ تعصب۔ سخت گیری کی جامع مانع تعریف کیا ہے۔

(۷) قرون اولیٰ میں بھی کچھ ایسی باتیں تھیں جنکو تنگ دلی وغیرہ سے تعبیر کیا جاسکے۔

(۸) مدارس اسلامیہ کی تعلیم میں سے امور مذکورہ بالا کے زائل کرنیکی کیا تدابیر ہیں۔

سوالات کے اِس بھرمار کے بعد آگے جوابات کا مرتبہ تھا۔ لیکن نہ معلوم کن وجوہات سے ابتک خاموشی برتی گئی۔

آج اتفاق سے ہمکو مخدوم و محترم حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مدیر رسالہ کی وہ متین تحریر

ہاتھ لگ گئے جو انہوں نے جلسہ مؤتمر الانصار مراد آباد میں نہایت عجلت کے ساتھ لکھکر سنائی تھی اور جس میں بلا ارادہ گویا ان ہی سوالات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ بلا شبہ تحریر مذکور سے سوالات کے بعض شقوق پر کافی روشنی نہیں پڑتی اور اگر پڑتی ہو تو بہت کم لیکن موجودہ سکوت کی حالت میں اتنا مضمون بھی سلسلہ جنبانی کیلئے کافی ہو سکتا ہے۔ اور مولانائے موصوف کا جلد قصد ہے کہ وہ اس تحریر کے بعض مجمل ومختصر پہلوؤں کو تفصیل کا جامہ پہنا کر شائع فرمائینگے۔

بالفعل جو مضمون تیار ہے وہ حسب ذیل ہے :۔

شبیر احمد عثمانی ۔ دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھم لآ اُحصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علٰی نفسک وصلِّ اللّٰھم علٰی خیرِ خلقک وسیّدِ رُسلک وانبیآئک وعلٰی عِترتہٖ واھلِ بیتہ الاطہار وصحابتہ الابرار الاخیار ؓ اما بعد جمعیۃ الانصار مدرسہ اسلامیہ دیوبند کے قدیم طلبہ کی خاص مجلس ہے جسکے مقاصد میں مدرسہ کی امداد اور مسلمانوں کے عام تعلیمی واصلاحی امور داخل ہیں۔ مجلس نے اپنے اغراض ومقاصد کے پھیلانے اور اُن پاکیزہ خیالات کی اشاعت کی غرض سے جو اُسکو اپنے اکابر سے پہونچے ہیں تجویز کیا کہ ہر سال کسی مشہور مقام پر ایک اجلاس منعقد کیا کریں جسکا نام مؤتمر الانصار ہو۔

مؤتمر الانصار کا یہ پہلا سالانہ اجلاس ہے۔ جو بمقام مراد آباد منعقد ہوا ہے اور جسمیں بزرگانِ مراد آباد نے اپنی علو ہمتی۔ کمال ایمانی۔ اخلاص اور ہمدردی کا ایسا ثبوت دیا ہے جسکی نظیر تاریخ ہندوستان میں نہ ملیگی۔ یہ پہلا مذہبی اجلاس ہے جو بلا کسی شائبہ وآمیزش شان ونمود کے اس شان وشوکت کے ساتھ منعقد ہوا ہے اسکے بعد جس جگہ اس قسم کا اجلاس ہو گا بقاعدہ الفضلُ لِلمتقدّم تقدم کا فخر اہل مراد آباد کو حاصل ہو گا اور اس امر میں وہ امام اور تمام ہندوستان مقتدی ہو گا۔ اور یہ پہلا موقعہ ہے جسمیں وہ مقدس حضرات ایک جگہ جمع ہیں جنکی زیارت وقدمبوسی کیلئے ہزارہا میل کی مسافت طے کرنا بھی سہل معلوم ہوتا ہے۔ مؤتمر الانصار کے پہلے اجلاس میں مدرسہ عالیہ اسلامیہ دیوبند کا مختصر تذکرہ اور مذہبی تعلیم پر بحث کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

تمہید

عالم کے تمام اجزاء پر اجمالی و تفصیلی نظر ڈالنے سے بخوبی ظاہر ہے کہ حکیم علی الاطلاق نے اُسکے ہر ہر جُزو کو مختلف اور متضاد الاثر اشیاء سے ترکیب دیا ہے۔ یہ عالم دار عمل ہے اور اُسکے بعد ایک دوسرا عالم آنیوالا ہے جسکو دار الجزاء کہتے ہیں۔

دارعمل کے اغراض اُسکے انتظام دنیوی و تشریعی کے حالات دیکھنے سے خداوند عالم کی اُس حکمت بالغہ کا پتہ چلتا ہے کہ عالم کے ہر ایک جُزو میں اختلافی شان کیوں ہے۔ یہ بالکل ظاہر اور کُھلی ہوئی بات ہے کہ عالم کی تمام اشیاء حُسن و قبح میں یکساں ہوتی یا بعض اشیا محض حسن اور بعض محض قبیح ہوتی تو یہ تفوق و امتیاز اور طلب نفع وضرر کی نیرنگی بالکل اُٹھ جاتی۔ دار عمل کا ایک روز بتمامہ فنا ہو جانا دین اسلام اور تمام ادیان سماوی کے اعتقاد میں داخل ہے اور یہ بھی اُسی اختلاف اجزار کا نتیجہ ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان اور ہر ذی روح کی ترکیب عناصر مختلفہ سے ہے اور ہر ایک کا مدار حیات حرارت غریزی اور طبعی پر ہے۔ جبتک عناصر میں اعتدال قائم رہتا ہے صحت و حیات جسمانی اعلیٰ درجہ پر قائم رہتی ہے اور جب اِس اعتدال میں فرق آجاتا ہے صحت میں بھی اُسی درجہ فرق ہو جاتا ہے۔ اور جب کسی عنصر کا دوسرے عنصر پر غلبہ قائم ہو جاتا ہے۔ حرارت غریزی معدوم ہو جاتی ہے اور یہی اُس جسم کی موت سمجھی جاتی ہے۔ لیکن جس طرح جسم انسانی کی ترکیب عناصر مختلفہ سے ہوتی ہے اسی طرح اُس میں دو قوتیں اور بھی ہیں جن پر مدار اُسکی سعادت و شقاوت اور نجات و ہلاکت کا ہے۔ اُن دو قوتوں کو روحانی اور نفسانی یا ملکی اور بہیمی کہتے ہیں۔ اور ہر ذی عقل کے اچھے اور بُرے افعال کا تعلق انہیں دو قوتوں سے ہوتا ہے۔ اور جب تک اُسمیں قوت روحانی موجود ہے مذہبی حیات اور روح بھی موجود ہے۔ عالم صغیر یعنی انسان وغیرہ جملہ ذی روح اشیاء کا حال یہ ہے تو عالم کبیر یعنی مجموعہ عالم کیلئے بھی کوئی ایسی شی ماننی لازم ہوگی جسکے معدوم ہونے سے عالم کا معدوم ہونا لازم ہو جائے۔ اور یہ وہ روحانی قوت ہے جسکا حصہ عالم کے تمام ذوی العقول افراد کو دیا گیا ہے۔ یہی وہ قوت ہے جو مخلوق کو خالق کی طرف کھینچتی ہے اور مملوک کا مالک سے تعلق پیدا کرتی اور عابد کو معبود سے ملاتی ہے۔

عالم اکبر یعنی مجموعہ عالم کی حیات کا مدار اسی پر ہے جب تک اِس قوت کا جزو ضعیف بھی باقی ہے عالم باقی ہے اور جسدن یہ قوت بالکل معدوم ہو جاویگی تمام افراد عالم پر بہیمیت یا نفسانیت کا غلبہ ہو جاویگا عابد کو معبود سے مخلوق کو خالق سے کوئی تعلق نہ رہیگا اُسی روز تمام عالم نیست نابود کر دیا جائیگا

یہی وجہ ہے کہ جب تک دنیا میں ایک شخص بھی اللہ کا نام لینے والا باقی رہیگا قیامت نہ آویگی اور جسوقت اِس نام پاک کے لینے والوں سے عالم خالی ہوجاویگا قیامت آجاویگی۔ اِس مضمون کی تصدیق میں غالبًا کسی کو تامل نہوگا۔ لیکن اگر ہو تو حضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سُن لینے کے بعد کیا مجال تأمل رہ سکتا ہے ایک صحیح حدیث میں وارد ہے۔

لَا تقوم السّاعۃ الّا علٰی شرار الخلق | (یعنی قیامت قائم نہیں ہوگی مگر سبسے بدترین لوگوں پر)

دوسری صحیح روایت میں بایں الفاظ ارشاد ہے:۔

لَا تقوم السّاعۃ حتی لا یقال فی الارض اللہ اللہ | (قیامت نہیں قائم ہوگی مگر جبکہ دنیا میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہیگا)

عناصر کے اعتدال کے اندر فرق آجانیکی صورت میں اگر اطبار جسمانی کا یہ کام ہوتا ہے کہ جس تدبیر سے ممکن ہو اُنکے اعتدال کو قائم رکھیں تو دنیاء میں قوت بہیمیت ونفسانیت کے غلبہ کی صورت میں انبیا علیہم السلام کا یہ کام ہے کہ عالم میں روحانی قوّت کے قائم رکھنے کی کوشش فرمادیں۔

ابتداء آفرینش کے حالات نظر ڈالنے والے ارشادات خداوند عالم کو بلا کم و کاست تسلیم کرنے والے اور قرآن کریم کے احکامات کو موبمو بلا تاویل وتحریف صحیح سمجھنے والے حضرات پر مخفی نہیں ہے کہ ابوالبشر آدم علیہ السلام جو انسانی آبادی کے فرد اوّل اور سر منشاء ہیں۔ جنکی طرف تمام انسانی نسلوں کا رجوع ہے اُنکے زمانہ میں روحانی قوت غالب اور نفسانیت وبہیمیت مغلوب تھی اور تمام افراد انسانی ایک مذہب و ملّت کے پابند تھے۔ اُن میں کسی قسم کا اختلاف نہ تھا چنانچہ قرآن کریم میں خداوند عالم ارشاد فرماتے ہیں:۔ وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا۔

لیکن آپکی وفات کے کچھ ہی عرصہ بعد نفسانیت وبہیمیت کا غلبہ شروع ہوا۔ اختلاف نے جڑ پکڑی اور رفتہ رفتہ روحانی قوت کم زور ہو کر شرک و بُت پرستی کا شیوع ہوگیا۔ تو اسکی اصلاح اور عالم اکبر کے اندر روحانی قوت قائم رکھنے کی غرض سے وقتًا فوقتًا انبیا علیہم السلام بھیجے گئے لیکن افعال روحانی کے منافع ومضار آنکھوں سے اوجھل اور ایسے لطیف ہیں کہ افعال نفسانی میں مستغرق افراد اُسکے ذائقہ سے محض ناواقف بلکہ ناقابل ہوتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ باوجود انبیا علیہم السلام کے سالہا سال کی فہمایش اور قوی وروشن دلائل دکھلانے کے بہت کم لوگ راہ راست پر آتے تھے۔ بہیمیت کے گرفتاروں کو طوفان میں غرق ہونا گوارا تھا مگر حضرت نوح علیہ السلام کی سچی بات ماننی

منظور نہ تھی۔ ایسے لوگوں نے آدمی سے بندر و خنزیر ہونا منظور کیا مگر خداوند عالم کے احکام کی تعمیل نکی۔ اور اسی پر بس ہوئی بلکہ خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں اور نوع انسان کے نجات دلانے والوں پر ہزاروں طرح کے ظلم و ستم روا رکھے گئے۔ قتل کئے گئے۔ اُن پر آرے چلائے گئے اور جو کچھ نکرنا تھا اُنکے ساتھ کیا گیا۔

انبیا علیہم السلام نے یہ سب مصیبتیں جھیلیں لیکن جو کام اُنکے سپرد ہوا تھا اُنکی انجام دہی میں کچھ بھی کوتاہی نفرمائی۔ اگرچہ بعض انبیا کے متبع بہت ہی کم ہوئی یہانتک کہ بعض کے صرف ایک دو ہی ہوئے اور بعض کا ایک بھی نہ تھا مگر روحانی اثر سے عالم خالی نہوا اور جسکے دل میں اس قوت نے پورا اثر کر لیا۔ اُسکو پھر دُنیا کی لذت اپنی طرف مائل نکر سکی۔

مَلکی اور بہیمی قوتوں میں موازنہ قائم رہنا سخت ہی دشوار امر ہے انسان بالطبع بہیمی آثار و فعال کی طرف راغب و مائل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نفسانی خواہشوں کیلئے کوئی داعی اور امام بنا کر نہیں بھیجا جاتا مگر عالم میں ہمیشہ اُنہیں اعمال و افعال و اعتقادات کی کثرت ہوتی ہے جنکا تعلّق نفسانیت و بہیمیت سے ہے۔ اور باوجودیکہ قوت روحانی کی تقویت اور مذہبی روح کے قائم رکھنے کے واسطے یکے بعد دیگرے انبیا علیہم السلام اور علماء ہادی بنا کر بھیجے جاتے رہے مگر جب کچھ عرصہ گذرا اور اُنکے فیض صحبت اور انفاس متبرکہ سے بُعد ہوا وہی آثار غالب آنے لگے۔

یہیں سے یہ بات ذہن نشین ہوگئی کہ عالم میں کسی شی کا بکثرت شائع ہونا اور عام طبائع کا بخوشی و رغبت اُسکو قبول کر لینا مقبولیت عنداللہ کی دلیل نہیں ہوسکتا اور نہ یہ استدلال کیا جاسکتا ہی کہ عام مخلوق نے اُسکو پسند کر لیا ہے تو ضرور وہ حسن اور خدا کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ ـــ

پری نہفتہ رُخ و دیو در کرشمہ و ناز بسوخت جان ز حیرت کہ این چہ بوالعجبی است

سُنۃ اللہ یہی ہے کہ حق کی جلوہ گری ہر زمانہ میں یکساں نہیں رہتی۔ ایک زمانہ میں کسی ہادی کی بدولت حق جلوہ گر ہوتا ہے اور پھر اُس میں انحطاط ہوتے ہوتے یہ نوبت آجاتی ہے کہ گویا عالم اچھے افعال اور پسندیدہ خیالات سے معریٰ ہے۔ اور اسی طرح پھر دوسرا ہادی پیدا ہوتا ہی اور حق کی تائید و حمایت کرکے اُسکو از سر نو زندہ و تازہ کرتا ہے۔ یہی وہ سلسلہ ہے جسکے لئے لاکھوں نبی مبعوث ہوئے انبیا علیہم السلام کا دائرہ اثر محدود ہوتا تھا۔ ہر ایک نبی خاص اُمت اور خاص

مقام کے واسطے بھیجے جاتے تھے۔ اصول اعتقاد میں اتفاق کے ساتھ فروعی احکام میں اختلاف اور تفریق ہوتی تھی ایک ہی وقت ایک ہی زمانہ میں مختلف اُمتوں کے لئے بہت نبی مبعوث ہوتے تھے۔ انبیا جو احکام لیکر آتے تھے اُن میں حسب اقتضائے وقت و اقتضاء ضرورت نسخ بھی ہوتا تھا یعنی ایک حکم منسوخ ہو کر بجائے اُسکے دوسرا حکم آتا تھا۔

(نسخ کی بناء عین حکمت الٰہی پر ہے۔ اُسکا انکار اس وجہ سے کرنا کہ اس میں خداوند عالم کا جہل لازم آتا ہے سراسر نادانی ہے۔)

انبیاء علیہم السلام جس خدمت پر مامور ہوتے تھے اُنکو جیسا اُسکے انصرام میں خود اپنی جانوں پر کھیلنا پڑتا تھا۔ اسی طرح اُنکے حکم کی تعمیل نکرنے والوں کو سخت عذاب بھگتنے پڑتے تھے قوموں کی قومیں اسی وجہ سے خسف و مسخ ہوئیں کہ اپنے مہربان ناصحوں اور ہادیوں کے حکم سے سرتابی کرتی تھیں۔ انبیاء علیہم السلام جیسے شرک و بُت پرستی مٹانے کے واسطے تشریف لاتے تھے۔ اسی طرح فساد اعمال اور معاصی کے دفعیہ کے لئے بھی مامور ہوتے تھے۔ اور دونوں صورتوں میں انبیاء علیہم السلام کی نافرمانی پر عذاب الٰہی نازل ہوتے تھے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم جن معاصی میں مبتلا تھی اُسکا تذکرہ ان آیات میں ہے:۔

ءَاِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ۔	(کیا تم مردوں سے ناجائز تعلق رکھتے۔ راستوں کو لوٹتے اور اپنی مجلسوں میں خلاف شرع امور کا ارتکاب کرتے ہو۔)

سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ امور مذکورہ معاصی عملی ہیں لیکن چونکہ قوم کی قوم اُس میں مبتلا تھی۔ عام عذاب کی مستحق ہوئی۔ آسمان سے پتھر برسے اور سب کی سب ہلاک ہوگئی۔

لیکن جس طرح کوئی شخص یہ کہنے کا مجاز نہیں کہ انبیاء علیہم السلام نے ان اعمال کے بارہ میں اتنا تشدد کیوں کیا۔ اسی طرح غالباً یہ دعویٰ بھی کوئی ذی عقل نہ کرسکے گا کہ اُسوقت کے عقلاء نے ان افعال کو مستحسن سمجھ لیا تھا۔ اسلئے اُنکی قباحت دور ہوگئی تھی۔ اور وہ لوگ مستحق عذاب نہ رہے تھے۔

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ اُسی روح دیانت و مذہب کی بقا کیلئے تھا۔ جسپر حیات عالم اکبر موقوف ہے۔ انبیاء سابقین کا زمانہ ختم ہوا۔ اور رحمت عام کا دورہ شروع ہوا۔ اور حضرت رحمۃ للعالمین۔ شفیع المذنبین۔ حامل لواء احمد۔ شفیع مشفع یوم محشر۔ سید المرسلین۔ خاتم النبیین صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ آیا۔ تمام عالم جن وانس آپ کے زیر فرمان اور داخل اُمت دعوت و اجابت کیے گئے ایک کامل ومکمل شریعت آپکو عطا فرمائی گئی۔ تمام ادیان سابقہ منسوخ وغیر معمول بہ ٹھہرائے گئے۔ تو خداوند عالم نے اپنے حبیب وخلیل کی شان رحمۃ للعالمین کو ایک خاص شان سے جلوہ گر فرمایا۔ جو خدمت انبیاء علیہم السلام کو سپرد ہوئی تھی۔ اُمت مرحومہ میں علماء کو سپرد کی گئی اور عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْٓ اِسْرَائِیْلَ کا فرمان واجب الاذعان صادر ہوا۔ اس ارشاد سے ایک طرف تو علماءُ کی رفعت شان ظاہر ہوگئی کہ گو اُمت مرحومہ میں علماء صورۃً نبی نہیں مگر کام وہی کر رہے ہیں۔ جو انبیاء علیہم السلام کرتے تھے۔ اُمت پر بحیثیت نیابۃً اُنکا اتباع لازم ہے۔ دوسری جانب اُمت مرحومہ کیلئے شان رحمت کا ظہور ہوا کہ گو علماء ورثۂ انبیاء اور اُنکے قایم مقام ہیں اور اُنکا خلاف سخت نازیبا اور مثل مخالفت انبیاء ہے۔ مگر انبیاء کی مخالفت میں جو عام عذاب نازل ہوتے تھے یہ اُمت اُن سے محفوظ کر دی گئی۔ الغرض وہی خدمت احیاء اور بقاء روح دیانت جو انبیاء علیہم السلام کے سپرد ہوتی تھی حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں تجدید دین کا لباس پہنا کر علماء کے سپرد کیگئی۔

رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا ارشاد ہے :-

اَنَا اَمَنَۃٌ لِاَصْحَابِیْ فَاِذَا ذَھَبْتُ اَتٰی اَصْحَابِیْ مَا یُوْعَدُوْنَ وَاَصْحَابِیْ اَمَنَۃٌ لِاُمَّتِیْ فَاِذَا ذَھَبَتْ اَصْحَابِیْ اَتٰی اُمَّتِیْ مَا یُوْعَدُوْنَ ۔	(میں اپنے اصحاب کیلئے امان ہوں۔ جب میں اس عالم سے رخصت ہو جاؤنگا میرے اصحاب کے واسطے وہ امور پیش آوینگے جو مقدر ہو چکے ہیں اور میرے اصحاب امان ہیں اُمت کیواسطے جب میرے اصحاب دنیا میں باقی نہ رہینگے تو اُمت کے اندر وہ باتیں پیدا ہونگی جو مقدر ہو چکی ہیں)

آپکی وفات کے بعد کیفیت امن و اطمینان میں فرق آنا شروع ہوا۔ زمانہ صحابہ۔ مذہبی اور اعتقادی خرابیوں سے تو بالکل پاک رہا البتہ باہم اختلافی شان کا ظہور ہوا اور کچھ کچھ اعمال کی خرابیاں پیدا ہونی شروع ہوئیں۔ اور قرن صحابہ کے بعد مذہبی واعتقادی خرابیوں کا حدوث ہوا اور یہ خرابی قرون مابعد میں ترقی کرتے کرتے اس درجہ تک پہونچگئی کہ اُمت میں بہتّر فرقوں کا وجود مکمل ہوگیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا پورا پورا ظہور ہو کر رہا۔

وَلَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ	(تم بھی پہلی اُمتوں کے طریقہ پر چلوگے۔)

اس ارشاد کے موافق اُمت مرحومہ میں اعمال و اعتقاد کی خرابیاں نمودار ہوئیں ۷۲ فرقے پیدا ہوئے

لیکن جوں جوں خرابیاں پیدا ہوتی گئیں تجدید دین کا کام بھی برابر جاری رہا جیسی اور جس قسم کی خرابیاں پیدا ہوتی تھیں اُنہیں کے رفع کرنے کیواسطے مجدد پیدا ہوتے تھے۔

اگر اعتقاد و اعمال کی خرابیاں علماء و صوفیہ کے ذریعہ سے رفع ہوئیں تو بعض نہایت سخت خرابیاں خلفاء و سلاطین کے ذریعہ سے صلاح پذیر ہوئی ہیں۔ اسلام میں ایک نہایت ہی گمراہ فرقہ خوارج کا پیدا ہوا جو معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد حضرت اسد اللہ الغالب کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں بیحد گستاخ اور بے ادب تھا۔ اس فرقہ کی گمراہی افہام و تفہیم سے بالاتر تھی۔ اور علما کی کوشش بے سود۔ اسکے دفعیہ کے لئے خلفاء و سلاطین نے اپنی زور و قوت سے کام لیا۔

دوسری خرابیاں جو اصلاح پذیر تھیں اُنکے لئے بعض اوقات خلفاء و سلاطین اور اکثر و کُلیۃً علماءُ کمر بستہ ہوئے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُن حقوق کو واپس دلا کر جن پر بنی اُمیّہ بزور قابض ہو گئے تھے اور منبروں پر سے اہلبیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بُرائیاں بیان کرنے کو موقوف کر کے پورے مجدّد کا کام کیا مامون کے وقت فتنۂ خلق قرآن نے سر اُٹھایا اور معتصم و واثق کے زمانہ میں یہ فتنہ انتہائی درجہ پر پہونچا۔ اور خلافت کے زور نے گویا عام طور پر علماء سے اس مسئلہ کو منوا دیا یا اُنکے مُنہ پر مُہر سکوت لگا دی یا وہ قتل کر دئے گئے تو قریب تھا کہ سب مسلمان عام طور پر گمراہ ہو جائیں۔ ایسے وقت میں امام احمد بن حنبل نے اپنی جان پر کھیل کر تمام اُمت کو سنبھالا حضرت امام شافعیؒ نے اس فتنہ سے بہت پہلے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ ارشاد ہوا کہ "احمد بن حنبل کو ہمارا سلام کہو اور یہ کہدو کہ تم ایک سخت فتنہ خلق قرآن میں مبتلا ہو گے تمہیں اہل فتنہ کی موافقت نکرنا خدا تعالیٰ تمھارے لئے بڑا علم ظاہر فرمائیگا" واثق باللہ نے خلافت کا پورا زور ختم کر لیا۔ اور پھر آخر نرمی اور ملاطفت کی بھی کسر نہ رکھی اور بالتجا خواہش کی کہ آپ خلق قرآن کی نسبت کوئی نرم بات کہدیں مگر آپ نے کچھ بھی پروا نکی سخت عذاب سہے مگر ایک اعتقادی مسئلہ میں مداہنت کو جائز نہ رکھا۔ امام صاحب کے شاگرد مروزی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جب امام صاحب کو سخت تکلیف دیجاتی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کوئی ایسا فقرہ کہدیجے جس سے اُنکی موافقت ہو جاوے۔ فرمایا دیکھو تو خلیفہ کے دروازہ پر لوگ کیوں جمع ہیں۔ دیکھا تو بے انتہا مخلوق جمع ہے۔ سب کے پاس دوات قلم کاغذ ہے۔ میں نے پوچھا کیوں کھڑے ہو۔ کہا آج جو

امام احمد فرماوینگے اُسکو لکھ لینگے - میں نے آکر عرض کیا - فرمایا کہ اپنی جان کا ہلاک کرنا سہل ہے یا عام مسلمانوں کا گمراہ کرنا - ذرا خیال کرنیکی بات ہے کہ معتزلہ کے مذہب کا جب خلیفۂ وقت خود حامی تھا تو اُسکو کون روک سکتا تھا - مگر ایک عالم نے دین کو سنبھالا اور قاضی احمد بن ابی دوأد وزیر خلیفہ کی ساری سعی رائیگاں گئی - اسی اثنا میں واثق کی خلافت کا زمانہ ختم ہوا خلیفہ متوکل علی اللہ چونکہ معتزلی خیال کا نہ تھا اُسکے مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی یہ فتنہ فرو ہوگیا - اہل سنّت جو چھپے پڑے ہوئے تھے ظاہر ہوئے - امام احمد بن حنبل قید خانہ سے رہا کئے گئے - ابوبکر بن ابی شیبہ عرصہ دراز کے بعد روایت حدیث کیلئے تشریف لائے تو اُنکی اوّل ہی مجلس میں تیس ہزار شائق طلبۂ حدیث جمع ہوگئے اور مذہبی اثر پھر مستحکم ہوگیا -

خلفاء عباسیہ میں متوکل علی اللہ بڑے پایہ کا خلیفہ مانا جاتا ہے اُسمیں بہت سے اوصاف تھے اور اُنکے ساتھ اخلاقی کمزوریاں بھی تھیں - مگر فتنۂ خلق قرآن کو فرو کرنا - اہل سنت کو رہائی دینا سنت کا احیاء یہ ایک ایسی خوبی تھی جس نے اُسکو عزّت کے آسمان پر پہونچا دیا تھا اور مسلمانوں کے طبقہ میں اُسکی اسقدر عزّت تھی کہ اُسکے تمام نقصانات سے قطع نظر کرکے یہ کہتے تھے کہ اسلام میں خلفاء تین ۳ ہوئے ہیں :-

۱ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنھوں نے عرب کے مرتد ہوجانے کے وقت اسلام اور مسلمانوں کو سنبھالا -

۲ عمر بن عبد العزیز جنھوں نے بنی اُمیہ کے تمام مظالم کو رفع کیا - اور

۳ متوکل علی اللہ جس نے سنّت کو زندہ کیا - مگر افسوس متوکل نے ایک طرف سنت کی حمایت کرکے اسلام کو تقویت پہنچائی تو دوسری جانب خلاف اہل سنت بغض اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اسقدر بڑھ گیا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کو اُکھڑوا دیا - متوکل نے اپنی ایک ہی بڑی خوبی سے جو محبّت اور عقیدت قلوب میں پیدا کرلی تھی اس حرکت نے اُسکا قلع قمع کردیا اور بجائے محبت کے دلوں میں بغض پیدا ہوگیا - اسی بناء پر دعبل شاعر نے متوکل کی ہجو میں یہ اشعار لکھے :-

تَاللّٰهِ اِنْ كَانَتْ اُمَيَّةُ قَدْ اَتَتْ	قَتْلَ ابْنِ بِنْتِ نَبِيِّهَا مَظْلُوْمًا

قسم ہے خدا کی اگر بنو امیہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو ظلماً قتل کیا

فَلَقَدْ اَتَاهُ بَنُوْ اَبِيْهِ بِمِثْلِهٖ	هٰذَا لَعَمْرِيْ قَبْرُهٗ مَهْدُوْمًا

تو اُنکے (یعنی اہل بیت کے) چچا زاد بھائی بھی کچھ کم نہ رہے - یہ دیکھ لو حسین رضی اللہ عنہ کی قبر اُکھڑی پڑی ہے

فِیْ قَتْلِہٖ فَتَتَبَّعُوْہُ رَمِیْمًا	اَسِفُوْا عَلٰی اَنْ لَّا یَکُوْنُوْا شَارَکُوْا

اُن کو یعنی بنی عباس کو افسوس تھا کہ ہم قتل حسین میں کیوں نہ شریک ہوئے تو اُنکی ہڈیونکو نکال پھینکا

کچھ زمانہ کے بعد معتزلہ نے پھر سر اوبھارا تو امام ابوالحسن اشعری نے قواعد کلام کو مضبوط کرکے معتزلہ کو مغلوب فرمایا۔

الغرض اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا کہ جب کسی طرف سے دین میں ضعف آیا۔ مجدد وقت نے اسکی اصلاح فرمائی۔ یہ سلسلہ مجددیت اسی طرح قائم رہا۔ یہانتک کہ اس پر آشوب زمانہ کی نوبت پہونچی جسمیں مذہبی اثر کم ہونا کیا معدوم ہونے کے قریب آگیا تھا۔ یہ بالکل ظاہر ہے کہ تمام امور مذہبی کا مدار علوم مذہب پر ہے۔ اگر علم نہو تو کسی ایک چیز کے متعلق بھی مذہب کا حکم معلوم نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ ۱۸۵۷ء میں ہندوستان کے اندر اتنی کثرت سے مشہور اور مستند عالم اور اُنکی درس گاہیں موجود تھیں کہ کسی طرح زوال علم کا خیال نہونا چاہئے تھا مگر دوربین اور مآل اندیش حضرات نے تاڑ لیا تھا کہ ان علماء کے بعد سلسلہ علم باقی رہنے اور مذہبی علماء پیدا ہونیکی کیا صورت ہوگی۔ بہت سے اہل اللہ اس سخت فتنہ کو خیال فرماکر دُعا میں مشغول تھے۔ اور بالآخر تجدید دین کا وعدہ اس صورت میں ظاہر ہوا کہ چند برگزیدہ حضرات نے جنکو اپنے زمانہ کا مجدد کہنا بالکل حق بجانب ہے مذہبی مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور عالم میں بقاء روح دیانۃ کا سامان قائم کیا۔

دیوبند ایک ایسی معمولی بستی ہے جو کسی حیثیت سے ممتاز نہیں۔ بظاہر حال کوئی وجہ نہ تھی کہ دیوبند کو یہ شرف حاصل ہوتا۔ نہ وہاں کوئی مشہور عالم تھا نہ علمی خاندان۔ مگر یہ اللہ کے فضل کی بات ہے کہ وہ جس جگہ کو چاہے شرف عطا فرمائے۔ اور جس گمنام کو چاہے نام آور کردے اور لاشئ کو مرتبہ رفیعہ پر پہونچادے۔ دیوبند کی گمنامی اس درجہ پر پہونچی ہوئی تھی ایک بزرگ نے جنکو قطب وقت کہنا چاہیئے یہ فرمایا کہ ہم مدرسہ کے قائم ہونے کی دعا کررہے تھے۔ مگر یہ خیال نہ تھا کہ یہ دولت اہل دیوبند نے اوڑینگے لیکن دیوبند کی غایت پستی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کررہی تھی۔ اور بعض اکابر اہل اللہ کو بہت پہلے اسکا ادراک ہوگیا تھا حضرت سید صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا دیوبند میں قیام ہوا تو یہ ارشاد فرمایا کہ اس جگہ علم کی بو آتی ہے۔

بنائے مدرسہ کی کیفیت — شریعت کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ خداوند عالم جل جلالہ کے یہاں

اخلاص اور تقویٰ مقبول ہوتا ہے دنیا میں بڑے سے بڑے بارونق کام جو اخلاص سے خالی ہیں انکی رونق و تازگی چند روزہ ہے۔ کلام الٰہی میں صاف موجود ہی۔ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ۔

ایک حدیث میں ہی۔ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا لَا یَبْلُغُ مُدَّ اَحَدِھِمْ۔

(میرے اصحاب کو برا نکہو تم اگر احد پہاڑ کی برابر بھی خرچ کردگے تو انکے مد اور نصف مد کی برابر نہوگا)

یہ فضیلت بجز اخلاص کے اور کسو جہ سے تھی۔ خداوند عالم کے یہاں کوئی فعل مقبول ہوتا ہے تو اسکی مقبولیت خواص سے شروع ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ ترقی پذیر ہو کر عوام تک پہونچتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ الْعَبْدَ نَادٰی جِبْرِیْلُ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّہٗ فَیُحِبُّہٗ جِبْرِیْلُ ثُمَّ یُنَادِیْ فِیْ اَھْلِ السَّمٰوٰتِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْہُ فَیُحِبُّہٗ اَھْلُ السَّمٰوٰتِ ثُمَّ یُوْضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ۔

(جب اللہ اپنے کسی بندہ کو دوست رکھتا ہو تو جبرئیل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ ہم فلاں شخص کو دوست رکھتے ہیں تم بھی اسکو دوست رکھو۔ حضرت جبرائیل تعمیل ارشاد خداوندی کرتے ہیں اور اہل سمٰوات میں منادی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو محبوب کہتا ہے تم بھی اسکو محبوب سمجھو۔ تو آسمانوں کے باشندے یعنی ملائکہ اسکے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ اور پھر یہ قبولیت زمین والوں میں پھیلتی ہے اور وہ شخص اہل زمین کے نزدیک محبوب و مقبول ہو جاتا ہے۔)

مدرسہ **اسلامیہ دیوبند** کی شہرت و مقبولیت بھی اسی قاعدہ کے ساتھ ہوئی۔ چند اہل اللہ اور انکے ساتھ بعض اہل شہر اسکے لئے کمر بستہ ہوئے اور معمولی طور پر مدرسہ قائم ہوا۔ دیوبند کی ایک کہنہ مگر معروف مسجد چھتہ میں اسکی ابتدا ہوئی۔ جناب مولوی **ملا محمود** صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۵ ماہوار پر مدرس مقرر ہوے۔ اور سب سے اوّل حضرت مولانا محمود حسن صاحب سلمہ نے اُستاد کے سامنے کتاب کھولی۔

یہ حقیقت ہے ابتدائے مدرسہ کی جسکے لئے کوئی شاندار افتتاحی جلسہ منعقد ہوا نہ دنیا کے ذی وجاہت اصحاب اسمیں شریک ہوئے فقط دیوبند کے چند حضرات رکن تھے۔ اور انہیں کی قلیل مقدار چندہ پر مدار تھا چندہ کی کل مقدار پہلے سنہ میں للعہ تھی۔ اور اسکی تدریجی ترقی کی رفتار کا اندازہ

اس سے ہوسکتا ہی کہ ۸۴ھ میں الصحابیہ ۱۵۳۰ اور ۸۵ھ میں المائدیہ ۲۱۸۱ ہوئی۔ اسی طرح آہستہ آہستہ دیوبند سے گذر کر مدرسہ نے مسلمانان ہند میں بلاتخصیص مقبولیت عام حاصل کرلی۔ جب سے اسلام نے دنیا میں قدم رکھا ہے خلفاء اور سلاطین کے عہد حکومت میں بڑے بڑے دار العلوم اور عمدہ مدارس قائم ہوئے۔ سلاطین ایوبیہ کے زمانہ میں تو مدارس کی یہ کثرت ہوئی کہ ہر ہر امیر کے نام سے جدا جدا مدرسے قائم ہوتے تھے۔ کتاب الخطط والآثار کے دیکھنے سے مدارس کی تعداد اور انکی عظمت وشان کا کافی اندازہ ہوسکتا ہے۔ آج اُن سلاطین کی یادگار مصر میں اَلْاَزْھَر موجود ہے جس میں کہ ستر ہزار طلبہ تعلیم پاتے ہیں جنکا نام علمی دنیا میں نہایت احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے جسکے مداخل ومصارف بھی لاکھوں سے متجاوز تھے۔ لیکن جیسی ضرورت کے وقت اور جس غربت اور بے سروسامانی کی حالت میں نہایت قلیل مقدار چندہ پر یہ مدرسہ قائم ہوا اسکی نظیر اسلام کی تاریخ میں کوئی نہیں دکھلا سکتا۔ اور جو نمایاں خدمتیں اس تھوڑے سے خرچ میں مدرسہ نے کیں کہیں اُسکا ظہور نہیں ہوا بانیان مدرسہ کا اخلاص اس درجہ پر پہونچا ہوا تھا کہ بڑے بڑے کام بلاکسی اختلاف کے طے ہوتے تھے اہتمام کا تغیر وتبدل اور جلیل القدر مہتمموں کا عزل ونصب بلاکسی معمولی ملال وخلش کے ہوجاتا تھا یہ پاک جماعت جس بات کا قصد کرتی تھی خدا تعالیٰ کے یہاں سے جلد اُسکا ظہور ہوجاتا تھا۔

سرپرست وبانئے مدرسہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا توکل اس درجہ غالب تھا کہ آپکو بالطبع مدرسہ کیلئے پختہ اور عالیشان عمارات بھی مرغوب نہ تھیں اور جس طرح زمانہ رسالت مآب میں مسجد نبوی کھجور کی شاخوں سے مسقف تھی اور بارش میں ٹپک کر صحابہ کی منور پیشانیئیں کیچڑ میں آلودہ ہوتی تھیں مولاناؒ بھی مدرسہ کو اسی حالت بے ثباتی اور توکل تام پر رکھنا چاہتے تھے گو آپنے تعمیر کی اجازت دی اور آپ کی ہی حیات میں مدرسہ کا اکثر حصہ تعمیر ہوا مگر اصلی رائے آپ کی یہی تھی۔ اس بنا پر آپنے مدرسہ کیلئے مستقل سرمایہ وقف وغیرہ کو بھی زیادہ پسند نہیں فرمایا آپ کا منشا تھا کہ کارکنان مدرسہ کی نظر ہمیشہ خدا پر رہے اور وہ کبھی کسی مستقل صورت پر بھروسہ کرکے نہ بیٹھیں اس امر میں جسقدر اتباع مولاناؒ کی رائے کا ہوا اُسیقدر خیر وبرکت زیادہ رہی اور جسقدر اُس کا خلاف ہوا وہ آثار ظاہر ہوئے جن کا مولانا نے اندیشہ ظاہر فرمایا تھا۔ مولاناؒ کا یہ منشا ہرگز نہ تھا کہ کوئی مستقل چندہ قبول نہ کیا جائے یا اُسکے لئے سعی نہ کیجائے مگر یہ ضرور ہے کہ آپکی متوکلانہ نظر کا یہ اقتضا تھا کہ خادمان مدرسہ کی نظر

ہمیشہ مسبب الاسباب کی طرف رہے اسباب پر اعتماد نکریں۔

حضرات یہ ہے مدرسہ دیوبند کی اصل اور یہ ہیں با اخلاص جماعت کے کام اُسی کی برکت تھی کہ تھوڑے ہی زمانہ میں شرق سے غرب تک مدرسہ کا شہرہ پہونچ گیا اور کوئی شہر و قریہ باقی نہ رہا جہاں اُسکا اثر نہ پہونچا۔ چندہ کے مدارس کا سلسلہ قائم ہوا اور علوم دینیہ کے اُکھڑے پانوں پھر ہندوستان میں جمگئے۔ غرض تجدید دین اور بقاء روح دیانت کا کام اس آخری دور میں مدرسہ دیوبند کے ذریعہ سے حاصل ہوا یہ مدرسہ تمام اُن حیثیات کے اعتبار سے جو اوپر مذکور ہوئیں اس کا مستحق ہے کہ مسلمانان ہند اُسکی تعظیم کریں اور اُسکی عزت اور حرمت کو قائم رکھیں۔

مذہبی تعلیم ۔ مدرسہ اسلامیہ دیوبند کا نصب العین اور مقصود اصلی مذہبی تعلیم ہے اور اُسکی کامیابی و عدم کامیابی کا مدار اسی مقصود کے حصول و عدم حصول پر ہے اسلئے ہم اس موقع پر مذہبی تعلیم کے متعلق ضروری امور کو طے کر کے دکھلانا چاہتے ہیں کہ مدرسہ اسلامیہ دیوبند کو اس میں کہانتک کامیابی ہوئی۔ مذہبی تعلیم کے متعلق ضروری و اہم سوالات یہ ہیں:۔

(الف) مذہبی تعلیم کے کتنے درجے ہیں۔ (ب) ہر مسلمان پر مذہبی تعلیم فرض ہے یا نہیں (ج) مذہبی تعلیم کیلئے کس قسم کے مدارس کی ضرورت ہے۔ (د) علماء کے فرائض کیا ہیں۔

ان سوالات کے جواب میں یہ عرض کرنیکی جرأت کرتا ہوں کہ مذہبی تعلیم تین درجوں پر منقسم ہو سکتی ہے۔

درجہ اولیٰ ۔ ضروری احکام اور واجبات سے واقفیت۔

درجہ اوسط ۔ علوم اسلامیہ میں اسقدر مہارت کہ بذریعہ تعلیم و تعلم درس و تدریس فتویٰ نویسی و وعظ و نصیحت مسلمانوں کی ہدایت و اصلاح کر سکیں۔

درجہ اعلیٰ ۔ تمام علوم اسلامیہ میں ایسا تبحر حاصل کرنا کہ ہر فن کے مسائل میں محققانہ اور مجتہدانہ فیصلہ کر سکیں۔

ان تینوں درجوں کے اعتبار سے مسلمان بھی تین حصوں پر منقسم ہو جاوینگے۔ احکام و فرائض سے واقفیت ہر مسلمان پر واجب ہے۔ طبقہ متوسط و اعلیٰ کا وجود بطور فرض کفایہ ضروری ہے۔

درجہ اعلیٰ مخصوص ہے اُن علماء کیلئے جو ورثۃ الانبیاء کے لقب کے مستحق ہیں۔ انہیں کے وجود پر علوم دین کا بقاء منحصر ہے اور یہی حضرات رازدانان دین اور دقیقہ سنجان اسلام ہوتے ہیں اور یہی وہ طبقہ ہے جسکی طرف اختلاف کی حالت میں علماء رجوع کر سکتے ہیں۔

اگر اس طبقہ کے وجود سے عالم خالی ہو جائے تو طبقہ اوسط یعنی علماء متوسط کا وجود بھی نہیں ہوسکتا۔ اور ظاہر ہے کہ طبقۂ اعلیٰ و اوسط کے معدوم ہونے پر عام مسلمانوں میں سے واقفیت احکام کا نشان مٹ جائیگا۔ ایسی حالت میں علوم مذہب کے دنیا میں باقی رہنے کی صورت ہے تو یہی ہو کہ طبقۂ اعلیٰ کا وجود قائم و باقی رہے۔ گویا مذہبی تعلیم کا محور اور مدار اور اصل روح اسلام یہی طبقۂ اعلیٰ ہے اسکے بغیر تمام سلاسل منقطع۔ مذہبی تعلیم معدوم۔ اسلام گم۔

(۲) ہماری اس تقریر سے سوال ثانی کا جواب بھی سمجھ میں آگیا کہ ہر مسلمان پر بقدر واقفیت احکام و فرائض مذہبی تعلیم فرض ہے۔ اس فرض سے کوئی مستثنےٰ نہیں ہے۔

تعلیم درجہ متوسط و اعلیٰ ہر مسلمان پر فرض نہیں ہے۔ البتہ مسلمانوں پر بطور فرض کفایہ واجب ہے کہ اُن میں یہ دونوں طبقے موجود رہیں اور یہی مدعا ارشاد جناب باری عز اسمہٗ کا ہے:۔

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ۔	(ایسا کیوں نہ کیا کہ ہر ایک گروہ میں سے کچھ لوگ (اپنے گھروں سے) باہر نکلے ہوتے کہ دین میں سمجھ حاصل کرتے اور سیکھ سمجھ کر اپنی قوم میں واپس جاتے تو انکو (نافرمانی خدا تعالیٰ سے) ڈراتے تاکہ وہ لوگ بھی بُرے کاموں سے بچیں۔)

(۳) علوم مذہب کے درجات معلوم ہو گئے تو یہ سوال غالباً خود بخود حل ہو جائیگا کہ اِن کی تحصیل کیلئے کیسے مدارس کی ضرورت ہے۔ تعلیم درجہ ادنیٰ جو ہر مسلمان پر فرض ہے اُسکی تحصیل مختلف ذریعوں سے ہو سکتی ہے۔ قدیم دستور کے موافق ابتدائی مکاتب ہیں۔ دیہات میں متوسط درجہ کے عالموں کے ذریعہ سے سرکاری کالجوں میں مذہبی علماء کے وجود سے۔

البتہ تعلیم درجہ اعلیٰ و اوسط کے لئے خاص اسلامی مذہبی مدارس کی ضرورت ہے۔ زمانۂ سلف کے موافق ایسی مکمل مذہبی درسگاہیں ہونی چاہئیں۔ جن میں طلبہ کو تکمیل استعداد کا موقع بفراغ خاطر ملسکے۔ اور اُنکا قبلہ توجہ ایک ہی ہو۔ یعنی وہ ہمہ تن مشغول ہوکر تکمیل علوم کرلیں۔ علماء کے فیض صحبت اور تعلیم دونوں سے پورا فائدہ اُٹھاکر اسقدر استعداد حاصل کریں کہ دوسروں تک صحیح بات پہونچا سکیں۔

اگر ایسے خالص اسلامی مذہبی مدارس کا وجود نہ ہے جن میں خاص طور پر ایک جانب متوجہ ہوکر

تکمیل علوم اسلامیہ کرائی جائے۔ تو کبھی کوئی شخص کامل اور عامل و مبلغ مذہب نہیں ہوسکتا۔ تجربہ اور عقل دونوں اسکے شاہد ہیں۔

ہمارے اس بیان سے یہ امر کہ علوم مذہبی کے کتنے درجات ہیں اور اسکے لئے کیسی درسگاہوں کی ضرورت ہے۔ بخوبی واضح ہوگیا۔ اور غالبًا یہ بھی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ تعلیم قدیم و جدید میں جو مخالفت سمجھی جاتی ہے۔ بالکل غلط خیال ہے تعلیم جدید اور تعلیم قدیم دونوں بجائے خود علیحدہ ہیں۔ تعلیم جدید میں کوئی امر خلاف مذہب نہ سکھلایا جائے تو کوئی مزاحمت تعلیم قدیم سے نہیں ہے۔ البتہ تعلیم جدید کی طلبہ کیلئے۔ بقدر ضرورت علوم مذہب سے واقفیت شرط ہے۔

دنیا کا غالب اور اکثر حصہ طلب معاش کی فکر میں لگتا ہے اور اسکے لئے زمانہ حال میں تعلیم جدید کی سخت ضرورت ہے۔ ایسے لوگوں کو جو تعلیم جدید حاصل کریں مذہب سے اتنی واقفیت ہونی چاہیئے جس سے احکام و فرائض معلوم کر سکیں۔ اور اسقدر تعلیم نہ صرف اُن پر بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے۔ تعلیم قدیم سے وہی لوگ مستفید ہونگے جو علوم مذہب میں درجہ اعلیٰ یا اوسط حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ایسی حالت میں تعلیم قدیم و جدید میں نہ کچھ مخالفت ہے اور نہ مزاحمت مسلمانوں کو تحفظ دنیا کے لئے جیسے تعلیم جدید کی ضرورت ہے اُس سے بدرجہا زیادہ حفاظت دین و بقاء علوم اسلامیہ کے لئے مدارس اسلامیہ و مذہبیہ کی حاجت ہے مسلمان کبھی اُس سے مستغنی نہیں ہوسکتے اور نہ یہ تعلیم کسی دوسری تعلیم میں مدغم ہو کر نتیجہ خیز ہوسکتی ہے مسلمان خوب یاد رکھیں کہ اگر وہ خالص اسلامی مذہبی مدارس جنکی تعلیم مخلوط نہ ہو قائم نہ رکھیں گے کبھی طبقۂ اعلیٰ علماء کا پیدا نہیں ہوسکتا۔ اور انہیں کے وجود پر مدار بقاء مذہب کا ہے جیسا کہ ہم اوپر مشرح بیان کر چکے ہیں۔

(۴) البتہ جواب سوال چہارم تفصیل طلب ہے کہ علماء کے فرائض کیا ہیں اور آیا وہ ان قدیم تعلیم گاہوں کی خالص تعلیم سے سارے فرائض ادا کرسکتے ہیں یا نہیں۔

علماء کے فرائض حسب ذیل ہیں:۔

(الف) تعلیم کے ذریعہ سے ایسے خلف تیار کرنا جو علوم اسلامیہ کو علی وجہ الکمال قائم رکھ سکیں اور اپنے اسلاف کے جائز وارث اور قائم مقام بن سکیں۔

(ب) تصنیف و تالیف کے ذریعہ سے اعلیٰ اور قیمتی فوائد و تحقیقات کو قلم بند کرنا جن سے

بعد کی نسلیں مستفید ہوسکیں۔

(ج)۔ افتاء۔

(د)۔ مواعظ و پند کے ذریعہ سے مخلوق کی ہدایت۔ اور اشاعت اسلام۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔

(ہ)۔ اپنے اخلاق و فیض صحبت سے مخلوق میں روحانیت کا اثر پیدا کرنا۔

(و)۔ اپنی پُرزور تحقیقات اور لاجواب تقریروں سے مخالفان اسلام کے سامنے اسلام کی حقانیت ثابت کرنا اور جس قسم کے حملے کئے جاتے ہیں اُنکے دنداں شکن جوابات دینا۔

(ز)۔ دوسرے ممالک میں اسلامی منادیوں کی حیثیت سے جاکر اشاعت اسلام کرنا۔

یہ وہ فرائض ہیں جو علماء سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں سے (الف) سے (ہ) تک ایسے فرائض ہیں جو قدیم طرز کی خالص مذہبی درسگاہوں کی تربیت یافتہ بخوبی انجام دیسکتے ہیں۔

البتہ فرائض (و) و (ز) کے ادا کرنے کے واسطے دوسرے مذاہب کے مسائل و دلائل۔ اور تحقیقات جدیدہ اور السنہ اجنبیہ سے واقفیت اور آگاہی کی ضرورت ہے اور اس واقفیت کے دو درجے ہیں۔ اوّل یہ کہ متوسط درجہ کے علماء دوسرے مذاہب اور تحقیقات سے اسقدر واقف ہوجائیں کہ اپنے بیانات میں اُن پر بحث کرسکیں۔ دوسری یہ کہ درجہ تحقیق و تنقید پر پہونچ جاویں۔

یہ اُن علماء کا درجہ ہے جو علوم اسلامیہ میں درجہ اعلیٰ حاصل کرکے تحقیقات جدیدہ کو بھی پورا پورا حاصل کریں اور اس قابل بن جائیں کہ ہر مسئلہ کا محققانہ طرز میں فیصلہ کرسکیں۔ جیسا کہ امام غزالی امام رازی یا دوسرے اسی درجہ کے اکابر نے فلسفہ یونان کو حاصل کرکے کیا تھا۔

درجہ اوّل یعنی علماء کی ایسی جماعت جو علوم اسلامیہ کے ساتھ جدید تحقیقات سے بھی واقفیت رکھتی ہو۔ دو طرح پیدا ہوسکتی ہے۔

طلبہ کو مخلوط تعلیم دیجائے یا تعلیم جدید کی تکمیل کے بعد مذہبی علوم کی تحصیل کرائی جائے۔

ان دونوں صورتوں میں وہ علوم اسلامیہ کا محقق تو نہ ہوگا مگر اس غرض کے پورا کرنے کے واسطے کافی ہوگا۔

رہا دوسرا درجہ محققین علوم اسلامیہ و کاملان علوم جدیدہ کا اُسکے لئے فقط ایک ہی صورت ہے وہ یہ کہ کسی خالص مذہبی درسگاہ میں تکمیل علوم اسلامیہ اور پوری تربیت اور فیض صحبت علماء حقانی سے

مستفیض ہونے کے بعد علوم جدیدہ کی تحصیل اور تکمیل کی جائے جیسا کہ امام غزالی وامام رازی نے کیا تھا لیکن اسکے لئے علوم جدیدہ کا کسی اجنبی زبان میں ہی حاصل کرنا شرط نہیں۔ یہ غرض صحیح اور مکمل ترجموں سے بھی پوری ہوسکتی ہے۔ اگر عربی یا اُردو میں ان تحقیقات جدیدہ کے پورے ترجمے ہوجائیں تو یہ غرض باحسن وجوہ حاصل ہوجائیگی۔ نظیر کے لئے فلسفہ یونان موجود ہے۔ اسمیں کسی کو انکار نہوگا کہ ابن سینا۔ شیخ الاشراق۔ امام غزالی۔ امام رازی نے فلسفہ یونان کو عربی زبان میں ہی حاصل کیا تھا۔

رہا ممالک غیر میں اشاعت اسلام اسکے لئے کسی ایک زبان کی تخصیص نہیں ہے جسکے لئے کسی خاص درسگاہ کو کافی سمجھا جائے۔ اسکے لئے ایسے علماء درکار ہیں۔ جو مختلف زبانیں سیکھ کر مختلف بلاد میں جاسکیں۔

یہ زبانیں کہاں اور کیونکر سیکھیں اُسکے لئے کوئی خاص طریقہ معین نہیں ہے کسی درسگاہ میں حاصل کریں یا کسی خاص شخص سے۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہ فرائض جو علماء کے متعلق ہیں اُنکے انجام دینے کے واسطے قدیم درسگاہونکی تعلیم کافی ہے اور جسقدر ضرورت بعض خاص فرائض کے ادا کرنے کی پیش آسکتی ہے وہ بسہولت تھوڑی توجہ میں حاصل ہوسکتی ہے۔ اور بغیر ایسی درسگاہوں کے طبقہ اعلیٰ علماء کا وجود باقی نہیں رہسکتا مخلوط تعلیم ہرگز علوم اسلامیہ میں اہل کمال پیدا نہیں کرسکتی۔ قدیم طرز تعلیم کی درسگاہوں سے کبھی استغنا نہیں ہوسکتا۔ تعلیم قدیم وجدید میں کوئی مخالفت ومزاحمت نہیں ہے۔ جدید تعلیم یافتہ جماعت کو بقدر ضرورت مذہبی احکام وعقائد سے آگاہ کرنیکے لئے علماء ہر وقت آمادہ ہیں تعلیم قدیم کے تربیت یافتہ ہر اسلامی خدمت کو پوری طرح ادا کرسکتے ہیں۔ اُن میں وہ کامل استعداد موجود ہے کہ تھوڑی سی محنت کے ساتھ علوم جدیدہ کے مطالعہ سے فائدہ اُٹھاکر کام کرسکتے ہیں۔ با استعداد علماء کی ایک جماعت خالص مذہبی مدارس میں تکمیل علوم اسلامیہ کرنے کے بعد علوم جدیدہ کو باقاعدہ حاصل کرسکتی ہے۔

سوالات مذکورہ بالا کے حل میں جو کچھ لکھا گیا ہے اُسکو اس موقع کے لحاظ سے کافی سمجھکر اس سے زیادہ تفصیل کو دوسرے وقت کے حوالہ کرتا ہوں۔

لیکن مجھے ایک اور مشکل مسئلہ کو اس جگہ حل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اکثر حضرات کا خیال ہے کہ علماء مسائل شرعیہ میں زیادہ سختی اور تشدد کرتے اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑا کرتے تکفیر کرکے مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج کرتے ہیں۔

اس سوال کا جواب حقیقۃً نہایت دشوار ہے کیونکہ ہمیں اسکے حل کرنے میں علماء کے فرض کو معین کرکے موازنہ کرنیکی ضرورت ہوگی۔ کہ اُنہوں نے اپنے اُن فرائض کے انجام دہی میں کسقدر افراط وتفریط سے کام لیا اور جو اعتراض اُن پر کیا جاتا ہے اسمیں سے کسقدر حصہ صحیح ہے اور کسقدر غیر صحیح۔

جہانتک میرا خیال ہے کہہ سکتا ہوں کہ علماء کے ذمہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر فرض ہے۔

کلام پاک میں ارشاد ہے:۔

واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ۔ (اور اسوقت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے اقرار لیا یہ کتاب جو تم کو دیگئی ہے کہ تم اسے ضرور لوگوں سے بیان کرنا اور اسے پوشیدہ نہ کرنا۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تمکو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہیے ورنہ تمپر عام عذاب نازل ہوجائیگا۔ اور ایک حدیث میں ارشاد ہے،۔

بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً۔ (میرا کلام آگے پہنچاؤ۔ ایک ہی جملہ کیوں نہ ہو۔)

ان تمام ارشادات کا خلاصہ یہ ہے کہ علماء کے ذمہ تبلیغ دین اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر فرض ہے علماء اگر اس فرض کے ادا کرنے میں کسی طمع دنیادی یا حُبِ جاہ یا مدارات خلق کی وجہ سے کوتاہی کریں تو مداہن کہلائینگے۔ علماء سوء کے لقب سے یاد کئے جاوینگے۔

البتہ اگر علماء اس فرض کے ادا کرنے میں ایسی سختی اور درشتی اختیار کریں جس سے لوگ متنفر ہوکر اُن کی بات کو گو حق ہی ہو قبول نکریں تو یہ طرز عمل بھی درست نہیں ہے۔ اور ارشاد رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے مخالف ہے کہ تم میسر یعنی سہولت کرنے والے ہو معسر یعنی سختی اور تنگی کرنیوالے نہو۔ اگر علماء کو محض صحیح احکام شرع اور تبلیغ دین۔ اور امر بالمعروف کی وجہ سے سخت گیر متعصب اور تنگ خیال کہا جاتا ہے تو بالکل غلط اور خلاف احکام خدا ورسول ہے اور اگر علماء نے حد مناسب سے زیادہ سختی کی ہے تو بیشک یہ اُنکا قصور ہے جسکی اصلاح ہونی چاہیے۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ کبھی مخاطب کی صراحت یا طرز کلام اور قرینہ حال سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ حق بات سے

متنفر و کارہ - احکام اسلام پر استہزا کرنے والا ہے - اسوقت کسی عالم کو اسکے ساتھ سخت معاملہ کرنا منشاء خدا و رسول کے موافق اور مقتضاء حکمت ہے۔

رہی تکفیر۔ سو یہ مسئلہ مسلم ہے کہ علماء کو اسمیں بہت زیادہ احتیاط کرنی چاہیئے وہ کسی مسئلہ اور قول کی نسبت صاف طور پر فتویٰ دینے کے واسطے مامور ہیں۔ مگر کسی شخص کی نسبت جبتک کہ اسکے کلام میں کسی صحیح تاویل کی گنجایش ہے تکفیر کرنا خلاف قواعد شرع ہے علماء ربانی کا اس معاملہ میں ہمیشہ یہی عمل رہا ہے۔

اور کبھی علماء کو احکام شریعت کی پابندی کرنے اور کرانے اور اسپر سخت گیری کرنے کی وجہ سے متعصب و تنگ خیال کہا جاتا ہے۔ مگر یہ بالکل ناواقفیت پر مبنی ہے۔ ان لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ علماء ربانی حدود دین اور قواعد شرع کے محافظ ہیں۔ ایک مجسٹریٹ اور جج اگر تعزیرات ہند کی تمام دفعات پر رعایا کو عمل کرنے کیواسطے مجبور کر سکتا ہے اور درصورت عمل نہ کرنے کے سزا دیکر سخت گیر اور متعصب نہیں کہلایا جاسکتا۔ بلکہ اسکو منصف رعایا کے حال پر مہربان کہتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ علماء کو حفاظت احکام کی وجہ سے سخت گیر اور متعصب کہا جائے۔

اگر احکام شریعت پر پختگی اور تصلب فی الدین کا نام سختی ہے تو اس سختی تعصب و تنگ خیالی سے مسلمانوں کا کوئی قرن خالی نہیں ہوا۔ بلکہ قرن اوّل صحابہ میں اسکی مثالیں زیادہ ملینگی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس متبرک درخت کو جسکے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی بوجہ اندیشہ شرک کٹوا ڈالنا۔ یا اپنے صاحبزادہ پر حد جاری کرنا۔ یا فقط ایک مستحسن اور مندوب کا اتنا خیال کرنا کہ اپنے صاحبزادہ عبداللہ بن عمر کے یہاں گھی پڑا ہوا گوشت کھانے سے احتراز کیا۔ اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر دو سالن جمع نہ ہوئے تھے۔ کسکے تحت میں داخل ہوگا سختی اور تعصب میں یا تصلب ورع اور اقتداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تینوں فعل ایک درجہ کے نہ تھے۔ درخت[1] کا کٹوانا محض انسداد کیلئے تھا حد[2] کا جاری کرنا فرض تھا جس سے کسی حال درگذر نہ ہوسکتا تھا۔ اور[3] سالن کا ترک کرنا غایت محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے تھا۔ اسلئے آپ نے صاحبزادہ کو ترک پر مجبور نہیں کیا۔

علماء کے افعال بھی اسی طرح ان اقسام میں سے کسی ایک قسم میں داخل ہوتے ہیں۔ ہاں اگر وہ

امرِ مندوب کو بھی اتنا لازم قرار دیں جتنا اجراء حد کو تو یہ بیشک سختی اور تشدد کی حد میں داخل ہو جائیگا۔

حضرت عبداللہ بن عمر ایک روز حدیث بیان فرما رہے تھے کہ عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع نکرو۔ آپ کے صاحبزادہ نے کہا کہ ہم تو ضرور منع کرینگے۔ حالانکہ صحابہ کی رائے بوجہ خوف فتنہ خود یہ تھی کہ عورتوں کا گھروں میں رہنا بہتر ہے مسجد میں نجانا چاہیئے۔ اور اسی وجہ سے صاحبزادہ نے یہ عرض کیا تھا۔ مگر چونکہ صورۃً حدیث کا مقابلہ تھا بے تکلف عمر بھر کلام کرنا ترک کر دیا اور اُنس پدری کو بھُلا دیا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ عبداللہ بن عمر کے اس فعل کو سخت گیری اور تعصب کہا جائیگا یا تصلب فی الدین سے تعبیر کیا جائیگا۔ اور یہ امر محمود سمجھا جائیگا یا مذموم۔ عجب نہیں کہ آجکل کوئی صاحب اس پر قطع رحم کا حکم لگا دیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک روز گھر تشریف لیگئے تو اپنی چھوٹی صاحبزادی کو دیکھا کہ اچھے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور ایک قیمتی موتی بھی لگا ہوا ہے۔ آپ نے پہچان لیا کہ یہ موتی تو بیت المال کا ہے اُسیوقت ارادہ حد سرقہ جاری کرنیکا فرمالیا۔ ہر چند سب نے عرض کیا مگر آپ کو اس رائے پر سخت اصرار تھا۔ یہ خبر جب حضرت ابو رافع کو پہونچی جو افسر خزانہ تھے تو وہ دوڑے ہوے آئے اور عرض کیا کہ یہ قصور میرا ہے میں نے اُنکو یہ موتی پہنا دیا تھا۔ اسکو سُنکر آپ نے سکوت فرمایا۔

اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کیا آپ کو اِسمیں کوئی ایسی تاویل نہ ملسکتی تھی جسکی وجہ سے درگذر فرماتے مگر آپکو اپنی رائے پر اصرار رہا اور بغیر قوی دلیل ملنے کے اس ارادہ کو ترک نفرمایا ہمارے بھائی بتلائیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارادہ کا کیا نام رکھینگے۔ غالبًا کوئی صاحب اُسکو سخت گیری اور تنگ خیالی لکھینگے۔

یہ فرق جو تشدد اور تصلب میں بیان کیا گیا ہے۔ عام طور پر جملہ حضرات کو ملحوظ رکھنا چاہیئے اور علماء کو بیجا مورد طعن نہ بنانا چاہیئے۔

اس مضمون کے متعلق مجھے اور بھی بہت کچھ عرض کرنا باقی ہے۔ بعض اہم و ضروری سوال اور بھی تھے۔ جنکا جواب دینا چاہیئے تھا۔ مگر میں بہت زیادہ وقت لیچکا اور سمع خراشی کر چکا ہوں۔

—— : واللہ الموفق : ——

تربیۃ السالک و تنجیۃ الہالک

(نمبر ۲)

(س) جس پیر کے مرید اکثر بلکہ قریب قریب کل بے نمازی ہوں کیا وہ شخص بیعت کی صلاحیت رکھتا ہے

(ج) صلاحیت نہیں رکھتا۔

(س) کیا ولایت ایسی شئے ہے کہ جسکو پیر چاہے یوں کہکر کہ تجکو امانت سونپتا ہوں دیسکتا ہے۔

(ج) ولایت ایسی چیز نہیں بعض کیفیات میں ایسا ہوسکتا ہے جو کہ ولایت میں کچھ دخیل نہیں

(حال) نماز پڑھنے کے وقت میں خصوصاً نماز مغرب میں زیادہ تر التحیات میں قلب سے ایک قسم کی کشش پیدا ہوکر بدن میں لرزا ہوجاتا ہے اکثر وقت ذکر جاری ہوجاتا ہے قلب سے کبھی زبان سے بھی ذکر جہر جاری ہوجاتا ہی اکثر اس قسم کی کشش سی محسوس ہوتی ہے۔

(تحقیق) مبارک ہو یہ آثار غلبہ ذکر کے ہیں جسکو اصطلاح میں سلطان الاذکار کہتے ہیں اور نماز کے متصل ایسا ہونا علامت ہے نماز کیساتھ مناسبت تامہ ہوجانیکی یہ دوسری کیفیت محمودہ مقبولہ ہے اللہ تعالیٰ برکت و استقامت بخشے۔

(حال) مراقبہ ترک ہوجاتا ہے وجہ یہ ہے کہ بندہ کو پڑھانے کا مشغلہ زیادہ ہوگیا۔

(تحقیق) کچھ غم کی بات نہیں پڑھانا بھی عبادت ہے مقصود اُسکا اور مراقبہ کا مشترک و واحد ہے البتہ اگر کسی وقت وہ بھی ہوجاوے گو قلیل ہی وقت میں سہی تو نافع و اصلح ہے۔

(حال) حسب اجازت ذکر دو ضربی جہر کے ساتھ کبھی کرلیتا ہوں اس ذکر میں میں زبان شیریں ہوجاتی ہے اور بہت لذت معلوم ہوتی ہے۔

(تحقیق) حلاوت معنویہ کا حسیہ ہوجانا علامت ہے سرایت الذکر فی الذاکر کی جسکی طرف حدیث میں اشارہ ہے فی لحمی نورا فی شعری نورا فی عصبی و فی دمی الخ یہ بھی آثار سلطان الذکر سے ہے

(حال) رات کی جو بارہ تسبیح ارشاد ہوئی معمول ہے اور دن کے اذکار کبھی تین ہزار کبھی چھ ہزار الغرض فرصت کے مطابق زیادتی کمی ہوتی ہے دعا سے شاد فرماویں کوئی جدید کیفیت ہوگی اطلاع کرونگا۔

(تحقیق) استقامت علی الاعمال خود ایک رفیع حالت ہے جو سب کیفیات سے ارجح ہے اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔

(حال) بندہ کو عبادت میں لذت نہیں معلوم ہوتی ہے اور طاعت حق کی طرف دل بندہ کا راغب تام نہیں ہے۔

(تحقیق) عبادت میں لذت اختیاری نہیں امور غیر اختیاری کے پیچھے نہ پڑجانا چاہئے اپنی قدرت واختیار کے کاموں میں لگا رہنا چاہئے۔

(س) ایک شخص عالم دیندار پرہیزگار متبع شریعت ایک شخص کا مرید ہے اور طریقہ علیہ صوفیہ کا معتقد اور اولیائے کرام سے نہایت محبت رکھتا ہے اُسکا شیخ بھی بزرگ متبع شریعت وسنت ہے لیکن رابطہ شیخ وتصور شیخ سے بوجہ اسکے کہ بعض علماء اُسکو ناجائز بتاتے ہیں اُسکا دل خائف رہتا ہے۔ نیز ختم مجدد صاحب رح جسکی نسبت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ مریدوں کو اپنے مکتوبات میں ہدایت کرتے ہیں اور نہایت مفید بتاتے ہیں اُسکے دل میں وسوسہ پیدا ہوتا ہے اور صوفیہ کے ہاں خصوصًا مجدد صاحب رح کے ہاں واسطہ جزو اعظم طریقہ ہے نیز ارواح اولیا کو ایصال ثواب بغرض امداد فیض باطنی بھی صوفیہ میں معمول ہے یہ وسوسہ شیطانی ہی کہ اُسکو سلوک سے باز رکھتا ہے یا اُسمیں واقعی کچھ نقصان دین کا ہے براہ عنایت مفصل جواب سے مطلع کریں کہ اطمینان ہو۔

(ج) یہ شخص جنکو شغل رابطہ وختم بغرض افاضہ باطنیہ از ارواح میں خدشہ ہے بفضلہ تعالیٰ خالص توحید سے مشرف ہیں یہ وسوسہ شیطانی ہرگز نہیں نہ ان اعمال کا ترک کرنا اُسکو باطنًا کچھ مضر ہے بلکہ جب اُسمیں خلجان ہے تو کرنے سے ہرگز نفع نہوگا وہ بے فکر رہیں اور یہ دونوں کام نہ کریں خالی اذکار اور دوسرے اشغال پر اکتفا کریں انشاء اللہ یہ دولت نسبت نصیب ہو گی کوئی خاص شغل شرط فیض نہیں ہے۔ یہ دونوں امر یعنی شغل اور ختم مذکور اکثر حالات میں محل خدشہ ہیں اور اگر بالکل خدشات سے پاک بھی ہوں۔ تب بھی جن پر مذاق نسبت نبوۃ غالب ہے اُن کی طبیعت اِن سے آبی ہے۔

(حال) جب سے حضور سے جدا ہوا ہوں بعضے اوناس دنیا نے گرفت کرلیا ہی اول زبان درازی کیونکہ طالبوں کو بعضے افعال واقوال شنیعہ سے بدون سخت گوئی اور زبان درازی

کے باز رکھنا دشوار ہے۔ دوم عورت کو راہ شریعت اور خلق سنی کے مطابق چلانا اور اس کی بدخلقی سے صبر کرنا بندہ کو نہایت دشوار ہے دعاء خیر فرماویں اور ارشاد فرماویں کہ طالبونکو علم دین اور اخلاق کی تعلیم دینا بہتر ہے یا زیارت مقبرہ اولیا اور سفر۔ سالک کے لئے با اسباب و تدبیر توکل کرنا بہتر ہے یا بے اسباب میرے فہم کے مطابق ارشاد فرماویں انشاء اللہ حضور کے ارشاد سے تسلّی ہوگی۔

(**تحقیق**) دعاء خیر کرتا ہوں وہ حدیث یاد کیجئے المؤمن الذی یخالط الناس و یصبر علی اذاھم خیر من المؤمن الذی لا یخالط الناس ولا یصبر علی اذاھم۔ مبتدی کے لئے خلوت بہتر ہے اور منتہی غیر عالم کے لئے سفر بغرض زیارت مقابر و سیاحت مضر نہیں اور مبتدی کے لئے مضر ہے اور عالم کے لئے مانع عن النفع ہے اور ضعیف الہمۃ و معیل کیلئے اسباب و تدبیر بہتر ہے اور قوی الہمۃ مجرد کے لئے توکل۔ والسلام

(**حال**) کمترین کو آجکل وساوس و ہواجس کا سخت غلبہ ہے طاقت بیان سے خارج ہے اور ایسے وسوسونکا ہجوم ہوتا ہے کہ نقل کرتے ہوے بھی خوف معلوم ہوتا ہے سخت حیرانی و پریشانی میں مبتلا ہوں گو یہ جانتا ہوں کہ راہزن اپنی راہزنی کی تدابیر میں مصروف ہے مگر دفعیہ نہ معلوم ہونے کے باعث سخت درماندگی میں پڑا ہوں حضرت مرشد مدظلہ مکہ معظمہ تشریف لیگئے ہیں اب اس وقت عالم میں سوا حضور کے اور کوئی چارہ ساز نظر نہیں آتا جس سے اپنے مرض کا علاج کراؤں حضور والا حال ہے قال نہیں۔ عرض بھی نہیں کرسکتا جلدی دستگیری فرمائی جاوے اور تو کچھ پاس نہیں صرف جو کچھ ہے ایمان ہے اسکے بھی سلب ہوجانیکا گمان ہے۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔ بس زیادہ کیا عرض کروں۔

(**تحقیق**) وساوس کوئی پریشانی کی چیز نہیں پریشانی سے قلب ضعیف ہوجاتا ہے۔

ع۵ پندرہ محرم ۳۳ھ کو انکا خط مضمون ذیل کا آیا الحمدللہ اب نہ وساوس کا ہجوم ہے نہ اوہام و ہواجس کا تلاطم قطعی طرح سے نیست و نابود ہوگئے حضور کا کس زبان سے اور کیسے شکریہ ادا کیا جاوے جو اس اڑے وقت میں اس ناچیز اور سراپا قصور کی دستگیری فرمائی گئی ہے آقائے عالم ذات بابرکات کو باین فیوض و خیرات ہمیشہ ہمیشہ تاقیام قیامت قائم رکھیں اور نظر شفقت و توجہ کی بجانب بیچارہ مبذول آمین ۱۲

جس سے دونا ہجوم ہوتا ہے بجز بے پروائی اور بے التفاتی کے بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس پر خوش ہو اور کوئی تدبیر نہیں اس سے قلب کو قوۃ ہوتی ہے اور وساوس کو قبول نہیں کرتا بہت جلد قطع ہو جاتے ہیں اور حقیقت میں جب اُس میں گناہ نہیں تو پھر پریشانی کیوں ہو۔

(س) تصور شیخ میں سلیم الطبع والعقیدہ کے لئے گنجایش ہے یا نہیں۔

(ج) بدون سائل کے ہم صحبت ہوئے اسکا فیصلہ کسی خاص شخص کے لئے نہیں ہو سکتا اور سوال سے آپکا یہی مقصود ہے۔

(س) تعلیمات شیخ کے علاوہ طالب ادعیۂ ماثورہ و اوراد مسنونہ بغیر اجازت شیخ پڑھ سکتا ہے یا نہیں

(ج) ہاں۔ اس شرط سے کہ وہ تعلیم شیخ میں مخل نہو اور قوت سے زیادہ نہو اور شرع کے خلاف نہو

(حال) جب کوئی کار دنیوی پیش آتا ہے تو اسقدر طبیعت کو انہماک اور دل کو اُس میں مشغولی ہو جاتی ہے کہ اوقات معمولہ میں اُسی کار کے متعلق وساوس اسدرجہ آتے ہیں کہ پریشان ہو جاتا ہوں یہانتک نوبت پہونچتی ہے کہ معمول چھوٹ جاتے ہیں جو چسپیدگی پیدا ہوتی ہے وہ سب فنا ہو جاتی ہے نہایت خلجان میں ہوں اور امور دنیویہ سے سبکدوشی میسر نہیں ہوتی بلکہ روز بروز افزونی ہے کبھی ایک چلہ کسی معمول پر مداومت نہیں ہوتی۔

(تحقیق) پریشان نہ ہوجئے اگر دل نہ لگے بے دل لگے ہوئے معمول ادا کر لیجئے اور اگر پورا نہو سکے تو تھوڑا کر لیجئے مگر بالکل ناغہ نہ کرنا چاہیئے تھوڑا سا بھی ہوتا رہے تو برکت رہتی ہے اسکی فکر چھوڑ دیجئے کہ ذرہ برابر کمی نہو جتنی کمی ہو جاوے اُسکا تدارک استغفار سے کر دیا کیجئے اور پریشان ہرگز نہوں اس سے اور بھی ہمت ضعیف ہو جاتی ہے۔

(حال) حسب ارشاد حضور اور دُعا کی برکت سے اسم ذات روزمرہ چھ ہزار پڑھتا ہوں مگر خیالات بجا نہیں ہیں اور وسوسے بہت آتے ہیں اور طبیعت گھبراتی ہے اور کسی ذکر و عبادت میں جس طرح بیشتر کچھ توجہ اور دل کا لگاؤ اور لذت حاصل تھی وہ بالکل نہیں۔ بعض وقت دین دنیا کے خسارہ کا پورا اندیشہ ہو جاتا ہے اور دنیا کی حالت تو میں کچھ عرض نہیں کرتا مگر عقبیٰ کے واسطے ضرور تکلیف دیتا ہوں میری حالت بہت خراب ہے کیا کروں کچھ روز سُرخ کاغذ پر اسم ذات لکھکر دیوار پر چسپاں کر کے روزمرہ دیکھا کرتا تھا بعد کو حضور نے ارشاد فرمایا کہ اگر دن میں ہو تو

بہتر ہے کچھ روز کیا مگر پھر زمانہ کے جھگڑے کچھ روزگار وغیرہ کے سبب چھوٹ گیا بہت مجبور ہوں کمزوری دماغ کی شکایت کیا لکھوں سب شکر ہے جو کچھ ارشاد ہو دعا کیجیے اللہ پاک حضور کی قدمبوسی حاصل کرا دے۔ بہت بڑا مرض ہی سخت گنہگار ہوں اور کچھ مجھ سے نہو سکا ڈر ہی کہ اگر دن بدن اور حالت خراب ہوئی تو آخر وقت کیا کیفیت ہوگی ہاں خدا تعالیٰ دل میں اپنی محبت کامل طور پر عطا فرما دے تو سب کچھ اُسکے طفیل میں اُمید ہو۔

(**تحقیق**) یہ تلوین کے آثار میں سے ہے۔ نیز تشویش خاطر بسبب امور دنیویہ کے اسکا سبب ہو جاتا ہے کیفیات لذت وعدم لذت کی طرف التفات نکریں خود عمل کو مقصود سمجھکر کرتے رہیں انشاء اللہ محرومی نہ رہیگی ثمرات پر نظر کرنا یہ اصل سبب ہے پریشانی کا یَا بَاسِطُ بعد عشا کے ۱۰۰۰ بار روزانہ پڑھ لیا کریں۔

(**حال**) ذکر اشغال کے وقت ایک مرتبہ روشنی آسمان سے مجھ تک آئی اور مسجد تک کو روشن کر دیا اور ایسا ہی پشت کی جانب سے ہوا۔ رات کو جب سوتا ہوں تمام بدن پر یا نصف بدن پر یا آنکھوں میں روشنی سی اکثر ہو جاتی ہے۔

(**تحقیق**) یہ روشنی انوار ذکر سے ہے مبارک ہو کسی سے ذکر نہ کریں اور ذکر کو ناغہ بلا عذر نہ کریں اور اسکو کمال نہ سمجھئے اور اپنے کو بزرگ نہ سمجھئے مگر نعمت سمجھکر شکر کریں اور پھر بھی اطلاع دیں اور شرع کی سخت پابندی رکھیں بدون اسکے روشنی محض غیر مفید ہے۔

(باقی آیندہ)

فہرست چندہ دارالحدیث دیوبند

۱	جناب مولوی علیم اللہ خانصاحب رئیس چندیانہ	للعہ ۱۵
۲	〃 〃 منجانب پھوپی صاحبہ	عمر/
۳	〃 〃 〃 خالہ صاحبہ	عمر/
۴	جناب محمد بشیر خانصاحب	۶/
۵	اہلیہ حاجی محمد یوسف خانصاحب بسی	للعہ/
۶	دو صاحبان ساکن شیر پور	للعہ
۷	جناب محمد نسیم خانصاحب رئیس چندیانہ	صر/
۸	جناب عبدالرشید خانصاحب ساکن 〃	عمر/
۹	جناب یعقوب علیخانصاحب 〃 〃	عمر/
۱۰	جناب عبدالرحمن صاحب خیاط 〃 〃	۴/
۱۱	چھٹوا حجام ساکن 〃	ا/
۱۲	جناب حافظ عبدالحمید خانصاحب ساکن 〃	عمر/
۱۳	شاہ محمد خانصاحب 〃 〃	۴/
۱۴	جناب حافظ محمد یعقوب صاحب 〃 〃	عمر/
۱۵	جناب عبدالرحیم خانصاحب عمر پوری	عمر/
۱۶	جناب نیاز احمد خانصاحب ساکن چندیانہ	عمر/
۱۷	جناب حاجی قادر داد خانصاحب دولت پوری	للعہ
۱۸	جناب بشیر محمد خانصاحب رئیس دولت پور منجانب والدہ	۶/
۱۹	جناب بھائی حمید صاحب دولت پور	عمر
۲۰	جناب چاند خانصاحب دولت پور	۴/
۲۱	جناب عبدالمجید خانصاحب ڈاکمنشی دولت پور	۶/
۲۲	میوا نورباقت دولت پور	۴/
۲۳	حلوائی دولت پور	۴/
۲۴	متفرق اشخاص	۱۰/
۲۵	جناب محمد منظہر صاحب طالب علم	عمر/
۲۶	جناب مولوی کفایت اللہ صاحب	عمر/
۲۷	جناب اقبال حسین صاحب عطار	عمر/

۲۸	جناب نواب احمد حسن خانصاحب رئیس حسنپور ضلع مرادآباد	للعہ
۲۹	جناب دوست محمد خانصاحب 〃	صر/
۳۰	جناب احمد مرزا صاحب دہلوی	عہ/
۳۱	طلبہ مدرسہ امینیہ دہلی	للعہ ۱۲
۳۲	احمد حسن صاحب اللہ والے	صر/
۳۳	جناب مولوی ابوالحسین صاحب جونپوری	عہ/
۳۴	جناب انعام اللہ خانصاحب سہارنپوری	للعہ/
۳۵	منجانب حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ عطیہ جناب مولانا عزیزالرحمن صاحب گنگوہی	عہ/
۳۶	جناب شیخ فضل الرحمن صاحب تاجر چاندنی چوک دہلی	عہ/
۳۷	از متفرق اشخاص بوقت جلسہ بنیاد دارالحدیث	لہ ۱۰
۳۸	ماسٹر بدرالدین صاحب ہیڈ مولوی کالج رتلام	عمر/
۳۹	مولوی محمد ابراہیم صاحب ساکن سنبھل ضلع مرادآباد	عمر/
۴۰	منشی فضل الرحمن صاحب محرر مرادآباد	للعہ/
۴۱	حاجی محمد عبدالرحمن صاحب ساکن سنبھل ضلع مرادآباد	عمر/
۴۲	جناب حافظ مشیت اللہ و عبداللہ صاحبان تاجران خورجہ	ما یکصد روپیہ
۴۳	منجانب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم عطیہ جناب مولانا مولوی حکیم عبدالرحمن صاحب رئیس خورجہ	للعہ
۴۴	جناب محمد عبداللہ خانصاحب رئیس خورجہ بنگلہ والے	صہ/
۴۵	جناب شیخ عبدالغنی صاحب جفت فروش خورجہ	للعہ
۴۶	منجانب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم عطیہ مولانا عماد الدین صاحب مدرس اول مدرسہ خازن العلوم خورجہ	للعہ
۴۷	جناب یوسف خانصاحب رئیس خورجہ	للعہ
۴۸	جناب محمد ابراہیم صاحب رئیس خورجہ برادر مولانا مولوی عبدالرحمن خانصاحب	للعہ
۴۹	معرفۃ عبداللہ خانصاحب بنگلہ والے متفرق وصول	للعہ
۵۰	جناب صاحبداد خانصاحب جج ہنجایت رئیس خورجہ	للعہ

نمبر	نام	رقم
۵۱	جناب مصطفٰے خانصاحب رئیس خورجہ	دعہ/
۵۲	جناب حاجی عبداللہ صاحب تاجر چرم کانپور	عہ/
۵۳	جنابہ والدہ صاحبہ محمد حسین خان و احمد حسین خانصاحبان	عہ/
۵۴	جناب ملا مشیت اللہ و عبدالرحیم صاحبان تاجران جوتہ	عہ/
۵۵	جناب رازق داد خان و قادر داد خانصاحبان گ	عہ/
۵۶	جناب مولوی عبدالملک خانصاحب رئیس خورجہ	عہ/
۵۷	منجانب حضور صلی اللہ علیہ وسلم عطیہ جناب حسین خانصاحب رئیس خورجہ	عہ/
۵۸	جناب مستری محمد قاسم صاحب خورجوی	عہ/
۵۹	جناب عبدالرشید صاحب	دعہ/
۶۰	جناب احمد بکر قصاب خورجہ	عہ/
۶۱	جناب عبدالرحمٰن خان ولد مشیت اللہ خانصاحبان نیارئیہ خورجہ	للوعہ/
۶۲	جناب عبداللہ خانصاحب گنج والہ خورجہ	محہ/
۶۳	جناب ڈپٹی وزیر محمد خاں صاحب "	صہ/
۶۴	جناب حمایت اللہ خانصاحب	صہ/
۶۵	جناب چودہری مولاداد خانصاحب	صہ/
۶۶	منجانب حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب عطیہ جناب عبدالرحمٰن خاں صاحب گرداور خورجہ	صہ/
۶۷	جناب عبداللہ خانصاحب ولد رحمت اللہ خانصاحب رئیس	صہ/
۶۸	جناب حکیم تہور علیخانصاحب ساکن ونڈا متصل خورجہ	صہ/
۶۹	جناب صوفی محمد حسین صاحب کلاہ فروش خورجہ	صہ/
۷۰	جنابہ والدہ صاحبہ	صہ/
۷۱	جناب مہر اللہ صاحب ساکن عزیز آباد	صہ/
۷۲	جناب داروغہ نصر اللہ خانصاحب خورجہ	محہ/
۷۳	جناب علیخانصاحب حجامت فروش خورجہ	صہ/
۷۴	جناب عبدالرحمٰن خانصاحب ٹال والہ خورجہ	صہ/
۷۵	جناب مولوی طفیل احمد صاحب متعلم مدرسہ خازن العلوم	صہ/
۷۶	جناب خالقداد خانصاحب خورجہ	للعہ/
۷۷	جناب مولوی ولیداد خانصاحب خورجہ	للعہ/
۷۸	جناب یونس خانصاحب مترجن خورجہ	للعہ/
۷۹	جناب مرتضیٰ خانصاحب خورجہ	للعہ/
۸۰	جناب حاجی نتھو صاحب محلہ قصابان خورجہ	ے/
۸۱	متفرق از خورجہ	للعہ ۹/
۸۲	جناب عنایت اللہ صاحب	صہ
۸۳	جناب حکیم خدا بخش صاحب و علی محمد صاحب تاجران خورجہ و مہتمم مدرسہ خازن العلوم	دعہ
۸۴	جناب قادر بخش ولد فیضو صاحبان -	للعہ/
۸۵	نامعلوم الاسم محلہ خانصاحبان خورجہ -	لعہ/
۸۶	جناب علی خانصاحب خورجوی	للعہ/
۸۷	جناب اللہ بخش صاحب قصاب سرائے ابو خورجہ	ے/
۸۸	جناب محمد خانصاحب انسپکٹر پنشنر	عکا/
۸۹	جناب حکیم محمد خانصاحب خورجہ	عکا/
۹۰	جناب مظفر محمد خانصاحب خورجہ	عکا/
۹۱	جناب کریم اللہ خانصاحب خورجوی	عکا/
۹۲	جناب مصطفٰے خانصاحب خورجوی	عکا/
۹۳	جناب عبدالرحیم صاحب آڑتی بازار کلکٹر گنج خورجہ	للعہ ۴/
۹۴	معرفت جناب عبداللہ خانصاحب محلہ کلاں خورجہ	عکا/
۹۵	جناب عبدالکریم صاحب محلہ قصابان	عکا/
۹۶	جناب کریم اللہ صاحب محلہ قصابان	عکا/
۹۷	جناب محمد حنیف صاحب محلہ قصابان	عکا/
۹۸	جناب محمد احمد صاحب محلہ قصابان	ے/
۹۹	جناب عبدالرحمٰن خانصاحب ساکن موضع رونڈا	عکا ۸/
۱۰۱	جناب عبدالرحیم خانصاحب ساکن موضع رونڈا	عکا ۸/
۱۰۲	جناب عبدالکریم خانصاحب موضع رونڈا	عکا ۸/
۱۰۳	جناب شادی خانصاحب موضع رونڈا	عکا ۸/
۱۰۴	از موضع کرالہ	لعہ ۱۲/
۱۰۵	از موضع مونڈا کھیڑا	ے ۱۲/
۱۰۶	سیکلے بیوپاری ہندو	عکا/
۱۰۷	جناب منشی محمد اسمٰعیل صاحب برادر مولوی محمد اسحاق صاحب نہٹوری ایجنٹ -	ے

(رجسٹرڈ نمبر اے ۵۲۳)

القاسم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

قیمت سالانہ عہ

معہ محصول ۹ عہ

علمی - مذہبی - اخلاقی - تمدنی - تاریخی - ماہوار رسالہ

نمبر ۵ بابت ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ ہجری جلد ۳

خاکسار حبیب الرحمن مدیر رسالہ

نے

مدرسہ اسلامیہ دیوبند سے شائع کیا

اور

مطبع قاسمی واقع مدرسہ اسلامی عربی دیوبند میں اپنے اہتمام سے طبع کیا

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

(مطابق ماہ دسمبر ۱۹۱۲ء)

جو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب و حضرت مولانا اشرف علی صاحب

(اور)

دیگر مقدس و مقتدر علما کی سرپرستی میں

شائع ہوتا ہے

اطلاع ضروری

برائے خریداران القاسم

حضرات ذیل کا سال ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ پر ختم ہوگیا - لہذا یا تو سال آیندہ کی قیمت بذریعہ منی آڈر روانہ فرما کر کارکنان دفتر کو مشکور فرماویں - ورنہ محرم کا رسالہ بذریعہ ویلیو روانہ کیا جائیگا ایسے حضرات کی خریداری کے نمبر درج کردیئے گئے ہیں - لہذا اپنے اپنے نمبر ملاحظہ فرمالیں - یہ خیال رہے کہ ۵۲۳ خریداری کا نمبر نہیں - ۵۹۸ و ۹۱۸ و ۹۳۹ و ۹۴۱ و ۹۵۵ و ۹۵۷ و ۹۶۱ و ۹۶۳ و ۱۲۷۷ و ۱۳۶۲ و ۱۳۶۲

اور اگر کسی صاحب کو آیندہ خریداری منظور نہو تو دفتر میں ایک کارڈ کے ذریعہ سے مطلع فرمائیں تاکہ وی پی واپس آنے سے دفتر کا نقصان نہو -

المشتہر سعید احمد دفتر القاسم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام الائمہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ پر ایک نظر

(نمبر ۱)

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اما بعد

اسلام بلکہ ہر مذہب کی تعلیم طبعی طور پر تین حصوں میں منقسم ہوتی ہے۔ اصول عقائد (ایمان) جو مکارم اخلاق کے لئے بیج کا کام دیتی ہیں۔ اخلاق حسنہ (احسان) جن پر دنیا و آخرت کی فلاح موقوف ہے۔ اعمال (اسلام) جو اخلاق کا نتیجہ یا ممد و معاون ہوتے ہیں۔

قرآن شریف اور اسکی شرح (بائی لاز) حدیث شریف میں یہ تینوں حصے ساتھ ساتھ مذکور ہیں۔ جو طبعی ربط ان تینوں کا باہمی پہلے موجود تھا۔ عربی زبان کی بلاغت نے اسکو اور زیادہ محفوظ ہی نہیں بنادیا بلکہ اس ربط کو توڑ کر تعلیم کو مغلق بنانے سے قطعی احتراز کیا گیا۔ اس قسم کی تعلیم کے ساتھ اگر عملی نمونہ (طرز زندگی جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم) بھی پیش نظر رہ سکے۔ تو بہت تھوڑی وقت میں ہر ادنیٰ و اعلیٰ اپنی استعداد کے موافق کمال حاصل کر کے اپنی صنف کے باقیماندہ افراد کیلئے نمونہ بن سکتا ہے۔

اُمت محمدیہ کے طبقہ اولیٰ میں جنکی مادری زبان عربی تھی۔

لقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر	(ہمنے آسان کیا قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سوچنے والا۔)
کی تنبیہ اور	
لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ	(تمھارے لئے اللہ کے رسول میں اچھا نمونہ ہے۔)

کے اشارہ نے انکے نصاب تعلیم کو قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت (حاضری خدمت) سے متجاوز نہ ہونے دیا۔

عجم کی دو بڑی سلطنتوں کے مفتوح ہونے پر جسقدر اسلامی آبادی بڑھی۔ وہ عربی زبان کے ناواقفیت اور غیر فطری طریقہ تعلیم (علم کو عمل سے مدارس و مکاتب میں علیحدہ تحصیل کرنا) کے

خوگر ہونے کی وجہ سے قرآن شریف سے بدون تقدیم مقدمات پورے مستفید نہیں ہوسکتے تھے۔ اسلئے بمجبوری قرآن شریف کی متناً و شرحاً روایت و حفاظت کے ساتھ ساتھ (الف) علوم ادبیہ (ب) عقائد و کلام (ج) فقہ و قانون (د) اخلاق و تصوف تینوں فن علیحدہ علیحدہ مدوّن کرنے پڑے۔

اسطرح علوم کو علیحدہ مدون کرنیمیں جب پہلی صورت یقیناً قائم نہیں رہ سکتی۔ تو غور و فکر کے بعد یہ فیصلہ کرنا پڑے گا۔ کہ اگر اس تجدید صورت میں مطلب فوت نہیں ہوا۔ اور مقاصد شرع پوری محفوظ رہی۔ قانون تشریع میں جو رتبۃً انبیاء علیہم السلام کے لئے خاص کیا گیا ہے اسمیں دست اندازی نہیں کیگئی۔ تو یہ امر جدید چونکہ باعث انتشار ہدایت اور مقصود بعثت کا مویّد ہے۔ نہایت مبارک اور محمود مانا جائے گا۔ اور ایسے علماء مجدد اور انبیاء علیہم السلام کے قائمقام تسلیم کئے جائیں گے اور اگر ابتداع صورتامیں اصل مقصد فوت ہوا یا قوانین تشریع کے خلاف ورزی کیگئی۔ تو اس قسم کے تمام امور بدعات ضالہ قرار دئے جائینگے۔ ایسے مبتدع دجال و کذاب کہلانے کے مستحق ہونگے۔

مجددین اور دجالین کا فرق ارباب فطرۃ سلیمہ اور راسخین فی العلم تو انکی صورت دیکھکر یا انکی تعلیم پر سرسری نظر ڈالنے سے بخوبی کر سکتے ہیں۔ لیکن طبقہ متوسطہ کو "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے" کا زریں قاعدہ کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے جب ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ ایک عالم امور شرعیہ میں مجملات کی تفصیل کرتا ہے یا تعلیم کا ایک حصہ بطور اختصار علیحدہ کرکے ہمارے سامنے بصورت جدیدہ پیش کر رہا ہے۔ تو اسپر اعتماد کرنے سے پہلے یہ ضرور دیکھ لینا چاہئے کہ اس نے علوم شرعیہ (کتاب و سنۃ) کس کی صحبت میں رہکر سیکھی اور اسکے پاس رہنے والے طالبعلموں پر کونسا رنگ غالب رہا۔ اگر کسی درخت کا بیج اور پھل دونوں قابل اطمینان ہوں۔ تو وہ بے کھٹکے فائدہ اٹھایا جانیکے قابل مان لیا جاتا ہے۔

اگر اس موقع پر مختلف المذاق صحبتوں سے مستفید ہونیوالے ارباب کمال کو کسی ایک سلک میں منسلک کرنیکے کے لئے ضابطہ کی ضرورت محسوس ہو۔ تو انصاف پسند طبیعتوں کیلئے میرے خیال میں حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کا تجویز کردہ معیار کافی سمجھا جائیگا۔

قال الشیخ ان الناس فی زمن الصحابۃ والتابعین واتباعھم لم یکن ارتباط التلامذۃ بمشائخھم بالبیعۃ ولا بالخرقۃ انما کان ذلک بالصحبۃ وما کانوا یقتصرون علی شیخ واحد ولا سلسلۃ واحدۃ بل کان کل واحد منھم یصحب مشائخ کثیرۃ ویرتبط بسلاسل متعددۃ فلا تکاد سلاسلھم ترتقی الی واحد بعینہ من الصحابۃ الا ان یخص سلسلۃ بالاعتناء من جھۃ اعترافھم باثر صحبۃ واحد منھم فی نفوسھم او شھرتھم بانھم اصحاب فلان بحیث یصیر ذلک کالسمۃ لھم او طول صحبتھم مع واحد منھم اخبرنی شیخنا ابوطاھر عن الشیخ حسن العجمی المکی قال سالت شیخی الشیخ عیسی المغربی فقلت لہ یکون للطالب شیخ یاخذ عنہ فھل لہ ان یدخل علی شیخ اٰخر قال الاب واحد والاعمام شتی۔

(شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں تلامذہ کا ارتباط اساتذہ سے اخذ بیعت اور حصول خرقہ پر موقوف نہ تھا محض اساتذہ کی صحبت و ملازمت کافی سمجھی جاتی تھی۔ طالب ایک استاد ایک سلسلہ پر اکتفا نہ کرتے تھے ہر شخص بہت سے اساتذہ اور متعدد سلسلوں سے مرتبط ہوتا تھا اور انکا سلسلہ تلمذ کسی ایک صحابی پر خصوصیت کے ساتھ ختم نہ ہوتا تھا۔ ہاں کسی سلسلہ میں یہ خصوصیت پیدا ہوجاتی کہ وہ لوگ خود اعتراف کرتے کہ ہمارے اندر ہمارے شیخ کا اثر صحبت غالب ہے۔ یا وہ کسی خاص شیخ کے شاگرد مشہور ہوجاتے اور یہ شہرت انکی علامت اور پہچان بنجاتی یا کسی ایک شیخ کے ساتھ طول صحبت ہوتا تو بیشک ایسے لوگوں کا انتساب کسی ایک استاد کی طرف ہوتا تھا۔

ہمارے استاد شیخ ابوطاہر اپنے شیخ حسن عجمی مکی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے شیخ عیسیٰ مغربی سے دریافت کیا کہ طالب علم کو ایک استاد کے ہوتے دوسرے استاد سے تحصیل علم کرنا مناسب ہے یا نہیں تو انہوں نے فرمایا کہ باپ ایک ہے اور چچا بہت سے ہیں۔)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے۔ کہ اگر تلمیذ اپنے شیوخ کثیرہ میں سے کسی ایک شیخ کی صحبت کا ایسا اثر مان لے کہ اپنے تمام کمالات اسی کا نتیجہ سمجھنے لگے۔ یا اس کے خصوصیات کا اسدرجہ ملتزم ہو۔ کہ خواص وعوام میں اسی کی طرف منسوب ہو کر پہچانا جائے۔ یا اسکی خدمت میں مدت دراز تک رہا ہو۔ تو وہ شیخ اسکے لئے بمنزلہ باپ ہوگا کہ اسکے تمام کمالات اس شیخ کی طرف منسوب ہونی چاہئیں۔ اور اسکے سوا باقی تمام شیوخ بمنزلہ اعمام متصور ہونگے۔

اہل علم سے مخفی نہیں۔ کہ جن لوگوں نے قرآن و حدیث میں سے حصہ اعمال کو علیحدہ مدون کیا ہے۔ اور

ایسے مکمل قانون کے صورت میں مرتب کرنیمیں کامیاب ہوئے کہ اگر تمام دنیاء اسلام کے مختلف ممالک میں ایک نظام پر عدالات عالیہ قائم کیجاویں اور پھر انکا مرکز ایک شاہی عدالت ہو۔ اور قانونی دقائق سے غض بصر نکرنے والی طبیعتیں اپنا تمام زور صرف کرلیں تو بھی یہ قانو انکی تشفی سے قاصر نہ رہسکے۔ اس جماعت کے مقتدا اور امام امام الائمۃ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن اتباعہ۔

اِس امر پر شہادت کی اگر ضرورت ہو۔ تو تذکرۃ الحفاظ ذہبی سے۔

قال الشافعی الناس فی الفقہ عیال علیٰ ابی حنیفۃ وقال ابن المبارک ابوحنیفۃ افقہ الناس۔

(امام شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ فقہ میں سب آدمی امام ابوحنیفہ کے محتاج ہیں اور ابن مبارک علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ سب سے زیادہ فقیہ ہیں۔)

نقل کردینا ہی کافی ہوگا۔ کیونکہ یہ دونوں حضرات معاصرین امام الائمہ مالک۔ سفیان۔ لیث اوزاعی۔ ابن جریج۔ سے بخوبی واقف اور احمد۔ اسحٰق متاخرین ائمہ کے مقتدا ہیں۔ اِنکا یہ کہدینا کہ سب لوگ حضرت امام کے محتاج ہیں یا حضرت امام سب سے زیادہ فقیہ ہیں۔ کوئی معمولی بات نہیں ہوسکتی۔

حضرت امام الائمہ نے فقہ کو قانون کی نئی صورت پہنائی۔ تو جس جماعت نے قرآن وحدیث کو اپنی اصلی صورت میں محفوظ رکھنے کے سوا، اور کسی کام سے واسطہ ہی نہیں رکھا تھا اس جماعت کے بعض افراد کو یہ امر سخت ناگوار گذرا۔ اور جوش میں ان سے بعض ایسے کلمات صادر ہوئے جو بعد میں آنے والے بے سمجھوں کیلئے دستاویز بنتی رہی۔

آج ہم ان معترضین کو دوسری طرف متوجہ کرتے ہیں اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صفات نفسانیہ پر بحث کے عوض انکے شیوخ کا سلسلہ اور خاص شاگردوں کے برکات جو عالم پر فائض ہوئے پیش کرتے ہیں جس سے امید ہے۔ کہ منازعت کا میدان تنگ سا ہوجائیگا اور اہل انصاف کو حق شناسی میں آسانی ہوگی۔

امام الائمہ اگرچہ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت سے مشرف ہونے کی وجہ سے تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ لیکن استفادہ علوم ومعارف اور سلسلہ صحبۃ کے اعتبار سے

آپ تبع تابعین میں داخل ہیں۔ اور اصحاب عبداللہ بن مسعود کے سلسلہ میں (جو تفسیر قرآن (حدیث) وفقہ وتصوف میں اپنے تمام معاصرین سے زیادہ نامدار سلسلہ ہے) دوسرے طبقہ کے شاگرد ہیں۔

عبداللہ بن مسعود کی جلالت شان سے تمام کتب حدیث وطبقات مملو ہیں انکے خواص تلامذہ یعنی علقمہ بن قیس واسود بن یزید۔ عمرو بن میموں۔ ربیع بن خیثم۔ مسروق نے عموماً اور علقمہ نے خصوصاً عبداللہ کے صحبت کا ایسا رنگ قبول کیا کہ عبداللہ کی برابر کسی کی توقیر ان کے ذہن میں نہیں سما سکی۔ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔

کان تلامذتہ لا یفضلون علیہ احدًا من الصحابۃ۔	(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد اُن پر کسی اور صحابی کو تفضیل نہ دیتے تھے۔)

اور جس طرح صحابہ نے عبداللہ بن مسعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدی اور سمت کا نمونہ مانا تھا۔ ویسا ہی تابعین نے علقمہ کو ہدی وسمت میں عبداللہ سے مشابہ تسلیم کیا۔ عبداللہ بن مسعود کے ان شاگردوں کی صحبت میں ابراہیم نخعی۔ ابواسحق سبیعی۔ اعمش منصور نے تربیت پائی۔ ذہبی نے تذکرہ ابی داؤد سجستانی میں بعض ائمہ سے نقل کیا ہے۔

کان ابراهیم یشبه بعلقمة فی هدیه ودله وسمته وعلقمة بعبد الله بن مسعود وقال علقمة کان ابن مسعود یشبه بالنبی صلے الله علیه وآله وسلم فی هدیه ودله۔	(ابراہیم نخعی خصلت وقار راہ روش میں اپنے اُستاد علقمہ سے اور علقمہ اپنے اُستاد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشابہ تھے۔ اور حضرت علقمہ نے کہا حضرت عبداللہ بن مسعود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خصلت چال چلن میں مشابہ تھے۔)

اس جماعت کی صحبت سے امام الائمہ فیضیاب ہوئے۔ کتاب الآثار امام محمد کے مطالعہ سے اور شاہ ولی اللہ قدس سرہ کے ارشاد کے مطابق مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق اور سنن سعید بن منصور سے اقوال ابراہیم کے التقاط کر لینے پر یہ امر روز روشن سے زیادہ واضح ہوتا ہے۔ کہ امام الائمہ محجۃ ابراہیم نخعی سے بجز شاذ ونادر صورتوں کے ذرہ برابر تجاوز نہیں کرتے۔ اور اس صورت میں بھی اصحاب عبداللہ بن مسعود سے باہر نہیں جاتے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اتمام فائدہ کے لئے ازالۃ الخفاء (بے نظیر تصنیف شاہ ولی اللہ قدس سرہ) کا وہ حصہ جہاں سے ہمنے یہ مضمون لیا ہے۔ بعینہ ذکر کردیں۔

ان عبد الله بن مسعود من كبار الصحابة ومن بشره النبي صلى الله عليه وآله وسلم ببشارات عظيمة و استخلفه في امته بعده في قراة القران والفقه والموعظة وكان من اكرم الصحابة بصحبة النبي صلى الله عليه وآله وسلم و خدمته وكان يعرف في الصحابة بصاحب السواد وصاحب السواك وصاحب المطهرة وشهد له رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بالجنة فيما رواه ابن عبد البر من طريق الثوري في حديث العشرة المبشرة وقال خذوا القران من اربعة من ابن ام عبد فبدء به ثم ذكر آخرين وقال تمسكوا بعهد ابن ام عبد وقال رضيت لكم ما رضيه ابن ام عبد وسخطت لكم ما سخطه ابن ام عبد وقال له انت من اهل هذه الآية ليس على الذين آمنوا وعملوا الصالحات جناح فيما طعموا رواه الترمذي وشهد له حذيفة فيما روى ابن عبد البر عن عبد الرحمن بن يزيد۔

(عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انکو بڑی بڑی بشارتیں سنائی تھیں اپنے بعد اپنی امت کیلئے قرأت قرآن۔ فقہ۔ وعظ پند میں آپکو خلیفہ بنادیا تھا آپکی صحبت اور خدمت کی وجہ سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے صحابہ پر تفوق رکھتے تھے۔ چونکہ انکو خدمت نبوی میں حضوری کا اذن عام تھا اور رازدار تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک آپکے پاس اکثر سفر میں رہتی تھی اور استنجا و وضو کے لئے آفتابہ لیکر ہمراہ ہوتے تھے اسلئے صحابہ کرام میں انکے برگزیدہ القاب صاحب السواد صاحب السواک صاحب المطہرہ تھے ابن عبدالبر نے طریق ثوری سے ایک حدیث روایت کی ہے اس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکے دخول جنت کی شہادت دی اور فرمایا کہ قرآن شریف چار شخصوں سے سیکھو ان سب میں اول عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا۔ اور آپنے فرمایا کہ عبداللہ بن مسعود کے عہد (نگہداشت۔ قول۔ فعل) سے تمسک کرو جو بات تمہارے لئے عبداللہ ابن مسعود پسند کریں میں بھی وہ ہی پسند کرتا ہوں۔ اور جس بات سے وہ تمھارے لئے ناخوش ہوں میں بھی اُس سے ناخوش ہوتا ہوں فرمایا کہ ابن مسعود تم اس آیت کے مصداق ہو جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے جو کچھ اُنہوں نے کھایا پیا ہے اُنمیں اُن پر کچھ بازپرس نہیں ہے یہ روایت ترمذی میں ہے اور حضرت حذیفہ نے بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کی شہادت دی چنانچہ ابن عبدالبر نے عبدالرحمن بن یزید سے روایت کیا ہے

قال قلنا لحذيفة اخبرنا برجل قريب السمت والهدى والدل من رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حتى نلزمه فقال ما اعلم احدا اقرب سمتا ولا هديا ولا دلا من رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حتى يواريه جدار بيته من ابن ام عبد وشهد له عمر في كتابه الى اهل الكوفة حيث كتب اليهم اني بعثت اليكم بعمار اميرا وعبد الله بن مسعود معلما ووزيرا وهما من النجباء من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من اهل بدر فاقتدوا بهما واسمعوا من قولهما وقد اثرتكم بعبد الله على نفسي وقال عمر فيه كنيف ملئ علما الى غير ذلك من مناقب لا تحصى۔

وهو مع ذلك صحب امير المومنين عمر بن الخطاب وشهد بتاثير صحبته في نفسه ابو عمر قال ابن مسعود لو وضع علم احياء العرب في كفة ميزان ووضع علم عمر في كفة لرجح علم عمر ولقد كانوا يرون انه ذهب بتسعة اعشار العلم ولمجلس كنت اجلسه من عمر اوثق في نفسي من عمل سنة وهو القائل لو سلك الناس واديا

کہ انہوں نے کہا ہمنے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ ہمکو ایسے شخص کا پتہ دیجئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سا وقار چال چلن خصائل رکھتا ہو کہ ہم اُسکی صحبت اختیار کریں تو انہوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصلت اور وقار اور چال چلن میں عبداللہ بن مسعود سے زیادہ مشابہ کسی کو نہیں پاتے جبتک وہ باہر ہماری آنکھوں کے سامنے رہتے ہیں اور اپنے گھر میں داخل نہیں ہوجاتے (مطلب یہ ہے کہ گھر کے حال کی اطلاع نہیں) اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کی فضیلت کا اعتراف کیا چنانچہ آپنے اہل کوفہ کو جو فرمان تحریر فرمایا ہے اسمیں ارشاد ہے کہ میں نے تمپر عمار بن یاسر کو امیر اور عبداللہ بن مسعود کو تمہارا معلم اور اُنکا وزیر بنا کر بھیجا ہے یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ صحابی اور اہل بدر سے ہیں اُنکی اقتدا کرو جو کچھ کہیں اسکو از راہ اطاعت سنو۔ میں نے عبداللہ بن مسعود کو تمہارے پاس بھیجدیا یہ اپنے نفس پر ایثار کیا ہے عبداللہ بن مسعود ایک پوشیدہ خزانہ ہے جسمیں علم بھرا ہوا ہے۔ الحاصل ایسے بہت فضائل ہیں کہ جنکا احصا نہیں ہوسکتا۔ باوجود ان فضائل کے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں بھی رہے ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فیض صحبت کی تاثیر کا اعتراف کیا ہے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ اگر عرب کی تمام قبائل کا علم ترازو کے ایک پلہ میں رکھا جاوے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم دوسرے پلہ میں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم وزنی رہیگا۔ صحابہ کا خیال تھا کہ حضرت عمر کے جانے سے علم کے نو حصے جاتے رہے اور ایک مجلس جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مجکو نصیب ہوتی تھی اُسکو ایک سال کے اعمال حسنہ سے اچھا سمجھتا ہوں اور وہ کہا کرتے تھے کہ اگر لوگ ایک رستہ کو چلیں اور

وسلك عمر شعبًا لسلكت شعب عمر
ابو عمر لما مات عتبة بن مسعود بكى
عليه اخوه عبد الله فقيل له اتبكى
فقال نعم اخي في النسب وصاحبي مع
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم واحب
الناس الي الا ما كان من عمر بن الخطاب۔
ولعبد الله بن مسعود اصحاب يعرفون
باصحاب عبد الله بن مسعود ليس لهم
سمة الا هذا صحبوه طويلا واجلوه جميلا
واثنوا عليه جزيلا منهم علقمة بن قيس
والاسود بن يزيد النخعي وعمرو بن ميمون
الاودي وربيع بن خيثم ولهولاء اصحاب
يعرفون ليس لهم سمة الا اصحاب عبد الله
منهم ابراهيم النخعي وابو اسحق السبيعي
والاعمش ومنصور انتهى۔

اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک راستہ کو تو میں حضرت عمرؓ کے راستہ پر چلونگا۔ جب عتبہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روئے لوگوں نے کہا آپ روتے ہیں تو فرمایا بھائی کیوں نہ روؤں میرا بھائی نسبی تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں میرا مصاحب اور ساتھی تھا اور سوائے حضرت عمرؓ کے سب لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب تھا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت سے شاگرد ہیں جو (اصحاب عبد اللہ بن مسعود) کے لقب سے معروف و مشہور ہیں سوائے اس لقب کے اور کوئی علامت نہیں مدت دراز انکی صحبت میں رہے آپکی جلالت قدر کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور آپکی بہت توصیف وثنا کرتے ہیں منجملہ انکے علقمہ بن قیس اسود بن یزید نخعی عمرو بن میمون اودی ربیع بن خیثم ہیں اور انکے بھی بہت سے شاگرد مشہور ومعروف ہیں انکا لقب بھی اصحاب عبد اللہ بن مسعود ہے ان میں ابراہیم نخعی۔ ابو اسحق سبیعی۔ اعمش۔ منصور ہیں۔ انتہی)

امام الائمہ کے فقہ کا تخم جب ایسی کبرائے ملت کی صحبت ہے۔ اور امام الائمہ کے فتاوے اگر ان بزرگوں کی تحقیقات سے ماخوذ و منقول ہیں۔ تو ایک عالم کا یہ دعویٰ (کہ کوئی صحیح حدیث حنفی مذہب کے خلاف نہیں یا حنفی مذہب جمیع الاحادیث صحیحہ کے موافق ہے۔ اور ایک عالم کے لئے ممکن ہے۔ کہ وہ حدیث کی تصحیح و تطبیق میں اعلیٰ مذاق رکھتا ہو اور ساتھ ہی امام الائمہ کے فقہ کا پورا پابند بھی ہو) کیوں تعجب انگیز سمجھا جاتا ہے۔

اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ فقہ اسلام کو قانونی لباس پہنانے والا کوئی نئی ایجاد نہیں کرتا بلکہ فاروق اعظم اور عبد اللہ بن مسعود اور علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا انکے (عجمی زبان اور علوم سے متاثر ہونے والے) عرب شاگردوں کے اقوال سے مدد لیتا ہے تو بعض جزوی مسائل میں توارد دیکھکر فقہ حنفی کو رومن لا کا رہین منت بنانے والے کی ناواقفیت پر ہمارے تعجب کی انتہا نہیں رہتی۔

(باقی آئندہ)

تربیۃ السالک و تنجیۃ الہالک

نمبر ۳

(حال) کسی کسی روز عالم غیب میں جی لگ جانے سے عجب سما اور بہار ہوتی ہے اور کبھی کبھی نفس ایسی سرکشی کرتا ہے کہ دق ہو جاتا ہوں ذکر جہر کے باعث دماغ میں خشکی بہت ہو گئی ہے بلکہ آج تو برداشت نہ کر کے ناغہ کر دیا ہے اور اپنی آواز اپنے کان میں ہر طرح ٹھوکر دیتی ہے اگرچہ آہستہ ہو اگر ارشاد ہو تو خفی ذکر کیا کروں یا اور جو کچھ مناسب حال ہو اگرچہ ترطیب و تقویت دماغ میں کوشاں رہتا ہوں مگر بہت کمزوری ہو گئی ہے۔

(تحقیق) یہ تلوین ہے اسمیں تغیر و تبدل لازم ہے پریشان نہو جیئے انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح ایک روز تمکین میسر آجاویگی۔ ؎

اندریں رہ میتراش و می خراش   تادم آخر دمے فارغ مباش
تادم آخر دمے آخر بود   کہ عنایت باتو صاحب سر بود

جہر اور ضرب بالکل موقوف کر دیجئے خفی بلا ضرب کافی ہے بلکہ اگر عدد میں تقلیل کی ضرورت ہو اسکی بھی اجازت ہے پھر ترطیب و تقویت کی تدابیر نافع ہونگی۔

(حال) عید اضحیٰ کے بعد سے وظیفہ بھی بند ہے مجکو بخار اور نزلہ کی شدت نے تنگ کر دیا بفضلہ تعالیٰ نصف مرض جاتا رہا ہے حضور کے اخلاق اور غربا کی دلجوئی کرنے سے یہ غلام بھی دعا کا خواستگار ہے۔ یہ خدا کا شکر ہے کہ کسی وقت کی نماز فرض قضا نہیں ہوئی۔

(تحقیق) جب تک کامل طور پر صحت و قوت نہ ہو جاوے معمولات شروع نکریں البتہ بلا کسی قید کے زبان سے یا قلب سے جو ذکر سہل معلوم ہو اسکا خیال رکھیں انشاء اللہ کافی ہوگا۔

(حال) کیفیت لیل حالات مراقبہ مشابہ خواب ہو کر ایک شب یہ ہوا کہ گویا کسی نے اذان اور ختم اذان پر بہت زور سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا کلمۂ اذان سُنکر بیدار ہو گیا۔

(تحقیق) مبارک ہو علامت ہے اتصال و مناسبت کی عالم قدس کے ساتھ۔

(حال) اس سے پیشتر ایضاً حالات مذکورہ میں بہت زور سے یا حیؒ مسموع ہوا اور میں بیدار ہو گیا۔

(تحقیق) وہی جواب یہاں بھی سمجھئے۔

(حال) حالات مراقبہ میں بالکل بیداری میں تصور میں آتا ہے کہ اندک دو روشنیاں گویا میرے قلب کی بائیں طرف نزول کرتی ہیں رفتہ رفتہ تمام جسم پتھر کی طرح بھاری ہو جاتا ہے گویا برداشت نہیں ہوتی پھر یہ حالت زائل ہو جاتی ہے۔

(تحقیق) انوار علم ہیں کہ مستفاد ہیں مشکوٰۃ نبوت سے وثقل مستفاد من ثقل الوحی۔

(حال) کیفیات نہار۔ سلطان الاذکار کے مراقبہ میں اکثر تمام وجود میں دھڑکا مثل نداف کی روئی دھننے کے معلوم ہوتا ہے قریب بطی الزوال ہے۔

(تحقیق) کیفیات و آثار سلطان ذکر سے ہے کہ ذکر اسی شکل مثالی سے بدن میں سرایت کرتا ہے

(حال) رات کو گویا آہستہ روشنی ہونے لگی اور اس روشنی میں تمام جسم دیکھنے میں آیا۔

(تحقیق) انوار لطائف ہیں۔

(حال) تنگدستی سے بعض اوقات تنگدلی ہوتی ہے کیا کروں۔

(تحقیق) کوئی نوکری ملجائے تو قبول کر لیجئے یا کسی مطبع کا کام تصحیح وغیرہ منگا لیجئے۔

(حال) زبان درازی کا عیب مجھ میں بہت ہے اکثر بیکار کلام اضطرار کیا کرتا ہوں کیا کروں

(تحقیق) ہمت اور بعد صدور استغفار و تقلیل اختلاط۔

(حال) جب کسی کے پاس بیٹھنے سے غیبت اور دیگر کلام بیکار کا اندیشہ ہو تو آنے جانے والوں کو جلد رخصت کر دینا اور عزلت گزین رہنا مناسب ہے یا کیا۔

(تحقیق) انکو رخصت کرنیکی جگہ خود اٹھ جانا بہتر ہے رخصت کرنے میں دلشکنی ہوتی ہے۔

(حال) حضور نے ارقام فرمایا تھا کہ نماز میں عرش سے قلب پر نور مترشح ہوتا ہوا تصور کیا کر تو کیا جسوقت امام صاحب قرأت پڑھیں اسوقت کیا کروں اور حضور تفکرات دنیوی کی وجہ سے نماز میں دل نہیں لگتا عادتاً ہی پڑھی جاتی ہے۔

(تحقیق) وہ شغل آپکی حالت کے مناسب نہیں اسکو ترک کر دیجے نماز میں خیالات کا

آنا کچھ مضر نہیں ہے اس سے پریشان نہوں اور اگر اس سے تسلی نہو تو دو چار دن یہاں آکر رہ جاویں اپنی کہہ لیں میری سُن لیں۔

(**حال**) ذکر کی حالت میں بہت خوف معلوم ہوتا ہے ایک روز ذکر کی حالت میں ایک شخص آیا اُسوقت اسقدر خوف غالب ہوا کہ میں اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا اور مجھ کو کچھ خبر نہیں کہ میں کیا کر رہا ہوں اور ذکر اللہ اللہ کا زبان پر تھا اور آواز بہت بلند ہوگئی یہاں تک کہ گلا پڑ گیا اور کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص دائیں جانب آکر بیٹھا ہے اور بہت خوف معلوم ہوتا ہے اور چند روز سے ہر وقت کان میں ایک آواز آتی رہتی ہے جیسے تار میں ہوا لگتی ہے اور اس سے آواز پیدا ہوتی ہے اُسی قسم کی آواز ہوتی ہے اب حضور سے ملتجی ہوں کہ ہر ایک کی اصلاح فرماویں بوجہ خوف کے آجکل ذکر ترک کر دیا ہے کیونکہ بہت سخت پریشانی ہوتی تھی اور طبیعت بہت پریشان ہے۔

(**تحقیق**) یہ شخص شیطان تھا یا تصرف ہو تخیلہ کا۔ مگر دونوں حالتوں میں کوئی بات خوف کی نہیں ایسے وقت میں تصور شیخ مفید ہے مگر اُسکو حاضر ناظر نہ سمجھے خود اُسکی صورت کے خیال کر لینے میں یہ خاصیت ہے کہ یہ خوف دفع ہو جاویگا ہرگز خوف نکریں اور برابر ذکر میں مشغول رہیں ذکر کو ترک نہ کریں اگر جہر وضرب میں تکلیف یا تکلف ہو خفی بلا ضرب کریں وہ آواز آثار ذکر سے ہے اور نہایت مبارک حالت ہے اُسکی لذت سے تو ذکر میں زیادہ جی لگنا چاہئے ہرگز پریشان نہوں پھر بھی اطلاع دیں۔

(**حال**) کوئی دعا ایسی تحریر فرماویں کہ جس سے محبت خدا اور رسول خدا کی زیادہ پیدا ہو اور خوف الٰہی دل پر طاری ہو اور محبت غیر اللہ دل سے جاتی رہے یا کم ہو جاوے اور خدا کے سوا غیر کا خوف دل میں مطلق باقی نہ رہے۔

(**تحقیق**) صوفی نشود صافی تا در نکشد جامے ٭ بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے۔ مدت تک ذکر شغل اور مطالعہ کتب مفیدہ اور صحبت اہل اللہ پر دوام کرنے سے یہ دولت نصیب ہو جاتی ہے اُسکے لئے کوئی خاص وظیفہ نہیں ہے۔

(**حال**) صرف یہ چاہتا ہوں کہ گناہ سے طبعاً نفرت ہو جاوے اور اُنکے ارتکاب

میں کمی ہو جاوے۔

(تحقیق) یہ بات ایسی سرسری نہیں ہے مدت دراز تک ہمت و مخالفت نفس پر بتکلف دوام ہو تب ملکہ ہو جاتا ہے۔

(حال) اسوقت حالت احقر کی یہ ہے کہ بوقت ذکر کبھی بیہوشی سی معلوم ہوتی ہے اور زمیں ملتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور ایسی روشنی نظر آتی ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ جلنے سے ہوتی ہے اور لفظ اللہ کے تصور میں چاند کی روشنی سے آفتاب کی شکل روشنی نظر آتی ہے یہ تین چار دن دیکھا پھر بہت دیر تک رہتی نہیں اور کبھی دو ایک ہتنی سے نظر آتی ہے داہنی طرف سے شاذ نادر بائیں طرف سے بھی اس میں بھی بیہوشی کچھ معلوم ہوتی ہے۔

(تحقیق) یہ سب آثار ذکر کے ہیں اللہ تعالیٰ مبارک کرے مگر روغن وشیر کا استعمال خوب رکھیں

(حال) کبھی کبھی قلب میں ایسا خیال پیدا ہوتا ہے کہ جس سے شوق و ذوق ذکر کا زیادہ ہوتا ہے اور کبھی ایسی حالت ہوتی ہے کہ بالکل طبیعت سست اور نا امید ہو جاتی ہے اور اپنی طرف خیال کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مجھسے برا کوئی نہیں ہے اور جسقدر عالم میں خرابیاں ہیں میری شامت اعمال سے ہیں اسکا خیال جب آتا ہے نا امیدی سخت قلب پر چھا جاتی ہے اسکا کیا علاج ہے۔

(تحقیق) یہ مرض نہیں جسکا علاج ضروری ہو خود یہ حالات مطلوبہ محمودہ میں سے ہے یہ آثار اضمحلال سے ہے جو کہ شعبہ ہے فنا کا۔

(حال) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات میں یا کہیں لکھا ہے کہ صوفی تا خود را از کافر فرنگ بدتر نداند از کافر فرنگ بدتر ست اور جامی علیہ الرحمۃ نے لوائح جامی میں دو شعر بطور مناجات کے لکھے ہیں۔ ؎

یارب برہانیم ز حرماں چہ شود — راہے دہیم بکوے عرفاں چہ شود

بس گبر کہ از کرم مسلماں کردی — یک گبر دگر کنی مسلماں چہ شود

اس اخیر مصرعہ میں مناجی یک گبر دگر کنی مسلماں چہ شود سے کسکو مراد لیتا ہے۔

(ج اپنے کو) سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ مالا بد منہ میں یاد آتا ہے کہ لکھا ہے کہ اپنے ایماندا

ہونے میں شک کرنا کفر ہے ان دونوں تطبیق کی کیا صورت ہے۔

(ج) تعارض ہی نہیں جو تطبیق کی ضرورت ہو گبر یا کافر فرنگ سمجھنا یا اُس سے بدتر سمجھنا باعتبار اس احتمال فی المآل کے ہے کہ ہم شاید اُس سے بدتر ہو جاویں اور وہ ہمسے بہتر ہو جاوے اور مالابد کا حکم باعتبار حال کے ہے۔

(حال) حضور نے بارہ سو مرتبہ لا الہ الا اللہ زبانی پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا تھا عاجز نے حسب ارشاد اُسکو شروع کر رکھا تھا لیکن معلوم نہیں کہ قلب میں کس وجہ سے انتشار پیدا ہو گیا ہے کہ اُسکے پورا کرنے میں قاصر رہتا ہوں کبھی تو خیال تعداد کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور کبھی کوئی دنیاوی خیال پیدا ہو جاتا ہے اور قلب کو یکسوئی حاصل نہیں ہونے دیتا اِسکے علاج کیلئے حضور کوئی ایسی تدبیر ارشاد فرماویں کہ جس سے قلب رجوع ہو جاوے۔

(تحقیق) تعداد کے خیال کو چھوڑ دیجئے تعداد مقصود بالذات نہیں کمی بیشی مضر نہیں اور دنیاوی خیال پیدا ہو جانے کی پرواہ نہ کیجئے اِن خیالات کے ساتھ بھی ذکر نافع ہی رہا رجوع قلب سو ذکر کے دوام سے خود بخود یہ بات پیدا ہو جاویگی۔

(حال) ہر نماز میں اکثر مجھے وساوس آتے ہیں اسکا کیا علاج کیا جاوے۔

(تحقیق) اسکا کچھ غم نکریں کیونکہ اسمیں کوئی گناہ نہیں یہ خود بخود دفع ہو جاویگا۔

(حال) جناب نے بندہ کو جو وظیفہ عنایت فرمایا ہے کمترین ہا ترتیب وظیفہ کرتا ہے مگر وظیفہ کرتے وقت دل بالکل قرار پذیر نہیں رہتا ہے ادھر اُدھر خیال بٹ جاتا ہے اسکی کوئی تدبیر برائے مہربانی عطا فرمائیے۔

(تحقیق) اسکی تدبیر کی ضرورت نہیں ہر دوام ذکر سے از خود یہ بات جاتی رہیگی۔

(حال) ان دنوں ذکر کرتے کرتے بعض مرتبہ بڑے زور سے گریہ آتا ہے یہانتک کہ بعض مرتبہ آواز بلند ہونے لگتی ہے۔

(حال) بعض مرتبہ دل چاہتا ہے کہ اگرچہ حسب ارشاد مفوضہ تعداد پوری ہو گئی مگر تھوڑا اور بھی ذکر کروں۔

(تحقیق) ضرور کیجئے بہت محمود ہے۔

(حال) قریب دو ماہ سے ذکر جہر بند ہے ذکر پاس انفاس آپسے آپ دل سے باہر ہوا جو کہ حضرت علی شاہ گنگوہ رہنے تلقین فرمایا تھا اُس ذکر پاس انفاس کو مراقبہ اور غیر مراقبہ میں کیا کرتا ہوں لیکن دل جمتا نہیں حضوری بالکل نہیں ہوتی ذکر جہر میں اکثر حضور قلب بھی ہوتا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عرش کے قریب میں ہوں اور زیارت خداوندی سے مسرور ہوں اور ذکر کے وقت اپنا خیال نہیں رہتا تھا اور اُسکے ساتھ اور اور بعض تسبیح اور بعض وظائف بند ہو گئے سخت افسوس ہے دعا فرماویں اور اس مریض کا علاج فرماویں۔

(تحقیق) دعا کرتا ہوں ذکر کے قیود کو بالکل چھوڑ کر صرف ذکر لسانی جسقدر ہو سکے ایک معیّن مقدار سے بالالتزام کیجئے خواہ حضور ہو یا نہو اور پھر دو ہفتہ کے بعد مجکو اطلاع دیں۔

(حال) عرصہ پندرہ روز سے گذشتہ شنبہ تک ایک عجیب کیفیت قلب پر طاری رہی کبھی معلوم ہوتا تھا کہ خداوند کریم کے روبرو ہوں اور شوق محبت بڑھ رہا ہے اور کچھ منہ سے عاجزی وانکساری کے کلمات کہہ رہا ہوں چہرہ پر غنودگی سی معلوم ہوتی تھی ایسی کیفیت خصوصًا شنبہ کے دن صبح سے شام تک زیادہ رہی یکشنبہ کو خیال ہوا کہ یہ سب دماغی خیال ہے اُسوقت سے طبیعت صاف معلوم ہوتی ہے۔

(تحقیق) ہاں کبھی یہ بھی وجہ ہوتی ہے اور کبھی ذکر کا بھی اثر ہوتا ہے بہرحال اوّل صورت میں نہ محمود ہے نہ مذموم اور دوسری صورت میں محمود ہے اور دونوں حالتوں میں ایسی کیفیات مقصود نہیں توجہ ذکر کی طرف رکھنا چاہئے خواہ کیفیات ہوں یا نہوں اور احتمال آفت دماغیہ کی صورت میں علاج طبّی یعنی ترطیب دماغ بھی ضروری ہے۔

(حال) بعد ادائے دوازدہ تسبیح مراقبہ میں مشابہ خواب ہو کر عنقریب صبح ایک آواز مسموع ہوئی کہ مولوی صاحب نماز۔

(تحقیق) یہ منجملہ واردات محمودہ والہامات حقہ ہے مبارک ہو۔

(حال) دوسری شب کو وہی حالت ذکر میں مشابہ خواب ہو کر گویا قلب کی طرف سے ایک آواز مثل آواز دو درخت یا دو بانس کے گسٹنے کے قلب کی طرف سے مسموع ہوئی۔
(تحقیق) منجملہ آثار ذکر قلب ہے مگر قابل التفات نہیں۔
(حال) حالت مراقبہ میں شب کے وقت کچھ نیم خوابی کی سے حالت میں دیکھا کہ ایک سیہ فام شخص سفید کپڑا پہنے میری طرف آنے کا قصد کرتا ہے اور میں اس سے کہہ رہا ہوں کہ تم ٹھیرو میں وظیفہ سے فراغت کر کے تم سے کلام کرونگا اور میرے تصور میں یہ تھا کہ دلائل الخیرات سے فراغت کر چکا ہوں اور مناجات مقبول باقی ہے تھوڑی دیر کے بعد یہ حالت مشابہ خواب زائل ہو گئی۔
(تحقیق) یہ موسوس تھا سفید لباس عبارت ہے اسکی تلبیس الباطل بصورۃ الحق سے اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا کہ ذکر میں مشغول رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسکو غائب کر دیا ایسے احوال میں ایسا ہی چاہیئے کہ ذکر کی طرف توجہ رہے ؎

در راہ عشق وسوسہ اہرمن بسی ست		ہشدار و گوش را بہ پیام سروش دار

اللہ تعالیٰ حافظ و نگہبان ہے انہ لیس لہ سلطان علی الذین آمنوا وعلی ربھم یتوکلون

(حال) نماز میں جسوقت خیالات لایعنی آویں انکا دفعیہ کس طرح کیا جاوے۔
(تحقیق) ذکر و قرآن کے الفاظ کی طرف متوجہ ہو جانے سے خیالات بند ہو جاتے ہیں۔
(حال) کمترین حضور کے حکم کے مطابق ایک ہزار مرتبہ اسم ذات پڑھتا ہے اور استغفار بھی لیکن ہر وقت پڑھنے کا موقع بوجہ پڑھنے میں مشغول رہنے کے نہیں ملتا۔
(تحقیق) کچھ حرج نہیں جتنا آسانی سے ہو جائے کافی ہے۔

(حال) صحیفۂ گرامی حضور والا اصادر ہوا معزز و ممتاز فرمایا غفلت کی شرح کیفیت نہ لکھنے کی حضور سے معافی مانگتا ہوں مطلب اس عاجز کا یہ ہے کہ ذکر میں کچھ کمی ضرور معلوم ہوتی ہے۔
(تحقیق) اسکا تدارک تو امر اختیاری ہے ہمت کر کے ذکر پر دوام کیجئے کم ہمتی کا علاج بجز ہمت کے اور کیا بتلاؤں۔
(حال) دوسرے بات یہ کہ خیالوں کا ہجوم رہتا ہے۔
(تحقیق) اس طرف ہرگز التفات نکریں دوام ذکر سے یہ از خود جاتا رہیگا۔

(**حال**) بتوجہات حضور گاہ گاہ یوں بھی اور نماز میں بھی دولت حضوری میسر ہوتی ہی مگر جسوقت غلبہ ہوتا ہے ہیبت سے زبان بند ہو جاتی ہے اور نماز میں ہرج واقع ہوتا ہی تھوڑی دیر یہ کیفیت رہتی ہے جی یوں چاہتا ہے کہ حضور دوام حاصل ہو اور بحر ہستی محض اور وجود مطلق کے کچھ مدرک نہو معیۃ اور نوریۃ کا کوئی طریقہ مناسب حال غلام ارشاد فرمایا جائے۔

(**تحقیق**) دوام ذکر مع توجہ القلب بقدر امکان سے یہ سب مقاصد جو آپنے تحریر فرمائے ہیں حاصل ہو جاتے ہیں اسکو ناغہ نہ کیجئے اور وقتاً فوقتاً اطلاع حالات اور گاہ گاہ ملاقات اور بشرط امکان احیاناً ہفتہ عشرہ کا قیام اسمیں بہت معین ہے۔

(**حال**) اس ناکارہ کا جہاز بحر کبائر میں غرق ہو رہا ہی یہ عاصی ذلیل اندنوں بُری حالت میں مبتلا ہو گیا ہے یعنی چند بار مرتکب کبائر کا باوجود ہر بار توبہ کے ہو گیا ہے سوانح مولانا گنگوہی قدس سرہٗ سے ارتکاب کبائر سے فسخ بیعت ہو جانا معلوم ہوا تو یہ مضمون دیکھکر اور بھی سخت پریشان ہوں خاص توجہ و ہمت اس ذلیل کے قلب کی طرف مبذول فرماکر اصلاح قلب فرمادیں اور خبر لیں۔

(**تحقیق**) فسخ بیعت کا مضمون میرے نزدیک صحیح نہیں اگر حضرت قدس سرہٗ سے منقول ہی تو ماؤل ہی فسخ برکات بیعت کے ساتھ اور اگر غیر کا ہے تو حجۃ نہیں جو کام آپکے کرنیکا ہو میں اسمیں کیا خبر لوں۔

(**حال**) الحمد للہ ذکر اسم ذات جو آنجناب نے تعلیم فرمایا تھا ٹوٹی پھوٹی حالت میں کئے جاتا ہوں مگر کہیں جانیکا اتفاق ہوتا ہی تو ناغہ بوجہ تنہائی نہ ملنے کے اور ہم خیال لوگ نہونے کے ذکر سے طبیعت رُکتی ہے اور شرماتی ہے چار پانچ روز یا کم زیادہ چھوٹ جاتا ہے ایسی صورت میں کچھ تجویز فرما دیجئے۔

(**تحقیق**) ذکر خفی کیجئے۔

(**حال**) مکان پر الحمد للہ تنہائی ہے مگر خطرات بہت آتے ہیں کہ گھبرا جاتا ہوں زبان چلتی ہے مگر توجہ نہیں ہوتی اور تلاوت کے وقت بسا اوقات بالکل ہی قلب کو غفلت ہوتی ہی بعض دفعہ تو یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر انتہا پر نشان نہ رکھ دوں تو آگے بڑھتا

چلا جاتا ہوں نماز کی بھی یہی کیفیت ہے کہ حضور نصیب نہیں ہوتا نہ اخلاص وخشوع ۔

(تحقیق) تجربہ ہے کہ جب بقصد خشوع ذکر و تلاوت و نماز میں مداومت کے ساتھ مشغولی ہوتی ہے تو خشوع و تمام کیفیات محمودہ پیدا ہو جاتی ہیں دیر ہونے سے پریشان نہ ہوجیئے کام کئے جائے انشاء اللہ کلبۂ احزان شود روزے گلستان غم مخور۔

(حال) بعد نماز عشا نام کو معدودہ چند رکعت تہجد بھی پڑھ لیتا ہوں اگرچہ پچھلی شب میں اُٹھتا ہوں مگر نماز و ذکر کی توفیق نہیں ہوتی دن کو اپنے نفس کو ملامت وغیرہ سب کچھ کرتا ہوں مگر کچھ نتیجہ نہیں نکلتا شیطان و نفس غالب ہو رہے ہیں۔

(تحقیق) غیر واجب کا ترک کرنا نفس و شیطان کا غلبہ نہیں ہے۔ یہ علامت و ندامت انشاء اللہ تعالیٰ ایک روز کام کریگی اگر اُسوقت زیادہ نہو چارپائی پر بیٹھکر ایک دو تسبیح پڑھ لیا کیجئے۔

(حال) ذکر پاس انفاس پر بھی مداومت میسر نہیں ہوتی خیال آگیا آگیا ورنہ نہیں۔

(تحقیق) مشاغل مختلفہ میں اتنا ہی کافی ہے مناسب ہے کہ ذکر لسانی بجای پاس انفاس کے اختیار کیجئے۔

(حال) ذکر پر جبتک مداومت رہتی ہے تو کچھ سکون اور برکت سی محسوس ہونے لگتی ہے مگر ابتلاء امور دنیویہ سے بعض معصیت میں کہ ضرورت وقت اور مصلحت امور دنیوی ہوتی ہے اختیار مجبوراً کرنی پڑتی ہے وہ سب برکت اور حلاوت سکون بلکہ توفیق ذکر بھی رخصت ہو جاتی ہے ہر چند استغفار کرتا ہوں مگر پھر وہ بات نصیب نہیں ہوتی امور دنیوی اور ذکر کا جمع ہونا محال معلوم ہوتا ہے اس زمانہ میں جھوٹ اور فریب بدون کام نہیں چلتا کہ بدبخت رواج ایسا ہو گیا ہے کہ دوسرے کو بدبخت بناتا ہے مجھ جیسے کم ہمت کی کیونکر رہبری ہو گی۔

(تحقیق) انشاء اللہ اسی طرح تگ و دو کرنے سے سامان جمعیت کا ایک روز غیب سے فراہم ہو جاویگا استغفار و استدعا میں کمی نہ کیجئے۔

(حال) سخت پریشان ہوں اب تا حیات دنیا سے چھٹکارا بظاہر نہیں معلوم ہوتا کہ روز بروز افزونی ہے خدا خیر کرے۔

(تحقیق) گر جہاں پر برف گردد سر بسر ❖ تاب خور بگدازدش از یک نظر۔ ناامید نہ ہوجیئے

(حال) بندہ کے مکان سے سات میل کے فاصلہ پر ایک مدرسہ ہے میں اُس میں پڑھاتا ہوں ہر روز مکان میں نہیں آسکتا جمعرات کے دن مکان میں آتا ہوں سنیچر کو پھر مدرسہ چلا آتا ہوں لیکن جب سنیچر کی صبح کو گھر سے چلتا ہوں تب سے یہ خیال کرتا ہوں کہ آج تو مدرسہ جاتا ہوں پھر آیندہ جمعرات کو انشاء اللہ مکان آؤنگا بیبیوں کے ساتھ ملاقات کرونگا اور جب تک مدرسہ میں رہتا ہوں ہر وقت یہ خیال کرتا ہوں کہ جمعرات کب آویگا جمعرات کے دن آنے کے کئی دن باقی ہیں خلاصہ یہ ہے کہ بیبیوں کی محبت بہت زیادہ ہو گئی اسکے واسطے کیا علاج کروں۔

(تحقیق) یہ کوئی مرض یا عیب یا گناہ نہیں ہے جو علاج کیا جاوے ایک امر جائز ہے۔

(حال) ثانیاً عرض یہ ہے کہ اپنی دو بی بی کے سوا اجنبیہ عورتوں کا خیال بھی دل میں آتا ہے جب کسی وقت کسی اجنبیہ پر نظر پڑ جاتی ہے اسکا خیال بھی دل میں آتا ہے اور اسکے دیکھنے کو دل چاہتا ہے خوبصورت ہو یا نہو۔

(تحقیق) یہ بیشک مرض ہے اسکا علاج مجاہدہ ہے یعنی بزور مخالفت کرنا نفس کی اور صدور خطا پر کوئی جرمانہ اسپر مقرر کرنا مثلاً ایک نظر پر بیس نفلیں اس سے انشاء اللہ پوری اصلاح ہو جاویگی۔

(حال) ثالثاً عرض یہ ہے کہ جب مثنوی پڑھتا ہوں اسوقت دل کسیقدر اچھا ہوتا ہے اسلئے کئی روز تک اسکو پڑھتا ہوں دفتر اول بفضلہ ختم ہوا دفتر دوم شروع کیا بعض شعر فہم میں آتا ہے اکثر نہیں آتا حدیث تفسیر فقہ سے بھی زیادہ مثنوی دیکھنے کو جی چاہتا ہے سمجھ میں آوے یا نہ آوے دل چاہتا ہے کہ متن خوانی ہی کروں۔

(تحقیق) مضائقہ نہیں لیکن اپنی طرف سے معنی نہ تراشیں۔

(باقی آیندہ)

چندہ ہلال احمر

اور

دارالعلوم دیوبند

اسلام نے تہذیب اخلاق تدبیر منزل سیاست مدن کے قالب میں خدا پرستی (توحید) اور ضروریات دار آخرۃ کی روح ڈالکر اپنے متبعین کی دنیاوی اُخروی کامیابی کے تکفل کا جیسا دعوے کیا اور پھر اسے پورا کرد کھلایا۔ قرون اولی کے مسلمان اس پر گواہی دے رہے ہیں۔ ان کے اس یقین نے (کہ جس ترقی پر اسلام کا کوئی حصہ قربان کرنا پڑے۔ وہ ہلاکت ہی ہلاکت ہے) ان کی پیش قدمی کے لئے ایسا شاہراہ صاف کردیا جس میں کوئی قوم ان کا مقابلہ نکرسکی۔ اسلام اگر ضروریات زندگی کے لئے جامع قانون پیش نکرتا بلکہ وہ چند تخیلات اور رسومات (نام نہاد عبادات) کا نام ہوتا۔ تو مسلم خانہ داری۔ لین دین۔ حکومت وغیرہ معاملات میں مذہبی قیود سے آزاد ہوکر اپنی عقل یا غیر قوموں کی تقلید کو رہنما بنانے میں ملوم نہوتا۔

اس میں شک نہیں کہ یورپ کی واحد اسلامی سلطنت پر ریاست ہائے متحدہ کے ظلم و تعدی کے حملوں نے مسلمانان عالم ہی کو نہیں ہلادیا۔ بلکہ رحمدل انصاف پسند غیر مسلموں کے دلوں میں بھی ہمدردی کا جوش پیدا کردیا ہے۔

لیکن مسلمانون کی ہمدردی کیلئے فقط ایک ہی سبب انسانی ہمدردی کا نہ تھا جس میں مسیحی اور ہندو بھی اُنکی طرح حصہ دار ہیں۔ بلکہ مذہبی اشتراک کی خصوصیت نے اُنکے لئے ہمدردی دلسوزی اور اعانت کا دوسرا راستہ کھولدیا۔ جسکی بنا شرعی فتوے پر تھی۔ اور مسلمانان ہند اسی وجہ سے قابل مبارکباد ہیں۔ کہ اُنھون نے اپنے مذہبی فرض کو بروقت سمجھا اور اُس کی تعمیل میں ہر ممکن کوشش سے کام لیا۔

الحمدللہ کہ دارالعلوم نے اپنے محترم بانیوں (قدس اللہ اسرارہم) کی اس سُنۃ حسنۃ کو مرنے نہیں دیا۔ جو ۱۸۷۸ء کی جنگ روس وروم کے موقعہ پر فراہمی چندہ میں ان بزرگوار نے

جاری کی تھی۔ اسوقت باوجود عام بے حسی کے بعض خاصان حق نے لاکھ سے زائد روپیہ قونصل بمبئی کی معرفت بھجوایا تھا۔

دارالعلوم کا فتوی (جو گذشتہ نمبر میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں) ابتک مختلف طور پر ایک لاکھ سے زیادہ چھپکر شائع ہو چکا ہے۔ دارالعلوم اور اسکے متعلق مدارس کے مدرسین اور طلبہ کے وفود قصبات اور دیہات تک ہند کے تمام اطراف میں دورہ کرکے روساء و علماء اور مشائخ اور عوام کو متوجہ کرتے رہے ہیں محض ان لوگوں کے مواعظ اور اس جماعت کے مساعی جمیلہ سے ایک بڑی مقدار جس کا تخمینہ ۳ لاکھ روپیہ سے کم نہیں کیا جاتا مقامی انجمنوں اور اخبارات کے ذریعہ سے بھیجا گیا ہے۔ اسکے علاوہ اراکین دارالعلوم کی معرفت بھی ۷۵ ہزار سے زیادہ جمع ہو چکا ہے اور یہ روپیہ عموماً نیشنل بینک کے توسط سے پریزیڈنٹ ہلال احمر قسطنطنیہ کے نام سے پہنچایا گیا ہے۔

ہم وفود دارالعلوم کے دورہ اور خاص دیوبند میں جو روپیہ جمع ہو کر براہ راست قسطنطنیہ بھیجا گیا۔ یا اراکین دارالعلوم کی کوششوں سے جمع ہو کر بھیجا گیا ہے۔ اُسکی تفصیل انشاءاللہ تعالیٰ کسی دوسری اشاعت میں درج کرینگے۔

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم

مجددان اسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وخیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ۵

مسلمانوں میں بطور علوم متعارفہ کے یہ مسئلہ مسلم چلا آتا ہے کہ دین اسلام میں جب کبھی ضعف پیدا ہوتا یا اُس میں کسی جانب نقص محسوس ہونے لگتا ہے تو انہیں سے کوئی خدا کا خاص بندہ کمر ہمت چست باندہ کر اُن خرابیوں کے دفع کرنے اور مسلمانوں کو انکے اصلی مرکز وحالت کی طرف لانے میں جان توڑ کر کوشش کرتا ہے۔ ایسے شخص کو اصطلاح شریعت میں مجدد اور اسکے اس عظیم الشان منصب کو تجدید کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

القاسم کے گذشتہ نمبر میں بذیل عنوان تعلیم مذہبی اس مضمون کی طرف ایک اجمالی اشارہ کرتے ہوئے بیان کیا گیا تھا کہ امم سابقہ میں جو کام انبیاء علیہم السلام کے سپرد تھے اُمۃ مرحومہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس خدمت پر علماء ربانی مامور کئے گئے اور اُنکو مجدد کا لقب دیا گیا۔

لیکن اس منصب کی عظمت اور مقبولیت عند اللہ اُس کے غیر محدود اور بھاری ذمہ داریاں جیسا کہ خود اس لفظ سے معلوم ہوتی ہیں تبلا رہی ہیں کہ فقط اسقدر اجمالی بیان ہرگز اُسکی اصلی اور حقیقی تصویر پیش کرنے کیلئے کافی نہیں ہوسکتا۔ اور نہ اتنے مختصر اشارہ سے کسی ایسے طالب تحقیق کی تسلی ہوسکتی ہے جو مجدد کے جامع مانع تعریف اور مجددان اسلام کے حالات اُنکے فرائض۔ اور اُنکے مشکلات کا احاطہ کرنا چاہتا ہو۔ اسلئے ہمنے القاسم کے گذشتہ نمبر کی تکمیل کیلئے ارادہ کیا ہے کہ اس جلیل القدر منصب کے فرائض اور ذمہ داریوں کو وضاحت سے بیان کردینے کے ساتھ صفحات تواریخ کی بہت سی ورق گردانی کرکے اُن بکھرے ہوئے حالات کو جو متفرق کتابوں میں موجود اور مختلف طبقات اہل علم کے قلم سے نکلے ہوئے ہیں۔ ایک جگہ جمع کرکے ناظرین القاسم کیلئے خصوصًا اور مسلمانان عالم کیلئے عمومًا ایک عمدہ اور بہترین ذخیرہ معلومات کا بہم پہونچا دیا جائے۔ اور ساتھ ہی

بعض ایسے مضامین پر بھی تنقیدی نظر ڈالی جائے جو زمانہ حال میں اسی موضوع پر شائع ہوئے ہیں لیکن اُن میں اس منصب کے علوشان کو ظاہر کرنے کے بجائے اُسکے درجہ کو گھٹا دیا گیا ہے جس سے مسلمانوں کی تاریخی عظمت پر ایک بدنما دھبہ لگتا ہے۔ اور ایک متجسس احوال کی طلب کو حسرت آمیز مایوسی کے ساتھ تبدیل کر دیتا ہے

مجددان دین کے حالات اور انکی اہم خدمات کا بیان ہی خود ایک وسیع میدان ہے جسکے طے کرنے کیواسطے ہمکو بہت زیادہ فرصت کی ضرورت تھی لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ شریعت اسلام کے بقاء اُسکے انتظامات سیاست وہدایت کی مختلف صورتوں میں ایک صورت تجدید دین کی بھی ہے تو کسی طرح مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ صرف اسی خاص صورت کے بیان پر قناعت کی جائے بلکہ ہمارا خیال ہے کہ جس طرح ہم مجدد کے فرائض اور اُسکے جلیل الشان منصب کی خصوصیات کو دکھلائیں۔ اور یہ بتلائیں کہ ہر صدی پر کس پایہ کے حضرات کو اس منصب کا اہل وقابل سمجھکر یہ خطاب دیا گیا ہے۔ اور آیا وہ اس واجب التکریم منصب کے مستحق بھی تھے یا نہیں اسی طرح خلفاء اسلام اور علماء ربانی کے مناصب جلیلہ کی توضیح کر کے اُنکے حالات پر بھی کافی روشنی ڈالی جائے اور تینوں طبقات (مجددین۔ خلفاء۔ علماء ربانی) کی باہمی نسبت اور فرق مراتب کو بھی ظاہر کر دیا جائے۔ اور ہر طبقہ کے متعلق اسقدر وضاحت کر دیجائے جس سے اہل فہم کو حقیقۃ الامر کے انکشاف میں کچھ دقت یا اشکال باقی نہ رہے۔ اور ہر شخص کو اسلام کی تاریخ کا لب لباب آسانی سے معلوم ہو سکے اور جو بیش بہا موتی نظروں سے مخفی ضخیم کتابوں میں چھپی ہوئی ہیں گھر بیٹھے ہاتھ آجائیں۔

میں خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے اُمید رکھتا ہوں کہ یہ مضمون تاریخ اسلام کا صاف اور شفاف آئینہ ہونے کے ساتھ بیشمار علمی فوائد اور نکات کا مجموعہ ہوگا۔ اور اُس میں موقع بموقع بعض بعض مشکل مسائل کا حل بھی ہوتا جائیگا۔ اور جگہ جگہ بعض آیات واحادیث کے مناسب توضیح بھی ہوتی جائیگی۔ اور اگر کہیں باہم نصوص میں کسی قدر تعارض یا اشکال نظر آئیگا۔ وہ بھی رفع ہوتا رہیگا۔

• المختصر یہ ایک ایسا مضمون ہوگا جس سے انشاء اللہ تعالیٰ ہر طبقہ کے مسلمان فائدہ اُٹھا سکیں گے۔

ناظرین کرام سے یہ امید رکھنا غالباً بیجا نہ ہوگا کہ اس مضمون کو بالالتزام از اوّل تا آخر ملاحظہ فرمائیں۔ کیونکہ اوّل تو مضمون مسلسل ہے دوسرے یہ ممکن ہے کہ کسی ایک ہی امر کے متعلق ایک موقع پر اجمال سے کام لیا گیا ہو جس سے بعض سامعین کو ممکن ہے کوئی خلجان رہجائے لیکن اُسی کی توضیح دوسری جگہ ملجائیگی جسکے ملاحظہ سے ہر قسم کے شکوک وشبہات کا قلع قمع ہو سکیگا۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔

اب میں اصل مضمون کے شروع کرنے سے پہلے چند تمہیدی امور کا بیان کرنا مناسب خیال کرتا ہوں۔

تمہید

ایک حدیث میں جو مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وارد ہے :۔

كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَسَتَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ قَالُوا فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ فُوا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ وَأَعْطُوهُمْ حَقَّهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ۔

(بنی اسرائیل کی نگہداشت اور سیاست کا انتظام انبیاء کے سپرد ہوتا تھا۔ جب ایک نبی وفات پاجاتے اُنکے جانشین دوسرے نبی ہوجاتے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ البتہ خلفاء ہونگے اور بہت ہونگے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ایسے وقت ہمکو کیا کرنا چاہیئے۔ فرمایا کہ سب سے مقدم کی بیعت پر قائم رہو اور اُسکو پورا کرو اور پھر اُسکے بعد والے کی۔ اور جو تمہارے ذمہ اُنکا حق اطاعت واجب ہے اُسکو ادا کرتے رہو اور اگر وہ کوتاہی کریں تو اللہ اُن سے باز پرس کریگا اُن معاملات کے جنکے وہ ذمہ دار بنائے گئے تھے۔)

اس حدیث سے ہمکو چند فائدے معلوم ہوگئے۔

(الف) عالم میں ہدایت کو قائم کرنے اور دین الٰہی کے رواج دینے کے لئے جس طرح انبیاء علیہم السلام کے مبعوث ہونے کی ضرورت ہے اور خدا تعالیٰ نے تبلیغ دین اور اقامت شرائع کو اس سلسلہ

بعثت انبیاء کے ساتھ مربوط فرمایا ہے۔ اسی طرح اُسکی بقاء ودوام قیام رونق شریعت اور حوادث یومیہ اور واقعات روزمرہ کے انتظام کیلئے نہایت ضروری ہو کہ اُس فرد کامل کے جسکی ذات سے یہ سلسلہ ہدایت وارشاد قائم ہوا ہے نائب پیدا ہوتے رہیں۔ انسان بوجہ غلبۂ بہیمیت بہت جلد برائی کی طرف مائل ہوجاتا ہے۔ اور بہت سُرعت کے ساتھ دین اور احکام الٰہی میں افراط وتفریط پیدا ہو کر گمراہی پھیل جاتی ہی اور اصل شریعت ومذہب کا پتہ باقی نرہتا۔ اگر یہ بات ضروری نہوتی تو امم سابقہ کی سیاست کیلئے بعثۃ انبیاء کے سلسلہ کو قائم رکھنے کی ضرورت نہ تھی۔

(ب) بنی اسرائیل میں اس سلسلہ سیاست وانتظام کی باگ انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ میں رہتی تھی اور ایک نبی جب اس عالم سے رفیق اعلیٰ کو تشریف لے جاتے دوسرے نبی اُنکے قائم مقام پیدا ہوجاتے تھے۔ لیکن چونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور جس طرح آپ اوّل الخلق ہیں اسی طرح آپ زماناً آخر الانبیاء بھی ہیں۔ آپ کے بعد سلسلہ نبوت منقطع ہے اسوجہ سے اُمت مرحومہ میں یہ خدمت خلفاء انبیاء کے سپرد ہوئی۔

(ج) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظام عالم کو ایک اجتماعی ہیئت پر قائم رکھنے اور مخلوق کو فساد واختلاف کے مہلک اور ناقابل علاج مرض سے بچانے کیلئے نہایت صحیح اصول اور قواعد بتلادئے۔ مذکورہ بالا احدیث کے منطوق سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ کسی زمانہ میں مدعی خلافت ایک سے زیادہ بھی ہونگے۔ اور یہ بالکل ممکن ہو کہ ایک خلیفہ کے بعد دوسرا خلیفہ جو دعویٰ خلافت کرے یا کچھ مسلمان اُسکو قائم کرنا چاہیں خلیفہ اول سے بعض اوصاف میں افضل ہونے کی وجہ سے زیادہ مستحق خلافت ہو۔ لیکن آپنے اس حالت میں خلیفہ اوّل کی بیعت پر قائم رہنے کو اگرچہ وہ مفضول ہی ہو لازم اور ضروری قرار دیا ہے یہ نہایت پاکیزہ اور زریں قاعدہ ہے قرن اوّل میں مضبوطی کے ساتھ اس پر عمل درآمد کیا گیا۔ اور باوجود افضل وفاضل موجود ہونیکے مفضول خلیفہ کی بیعت کو فسخ نہیں کیا گیا۔

اُمت مرحومہ میں بقاء نظام سیاست وہدایت کیلئے کتنی صورتیں تجویز کیگئیں

مذکورہ بالا بیان سے یہ تو واضح ہوگیا کہ اس اُمۃ کے اندر سلسلہ بعثت انبیاء جاری نہیں رکھا گیا۔ بلکہ نظام ہدایت وسیاست کا کام خلفاء انبیاء کے سپرد ہوا۔ لیکن ہم کو ابھی یہ دکھلانا منظور ہے کہ اُمۃ مرحومہ یا اس نظام کو باقی

رکھنے یا اُسکی ترقی دینے اور بار آور کرنے کے واسطے کسقدر طریقے مقرر کئے گئے ہیں یا ہمکو شارع علیہ السلام کے ارشادات سے کتنے طریقے معلوم ہو سکتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شریعت غرا عطا فرمائی گئی وہ مجموعہ ہے اعتقادات وعبادات ومعاملات کا اور مجموعہ ہے صفائی ظاہر و باطن کا مجموعہ ہی انتظام ملکی ومالی کا۔ شریعت غرّا کی تعلیم میں جیسے صحیح عقائد کی تعلیم داخل ہے اور جس طرح ہمارے لئے عبادات بدنی ومالی فرض کی گئی ہیں۔ اسی طرح ہمکو معاملات کے لئے بھی مضبوط قوانین عطا کئے گئے ہیں۔ ہمکو فصل قضایا۔ اجراء حدود۔ ترتیب افواج فتوح بلاد۔ انتظام ممالک مفتوحہ تقسیم غنائم اور حفظ حدود وغیرہ کے متعلق سب ہی کچھ تعلیم دیگئی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور میں جس طرح ایک دیرینہ مجرم اور حقیقی مشرک۔ مومن حقیقی بنکر ایقان واذعان کے درجہ تک پہونچجاتا تھا۔ اور آپ کی پاک تعلیم سے ایک انگھڑ جاہل تہذیب کا نمونہ اور عالم باعمل بنجاتا تھا۔ اسی طرح آپ کے اصحاب تمام دینی ودنیاوی محاسن کے جامع بنادئے گئے تھے۔ فصل قضایا وہ جانتے تھے۔ اور ترتیب جیوش میں وہ ماہر تھے تحصیل محاصل میں اُنکو دستگاہ تھی۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس سے یہ تمام امور وابستہ تھے۔ جس طرح آپ بنفس نفیس معاملات متنازعہ کا تصفیہ فرماتے تھے اور خود معرکہ ہائے جہاد۔ دفع کفار کیلئے تشریف لیجاتے تھے۔ اسی طرح بسا اوقات اپنے اصحاب کو نیابۃً اِن اہم امور کی سرانجامی کیلئے اپنا نائب مقرر فرماتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت علی مرتضیٰ۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کو امراء جیوش اور صاحب لواء بنایا اور اُنکے علم کے نیچے جلیل القدر صحابہ کو بھیجا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو قاضی یمن بناکر بھیجا۔ حضرت معاذ بن جبل کو لبطور ایک والی کے مقرر فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امیر الحج بنائے گئے۔ الغرض یہ تمام جلیل القدر منصب زمانہ نبوت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق تھے۔ اور ولایۃ عامہ آپ کو حاصل تھی۔ لیکن اُنکی سرانجامی کبھی بذات خود فرماتے تھے اور کبھی اپنے نواب کے ذریعہ سے اِن انتظامات وتعلیمات ظاہری کے علاوہ قہر نفس امارہ تزکیہ باطن اور تحصیل نسبتہ احسان واطمینان و برد یقین کا سلسلہ بھی برابر جاری تھا۔ اور یہی وہ جہاد کبیر

ہے جسکی طرف رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر میں اشارہ ہی۔ اور اسلام اور ایمان کا اصلی اور حقیقی مقصود یہی ہے۔

لیکن یہ کھلی ہوئی بات ہے۔ کہ تمام وہ جلیل القدر منصب اور امور عظام جنکا تعلق ذات اقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا۔ آپ کے قیام دنیا تک محدود نہ تھے۔ یہ نہ تھا کہ جب آپ اس عالم سے رفیق اعلیٰ کی طرف تشریف لے جائیں تو ان تمام سلاسل کا خاتمہ ہوجائے اور دنیا بغیر کسی ہادی۔ مبلغ اور معلم کے رہجائے اور اُن پر عالم گمراہی طاری ہوجائے۔ بلکہ آپ کی وفات کے بعد بھی ان تمام سلاسل کا جاری رہنا ارشادات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

علاوہ امور مذکورہ بالا کے بعض خاص مہتم بالشان کام ایسے بھی تھے جنکا وعدہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا تھا۔ مگر اُنکا ظہور آپ کے زمانہ میں نہیں ہوا۔ اور وہ آپ کے خلفاء کے ہاتوں پورے ہوئے۔ مثلاً فتوح ممالک کسریٰ وقیصر وغیرہ اسکا وعدہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تھا اور آپ نے اپنے اصحاب کو اسکی بشارت بھی دی تھی۔ مگر تکمیل اس وعدہ کے خلفاء راشدین کے زمانہ میں ہوئی۔

الغرض تمام اُن سلاسل کے جاری رکھنے اور قائم کرنے یا امور مفوضہ کو کامل طور پر انجام دینے کے لئے ایسے خلفاء اور جانشینوں کی ضرورت تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی جانشین اور خلیفہ کہلائے جانے کے مستحق ہوں۔

لیکن اُمۃ مرحومہ کی حالت پر نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک حال پر قائم رہنے والے نہ تھے ہم اُسکے اندر دو متضاد وصف دیکھتے ہیں۔

ایک تو یہ کہ یہ اُمت مرحومہ مثل اُمم سابقہ کے عام گمراہی میں مبتلا نہو گی۔ بلکہ اُسکے اندر دین حق کے قائم رکھنے والے۔ امر معروف ونہی عن المنکر کی خدمت کو بجا لانے والے۔ حفظ حدود شریعت میں اپنی جانوں کو لڑا دینے والے برابر موجود رہینگے اور وہ کبھی کسی زمانہ اور کسی حال میں ایسی جماعتوں سے خالی نہو گی۔

دوسرے یہ کہ اُسکے اندر وہ خرابیاں بھی پیدا ہونگی جو سابق اُمتوں میں ہوئی تھیں۔ اُسکے اندر عقائد بھی بدلینگے۔ اعمال بھی خراب ہونگے۔ افعال قبیحہ بھی سرزد ہونگے۔ باہمی معرکہ آرائیاں

بھی ہونگے منہاج نبوت کو بدلنے والے بھی ظاہر ہو جائینگے۔ جبر و تعدی اتلاف حقوق اور قتل نفوس کی نوبت بھی آئیگی۔ غرض ہر قسم کے نقصانات پیدا ہونگے۔

اُمت کی ان دونوں حالتوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی اصلاح اور ہدایت و سیاست کیلئے دو قسم کی جماعتوں کی ضرورت ہے۔ ایک وہ جماعت جو اُسکو اصلی طریقہ پر قائم رکھے۔ دوسری وہ جماعت جو خرابیوں کی اصلاح اور نقصانات کی تلافی کر کے اُسکو اصلی حالت پر لائے۔ زمانہ نبوت کے متصل جبکہ شریعت اور دین اسلام تمام خرابیوں سے منزہ تھا بڑا کام جماعت اوّل کا یہ تھا کہ وہ اپنی تمامتر ہمت و کوشش سے منہاج نبوت کو قائم رکھے اور جن امور کی تکمیل اُس زمانہ میں نہ ہوئی تھی اُنکی تکمیل کرے۔

اور اُسکے بعد جبکہ حالات میں تغیّر و انقلاب شروع ہوا۔ اور بجائے معروف کے منکر کا غلبہ ہوا تو وقت آیا کہ اب دوسری جماعت اپنی پوری ہمت و استقلال سے تمام خرابیوں کو اُٹھا کر اسلامی احکام کو اپنی اصلی حالت پر لوٹانے کی کوشش کرے اور دین کی تازگی رونق اور عظمت کو از سر نو زندہ کر ڈالے ان دونوں جماعتوں کے ساتھ ایک تیسری جماعت بھی ہے جو باوجود فرق قلۃ وکثرۃ ہر زمانہ میں موجود رہیگی اور نیابۃً و اصالتاً اپنے علم و عمل کے ذریعہ سے اُمت کو صحیح راستہ بتلائیگی۔ اور اُن مشکلات میں جو وقتاً فوقتاً پیش آتی رہتی ہیں رہبری کریگی۔

ہم اپنے مذکورہ بالا بیان اور اثبات درجات کیلئے احادیث ذیل کو اس جگہ نقل کرتے ہیں۔

(۱) عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ھذا الامر بدء نبوۃ ورحمۃ ثم یکون خلافۃ ورحمۃ ثم کائن ملکا عضوضا ثم کائن عتوا وجبریۃ وفسادا فی الارض یستحلون الفروج والخمور والحریر وینصرون علی ذلک ویرزقون ابدا حتی یلقوا اللہ۔ (بیہقی ابونعیم عن ابی عبیدۃ رضی اللہ عنہ)

(۱) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ امر دین اسلام نبوت اور رحمت سے شروع ہوا۔ پھر ہوگی خلافت اور رحمت۔ پھر ہو جائیگا ملک کاٹنے والا۔ پھر ہو جائیگا سرکشی اور جبر اور زمین پر فساد پھیلانا حلال سمجھنے لگیں گے زنا اور شراب اور لباس حریر کو اور باوجود اسکے منصور ہونگے اور رزق دئے جائینگے یہانتک کہ خدا تعالیٰ کے سامنے جائیں۔

(۲) عن ابی بکرۃ قال سمعت رسول اللہ

(۲) ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ

عليه وسلم يقول خلافة نبوة ثلاثون عاماً ثم يوتى الله الملك من يشاء - قال معاوية رضينا بالملك (بيهقى)

(۳) عن سفينة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الخلافة فى امتى ثلاثون عاماً ثم يكون ملكاً فكانت مدة خلافة الاربعة (ابوداؤد ترمذی وغیرہ)

(۴) عن حذيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انكم فى النبوة ماشاء الله ان تكون ثم يرفعها اذا شاء ثم تكون خلافة على منهاج النبوة تكون ماشاء الله ان تكون ثم يرفعها اذا شاء ثم يكون ملك عضوض ثم تكون جبرية ماشاء الله ان تكون ثم يرفعها اذا شاء ثم تكون خلافة على منهاج النبوة فلما ولى عمر بن عبد العزيز ذكر له هذا الحديث وقيل له انا نرجوا ان تكون بعد الجبرية فسربه -

(۵) ان العلماء ورثة الانبياء وان الانبياء لم يورثوا ديناراً ولا درهماً وانما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر - (ترمذی و ابوداؤد وغیرہم عن ابی الدرداء)

صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ خلافۃ نبوۃ تیس برس رہیگی - پھر اسکے بعد اللہ تعالےٰ جسکو چاہیگا مُلک دیدیگا - (حضرت امیر معاویہ نے اس حدیث کو سُنکر فرمایا ہم ملک پر راضی ہیں -)

(۳) سفینہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اُمت میں خلافۃ تیس برس تک ہے پھر ملک ہو جائیگا - (راوی کہتے ہیں خلفاء اربعہ راشدین کی مدۃ تیس برس تھی -

(۴) حضرت حذیفہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا - کہ جب تک اللہ کو منظور ہے تم نبوۃ کے سایہ میں رہوگے پھر اللہ اُسکو اُٹھالے گا پھر خلافۃ ہوگی طریقہ نبوت پر - جب تک اللہ کو منظور ہے پھر اُسکو بھی اُٹھالیا جائیگا - اور اُسکے بعد کٹکھنا ملک ہوگا پھر جبر و تعدی محض رہیگی جب تک اللہ کو منظور ہے اسکے بعد پھر خلافۃ علی منہاج النبوۃ کا ظہور ہوگا راوی کہتے ہیں جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوے تو لوگوں نے یہ حدیث اُنکے سامنے بیان کرکے کہا کہ جبریۃ کے بعد آپ کی خلافۃ طریقہ نبوت پر ہے اسکو سنکر آپ بہت خوش ہوئے -

(۵) علماء انبیاء کے وارث ہیں - انبیاء نے دینار و درہم ترکہ میں نہیں چھوڑے - بلکہ علم کا ترکہ چھوڑا ہے - جس نے اس ترکہ میں سے لیا اُس نے پورا حصہ لیا -

(۶) فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم (ترمذی عن ابی امامۃ)

(۶) عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمھارے میں سے کمتر درجہ والے پر۔

(۷) فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد۔ (ترمذی وابن ماجہ عن ابن عباس)

(۷) ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

(۸) ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعہ من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالما اتخذ الناس رؤساجھالا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا۔ (متفق علیہ عن ابن عمر)

(۸) اللہ تعالیٰ علم کو بندوں کے اندر سے نہیں نکالے گا بلکہ علم اس طرح اٹھایا جائے گا کہ عالم اٹھالئے جائینگے اور جب کسی عالم کو باقی نچھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو راس رئیس بنالیں گے جو بغیر علم کے فتویٰ دینگے خود بھی گمراہ ہونگے اور مخلوق کو بھی گمراہ کرینگے۔

(۹) نضر اللہ امرءا سمع منا شیئاً فبلغہ کما سمعہ فرب مبلغ اوعی لہ من سامع (ترمذی وغیرہ عن ابی الدرداء)

(۹) خدا تعالیٰ اُس شخص کو تروتازہ اور خوش رکھے جسنے ہم سے کچھ سنا اور جیسا سُنا تھا ویسا ہی دوسروں تک پہونچادیا۔ بسا اوقات وہ شخص سُننے والے سے زیادہ حافظ اور سمجھدار ہوتا ہے۔

(۱۰) یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین۔ (بیہقی مرسلا)

(۱۰) آنیوالی نسلوں میں سے عدل وثقہ لوگ اس علم کے حامل بنیں گے جو غلو کرنے والوں کے تغیر وتبدل اور باطل پرستوں کے دعاوے اور جاہلوں کی تاویلات سے اُسکو پاک وصاف رکھیں گے۔

(۱۲) والذی نفسی بیدہ لتامرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر او لیوشکن اللہ ان یبعث علیکم عذابا من عندہ ثم لتدعنہ ولا یستجاب لکم۔ (ترمذی عن حذیفۃ)

(۱۱) قسم ہے اُس ذات پاک کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ یا تو تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کروگے ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمپر عذاب نازل کردے اور پھر تم دُعا ئیں مانگوگے اور وہ قبول نہونگی۔

(۱۳) من رای منکم منکرا

(۱۲) جو کوئی کسی بُرائی کو دیکھے تو اُسکو چاہیے کہ

فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان۔ (مسلم عن ابی سعید)

کہ اپنے ہاتھ سے اُسکو مٹادے اور اگر یہ نہ کرسکے تو زبان سے منع کرے یہ بھی نہو سکے تو دل سے بُرا سمجھے۔ اور یہ ایمان کا بہت گھٹیا درجہ ہے۔

(۱۳) لا یزال من امتی امۃ قائمۃ بامر اللہ لا یضرھم من خالفھم ولا من خاذلھم حتی یاتی امر اللہ وھم علیٰ ذالک (متفق علیہ عن معاویہ)

(۱۳) میری اُمت کی ایک جماعت ہمیشہ احکام الٰہی کی تبلیغ میں قایم رہیگی جسکو کسی کی مخالفت یا ساتھ نہ دینے سے کچھ مضرت نہ پہونچیگی۔ قیامت تک یہی حال رہیگا۔

(۱۴) مثل امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ۔

(۱۴) میری اُمت کی مثال باران رحمت کی سی ہے۔ معلوم نہیں کہ پہلی بارش زیادہ مفید تھی یا آخری۔

(۱۵) ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل سنۃ من یجدد لھا دینھا۔

(۱۵) اللہ تعالیٰ اس امت کی اصلاح کیلئے ہر صدی پر ایسے لوگوں کو بھیجتا ہے جو دین کی تجدید کرتے ہیں۔

احادیث مذکورہ بالا سے معلوم ہوگیا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک زمانہ تک خلافۃ نبوۃ جسکو خلافۃ رحمۃ خلافۃ راشدہ اور خلافۃ علی منہاج النبوۃ بھی کہتے ہیں قائم رہیگی۔ اور اُسکے بعد یہ طرز بدل کر بادشاہت اور مملکت کا طرز پڑجائیگا جسمیں گو عدل و انصاف کا دور دورہ بھی ہوگا مگر وہ طریقہ خاص محفوظ نرہیگا۔ اور اسی وجہ سے اُسکو ملک اور بعض روایات میں ملک عضوض فرمایا گیا ہے۔ اور پھر ملک عضوض کے بعد جسمیں عدل وانصاف کے ساتھ کچھ شوائب اور نقص بھی مخلوط ہونگے۔ ایک وہ زمانہ آئیگا جسمیں محض جبر۔ کبر۔ تعدی اور اتلاف حقوق ہوگا۔ اور اگر عدل وانصاف ہوگا بھی تو ایسا ہی جیسا اُلٹے دپر سفیدی۔ اور اس سخت ابتر اور بدتر زمانہ کے بعد پھر خلافت رحمۃ کا ظہور ہوگا۔

اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مدار تمام اصلاحات اور مناط اُمت کی بھبودی و فلاح کا علم پر ہے۔ علماء ربانی ورثہ انبیاء ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے تمام اوصاف میں اعلیٰ و افضل صفۃ علم ہے۔ نبوت کا انحصار حقیقی علم پر ہے۔ علماء کو اس علم میں سے حصہ کامل ملا ہے۔ اور جو خدمت تبلیغ دین

اور ہدایت وارشاد کے انبیاء علیہم السلام کے سپرد ہے۔ وہی خدمت علماء کے سپرد کی گئی ہے۔
اِن ہی وجوہات سے علماء کو ورثہ انبیاء فرمایا گیا۔ کہ وہ اوصاف اور فرائض نبوۃ کے وارث ہیں
اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ علماء کے فرائض مُہمہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جو ہی کے فرض ہیں
اِن کو ترک کرنے سے عام عذاب نازل ہونیکا اندیشہ ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ تمام خرابیوں کی جڑ جہل ہے۔ اور جہل میں بھی جہل مرکب سم قاتل ہے
جسکی طرف جملہ اتخذ الناس رؤسا جھالا فافتوا الناس بغیر علم فضلوا واضلوا
میں اشارہ ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ امت میں ہر قسم کی خرابیاں پیدا ہوجانے کے باوجود کوئی زمانہ ایسے
گروہ سے خالی نہ رہیگا جو شریعت حقہ پر علماً و عملاً تبلیغاً و تلقیناً قایم رہیگا اور کسی کی ملامت
وطعن مخالفت و مخاذلت کی پرواہ نکر کے ہر قسم کے مصائب جھیلنے کیلئے سینہ سپر ہوگا۔ اور
اُسی جماعت کی بدولت تاقیام قیامت اسلام اپنے حقیقی انوار و برکات کے ساتھ جلوہ گر رہیگا۔

اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ علماء دائمی طور پر خدمت تبلیغ و تعلیم میں مصروف رہینگے۔ لیکن جب اُمت
میں کوئی خرابی مضبوطی سے جڑ پکڑ جائیگی تو تجدید دین اور ازالہ رسوم قبیحہ کی اہم خدمت سرانجام
دینے کیواسطے ہر صدی پر کوئی قوی الہمۃ راسخ العزم منتخب کیا جائیگا جسکو اصطلاح شرع میں مجدد
کہتے ہیں۔

اور اِن تمام معلومات و فوائد کا نتیجہ ہم یہ نکالتے ہیں کہ اُمت کی نگہداشت و ہدایت سیاست
و انتظام کی کل دو صورتیں ہیں۔ سیاست و ہدایت عام جسکو سیاستہ و ہدایت اجتماعی۔ و
کُلی بھی کہہ سکتے ہیں۔ اور دوسرے خاص جسکا دوسرا نام انفرادی بھی ہوسکتا ہے۔

صورۃ اوّل اصلی منصب ہے خلفاء کا خلیفہ تمام امت کا واحد امام اور اُسکی ہر قسم کی بھبودی و
فلاح کا ذمہ وار ہے۔ اور اسوجہ سے تعدد خلفاء جائز نہیں رکھا گیا۔ اور متعدد خلیفہ ہوں تو سب سے
اوّل کی بیعت کو پورا کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ دیکھو جملہ فوا ببیعۃ الاوّل فالاوّل۔

خلفاء کی اِس سیاستہ و ریاست عامّہ کو ملوک نے سنبھالا۔ مگر چونکہ اُن میں وہ شرائط
جو ایک خلیفہ کے اندر ہونے لازمی ہیں موجود نہیں ہوتے اور نظم مملکت میں اکثری طور پر

جادۂ شریعت کو محفوظ نہیں رکھا جاتا ہے اسلئے ملک کا درجہ خلافت سے بہت نیچے اور پست ہو گیا البتہ اگر ملوک باوجود اسکے کہ کل شرائط خلافت اُن میں موجود نہیں ہیں۔ عادل اور جادہ شریعت پر قائم ہیں تو وہ انہیں سات افراد میں داخل ہونگے جنکو قیامت کے روز جبکہ کسی شخص کو سایہ کی جگہ نملیگی۔ خدا تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائیگا حدیث شریف میں وارد ہے۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم سبعة یظلهم الله فی ظله یوم لاظل الاظله امام عادل وشاب نشأ فی عبادة الله ورجل قلبه معلق بالمسجد اذا خرج منه حتی یعود الیه ورجلان تحابا فی الله اجتمعا علیه وتفرقا علیه ورجل ذکر الله خالیا ففاضت عیناه ورجل دعته امرءة ذات حسب وجمال فقال انی اخاف الله ورجل تصدق بصدقة فاخفاها حتی لا تعلم شماله متفق علیه۔

(فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات شخص ایسے ہیں جنکو اُس روز کہ کوئی سایہ نہوگا اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ دیگا۔ (۱) امام عادل کو (۲) اُس نوجوان کو جسنے اللہ کی عبادت میں نشو ونما پایا (۳) اُس شخص کو جسکا دل مسجد سے متعلق رہتا ہے نکلنے کے وقت سے لوٹنے کے وقت تک (۴) اُن دو شخصوں کو جنکے باہم قلبی محبت ہے اللہ کی وجہ سے باہم دوستی کی اور اللہ ہی کیواسطے پھر جدا ہو گئے (۵) اُس شخص کو جو خلوۃ میں اللہ کا ذکر کرے اور آنکھوں سے آنسو بہائے۔ (۶) اُس شخص کو جسے نہایت حسین و جمیل عورت بلائے اور وہ جواب دیدے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (۷) اُس شخص کو جو اللہ کی راہ میں اس طرح اخفار کے ساتھ صدقہ کرے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو)

اور صورت دویم یعنی سیاست وہدایت یا ریاست خاص اور انفرادی وجزوی منصب ہے علماء ربانی اور مجددین اُمت کا۔ علماء ربانی ہر زمانہ کے اندر ہر قریہ اور دیہ میں ہر شہر وقصبہ میں ہر اقلیم ومملکت میں تعلیم وتعلم۔ ارشاد وتلقین سے خلق خدا کی رہنمائی ورہبری میں مصروف رہیں گے۔ اور ایک ایک وقت میں ہزار ہا عالم اس فریضہ کو ادا کرینگے۔ کسی عالم کے ذریعہ سے دو کو ہدایت ہو گی اور کسی کے ذریعہ سے چار کو۔ کوئی سو کا رہبر ہوگا اور کوئی ہزار کا۔ اور اُنکی مثال انبیاء بنی اسرائیل کی سی ہو جائیگی۔ جس طرح وقت واحد میں کئی کئی نبی جدا جدا قوموں کی ہدایت کیلئے مبعوث ہوتے تھے۔ اسی طرح علماء بھی رہیں گے۔ اور جب دین میں کسی جانب ضعف پیدا ہوگا اُسکے ازالہ کے لئے کسی خاص کو مجددی کی خلعت سے سرفراز فرمایا جائیگا۔

باقی آیندہ

فہرست چندہ دار الحدیث دیوبند

نمبر	نام	رقم
۱	معرفت حاجی محمد خانصاحب	عمار
۲	جناب غلام احمد خانصاحب چوکیدار نہر	عمار
۳	زوجہ محمد حسین خانصاحب ولد اسمٰعیل خانصاحب	عمار
۴	معرفت مولوی عماد الدین صاحب چندہ موضع بھٹولہ	للعہ ٦/
۵	محمدی ساکن خورجہ معرفت مولوی عماد الدین صاحب مدرس مدرسہ خازن العلوم خورجہ	عمار
۶	گھسیٹا صاحب از خورجہ 〃	عمار
۷	جناب رحیم بخش صاحب 〃	عمار
۸	جناب کلن صاحب 〃	عمار
۹	حبیب اللہ صاحب 〃	عمار
۱۰	جناب بہادر ولد محمد صاحب 〃	عمار
۱۱	جناب قاسم علیصاحب 〃	عمار
۱۲	جناب سکرٹری ریاض الدین صاحب 〃	عمار
۱۳	جناب سعید حسن صاحب 〃	عمار
۱۴	چودہری عبد الغفار صاحب 〃	عمار
۱۵	جناب حافظ مشیت اللہ ولد عبد اللہ صاحب 〃	للعہ/
۱۶	جناب امیر اللہ صاحب ولد کریم بخش صاحب 〃	عنا/
۱۷	جناب عبد المجید ولد حاجی نتھا صاحب 〃	عمار
۱۸	جناب مع لال بخش و ابراہیم و عبد الرحیم و فتح محمد صاحبانؒ	عہ ۱۲/
۱۹	احمد دلال ۔ معرفت مولوی عماد الدین صاحب	عمار
۲۰	مشیت اللہ ولد کریم بخش صاحب بکر قصاب 〃	عمار
۲۱	جناب عبد الرحمن صاحب ولد کریم بخش صاحب 〃	عمار
۲۲	زوجہ حاجی خدا بخش صاحب 〃	عمار
۲۳	جناب گلاب خانصاحب ساکن بحولہ 〃	سے/
۲۴	جناب عمر خانصاحب پسر صاحبداد خانصاحب	عمر/
	معرفت مولوی عماد الدین صاحب	
۲۵	جناب منشی عبد الباسط خانصاحب محرر رجسٹری	عمر/
۲۶	جناب محمد خانصاحب ٹال والے معرفت 〃	عمر/
۲۷	جناب پیر بخش صاحب بیوپاری 〃	عمر/
۲۸	جناب اصغر حسین صاحب 〃	عمر/
۲۹	جناب عبد اللہ صاحب 〃	عمر/
۳۰	جناب نور بخش صاحب 〃	عمر/
۳۱	جناب کریم اللہ صاحب 〃	عمر/
۳۲	جناب حافظ خدا بخش صاحب 〃	عمر/
۳۳	شبراتی صاحب 〃	عمر/
۳۴	جناب یسین خانصاحب 〃	عمر/
۳۵	جناب مولوی محمد عبد اللہ صاحب متعلم مدرسہ خازن العلوم	عمر/
۳۶	جناب احمد خان ولد ابراہیم خانصاحب 〃	عمر/
۳۷	جناب ابراہیم خان ولد اسمٰعیل خانصاحب 〃	عمر/
۳۸	جناب عبد الرحمن خانصاحب گرداور 〃	عمر/
۳۹	وزیر صاحب سُنار 〃	عمر/
۴۰	نعمت اللہ صاحب سانگر 〃	عمر/
۴۱	بہادر صاحب 〃	عمر/
۴۲	وزیر صاحب عزیز آباد 〃	عمر/
۴۳	جناب حافظ عبد اللہ صاحب عرف حافظ لکھا صاحب	عمر/
۴۴	جناب حافظ عبد اللہ صاحب منجانب والد صاحب 〃	عمر/
۴۵	〃 〃 منجانب والدہ صاحبہ 〃	عمر/
۴۶	〃 〃 منجانب زوجین 〃	عمر/
۴۷	معرفت حافظ عبد اللہ صاحب عرف حافظ لکھا صاحب	عمر/
۴۸	نامعلوم الاسم معرفت 〃	عمر/
۴۹	عمر خانصاحب 〃 〃	عمر/

۵۰	جناب عبدالعزیز صاحب معرفت مولوی عمادالدین صاحب		عصر،
۵۱	معرفت لطافت حسین صاحب	″	عصر، ۵/
۵۲	دینا صاحب	″	عصر،
۵۳	بوقت واپسی وعظ	″	عصر،
۵۴	جناب حافظ محمد صدیق صاحب مدرس مدرسہ خازن العلوم	″	عصر،
۵۵	جناب علی شیر خانصاحب	″	عصر،
۵۶	جناب محمد خان صاحب	″	عصر،
۵۷	والدہ صوفی محمد حسین صاحب	″	عصر،
۵۸	جناب محمد اسحاق صاحب ولد نتھو	″	عصر،
۵۹	جناب عبدالغنی ولد رحیم بخش صاحب	″	عصر،
۶۰	زوجہ اللہ بخش صاحب ولد چودھری مولا بخش صاحب		عصر،
۶۱	جناب عبدالکریم ولد غلام حسین صاحب	″	عصر،
۶۲	جناب اسمعیل ولد میاں جی مشیت اللہ صاحب	″	عصر،
۶۳	جناب عبدالکریم ولد رحیم بخش صاحب	″	عصر،
۶۴	جناب رحیم داد ولد مولا بخش صاحب	″	عصر،
۶۵	جناب محمد بیفکر صاحب	″	عصر،
۶۶	جناب حسین بخش ولد امام بخش صاحب	″	عصر،
۶۷	جناب عبدالرحیم صاحب ولد حاجی پرتھی	″	عصر،
۶۸	جناب حافظ بندا صاحب	″	عصر،
۶۹	جناب عبداللہ ولد چاند صاحب	″	عصر،
۷۰	جناب عبدالغنی صاحب ولد فیض اللہ صاحب	″	عصر،
۷۱	جناب عبدالغفور صاحب ولد عبدالعزیز صاحب	″	عصر،
۷۲	جناب خدا بخش صاحب ولد مولا بخش صاحب	″	عصر،
۷۳	جناب عیوض ولد خواج بخش صاحب	″	عصر،
۷۴	جناب عمر ولد عمر دراز صاحب	″	عصر،
۷۵	جناب رحمت ولد عبداللہ صاحب	″	عصر،
۷۶	جناب رحمت اللہ معمار صاحب	″	عصر،
۷۷	جناب عبداللہ ولد علی بخش صاحب	″	عصر،
۷۸	جناب شیر [illegible] صاحب	″	عصر،

۷۹	عبداللہ پلاسو صاحب معرفت مولوی عمادالدین صاحب		عصر،
۸۰	جناب پھولا صاحب لوہار	″	عصر،
۸۱	جناب امیر بخش صاحب لوہار	″	عصر،
۸۲	جناب رحمت اللہ صاحب	″ ″	عصر،
۸۳	جناب شیخ امیر اللہ صاحب	″	عصر،
۸۴	جناب چھٹن صاحب	″	عصر،
۸۵	جناب تلا صاحب	″	عصر،
۸۶	جناب عیدا صاحب	″	عصر،
۸۷	جناب عبدالعزیز صاحب	″	عصر،
۸۸	جناب نوری قصاب	″	عصر،
۸۹	جناب دین محمد صاحب محلہ قصاباں	″	عصر،
۹۰	جناب محمد ابراہیم صاحب محلہ	″	عصر،
۹۱	جناب سیتا صاحب عرف حوالدار صاحب	″	عصر،
۹۲	جناب امیر بخش صاحب قصاب	″	عصر،
۹۳	جناب اللہ بخش صاحب محلہ قصاباں	″	عصر،
۹۴	جناب محبو خانصاحب	″ ″	عصر،
۹۵	جناب بندی خانصاحب	″ ″	عصر،
۹۶	جناب عبدالرحمن صاحب حلوائی	″	عصر،
۹۷	زوجہ محمد خانصاحب	″	عصر،
۹۸	جناب نذیر احمد صاحب	″	عصر،
۹۹	جناب ہمشیرہ صاحب مولوی عمادالدین صاحب	″	عصر ۸/
۱۰۰	جناب نبی بخش صاحب	″	عصر،
۱۰۱	جناب حسین خانصاحب	″	عصر،
۱۰۲	جناب کریم اللہ صاحب	″	عصر،
۱۰۳	جناب عبدالمجید صاحب ولد احمد صاحب قصاب	″	عصر،
۱۰۴	جناب حافظ بندا صاحب	″	عصر،
۱۰۵	جناب چھجو صاحب ساکن بھولا معرفت مہر اللہ صاحب	″	عصر،
۱۰۶	جناب تہلا صاحب	″ ″ ″	عصر،
۱۰۷	عبداللہ صاحب ولد سیفا صاحب خورجوی	″	عصر،
۱۰۸	جناب ننھو ساکن بھرانہ معرفت مہر اللہ صاحب		عصر،

القاسم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

قیمت سالانہ — معہ محصول ۹ عہ

علمی - مذہبی - اخلاقی - تمدنی - تاریخی - ماہوار رسالہ

نمبر ۶ — بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ — جلد ۳

خاکسار حبیب الرحمن مدیر رسالہ

نے

مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند سے شایع کیا

اور

مطبع قاسمی واقع مدرسہ اسلامی عربی دیوبند میں اپنے اہتمام سے چھپوایا

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

مطابق ماہ جنوری ۱۹۱۳ء

جو حضرت مولانا محمود حسن صاحب و حضرت مولانا اشرف علی صاحب

اور

مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند

کی سرپرستی میں شائع ہوتا ہے

اطلاع ضروری

براے

خریداران القاسم

حضرات ذیل کا سال محرم ۱۳۳۱ھ پر ختم ہوگیا - لہذا یا تو سال آیندہ کی قیمت بذریعہ منی آڈر روانہ فرما کر کارکنان دفتر کو مشکور فرماویں - ورنہ صفر کا رسالہ بذریعہ ویلیو روانہ کیا جائیگا - ایسے حضرات کی خریداری کے نمبر درج ذیل ہیں لہذا اپنے اپنے نمبر ملاحظہ فرمالیں -

ع ۶۶۹ و ع ۶۶۱ و ع ۶۵۴ و ع ۶۵۳ و ع ۶۴۹ و ع ۶۴۸ و ع ۶۴۴ و ع ۶۳۹ و ع ۶۲۳ و ع ۶۷۱ و ع ۶۶۹ و ع ۱۲۵۲ و ع ۱۲۴۹ و ع ۱۲۴۵ و ع ۱۲۴۴ و ع ۱۲۴۳ و ع ۱۲۳۷ و ع ۱۲۳۱ و ع ۱۲۰۳ و ع ۹۶۵ و ع ۶۸۷ و ع ۱۲۶۰ و ع ۱۲۶۲ و ع ۱۲۷۶ و ع ۱۲۸۰ و ع ۱۳۵۷ اور اگر کسی صاحب کو آیندہ خریداری منظور نہو تو دفتر میں ایک کارڈ کے ذریعہ سے مطلع فرمائیں تاکہ وی - پی واپس آنے سے دفتر کا نقصان نہو +

المشتہر سعید احمد دفتر القاسم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہز ایکسلینسی وائسرائے پر حملہ

یونیورسٹی کی تعلیم جس میں مذہبی علوم کا کوئی حصہ شامل نہو۔ دنیاوی ترقی کے لئے خواہ کسی درجہ تک مفید سمجھی جائے لیکن انارکزم جیسی شامت (جس سے ملک کا امن مخدوش ہو) کا منشا فقط یہی تعلیم قرار دیجاتی ہے۔ زندہ مذاہب میں حقوق شناسی اور وفاء عہد کی وہ بے نظیر روح موجود رہتی ہے جس سے اس قسم کے خیالات پیدا ہونا ممکن ہی نہیں۔

بدقسمتی سے ہند میں مغربی تعلیم کے ساتھ ساتھ بمب بازی بھی ترقی پر ہے۔ گذشتہ چند سالوں میں متعدد وارداتیں ہوئیں۔ لیکن ان سب سے زیادہ قابل نفرت اور امن پسند قلوب کو ہلا دینے والا وہ حادثہ ہے۔ جس میں ہز ایکسلینسی لارڈ ہارڈنگ جیسے مہربان رحم دل وائسرائے پر بوقت شاہی داخلہ دہلی ۲۳ دسمبر ۱۹۱۲ء کو (جو تاریخ ہند کے نئے دور کا پہلا دن تھا) کسی غیر معلوم شخص نے بمب پھینکا۔ اور ہز ایکسلینسی ویسرائے سخت زخمی ہوئے۔

دارالعلوم کے اہل شوریٰ۔ اساتذہ۔ موجودہ طلبہ۔ پرانے طلبہ (جمعیۃ الانصار) اس صدمہ کا اثر محسوس کرتے ہیں۔ مولانا محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم نے دارالعلوم کے تمام ہمدوستوں کی طرف سے اظہار ہمدردی اور غصہ ونفرت کا تار دیا۔ جسکا جواب نہایت شکریہ آمیز الفاظ میں آیا۔

الحمد للہ کہ ہز ایکسلینسی وائسرائے کی جان پر گزند نہیں آیا۔ اور لیڈی ہارڈنگ محفوظ رہیں۔ اور بفضلہ تعالیٰ حضور وائسرائے کی صحت روز بروز کامیابی کے ساتھ رو بترقی ہے۔ امید ہے کہ عنقریب ہز ایکسلینسی بذات خود اپنی کونسل کا افتتاح دہلی میں فرماوینگے۔

شذرات حسنہ

مذہبی تعلیم کی ضرورت اور اہمیت کو ماننے کے بعد جسکے تسلیم میں کسی ایک فرد کو تامل و تردد کی گنجایش نہیں رہی یہ امر بھی تسلیم شدہ ہو چکا ہی کہ دار العلوم دیوبند کے مقدس بانیوں اور سرپرستوں نے آج سے پچاس سال پہلے

{ جبکہ مسلمان اس قسم کے تغیرات و حوادث اور اُن کمزوریوں کے خیال سے بھی غافل تھے جنکا اب اُنکو مشاہدہ ہو رہا ہی۔ اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ مسلمانوں پر جس سرزمین اور جس ملک میں نکبت و ادبار واقع ہی وہ صرف اسی ایک بات کا نتیجہ ہی کہ اُنہوں نے مذہبی تعلیم مذہبی شعار سے روگردانی کر کے اقوام دنیا کے دوش بدوش چلنا چاہا ہے }

اِس خوفناک حالت کو محسوس کر کے مستحکم مذہبی تعلیم گاہ کی بنیاد رکھی تھی اور اُسکے حصار کو ایسے مضبوط اصول اور مستحکم نشانات سے محفوظ اور محاط کیا تھا کہ کوئی صدمہ۔ کوئی حادثہ۔ کوئی سیلاب خیالات اُسکو متزلزل نہ کر سکے ایسے ہی آج بھی مسلمان اُسکو مذہبی تعلیم و تربیت کا مرجع اور مرکز سمجھتے ہیں اور جب کبھی کسی مذہبی امر کی تکمیل یا اجرا کا خیال در پیش ہوتا ہے تو سب سے پہلے دار العلوم دیوبند ہی کی طرف نظر اُٹھتی ہے۔

دار العلوم میں دینیات کے تمام شعبوں اور اُنکے ساتھ علوم منطق۔ فلسفہ۔ ریاضی و ہئیت۔ ادب۔ وغیرہ کی بھی مکمل تعلیم دیجاتی ہے۔ اور فی الحقیقت جو طالب علم مدرسہ کے نصاب کو ہمت و استقلال کے ساتھ طے کر جائے اور یہاں کی تربیت و فیض صحبت سے پورا فائدہ اُٹھائیے وہ علماء کا بہترین نمونہ بن جاتا ہے۔

لیکن باخبر حضرات کو معلوم ہے کہ علوم دین میں علم حدیث ایک خاص شان لئے ہوئے ہے۔ اور یہ کہدینا بالکل صحیح ہی کہ علوم دین کے تمام شعبے علم حدیث پر منتہی ہوتے ہیں۔ علم فقہ و عقاید۔ اصول فقہ یہ سب علوم تو ظاہر ہیں کہ علم حدیث سے مستنبط ہیں۔ اور اُسی پر اُنکا مدار ہی۔ مگر تعلیم کلام الٰہی بھی بلا علم حدیث ممکن نہیں ہے کسی شخص کو بلا وساطت ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلام اللہ کے معانی حقیقیہ اور مراد خداوندی تک رسائی ممکن نہیں ہی۔ ایسی حالت میں حدیث کو تمام علوم دینیہ کا مدار اور موقوف علیہ سمجھنا بالکل صحیح ہے۔ اُس میں ذرا بھی تردد و تامل کو گنجایش نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ علماء اسلام نے علم حدیث کی تدوین و تنقیح۔ انضباط قواعد۔ تمہید اصول جرح و تعدیل درایت و روایت میں ایسی سعی بلیغ فرمائی جو فقط اُمت مرحومہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ تھا۔

اسی سعی اور جانفشانی کا ثمرہ ہے کہ ہر قرن میں لاتعداد رواۃ حدیث موجود ہوتے۔ احادیث کے شرق و غرب میں پھیلانے اور وضاعین اور کذابین کے منحوس افراد موجود ہونے کے باوصف نقادان حدیث نے کھرے اور کھوٹے کو الگ الگ کر رکھا۔ آج کسی ایک حدیث کی نسبت اگر صحت و سقم کا

سوال اٹھایا جائے تو اسکے جواب دینے میں ہمیں قیاس کرنے یا قواعد کلیہ سے جزئیہ کے استخراج کی نوبت نہ آئیگی۔ بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ خاص اس سوال کا جواب تشریح کے ساتھ ہمکو محققین کے کلام میں ملیگا اور ہم بے تامل ہر حدیث کے متعلق متقدمین کی تحقیق نقل کر سکینگے۔

علم حدیث کی اس عظمت و شان کا یہ اثر تھا کہ اگرچہ کسی خاص فرقہ خاص جماعت۔ خاص ملک یا شہر میں اسکی طرف توجہ کرنیوالے زیادہ نہ رہے ہوں۔ مگر ہر زمانہ میں اس علم کے محقق۔ اور صاحب اسناد و روایت برابر موجود رہے ہندوستان میں ایک زمانہ ایسا گذرا ہی کہ اگرچہ محدثین کے وجود سے کسیوقت بھی خالی نہیں رہا۔ مگر عام طور پر یہاں کے علماء کی توجہ علوم منطقیہ وغیرہ کی طرف زیادہ تھی۔

اس حالت کا انقلاب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس اللہ سرہ سے شروع ہوتا ہی۔ آپ نے ہندوستان میں تمام علوم عقلیہ نقلیہ اور علم حدیث کی تحصیل سے فراغت پاکر خاص تحصیل و تکمیل علم حدیث کے لیے حرمین شریفین کا سفر اختیار کیا اور روایت و درایت کو مکمل فرماکر ہندوستان کی طرف مراجعت فرمائی۔ اسوقت سے ہندوستان کے علماء میں یہ حرکت پیدا ہوگئی جسکا تدریجی اثر اسقدر بڑھگیا کہ بحیثیت مجموعی ہندوستان میں علوم دینیہ اور بالخصوص علم حدیث کو غلبہ حاصل ہے۔

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کا سلسلہ منتقل ہوتا ہوا علماء دیوبند تک پہونچا۔ اور ان مقدس و برگزیدہ خلائق حضرات کے دور میں علم حدیث و فقہ کی جامعیت نے نیا رنگ پیدا کر دیا۔

دارالعلوم دیوبند میں جو ان بزرگان دین کے کمالات صوری و معنوی کا مظہر تام ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ علم حدیث کی تعلیم خاص شان سے ہوتی ہی جسکا ظاہری اثر یہ ہے کہ علم حدیث کے طالب ہر سمت سے چلے آتے اور یہاں کی فیض صحبت سے محدث کامل اور حنفی محقق بنکر جاتے ہیں۔

علم حدیث کے درس اور تعلیم کی وسعت اور اسکے خاص انتظام ہی کا یہ اثر ہوا کہ دارالعلوم میں **دارالحدیث** کی مجوزہ تعمیر کا آغاز ہوا۔

اور یہ امر نہایت مسرت انگیز ہے کہ مسلمانوں نے اس مبارک تعمیر کا خیر مقدم بھی بڑی جوش و محبت سے کیا ہر چہار جانب سے دلی عقیدت اور خالص ایمانی محبت کے ساتھ اسکی امداد کی طرف ہاتھ بڑھنے لگے۔

مسلمانوں کے اس میلان و رغبت۔ و ولولہ شوق کو دیکھکر خادمان دارالعلوم نے مناسب سمجھا کہ دارالحدیث کا سنگ بنیاد بھی اہل اسلام کے عام جلسہ میں رکھا جائے۔ تاکہ مسلمان خود اس ضرورت و اہمیت کو معلوم کرلینے کے بعد دارالحدیث کے نقشہ اور موقع تعمیر کو بھی مشاہدہ فرمالیں۔

چنانچہ بحمد اللہ یہ جلسہ ۲۰ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۲ھ کو نہایت عظمت و شان سے منعقد ہوا۔ ہزاروں

مسلمانوں نے اپنے ہاتھ سے سنگ بنیاد رکھا۔ اور ہزاروں باخلاص ہاتھ دعاء تکمیل کیلئے بارگاہ خداوندی میں اُٹھائے گئے۔ اس جلسہ کی کامیابی و عظمت کا حال القاسم نمبر جلد دوم میں درج ہو چکا ہے۔

جلسہ سنگ بنیاد کی شرکت کیلئے ریاست بہاولپور سے سراج السالکین حضرت مولانا ابو السراج غلام محمد صاحب دینپوری تشریف لائے۔ اور آپکی معیت میں جناب قاضی مہر دین صاحب مشیر پبلک سروس بہاولپور بھی رونق افروز ہوئے تھے۔ جناب موصوف نے دار العلوم کی حالت اور درس حدیث کی کیفیت معلوم فرماکر اُسیوقت ظاہر فرمادیا تھا کہ شروع سال تعلیمی سنہ ۱۳۳۰ھ سے جماعت حدیث کے ۲ طالبعلموں کو پانچ پانچ روپیہ ماہوار کے حساب سے ماہانہ وظیفہ عطا فرماتے رہیں گے۔

چنانچہ شوال سنہ ۱۳۳۰ھ سے آپنے اس وظیفہ کا اجراء فرمادیا۔ جزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

جناب قاضی صاحب کی یہ امداد نہایت مبارک اور برمحل ہے۔ دار العلوم میں جماعت دورہ حدیث شریف میں ساٹھ ستر طلبہ کے قریب ہر سال شریک ہوتے ہیں اور اُنکی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔

اس جماعت میں بہت سے وہ طلبہ بھی ہوتے ہیں جو تمام علوم کی تحصیل کے بعد دار العلوم میں صرف تکمیل حدیث کیلئے آتے ہیں۔ اس حالت میں اگر ارباب خیر جناب قاضی صاحب کی اس سنتہ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر دو دو چار چار وظیفہ جاری فرمادیں تو محصلین علم حدیث کیلئے خاص رغبت و شوق کا سامان پیدا ہونے کے ساتھ دار العلوم کیلئے معقول ماہانہ امداد کی صورت ہو جائے۔

ہم مخیر اور دیندار مسلمانوں کی توجہ جناب قاضی صاحب کی اس سنت حسنہ کی طرف خاص طور سے مبذول کرانا چاہتے ہیں اور اُمید کرتے ہیں کہ ضرور اس بہترین مثال کی تقلید کی جائیگی۔ اور دار العلوم کے اندر تھوڑے عرصہ میں خاص طلبہ درجۂ حدیث کیلئے بمقدار کافی خاص اس قسم کے وظائف بہم پہونچ جائینگے۔ یہ نہایت سہل طریقہ ہے ایک وظیفہ پانچ روپیہ ماہوار کا ہے۔

اور ہر ضلع و ہر مقام پر بحمد اللہ اس زمانہ میں بھی ایسے باثروت دیندار حضرات موجود ہیں جو بلا کسی قسم کی دشواری کے ایک ایک دو دو وظیفہ جاری فرما سکتے ہیں۔ البتہ فقط خیال و توجہ کی دیر ہے۔ کیسے **خوش قسمت** ہیں وہ حضرات جنکی خالص اور پاک کمائی سے طالبان علم حدیث کو وظائف دئے جائیں اور اُنکا مال علم حدیث کی اشاعت کا ذریعہ بنے۔

ہمیں اُمید ہے کہ ارباب کرم ضرور اس سلسلہ کو جاری فرماوینگے۔ واللہ الموفق۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام الائمہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ پر ایک نظر

نمبر ۲

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

امابعد

امام الائمہ کے اقوال وفتاوی جب ابراہیم نخعی کے مسائل سے ملا کر مطالعہ کئے جائیں۔ تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ امام الائمہ نے سید اہل الکوفہ (ابراہیم نخعی) سے منقول فقہ کی تجدید و تشریح کی۔ اور اسکے اصول وفروع ایسے مضبوط کردئے۔ جس سے تمام ائمہ امصار۔ چار ناچار اس سے استفادہ پر مجبور ہوئے۔ امام الائمہ جبتک کسی آیت کی واضح تفسیر یا صحیح حدیث کی مخالفت کا ظن غالب نہ ہونے لگے۔ اقوال ابراہیم سے علیحدہ نہیں ہوتی۔ اور اس حالت میں بھی شعبی وغیرہ معاصرین ابراہیم ہی کا قول پسند کرلیتے ہیں۔ امام الائمہ کی توجہ شرح میں زیادہ تر ان کلیات سے جزئیات نکالنے کلیات کے امتزاج سے نئے قواعد مرتب کرنے قواعد میں قیود وشروط کا اضافہ کرکے مطرد منعکس بنانے اور پھر معترضین کو ساکت مبہوت کردینے وغیرہ امور کی طرف منعطف ہے۔ مجتہد فی المذہب جس طرح مجتہد منتسب کے اقوال کی شرح یا مجتہد منتسب مجتہد مستقل کی تقلید کرتا ہے۔ بعینہ وہی نسبت امام الائمہ کو ابراہیم نخعی سے حاصل ہے۔ ابراہیم نخعی کے مسائل حاصل کرنے میں امام الائمہ نے حماد بن ابی سلیمان پر (جو اعلم الناس باقوال ابراہیم تھے) اعتماد کیا ہے۔ اور ابراہیم کی حدیث زیادہ تر منصور و اعمش سے لی ہے۔

مسائل ابراہیم کی جب اصل تلاش کی جاوے تو اکثر حصہ عبداللہ بن مسعود۔ فاروق اعظم۔ ذی النورین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کے شاگردوں علقمہ واسود سے ماخوذ ہے اسکے بعد ابراہیم نے ان منقولہ مسائل پر لطیف اضافے کئے۔ مثلاً ایک حدیث کا حاصل ہے کہ جن جانوروں کی پیدائش اور رہائش پانی میں ہو۔ انکے مرنے سے پانی پلید نہیں ہوتا۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم	(جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریا کے بارہ میں یوں ارشاد

(فی البحر) ھو الطھور ماءہ الحل میتتہ (موطا امام مالک)

فرمایا ہو کہ اُسکا پانی پاک اور نجاستوں کا پاک کرنیوالا ہے اور اُسکا مُردہ جانور حلال ہے۔)

دوسری حدیث میں وارد ہے کہ جب مکھی کسی طعام (گرم یا سرد) میں گر پڑے تو اسے ڈبو کر نکالو

اذا وقع الذباب فی اناء احدکم فامقلوہ۔ (بخاری ومسلم)

(کسی کے کھانے میں مکھی گر پڑے تو اسکو ڈبو کر نکالدو۔)

اِن دونوں حدیثوں سے ابراہیم نے یہ قاعدہ استنباط کیا کہ جس جانور میں بہتا ہوا خون نہو اسکے مرنے سے پانی پلید نہیں ہوتا۔ اور فقہاء امصار نے اِسی سے یہ مسئلہ قبول کرلیا ہے۔ ابن القیم نے زاد المعاد میں اسے مفصل لکھا ہے۔

حدیث الذباب دلیل ظاھر الدلالۃ جدا علی ان الذباب اذا مات فی ماء او مائع فانہ لا ینجسہ وھذا قول جمھور العلماء ولا یعرف فی السلف مخالف فی ذلک ووجہ الاستدلال بہ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امر بمقلہ وھو غمسہ فی الطعام ومعلوم انہ یموت من ذلک ولا سیما اذا کان الطعام حارا فلو کان ینجسہ لکان امرا بافساد الطعام وھو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انما امر باصلاحہ ثم عدی ھذا الحکم الی کل ما لا نفس لہ سائلۃ کالنحلۃ والزنبور والعنکبوت واشباہ ذلک اذ الحکم یعم بعموم علتہ وینتفی لانتفاء سببہ فلما کان سبب التنجیس ھو الدم المحتقن فی

(یہ حدیث کہ جس میں مکھی کے کھانے میں گرنے اور نکال کر پھینکدینے کا ذکر ہے۔ بہت کُھلی ہوئی دلیل اِس بات کی ہو کہ جب مکھی پانی میں گرکر مرجاے تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوتا اور اکثر علماء کا یہی قول ہے اور زمانہ سلف میں اس قول کا کوئی مخالف نظر نہیں آتا اور اس حدیث سے استدلال اس طرح درست ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں حکم فرمایا کہ مکھی کو ڈبو کر کھانے سے نکالکر پھینکدو اور بسا اوقات اُسکو کھانے میں ڈبونے سے وہ مرجاتی ہو بالخصوص جبکہ کھانا گرم ہو پس اگر مکھی کے گرنے سے وہ کھانا یا پانی ناپاک ہوجاتا تو یہ امر اُسکے خراب اور فاسد کرنیکا ہوتا حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کی اصلاح کے لئے امر فرمایا ہے۔ پھر یہ حکم اُن جانوروں میں قرار دیا گیا کہ جنمیں دم سائیل نہو جیسے شہد کی مکھی تتیا مکڑی وغیرہ کیونکہ جہاں علت پائی جاتی ہے وہاں حکم ضرور پایا جاتا ہے اور جہاں علت نہیں پائی جاتی وہاں حکم بھی نہیں پایا جاتا بس جبکہ ناپاکی کا سبب وہ

الحیوان بموتہ وکان ذلک مفقوداً فیما لادم لہ سائل انتفی الحکم بالتنجیس لانتفاء علتہ ثم قال من لم یحکم بنجاسۃ عظم المیتۃ اذا کان ھذا ثابتاً فی الحیوان الکامل مع ما فیہ من الرطوبات والفضلات وعدم الصلابۃ فثبوتہ فی العظم الذی ھو ابعد عن الرطوبات والفضلات واحتقان الدم اولی وھذا فی غایۃ القوۃ فالمصیر الیہ اولی واول من حفظ عنہ فی الاسلام انہ تکلم بھذہ اللفظۃ فقال مالا نفس لہ سائلۃ ابراھیم النخعی وعنہ تلقاھا الفقہا۔ (زاد المعاد)

خون ہی کہ جو جانور کے مرنے سے اسکے جسم میں رہجاتا ہے اور یہ سبب ان جانوروں میں پایا نہیں جاتا بس انکے کھانے وغیرہ میں گرکر مرنے سے کھانے کے ناپاک ہونیکا حکم بھی مرتفع ہوجائیگا پھر جو شخص کہ مردہ جانور کی ہڈی کی نجاست کا قائل نہیں ہی یوں کہتا ہے کہ جبکہ حیوان کامل باوجود رطوبات اور فضلات اور اپنی نرمی اور عدم صلابت کے پانی وغیرہ کو ناپاک نہیں کرتا تو ہڈی میں چونکہ یہ رطوبات وفضلات اور خون محتقن نہیں ہے۔ لہذا بدرجہ اولی ہڈی پاک ہوگی اور اس سے پانی وغیرہ ناپاک نہیں ہوتا اور یہ دلیل نہایت قوی ہی اور اسکی طرف رجوع کرنا اولی ہے اول وہ شخص کہ جسنے اسلام میں اس جملہ کو تلفظ کیا کہ مالا نفس لہ سائلۃ اور اور لوگوں نے اس سے سیکھا اور رواج دیا ابراہیم نخعی ہیں۔)

سلف صالحین کے زمانہ میں حدیث وفقہ کا امتیاز یہی مسائل تھے۔ قرآن شریف کی آیات بینات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوامع الکلم میں جسقدر کلیات کی تصریح ہے۔ انکو حسب ضرورت موقعہ مناسب پر استعمال کرلینا تو ہر عالم کا فرض اولین تھا۔ اسکے بعد جسقدر حوادث پیش آئیں۔ انکے متعلق فقط مرسل ومسند احادیث وآثار صحابہ جمع کرنے میں مشغول رہا۔ تو وہ اس زمانہ کا محدث تھا۔ اور اگر اس کے ساتھ قواعد کلیہ بھی ضبط کرتا رہے۔ اور اسکا ماخذ معلوم کرلے۔ ان قواعد سے جزئیات کی تخریج پر قادر ہوجائے۔ تو وہ اسوقت کا فقیہ کہلائیگا۔

امام الائمہ کے معاصرین فقہاء امصار ابن جریج (مکہ) مالک (مدینہ) ثوری (کوفہ) اوزاعی (شام) فقہ اور حدیث میں اگرچہ باہم مختلف نسبت رکھتے تھے۔ لیکن امام الائمہ سے نہ فقہ میں ہمسری کرسکے نہ حدیث میں ان ائمہ کے باہمی نسبت کی توضیح میں شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی شرح مؤطا کا اقتباس مفید ہوگا۔

قال عبدالرحمن بن مھدی سفیان الثوری

(عبدالرحمن بن مہدی کا مقولہ ہے کہ سفیان ثوری

امام فی الحدیث ولیس بامام فی السنة
والاوزاعی امام فی السنة ولیس بامام
فی الحدیث ومالک بن انس امام فیہما جمیعا۔
مؤلف گوید شرح این کلام بسطی می طلبد
باید دانست کہ سلف در استنباط مسائل وفتاوی
بر دو وجہ بودند یکے آنکہ قرآن وحدیث وآثار
صحابہ جمع میکردند وازانجا استنباط مے نمودند
واین طریقہ اصل راہ محدثین است ودیگر آنکہ
قواعد کلیہ کہ جمعی از ائمہ تنقیح وتہذیب آں کردہ اند
یاد گیرند۔ بے ملاحظہ ماخذ آنہا پس ہر مسئلہ
کہ وارد می شد جواب آن ازہمان قواعد طلب
مے کردند واین طریقہ اصل راہ فقہا است و
غالب بر بعض سلف طریقہ اولی بود وبر بعض
آخر طریقہ ثانیہ واشارہ بہمین معنی است آنکہ گفتہ
اند کہ حماد بن ابی سلیمان اعلم ناس بود بمسائل
ابراہیم نخعی یعنی بقواعد کلیہ کہ وے در فتاوی
تہذیب وتنقیح کردہ بود چوں امام مالک در موطا
از قواعد مقررہ اہل مدینہ بسنت تعبیر می کند جائیکہ
می گوید السنة التی لا اختلاف فیہا
عندنا کذا وکذا عبد الرحمن بن مہدی ہم
بہمان اصطلاح رفتہ است وگفتہ است کہ سفیان
ثوری در کوفہ امام بود در نقل حدیث وآثار صحابہ
باسانید صحیحہ واقامت لفظ حدیث وتفریق

حدیث کے امام ہیں فقہ کے امام نہیں اور اوزاعی فقہ
کے امام ہیں حدیث میں امام نہیں اور مالک بن انس
حدیث وفقہ دونوں میں امام ہیں۔)
(مؤلف کہتا ہے کہ شرح اس کلام کی بسط چاہتی ہے سو
جاننا چاہئے کہ مسائل وفتاوی کے استنباط میں سلف
دو طریق پر تھے۔ ایک وہ لوگ تھے کہ قرآن وحدیث وآثار
صحابہ کو جمع کرتے تھے اور اُن سے استنباط کرتے تھے یہ
طریقہ اصل راہ محدثین کا ہے دوسرے وہ لوگ تھے کہ ائمہ
مجتہدین نے جو قواعد کلیہ منقح اور مجتہد مہذب کر دئے ہیں اُنکو بلا
لحاظ اُنکے ماخذ کے یاد رکھتے تھے اور جو مسئلہ پیش آتا
اُن قواعد کلیہ سے اُسکی تلاش کرتے یہ طریق اصل راہ فقہا
کا ہے۔ بعض سلف پر اول طریقہ غالب تھا اور بعض پر
دوسرا اور اسی کی طرف اشارہ ہے اس قول میں جو علماء
نے کہا ہے کہ حماد بن ابی سلیمان ابراہیم نخعی کے مسائل
کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے یعنی جو قواعد کلیہ کہ
ابراہیم نخعی نے فتاوی میں منقح کئے گئے اُنکو حماد خوب ملحوظ
رکھتے تھے جیسا کہ امام مالک موطا میں قواعد مقررہ اہل مدینہ
کو سنت سے تعبیر کرتے ہیں۔ جہاں کہیں یوں فرماتے ہیں
السنة التی لا اختلاف فیہا عندنا کذا وکذا
اسی اصطلاح کے موافق عبد الرحمن بن مہدی بھی کلام کرتے
ہیں کہ سفیان ثوری صحیح سندوں کے ساتھ حدیث و
آثار صحابہ کو نقل کرنے اور فقہ کے ہر باب میں احادیث
قائم کرتے میں کوفہ کے امام تھے۔)

آنہا در ابواب فقہ و استحضار احادیث در ہر بابے واوزاعی امام بود در معرفت قواعد کلیہ سلف در ہر بابے از ابواب فقہ و مالک امام است در ہر دو باب وثبوت این معنی پیش مشتغلان بفن حدیث در ظہور کالشمس فی رابعۃ النہار است۔

(اور اوزاعی تمام ابواب فقہ میں قواعد کلیہ سلف قائم کرنے میں امام تھے اور امام مالک دونوں طریقوں کے امام تھے اور یہ بات علم حدیث کے جاننے والوں پر مثل آفتاب نیمروز کے روشن ہے۔)

امام الائمہ کا اپنے معاصرین پر فقہ (مسائل یا سنتہ میں) میں تفوق تو موافق ومخالف سب تسلیم کرتے ہیں۔ ابن المبارک اور شافعی کے اقوال پیشتر ذکر ہو چکے اور ابن خلدون اپنی تاریخ کے مقدمہ میں ذکر کرتا ہے امام الائمہ بشہادت مالک و شافعی فقہ کے ایسے مرتبہ پر ہیں کہ کوئی وہاں پہنچ نہیں سکتا۔

اما اهل العراق فامامهم الذی استقرت عنده مذاهبهم ابوحنيفة النعمان بن ثابت ومقامه فی الفقه لایلحق شهد له بذلك اهل جلدته خصوصاً مالك والشافعی۔

(اہل عراق کا امام کہ جسکو مذاہب کی پوری اطلاع ہے ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ہیں اور فقہ میں انکا رتبہ اسقدر بالاتر ہے کہ کوئی وہاں تک رسائی نہیں رکھتا انکے اسکمال کے شاہد انکے ہم فن ہیں بالخصوص امام مالک و امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما)

امام الائمہ کا حدیث میں اپنے اقران سے فائق ہونا اگر یہ قابل تامل ہے۔ تو مالک و ثوری کو امام فی الحدیث ماننے والے غور کریں کہ ثوری اہل کوفہ کی حدیث ابراہیم نخعی کے شاگردوں منصور و اعمش سے جمع کرکے امام فی الحدیث کہلائیں۔ اور مالک فقہا سبعہ مدینہ کے راوی ابن شہاب زہری کی شاگردی سے امام فی الحدیث بن جائیں لیکن امام الائمہ جنہیں شعبی سے بلا واسطہ تلمذ کا امتیاز حاصل ہو نخعی کے شاگردوں سے حدیث سیکھیں۔ اہل مدینہ کی روایت زہری سے لیں اور طبقہ تدوین سے اسبق ہونے کیوجہ سے اگر موطا مالک یا جامع سفیان کے وزن کی کوئی کتاب تصنیف نہ فرماویں۔ اور فقط اسی وجہ سے امام فی الحدیث نہ مانے جائیں۔ تو یہ فیصلہ کس قدر انصاف سے بعید ہوگا۔

اس زمانہ (تبع تابعین) میں حدیث کی دو کتابیں موطا امام مالک اور جامع سفیان اس قدر متماثل واقع ہوئیں جیسے قرون متاخرہ میں صحیحین۔ اہل علم جس طرح بخاری و مسلم کی ترجیح میں

مختلف ہیں۔ اپنی موطا اور جامع کی ترجیح و تفضیل میں اختلاف رہا۔ امام شافعی موطا کو ترجیح دیتے ہیں۔

ما علی ظہر الارض کتاب بعد کتاب اللہ اصح من کتاب مالک۔ (مصفی)	(قرآن شریف کے بعد زمین پر کوئی کتاب موطا امام مالک سے زیادہ صحیح نہیں۔)

اور ابوداؤد جامع سفیان کو احسن مانتے ہیں۔

یعجبنی ان یکتب الرجل مثل جامع سفیان الثوری فانہ احسن ما وضع الناس من الجوامع۔ (مقدمہ سنن ابی داؤد)	(مجھے یہ بات پسند ہے کہ کوئی سفیان ثوری کی جامع جیسی کتاب لکھے کیونکہ وہ سب جوامع سے اچھی اور نافع کتاب ہے۔)

اگر علی قاری کی یہ حکایت صحیح ہے۔ کہ جب زفر بصرہ میں آئے۔ تو جامع سفیان کو دیکھ کر کہا۔ کہ یہ ہمارا کلام ہے۔ جو دوسروں کے نام لگا دیا گیا ہے۔

عن عکرمۃ قال لما قدم زفر البصرۃ نقل الیہ جامع سفیان فقال ھذا کلامنا ینسب الی غیرنا۔ (شرح مسند حصفکی للقاری)	(حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ جب امام زفر بصرہ میں تشریف لائے تو لوگوں نے اُنکے سامنے جامع سفیان پیش کیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ حقیقت میں یہ ہمارا کلام ہے جو دوسروں کی طرف منسوب ہوتا ہے۔)

کوئی ماہر تاریخ اپنی عقل سے کام لے۔ تو اسے اس نقل کی صحت میں تردد نہیں ہو سکتا۔ اسلئے کہ جب امام الائمہ اور ثوری کا مشرب متحد ہے۔ اور علم حدیث اِس قدر نہیں پھیلا تھا۔ کہ اسی احاطہ کرنے میں برس دو برس سے زیادہ مدت صرف کرنی پڑی۔

ادھر سفیان ثوری امام الائمہ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

سئل یحیی (ابن معین) ھل حدث سفیان عن ابی حنیفۃ قال نعم۔ (مختصر تاریخ خطیب و مغانی الاخیار للعینی)	(یحیی بن معین سے کسی نے پوچھا کہ کیا سفیان ثوری نے امام ابوحنیفہ سے حدیث روایت کی ہے تو اُنھوں نے فرمایا ہاں کی ہے۔)

اور فقہ میں بھی عموماً امام الائمہ کے موافق رہتے ہیں۔

قال ابویوسف الثوری اکثر متابعۃ	(کہا ابو یوسف نے کہ سفیان ثوری ابوحنیفہ کی متابعت

لابی حنیفۃ منی۔ (خیرات حسان) | مجھسے زیادہ کرتے ہیں۔)

غالبًا اسی استفادہ کی وجہ سے عبدالقادر قرشی نے الجواہر المضیئۃ میں سفیان ثوری کو امام الائمہ کی جماعت میں شمار کرکے طبقات میں انکا ترجمہ ذکر کیا ہے۔

سفیان کے آخری منافرۃ سے متاثر ہوکر فرض کر لیجئے کہ استفادہ کی یہ ساری داستان صحیح نہیں۔ مگر جامع سفیان کے مضامین امام الائمہ کے شاگردوں میں متوارد و مشترک نہوں۔ کیسے ہوسکتا ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ امام الائمہ نے سفیان کو نہ سہی زفر کو سفیان کے برابر محدث بنا دیا۔

اور سُنئے موطا امام مالک کی مقبولیت اسقدر بڑھی کہ جامع سفیان اسکے مقابلہ میں کامیاب نہو سکے تب تو اہل عراق نے موطا پڑھنا شروع کیا۔ اور مالکیہ اس پر بجا فخر کرتے ہیں سعدون اپنے طویل قصیدہ میں لکھتا ہے۔

وممابہ اھل الحجاز تفاخروا ۔ بان الموطا با لعراق محبب۔ (جن فضائل پر اہل حجاز فخر کرتے ہیں یہ بھی ہے کہ موطا امام مالک کا عراق میں مقبول اور پسند ہے۔)

امام محمد موطا پڑھنے کے لئے تین سال مالک کے پاس رہے۔ اور واپس آکر موطا کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جسقدر آثار و احادیث اہل کوفہ و اہل مدینہ (یا موطا و جامع) میں مشترک تھے۔ انکو علیحدہ کرکے موطا تصنیف کیا۔ اور موطا کا جتنا حصہ اہل کوفہ کے مخالف تھا۔ اسپر کتاب الحجج میں اہل حجاز پر الزامات قائم کر دئے۔ اور جس قدر خالص اہل کوفہ کے آثار کے موطا کے بعد ضرورت تھی کتاب الاثار میں ضبط کئے۔

امام محمدؒ کی یہ تین کتابیں جامع سفیان کی پوری قائمقام ہیں۔ امام الائمہ کا تلمیذ رشید جب موطا مالک کی تنقید کر سکتا ہے۔ تو ہمارے اس دعوے (کہ امام الائمہ حدیث اور فقہ دونوں فنون میں اپنے تمام معاصرین سے اعلم و افضل ہیں) کے لئے اس سے بڑھکر دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔

(افسوس ہے کہ حنفی طالب علم صحاح پڑھنے سے پہلے موطا امام مالک پڑھکر امام محمد کی یہ کتابیں نہیں پڑھ لیتے۔ اور اپنے مذہب کی تائید کے لئے شراح شافعیہ کے معارضات میں

بہت سا وقت صرف کرتے ہیں جس سے کئی سال کی محنت کے بعد بھی اتنا یقین نہیں حاصل کرسکتے۔ جتنا اس طرز سے نصف سال میں ممکن تھا۔)

بعض جلد باز قبل از وقت امام بننے کی خواہش کرتے ہیں۔ اور قابل شرم غلطیوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ امام الائمہ کا حدیث میں کیا رتبہ ہے۔ اس پر ریویو (تقریظ) کرتے ہوئے اس قسم کے لوگوں نے احادیث تلاش کرنے کیلئے کتاب الآثار امام محمد سے زائد زحمت نہیں اٹھائی اور جس قدر امام الائمہ کی مرفوع حدیثیں اس کتاب میں دیکھیں انہیں گن کر حکم لگا دیا۔ کہ امام الائمہ کو مرفوع حدیثیں کل ۲۷ پہنچیں۔ آپ تعجب کرینگے۔ کہ ابن خلدون جیسا محقق دھوکا کھاتا ہے

اعلم ان الائمة المجتهدين تفاوتوا فی الاكثار من صناعة الحديث و الاقلال فابو حنيفة رضی الله تعالیٰ عنه يقال بلغت روايته الى سبعة عشر حديثا او نحوها۔

(علوم الحديث مقدمہ ابن خلدون)

(ایمہ مجتہدین زیادتی وکمی روایت میں متفاوت ہیں ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ان سے سترہ حدیثیں مروی ہیں۔)

اس بندہ خدا کو امام ابو یوسف کی کتاب الخراج (جسکو فقہ کا ۱/۸ حصہ کہنا بیجا نہوگا) بھی دیکھنی نصیب نہیں ہوئی۔ ورنہ اس قدر غلط دعویٰ کرکے خلق اللہ کے اضلال کا باعث نہ بنتا۔ (باقی آئندہ)

دُنیا میں اسلام کیونکر پھیلا

(سلسلہ کیلئے دیکھو القاسم نمبر۳ جلد سویم)

حضرت عمر مسلمانوں کے جسمانی اور روحانی خلیفہ تھے۔ آپ جس طرح اُنکے ظاہری اخلاق و اطوار کی پابندی۔ احکام شرع کی نگہداشت کرتے تھے اُسی طرح یہ بھی چاہتے تھے کہ اُنکے باطنی اوصاف و ملکات میں جنپر حقیقتہً اسلام کا مدار ہے نقصان نہ آے۔ وہ دنیا میں پڑکر اپنے برتر اخلاق و کمالات کو نہ کھو بیٹھیں۔ اسلئے آپ مسلمانوں کو برابر ایسی ہدایات فرماتے تھے جن سے اُن کے حقیقی اسلامی کمالات میں کمی نہ آئی۔ اور بجائے اخلاق فاضلہ کے اوصاف رذیلہ متمکن نہوجائیں اور خود بھی اپنے نفس کے ساتھ وہی معاملہ فرماتے تھے۔

آپ اگر ایک طرف جلیل القدر صحابہ کی خدمت میں ہزاروں اشرفیاں بھیجکر اس امر کو آزماتے تھے کہ کہیں دنیا کی محبت تو اُنکے قلب میں جاگزیں نہیں ہوگئی۔ اسی طرح ذرا ذرا سی بات پر اپنے نفس سے بھی مطالبہ کرتے تھے۔ اور ہر خطرہ اور اندیشہ کے وقت اپنے نفس کا علاج فرماتے تھے۔ ایک دفعہ قبائل عرب کے وفود (ڈیپوٹیشن) اپنے معاملات پیش کرنے بارگاہ خلافت میں حاضر ہوے۔ تمام معاملات کو طے کرنے کے بعد دربار برخاست ہوا تو خلیفۃ المسلمین حضرت عمر کندھی پر مشکیزہ اُٹھاکر ایک غریب مسلمان کے یہاں پانی بھرنے تشریف لیگئے۔ کسی نے اس خصوصیت کا سبب دریافت کیا کہ آپ بہ نفس نفیس خود کیوں تشریف لیگئے۔ اگر اُسکے یہاں پانی کی ضرورت تھی تو کسی کو حکم فرماسکتے تھے۔ فرمایا کہ وفود کے آنے سے جو ایک قسم کی بڑائی پیدا ہونیکا اندیشہ تھا اُسکے معالجہ اور نفس کی اصلاح کیواسطے ایسا کیا۔

یہ تھی حقیقی سیاست اور تہذیب جس سے فقط معاملات باہمی ہی کی اصلاح مقصود نہ تھی۔ بلکہ اصل مقصود اخلاق و ملکات کی تہذیب تھی۔ جنکی اصلاح پر کل معاملات کی درستی موقوف ہے۔ اور جنکے فاسد ہوجانے پر کل حالات بدلتے اور معاملات بگڑتے جاتے ہیں۔

حضرت عمر خود اپنے نفس کے ساتھ یہ معاملہ فرماکر رعایا کی اصلاح کی فکر فرماتے تھے۔ اور یہی

وہ گر تھا جس سے اسلام نے دلوں پر قبضہ کیا۔

سد مارب یا سیل عرم

القاسم نمبر ۲ جلد ۱ میں حالات جبلۃ بن الایہم کو بیان کرتے ہوئے سیل عرم کا تذکرہ بھی آیا تھا۔ چونکہ دنیا کی تاریخ میں یہ واقعہ بہت سی حیثیتوں سے عجیب اور عظیم الشان گذرا ہے۔ اسلئے ہمنے وعدہ کیا تھا کہ اُسکا حال بھی بیان کیا جائیگا۔ اگرچہ اسوقت یہ خیال تھا کہ صرف اسقدر بیان کر دینا کافی ہوگا۔ جس سے ناظرین کو اصل واقعہ کا علم ہو جائے۔ لیکن چونکہ اُس میں اصل مضمون اشاعت اسلام کی تائید بھی ہو گی اسلئے اب ہمارا خیال یہ ہے کہ اُسکو کسیقدر تفصیل کے ساتھ عرض کریں۔

زمانہ کے انقلاب اگر سبق اموز ہیں۔ قوموں کا عروج و نزول اگر عبرۃ انگیز ہے۔ دنیا کی تغیرات سے اگر ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ وہ ڈھلتے ہوئے سایہ کی طرح ہے۔ کسی کے مستقل جاگیر نہیں ہے۔ اور کسی کے لئے اُسکا دوامی پٹہ نہیں لکھدیا گیا ہے تو یہ واقعہ اُسکی بہترین مثال ہے۔ خدا تعالی نے اپنے مضبوط قوانین سے دنیا میں عروج و زوال کو دوش بدوش بنا دیا ہے پست سے پست شے کو ایک وقت میں عروج نصیب ہو جاتا ہے۔ اور بلند و بالا تر بھی کسی وقت گمنامی و ذلۃ کے غار میں پڑا ہوا نظر آتا ہے۔ مال و دولت تخت و تاج سب کی یہی حالت ہے۔ کسی کے گھر کو آباد ہوتے دیکھکر فوراً یہ سمجھ لینا چاہئے کہ کسی کا کاشانہ دولت ضرور ویران ہوا ہے۔ اور کسی پر تاج شاہی نظر آئے تو یہ قیاس کر لینا بجا ہے کہ کسی کو الوداع کہکر یہاں آیا ہے۔ اگر کوئی جگہ اسوقت گلزار بنی ہوئی ہے تو ضرور وہ کسی وقت کھنڈر تھے۔ اور جو آج خشک میدان ہیں وہ ضرور ایک زمانہ میں سرسبز اور پر فضا گلزار تھے یہ حالت نہوتی تو آج رومتہ الکبریٰ کی عظمت کی داستان زبان زد نہوتی اور کسریٰ کا مشہور عالم ایوان یوں وحشیوں کا مسکن نہ بنتا۔ امریکہ کے وحشی تہذیب و تمدن کے اُستاد نہ مانے جاتے۔ اور جاپان جیسا حقیر ٹکڑا روس جیسی باجبروت سلطنت کو نیچا دکھلاکر دنیا کے دول عظام میں شمار نکیا جاتا۔

عرب کے شعراء نے اس مضمون کو خوب ادا کیا ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے :۔

ولودامت الدولات کانوا غیرھم	رعایا ولکن ما لھن دوام

اگر دولت و سلطنت ہمیشہ ایک ہی کے پاس رہا کرتی تو اب جو بادشاہ ہیں یہ بھی اوروں کی طرح رعیت ہوتے لیکن دنیا کی دولت کو دوام نہیں ہے

دوسرا کہتا ہے :۔

هي المنية من يوم الى يوم — دنيا تنقل من قوم الى قوم

یہ موت ہے کسی کیلئے آج اور کسی کیلئے کل — دنیا ہے جو ایک قوم سے منتقل ہوکر دوسرے کے پاس آئی ہے۔

متنبی نے ایک مصرعہ میں ساری دنیا کا خلاصہ بیان کردیا ہے :۔

مصائب قوم عند قوم فوائد

ایک گروہ کی مصیبت میں دوسرے کے فائدے مضمر ہوتے ہیں۔

لیکن دنیا کی بے ثباتی اقوام کے عروج ونزول آبادی کے بعد بربادی اور حیوۃ مستعار کے بعد قبر کی گوشہ نشینی کو جس موثر اور پُر درد طرز ادا میں حضرت اسد اللہ الغالب کرم اللہ وجہہ نے ادا فرمایا ہے اس خوبی سے کسی نے نہ کیا ہوگا۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں :۔

بَاتُوا عَلٰی قُلَلِ الْاَجْبَالِ تَحْرُسُهُمْ — غُلْبُ الرِّجَالِ فَلَمْ یَنْفَعْهُمُ الْقُلَلُ

بادشاہان جہان کے کچھ بھی تو آئے نہ کام[لہ] — وہ قوی ہیکل سپاہی اور وہ اونچے مکاں

وَاسْتُنْزِلُوْا بَعْدَ عِزٍّ عَنْ مَعَاقِلِهِمْ — اِلٰی مَقَابِرِهِمْ یَا بِئْسَ مَا نَزَلُوْا

چھوڑ کر عیش وطرب کے ساز وساماں ہائے ہائے — آپڑے کنج لحد میں بادشاہان جہان

نَادَاهُمْ صَارِخٌ مِنْ بَعْدِ مَا دُفِنُوْا — اَیْنَ الْاَسِرَّةُ وَالتِّیْجَانُ وَالْحُلَلُ

ہو چکے جب دفن تو ہاتف نے یوں اُن سے کہا — تخت طاوسی کہاں ہے تاج زریں ہے کہاں

اَیْنَ الْوُجُوْهُ الَّتِیْ کَانَتْ مُحَجَّبَةً — مِنْ دُوْنِهَا تُضْرَبُ الْاَسْتَارُ وَالْکِلَلُ

وہ مسہری وہ چقیں وہ ساز وساماں کیا ہوئے — ہیں کہاں وہ چہرے جو پردوں میں رہتے تھے نہاں

فَاَفْصَحَ الْقَبْرُ عَنْهُمْ حِیْنَ سَائَلَهُمْ — تِلْکَ الْوُجُوْهُ عَلَیْهَا الدُّوْدُ تَنْتَقِلُ

قبر بولی پوچھتا کیا ہے سروش غیب سن — ہیں لحد کے کیڑے اُن پاکیزہ چہروں پر رواں

قَدْ طَالَ مَا اَکَلُوْا فِیْهَا وَمَا شَرِبُوْا — فَاَصْبَحُوْا بَعْدَ طُوْلِ الْاَکْلِ قَدْ اُکِلُوْا

عمر بھر کھاتے رہے پیتے رہے اور بعد مرگ — بنگئے روزینے مار و مور اُف اُف الاماں

وَطَالَمَا کَنَزُوا الْاَمْوَالَ وَادَّخَرُوْا — فَخَلَّفُوْهَا عَلَی الْاَعْدَاءِ وَارْتَحَلُوْا

عمر بھر جس مال کی دھن میں رہے آشفتہ حال — دشمنوں کو دیکے خالی ہاتھ آئے ہیں یہاں

لہ مولوی سراج احمد صاحب نے نظم کا ترجمہ بھی نظم لکھدیا ہے ۱۲

وطالما شيدوا دورا لتحصنهم
چھوڑنے آخر پڑے اُنکو مع اہل وعیال
ففارقوا الدور والأهلين وانتقلوا
جو حفاظت کے لئے پختہ بنائے تھے مکاں

أضحت مساكنهم وحشا معطلة
ہو گیا ویران اور ہو کا مکاں وہ شہ نشین
وساكنوها إلى الأجداث قد رحلوا
جب مکین کنج لحد میں ہو گئے جاکر نہاں

سل الخليفة إذ وافت منيته
کوئی پوچھو توشہ عالم سے جب پائی وفات
أين الجنود وأين الخيل والخول
کیا ہوئی وہ فوج وہ گھوڑے وہ خادم ہیں کہاں

أين الكنوز التي كانت مفاتحها
وہ خزانے ہیں کہاں فرمائیے تو کچھ حضور
تنوء بالعصبة المقوين لو حملوا
تالیاں جنکی اُٹھاتے تھے بمشکل پہلواں

أين العبيد التي أرصدتهم عددا
کیا ہوئی شانِ امارت ہیں کہاں اب وہ غلام
أين الحديد وأين البيض والأسل
وہ زرہ وہ خود وہ نیزے وہ ترکش وہ کماں

أين الفوارس والغلمان ما صنعوا
ہیں کہاں اپنے سوار اور آپ کے خدمت گذار
أين الصوارم والخطية الذبل
ہیں کہاں باریک نیزے اور تیغ خوں چکاں

أين الكفاة ألم يكفوا خليفتهم
ہیں کہاں مردانِ کاری کیوں نہ آئے کام آج
لما رأوه صريعا وهو يبتهل
جب پڑا دیکھا زمیں پر شاہ کو زاری کناں

أين الكماة التي ماجوا لما غضبوا
جوش زن ہوتی تھی غصہ میں کہاں ہیں وہ دلیر
أين الحماة التي تحمى بها الدول
ہائے ہائے مُلک و دولت کے نگہباں ہیں کہاں

أين الرماة ألم تمنع بأسهمهم
تیر اندازوں کی رکھی رہ گئی تیر افگنی
لما أتتك سهام الموت تنتصل
جب لگے تیر اجل تیر برسنے ناگہاں

هيهات ما صنعوا ضيما ولا دفعوا
موت کے چنگل سے بچنا واقعی دشوار تھا
عنك المنية إذ وافى بك الأجل
وائے ناکامی نہ کچھ کام آسکی گبرو جواں

ولا الرشى دفعتها عنك لو بذلوا
دفع کرسکتے نہ تھے وہ دیکے رشوت موت کو
ولا الرقى نفعت فيها ولا الحيل
کوئی منتر کوئی حیلہ چل نہیں سکتا یہاں

ما ساعدوك ولا واساك أقربهم
جو مقرب تھے اُنہوں نے خاک غمخواری نہ کی
بل سلموك لها يا قبح ما فعلوا
چھوڑ کر دست اجل ہیں چلدئیے سب مہرباں

مَا بَالُ قَبْرِكَ لَا يَاتِي بِهِ اَحَدٌ　　وَلَا يَطُوفُ بِهِ مِنْ بَيْنِهِمْ رَجُلٌ

فاتحہ خوانی کو کوئی قبر پر آتا نہیں　　شمع بھی افسوس تربت پر نہیں ہے سوز خواں

مَا بَالُ ذِكْرَاكَ مَنْفِيًّا وَمُطَّرَحًا　　وَكُلُّهُمْ بِاقْتِسَامِ الْمَالِ قَدْ شُغِلُوا

اقربا کو بھول کر بھی آپ یاد آتے نہیں　　مال کی تقسیم میں مشغول ہیں پیر و جواں

مَا بَالُ قَصْرِكَ وَحْشًا لَا اَنِيْسَ بِهِ　　يَغْشَاكَ مِنْ كَنَفَيْهِ الرَّوْعُ وَالْوَهَلُ

خاص و پیرانی کر حصہ میں تیرے دیوان عام + آپکا قصر ہمایوں ہو گیا ہو کا مکان + تو کنج مدفن میں بحز وحشت نہیں کوئی انیس + خوف و دہشت کے سوا کوئی نہیں ہے پاسباں

لَا تُنْكِرَنَّ فَمَا دَامَتْ عَلَى مَلِكٍ　　اِلَّا اَنَاخَ عَلَيْهَا الْمَوْتُ وَالْوَجَلُ

موت کا انکار مت کر کہانہ دنیا کا فریب　　زال دنیا کو غضب کی آتی ہیں عیاریاں

وَكَيْفَ يَرْجُو دَوَامَ الْعَيْشِ مُتَّصِلًا　　وَرُوحُهُ بِحِبَالِ الْمَوْتِ مُتَّصِلُ

روح کی جب موت سے منہ بھیڑ ہونی ہے ضرور　　آرزو مند بقا کیونکر ہو کوئی نکتہ داں

وَجِسْمُهُ لِبُنَيَّاتِ الرَّدَى غَرَضٌ　　وَمُلْكُهُ زَائِلٌ عَنْهُ وَمُنْتَقِلُ

ملک پر غرّہ نکر یہ دوسروں کی ارث ہے　　جسم انساں ہے ہلاکت کا نشانہ بیگماں

دنیا کی سب حالتیں منقلب ہونے والی نعمتیں زائل اور حالات بدلنے والے ہیں۔ خواہ موت اُسکو سب جاہ وجلال مال ومنال چھوڑنے پر مجبور کرے۔ یا سلب نعمۃ ہوکر حور بعد الکور کا مصداق بنے۔

سلب نعمت بہت سخت اور عبرت انگیز ہوتا ہے لیکن اگر وہ بطور ابتلاء وامتحان بغرض رفع درجات ہے۔ جیسا مومن کامل الایمان کو بھی خاص خاص صورت میں پیش آجاتا ہے تو بمقابلہ اُن مراتب رفیعہ کے جو اُسکے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ اور بوجہ اُس طمانیت وانشراح صدر کے جو مومن کو حاصل ہے یہ سلب نعمۃ کچھ افسوسناک امر نہیں ہوتا بلکہ موجب ازدیاد مسرۃ ہوجاتا ہے۔ البتہ اگر بوجہ سرکشی وکفران نعمت یہ سزا دیجائے اور اُسکا ظہور عذاب الٰہی کی [illegible]

کرنے کیلئے اپنی ہولناک صورت پیش کرتے رہتے ہیں۔
قوم سبا اور شہر مارب کے وہ عجائب حالات جو ہم تک پہونچے ہیں۔ ایسے ہیں جن پر اول وہلہ میں یقین کرلینا عقل انسان سے مستبعد تھا۔ مگر کلام الٰہی میں چونکہ ان واقعات کو خاص شان اور اہتمام سے بیان فرمایا گیا ہے۔ اسلئے اب اُنکی تصدیق میں کچھ بھی تامل نہیں ہو سکتا ہمارا خیال ہی کہ اوّل ہم ان واقعات کو مسلسل بیان کردیں۔ اور پھر جو نتائج اُس سے مفہوم ہوتے ہیں اُنکو ظاہر کریں۔ اور آخر میں قوم سبا کے متعلق کلام الٰہی میں جو کچھ ارشاد ہے اُسکے ضروری مباحث بھی درج کردیں۔ اُمید ہے کہ ناظرین اس مضمون سے بہت کچھ فوائد حاصل کرینگے۔

زمانہ قدیم میں یمن کا مُلک سرسبزی وشادابی میں وہ درجہ رکھتا تھا جو آج بڑے بڑے متمدن مُلکوں کو نصیب نہیں ہی۔ اُس میں نہایت خوبصورت اور دلربا شہر آراستہ اور عالی شان قصر ومحلات موجود تھے۔

صنعاء بھی ملک یمن کا ایک خوش منظر شہر تھا جو سرسبزی وشادابی عالی شان عمارات خوش وضع مکانات اور ہر قسم کی دلفریب مناظر ومحاسن کے لحاظ سے دمشق کی نظیر سمجھا جاتا تھا۔ اُسکی آب وہوا ایسی صحت بخش وخوشگوار تھی کہ موسم سرما میں اگرچہ سردی سخت ہوتی تھی۔ مگر ایسی راحت رساں کہ کسی کو کسی قسم کی بھی تکلیف اُس سے نہ پہونچتی تھی اُسکے باشندے لباس وغذا وغیرہ امور کے اعتبار سے نہایت تنعم میں گذارتے تھے۔

قصر غمدان بھی ملک یمن با کمال صناعی کا ایک بے مثل نمونہ تھا۔ یہ محل قحطان جد امجد اہل یمن کے بیٹے ازال کی زیر نگرانی تعمیر ہوا تھا۔ یہ قصر بیس منزل کا بنایا گیا تھا۔ ہر ایک منزل کا ارتفاع بیس ذراع یعنی بقدر دس گز معماری کے تھا اور سب سے اوپر کی منزل موٹے اور دلدار آئینوں سے مسقف کیگئی تھی۔ اس قصر میں سو کمرے تھے۔

یہ ایک قصر کا حال ہے جسکی وسعت اور تکلفات کا اندازہ اس مختصر بیان سے ہو سکتا ہے۔ اسکے علاوہ اور بھی بہت سے مشہور اور عالی شان قصر محلات اور قلعے تھے جنکی عظمت وخوبصورتی کے افسانے زبانوں پر جاری اور صفحات تاریخ میں درج ہیں۔ مگر ہم اُنکو بیان کرکے طول دینا نہیں چاہتے

سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان یمن کا سب سے پہلا بادشاہ گذرا ہے اُسنے چار سو چوراسی سال سلطنت کی ہے۔ اُسکا اصلی نام عبد شمس تھا مگر چونکہ اُسنے اقوام عرب میں غلامی کا طریقہ جاری کیا اسلئے اُسکو سبا کا لقب دیا گیا۔ اور اُسکی شہرت اِس لقب کے ساتھ ایسی ہوگئی کہ اصلی نام گویا فراموش ہوگیا۔

مورخین اور بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ سبا مسلمان تھا اور وہ اپنے زمانہ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ہزاروں برس پہلے ہی آپ پر ایمان لے آیا تھا۔ اُس کی طرف جو اشعار منسوب ہیں اُس میں صاف صاف اقرار کرتا ہے۔ ان اشعار میں اوّل حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ بلقیس کا واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہی کے ساتھ ہوا ہے۔ اور انبیاء میں سے آپ ہی یمن کے بادشاہ ہوئے ہیں۔ وہ کہتا ہے :-

سیملک بعدنا ملک عظیم　|　نبی لا یرخص فی الحرام
ہمارے بعد ایک بڑا بادشاہ مالک ہوگا　|　جو نبی ہونگے اور کسی فعل حرام کی اجازت نہ دینگے

ویملک بعدھم منا ملوک　|　یصیر الملک فینا بانقسام
اور اُن ملوک کے بعد جو حضرت سلیمان کے بعد ہونگے ہم میں کے بہت بادشاہ مالک ہونگے اور ملک باہم تقسیم ہوجائیگا۔

ویملک بعد قحطان نبی　|　تقی مخبت خیر الانام
اور قوم قحطان کے بعد ایک نبی مالک ہونگے　|　جو متقی شب بیدار اور تمام مخلوق سے بہتر ہونگے

یسمی احمد ایا لیت انی　|　اعمر بعد مبعثہ بعام
اُنکا نام احمد ہوگا　اے کاش میں اُنکی بعثت کے ایک برس بعد تک زندہ رہتا

فاعضدہ واحبوہ بنصری　|　بکل مدجج وبکل رامی
تو میں اُنکی اعانت کرتا　اور اُنکی نصرۃ کیلئے　|　ہر مسلح کامل تیر انداز کو لیجاتا

متی یظھر فکونوا ناصریہ　|　ومن یلقی یبلغہ سلامی
جب وہ ظاہر ہوں تو اُنکا مددگار رہنا　|　اور جو اُن سے ملے میرا اسلام پہونچادے

اس میں اشارہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف

شہر مارب جسکے حالات یہاں بیان ہونگے اسی بادشاہ سبا کا بنا کردہ تھا۔ بانی کے

نام کی وجہ سے اس شہر پر بھی سبا کا اطلاق ہوجاتا ہی اور اُس قوم کو جو وہاں موجود تھی سبا کہتے ہیں۔
کلام اللہ میں قوم سبا اور سیل عرم کے واقعہ کو اس طرح میں بیان فرمایا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ ۝ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ ۝ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوا وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ ۝ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ۝ فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ

مطلب یہ ہی کہ قوم سبا کے لئے خاص انکی بستیوں اور وطن میں خدا تعالیٰ کی قدرت اور غیر متناہی نعمتوں کی عجیب نشانی تھی۔ انکے گرداگرد دائیں اور بائیں باغوں کی دو قطاریں تھیں۔ انکو عام اجازت اور ہماری طرف سے بطور امتنان یہ حکم تھا کہ تمکو جو انواع واقسام کی نعمتیں دیگئی ہیں۔ انکو بے تکلف کھاؤ اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہو۔ انکا شہر جسمیں وہ رہتے تھے ایک شہر تھا نہایت پاک وصاف ہر قسم کی تکالیف اور موذیات سے خالی اور رب تھا مغفرت کرنے والا۔ لیکن انہوں نے شکر گذاری اور اطاعت سے انکار کیا بجاے شکر گذاری کے مرتکب کفران نعمت ہوئے تو ہمنے ان پر سخت اور برباد کن رو کو مسلط کر دیا اور انکے سرسبز وشاداب باغوں کے عوض میں دو باغ دیے گئے جنکے پھل کڑوے بدمزہ تھے اور جن میں کچھ تھوڑے سے درخت بیری کے تھے۔ یہ سزا انکو کفران نعمت کی دیگئی اور ہم ناسپاسوں ہی کو ایسی سزا دیتے ہیں۔ اہل سبا پر ہمارے انعام اسی حد تک ختم نہیں ہوگئے تھے۔ بلکہ ہمنے راحت اور آسانی سفر کیلئے انکے اور ملک شام کی درمیانی مسافت میں قریب قریب مسافۂ معین پر گانوں اور منزلیں بنادی تھیں جسکی وجہ سے وہ رات اور دن امن واطمینان کے ساتھ سفر

کرتے تھے۔ لیکن اُنہوں نے اس نعمت کی بھی قدر نہ کی بلکہ دعا کی کہ الٰہی ہمارے سفر کی منزلوں میں دوری پیدا کردی۔ کیونکہ سفر کا لطف بھوک اور پیاس ہی میں حاصل ہوتا ہے۔ ایسی خواہش کرکے اُنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔ ہمنے اس ناشکرگذاری کی سزا میں اُنکو ایسا تباہ و برباد کردیا کہ لوگوں کی زبانوں پر صرف اُنکی کھانیاں باقی رہگئیں اور وہ متفرق و پریشان کردئے گئے۔ اس تمام واقعہ میں صبر کرنے اور شکر کرنے والوں کیلئے بڑی بڑی علامات اور نشانیاں ہیں"

آیات مذکورہ بالا میں قوم سبا کے حالات آبادی کے بعد بربادی اتمام نعمۃ کے بعد ناسپاسی اور اُسکی سزا کا اجمالا بیان ہوا ہے۔ مگر جس انداز سے ہوا ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ دنیا کے عجیب ترین واقعات میں سے ہے۔ اب ہم اُسکی تفصیل مورخین و مفسرین کے اقوال سے منتخب کرکے لکھتے ہیں۔

قوم سبا جن بستیوں میں آباد تھی اُن میں زراعت کیلئے ندی اور نالوں کا پانی کام میں آتا تھا ستر چھوٹے بڑے ندی اور نالے ایسے تھے جن میں خاص اوقات کے اندر پانی کی آمد ہوتی تھی جیسے برساتی نالوں میں ہوتا ہے۔ اور سال کے سال جو پانی آتا تھا وہ تھوڑا ہوتا تھا جسکی تقسیم میں باہم خوب جنگ وجدل اور قتل وقتال تک نوبت پہونچ جاتی تھی۔ اور جو ایام برسات کے ہوتے تھے۔ اِن میں روکے پانی سے جان و مال عمارت و زراعت کا نقصان ہوتا تھا۔ ایک زمانہ اسی حالت میں گذر گیا۔ مگر بلقیس [٥] تخت شاہی پر متمکن ہوئی تو اُن کو باہمی مجادلہ

---

[٥] یہ وہی بلقیس ہے جسکا تذکرہ کلام مجید کی سورۃ نمل میں ان آیات کے اندر کیا گیا ہے۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ۝ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ (الی اخر آیۃ) وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

خلاصہ مطلب ان آیات کا جس سے ہماری غرض کو تعلق ہے یہ ہے کہ جنس و انس اور طیور حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں داخل تھے جب آپ سفر کرتے تو یہ تینوں لشکر ہمراہ ہوتے اور ان لشکروں کی ترتیب بالکل علیحدہ علیحدہ ہوتی تھی ہر ایک لشکر اور جنس کا افسر اعلیٰ اپنے ماتحت حصہ فوج کا ذمہ وار اور اُنکی ترتیب کا جوابدہ ہوتا تھا یہ ممکن نہ تھا کہ کوئی اپنی جگہ سے ٹلجائے یا آگے پیچھے بڑھ جائے۔ جنس و انس اور طیور میں سے ہر ایک کیلئے جُدا جُدا خدمتیں معین تھیں اور حضرت

(بقیہ صفحہ ۲۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

اور مقاتلہ سے منع کیا لیکن پانی ایسی حاجت کی چیز ہے جسکی بدون گذارا نہیں ہوسکتا۔ وہ اپنی حالت میں مجبور رہتے تھے۔ بلقیس کے حکم کی اطاعت نکرسکے اور اسی لڑائی جھگڑے میں مبتلا رہے بلقیس نے جب یہ دیکھا تو وہ تخت سلطنت سے کنارہ کش ہوکر گوشہ نشین ہوگئی۔ اور ملک بے سر رہگیا اُن لوگوں نے یہ حالت دیکھکر ملکہ سے بملاطفہ درخواست کی کہ زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لیلے مگر اُس نے صاف انکار کردیا۔ جب کسی طرح اُسنے منظور نہ کیا تو ان لوگوں نے دھمکی دیکر کہا کہ یا تخت شاہی پر متمکن ہوکر سلطنت کے کام کو سنبھالو ورنہ ہم تمکو قتل کردینگے۔ ملکہ نے کہا تم عجیب احمق اور بے عقل ہو۔ مجکو مجبور بھی کرتے ہو اور میری اطاعت بھی نہیں کرتے اس پر سب نے عہد کرلیا کہ ہم ضرور فرماں برداری کرینگے۔ تب ملکہ نے پھر کاروبار سلطنت کو سنبھالا اور دو پہاڑوں کے درہ کو جسکا طول تین میل اور چوڑائی بھی تین میل تھی بڑی بڑی چٹانوں کو سیسے اور لوہے کے ذریعہ سے جوڑ کر آہنی سد بنادی۔ اور تمام ندی نالوں کے پانی کو باختیار خود بہنے سے روکدیا۔ اس دیوار میں تین دروازے اوپر نیچے ایسے قاعدہ اور حساب سے قائم کردئے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱) حضرت سلیمان علیہ السلام خود اُسکی نگرانی اور پڑتال فرماتے رہتے تھے۔ اسی طرح اسی ترتیب اور جلوس کے ساتھ آپ نے ایک بار ملک شام سے حجاز کا سفر کیا۔ مکہ معظمہ میں قیام فرمانے کے بعد ملک یمن کا ارادہ کیا اور صنعاء پہونچکر قیام فرمایا۔ جہاں سے شہر مارب صرف تین منزل رہجاتا ہے۔ ہدہد کے یہ خدمت سپرد تھی کہ پانی کے مواقع کی جستجو رکھے اور جسوقت ضرورت ہو فوراً بتلادے۔ صنعاء پہونچکر آپ کو پانی کی ضرورت ہوئی ہدہد کو طلب کیا تو وہ موجود نہ تھا۔ آپ نے ناراض ہوکر فرمایا کہ اگر وہ اپنی غیر حاضری کی معقول وجہ نہ بیان کرسکے تو اُسکو سخت عذاب دیا جائیگا۔ تھوڑی دیر میں ہدہد حاضر ہوا اور اُسنے نہایت جرأۃ کے ساتھ غیر حاضری کی وجہ بیان کی کہ میں ایسی بات دریافت کرکے آیا ہوں جسکی آپ کو اطلاع نہیں ہے۔ میں ملک سبا سے آیا ہوں جہاں ایک عورت حکمراں ہے جسکے پاس تمام لوازم سلطنت اعلیٰ درجہ کے موجود ہیں۔ اور نہایت عظیم الشان تخت شاہی ہے۔ مگر یا [illegible] بجائے شکر گذاری کے کفر میں مبتلا ہے۔ وہ اور اُسکی تمام فوج آفتاب کی پوجا کرتی ہے اور میری غرض اس عرض سے یہی ہے کہ وہ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوجائے۔ آپ نے سُنکر فرمایا کہ ہم اسکی تصدیق کرینگے۔ یہ ہمارا خط لیجاکر اُسکے پاس ڈالدے۔ دیکھیں وہ کیا جواب دیتی ہے ہدہد نے خط لیجاکر ڈالدیا بلقیس نے اپنے اعیان سلطنت کو جمع کرکے سنایا کہ یہ خط حضرت سلیمان کا ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ تم مسلمان ہوکر فوراً یہاں حاضر ہوجاؤ۔ اب تم سب مجھے اس بارہ میں مشورہ دو کیا کروں۔ سب نے کہا ہم بڑی قوۃ اور شوکت والے ہیں ہم خوب مقابلہ کرینگے لیکن کرینگے وہی تو تمہاری رائے ہوگی۔ ہم سب مطیع ہونگے۔ (بقیہ صفحہ ۲۳)

کہ جب چاہا دروازہ کو کھولدیا اور جب چاہا بند کردیا۔ اور نیچے ایک بہت بڑا حوض بنادیا۔ پہلے سب سے اوپر کا دروازہ کھولا جاتا تھا اور جب تک پانی اونچا رہتا اُس دروازے سے حوض میں آتا۔ اور جب نیچا ہوجاتا دوسرا دروازہ کھولدیا جاتا۔ علیٰ ہذا پھر ضرورت ہوتی تو تیسرا کھولا جاتا مگر اسکی نوبت غالباً کم آتی تھی کیونکہ پانی اس کثرۃ سے ہوتا تھا کہ اُس کے کم ہونے سے پہلے دوسری برسات آجاتی تھی۔

مورخین اور مفسرین نے یہی لکھا ہے کہ تین دروازے اوپر نیچے بنائے تھے۔ لیکن یہ امر قرین قیاس نہیں ہے کہ اسقدر طویل دیوار میں پانی کا صرف ایک ہی دروازہ ہو۔ اسلئے میرے خیال میں تین دروازوں سے یہ مراد ہے کہ پانی کے نکلنے کے تین درجہ مقرر کئے۔ ہر ایک درجہ میں اگرچہ کئے منفذ ہوں مگر اُن سب پر ایک ہی دروازہ کا اطلاق کردیا گیا۔

حوض کے اندر سے بارہ نہریں نکالی تھیں اور اُن میں صناعی اور انجینیری کا ایسا کمال دکھلایا کہ آن واحد میں اگر سب نہروں میں پانی جاری کردیا جاوے تو ہر ایک نہر کے اندر ایک رفتار سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲) ملکہ نے کہا بادشاہ جب کسی شہر کو فتح کرتے ہیں تو اُسکو ویران کردیتے اور وہاں کے معززین کو ذلیل و خوار کردیتے ہیں۔ میں ایک تدبیر کرتی ہوں۔ اُنکے پاس قیمتی ہدایا اور تحفے بھیجتی ہوں شاید وہ اس طرح نرم ہوجاویں اور بغیر کسی جھگڑے کے مصالحت ہوجاے۔

یہ ہدایا حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پہونچے تو آپ نے فرمایا کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ میں مال و دولت کا طالب ہوں۔ میرے پاس اس سے بدرجہا زائد اور بہتر موجود ہے۔ ان ہدایا کو واپس لیجاؤ ہم ایسے عظیم الشان لشکر سے چڑھائی کرینگے جسکی تاب مقاومت وہ نہ لاسکیں گے اور ذلیل کرکے اُنکو وہاں سے نکالدینگے۔

ملکہ کے پاس یہ جواب پہونچا تو وہ سمجھ گئی کہ یہ بادشاہ نہیں بلکہ نبی ہیں۔ ہم کسی طرح اُنکا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ وہ معہ تمام اعیان سلطنت امراء و وزراء اور لشکر کے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے روانہ ہوئے۔ جب قریب پہونچگئے تو آپ کو اطلاع ہوئی۔ آپنے فرمایا کہ کون شخص بلقیس کے پہونچنے سے پہلے اُسکے تخت کو یہاں لاسکتا ہے۔ بقول اکثر مفسرین آصف ابن برخیانے ببرکت اسم اعظم اور بقول بعض ایک فرشتہ نے جو آپ کے ساتھ رہتے تھے اُسکو آنکھ جھپکنے سے پہلے لاکر سامنے رکھدیا۔ جب بلقیس پہونچی تو آپنے فرمایا کہ کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ یہ وہی تخت ہے۔ مگر احتیاط کے طور پر جواب دیا کہ یہ بالکل اُس ہی جیسا ہے۔ اور مجھے ایسے معجزہ دکھلانے کی اب ضرورت باقی نہیں رہی مجھے تو اوّل ہی آپ کی نبوت کا احساس اور علم حاصل ہوچکا اور میں تو اسلام لاچکی ہوں۔ (بقیہ صفحہ ۲۴)

جائے۔ اسکی جانچ اس طرح کی کہ حوض میں مینگنیاں ڈالکر دیکھا گیا اور جب یہ دیکھا گیا کہ سب نہروں کی طرف اُنکی رفتار یکساں نہیں ہے بلکہ کسی سمت کو مینگنی سرعت کے ساتھ گئی اور کسی جانب آہستہ تو زمین کی سطح کو ہر جانب ایسا یکساں ہموار کر دیا کہ یہ فرق باقی نہ رہا۔

ان بارہ نہروں سے تمام ملک سبا کی آبپاشی ہوتی تھی۔ اور اُس میں یہ کمال دکھلایا تھا کہ ہر شخص اپنی زمین کیلئے ایک آن واحد میں پانی لے سکے۔ اور ظاہر ہے کہ پانی کی ایسی عجیب غریب تقسیم جب ہی ہو سکتی ہے کہ ملک بھر کو نہایت قرینہ کے ساتھ مساوی بارہ حصوں پر منقسم کیا گیا ہو۔ اور ہر نہر میں سے ٹھیک حساب کے مطابق بڑے راجبہے اور اُس میں سے چھوٹے اور اُن میں سے گولیں اور گولوں میں سے نالیاں اس قرینہ سے نکالی ہوں کہ ہر کھیت میں وقت واحد کے اندر پانی پہونچ سکے اور پھر ہر نہر کے اندر پانی اس حساب سے لیا گیا ہو کہ اگر تمام چھوٹے بڑے راجبہے کھولدئے جائیں تو سب کے لئے کافی اور ہر ایک میں بقدر اُسکے اندازے کے جاری ہو سکے۔

(باقی آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳) یہ مختصر بیان ہے بلقیس کے مسلمان ہونے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونیکا واقعات کی تفصیل اور تشریح کا یہ موقع نہیں ہے۔ البتہ یہ بیان کر دینا کہ مسلمان ہونیکے بعد اُسکے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا مناسب ہے۔ اکثر مفسرین یہ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فوراً اُس سے نکاح کر لیا اور اُسکو بدستور سلطنت پر برقرار رکھا۔ ہر مہینہ میں ایک بار خود اُسکے پاس تشریف لے جاتے اور تین دن قیام کے بعد واپس تشریف لاتے۔ بلقیس سے آپ کی اولاد بھی ہوئی۔

اور بعض یہ کہتے ہیں کہ مسلمان ہو جانے کے بعد آپ نے اُس سے فرمایا کہ تم اپنی قوم میں سے کسی شخص کو منتخب کر لو جس سے تمہارا نکاح کر دیا جاوے۔ اُسنے کہا کہ مجھ جیسا شخص نکاح کر کے کسی مرد کا تابع اور مطیع بنے۔ نہایت نازیبا بات ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام لانے کے بعد ایسا کرنا ضروری ہے۔ اُسنے کہا کہ اگر نکاح کرنا ضروری ہی تو آپ میرا نکاح ہمدان کے بادشاہ ذاتبع سے کر دیجے چنانچہ نکاح کر دیا گیا اور ملک یمن بدستور اُسکے حوالہ کر دیا گیا۔ ذاتبع نے سلطنت سنبھالی اور جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات ہوئی تو اُنکی سلطنت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

ان دونوں اقوال میں [illegible]

[illegible]

تربیۃ السالک
(و)
تنبیۃ الھالک

(نمبر ۴)

(حال) مجکو پہلے کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا جو اب در پیش ہوتا ہے کہ جب ذکر کرنے بیٹھتا ہوں دو ایک تسبیح کے بعد یا تو چیخنا شروع کر دیتا ہوں یا کودنا اور بدن کو پیٹنا ان امور کی ابتداء تو اختیاری ہوتی ہے کہ میں روک سکتا ہوں مگر پھر بے اختیار ہوجاتا ہوں اور زور زور ضربیں لگاتا ہوں حتی کہ آواز بیٹھ جاتی ہے اور ایک روز چارپائی پر بیٹھ گیا تھا بے اختیار اتنا کودا کہ چارپائی ٹوٹ گئی۔

(تحقیق) اسکا سبب مرکب ہے شوق اور ضعف سے۔ سو شوق کا علاج ضروری نہیں اسکو خود بخود سکون ہوجاتا ہے۔ البتہ ضعف کا علاج کرنا چاہئے مبردات و مفرحات و مقویات کا استعمال کسی طبیب کی رائے سے رکھئے اور پھر اطلاع دیجئے۔

(حال) اور دو دن یہ قصہ رہا کہ شب کو اٹھکر جو تسبیح لیکر بیٹھا اس درجہ نیند کی کثرت ہوئی کہ مجکو ایسی نیند کی کثرت بہت کم ہوتی ہے۔ میں بیٹھا بیٹھا کبھی نہیں سوتا۔ البتہ لیٹ کر فوراً آنکھ لگجاتی ہے۔ اب معلوم نہیں کہ یہ کیا امر ہے۔

(تحقیق) ضعف ہے۔

(حال) جب آپ یہاں آکر واپس تشریف لیجاتے ہیں اس روز نہ کھانیکو نہ سبق پڑھانیکو کہیں کو جی نہیں چاہتا اور ایک مُردگی کی سی حالت ہوجاتی ہے جسکے آثار جسم پر بھی ظاہر ہوجانے لگتے ہیں ویسے کوئی الم نہیں ہوتا۔

(تحقیق) اسکا سبب محبت ہے جو امر محمود ہے۔

(حال) اکثر اشعار عاشقانہ اور اضطرابانہ پسند ہیں خوفناک امر سے آنسو بہت جلد نکل پڑتے ہیں اور بے کلی پیدا ہوجاتی ہے۔ عاشقانہ حالت سے رہنا طبیعت کو پسند ہے۔

(**تحقیق**) وہی شوق اور ضعف قلب کا مجموعہ اسکا سبب ہے۔

(**حال**) خواب میں اکثر اپنے کو چیختا اور ذکر کرتا دیکھتا ہوں کبھی آپ بھی نظر پڑتے ہیں اور اشعار پڑھتے ہوئے اور اپنے کو روتا ہوا پاتا ہوں۔

(**تحقیق**) اوپر تشخیص اور تجویز لکھ چکا ہوں۔

(**حال**) حسب حکم ذکر شغل میں سرگرداں رہتا ہوں مگر وہی حالت سابقہ ہی یعنی بیہوشی طاری رہتی ہی اور شوق و ذوق ذکر کی نہایت کثرت ہے یقین کرتا ہوں کہ اگر گھنٹہ میں سوا لاکھ بھی پڑہوں تو بھی تکلیف نہو بلکہ خوشی معلوم ہو۔ دوسرا امر یہ کہ تعلق دنیا نہایت مشکل معلوم ہوتا ہے حتی کہ لوگوں سی ملنا جلنا برا معلوم ہوتا ہی بلکہ جی چاہتا ہے کہ ہر وقت تنہائی میں رہوں اور سوائے اپنے شغل کے دوسرا کوئی کام مجھے پسند نہیں معلوم ہوتا حتی کہ تین چار وقت تک کھانا نہ کھایا جاوے تو بھی تکلیف نہیں معلوم ہوتی فی الحال امامت کرنا بہت دشوار ہو گیا کیونکہ نہایت خوف طاری ہوتا ہے ہر وقت یہ تمنا رہتی ہی کہ آپکی خدمت میں رہوں اسوقت چونکہ تہی دست ہوں لہذا قاصر ہوں توقع ہی کہ شعبان میں ضرور حاضر ہوں امید کہ دعا فرماویں اسوقت نہایت بے چین ہوں۔ لہذا درخواست ہے کہ ذکر میں زیادتی فرماویں۔

(**تحقیق**) آپ کے یہ سب حالات محمود ہیں اللہ تعالیٰ ترقی و برکت فرماویں ذکر ابھی نہ بڑہاویے جس حالت میں کہ ارادہ شعبان میں آنیکا ہے اوسوقت مناسب مشورہ دیا جاویگا۔

(**حال**) جو کچھ حضور نے ارشاد فرمایا تھا پڑہتا ہوں گاہے مزا معلوم ہوتا ہے اور گاہی ایسا معلوم ہوتا ہے کوئی چیز پاس سے جاتی رہی۔ اللہ تعالیٰ حضور کی دعا کی برکت سے استقلال عطا فرماویں۔

(**تحقیق**) پہلی حالت بسط ہے اور دوسری حالت قبض ہے۔ کام میں لگے رہیئے انشاء اللہ اسی طرح استقلال یعنی تمکین عطا ہو جاویگا۔ ابتدا میں ایسی تلوینات ہوتی ہیں۔

(**حال**) جسوقت میں نماز پڑہتا ہوں اوسوقت برے خیالات بہت آتے ہیں نماز پڑہنے کو جی بہت چاہتا ہے مگر نہیں پڑہی جاتی قضا ہو جاتی ہے۔ چند روز تک بہت اچھی طرح نماز پڑھتا ہوں بعد میں برے خیالات ظاہر ہوتے ہیں بعد نماز عشاء کے درود شریف کا ورد کیا تھا چند روز بہت ذوق و شوق کے ساتھ پڑہا بعد کو پھر برے خیالات آنے لگے اب پڑھنے کو جی نہیں چاہتا جب

پڑھنے کو بہت جی چاہتا ہے تو شروع کرتا ہوں آخر بہت بُرے خیالات آتے ہیں کہ نہیں پڑھ سکتا کوئی ایسا وظیفہ بتلا دیجئے کہ نماز با جماعت پڑھوں میں حضور کو اپنا مرشد جانتا ہوں اگر حضور نہ بتلاوینگے تو میں بہک جاؤنگا۔

(تحقیق) اسکے لئے وظیفہ کافی نہیں ہمّت کی ضرورت ہے آپ خیالات کے اچھے برے ہونے کی طرف اصلا التفات نہ کیجئے اس سے کوئی ضرر نہیں البتہ اعمال میں اگر کوتاہی ہو تو اوسکا تدارک ضروری ہے اور اُسکا آسان طریقہ یہ ہے کہ جب کسی عمل میں کمی ہو بیس رکعت نفل جرمانہ کی پڑھا کریں۔

(حال) احقر نے کچھ عرصہ ہوا کہ ایک عرایضہ ارسال خدمت کرکے اپنے بعض حالات کا اظہار کیا تھا جسکے جواب میں ارشاد ہوا تھا کہ جو معمول کرلیا ہے وہی شکایت کے دفع کرنیکے لئے کافی ہے عجلت اور پریشانی نہ کر اس ارشاد پر عمل کیا اور کررہا ہوں جس سے بہت کچھ فائدہ ہوا مگر آجکل ایک اور نہایت شرمناک امر لاحق ہوا جسکے اظہار سے طبیعت انکار کرتی ہے اور حیا مانع ہوتی ہے مگر اسی خیال سے کہ اس طرح سے شاید زیادتی ہوتی چلی جاوے یا اس سے کوئی دوسرا نقصان پیدا ہوجاوے کوئی چارہ نہیں دیکھا کچھ عرصہ سے اپنے اندر آثار ترفع کے پاتا ہوں چھوٹی عمر کے یا نیچے کے طالب علموں سے سلام و کلام کرتے ہوئے اون کے پاس بیٹھتے ہوئے عار سی آتی ہے اور وہ تمام امور جو پہلے باآسانی اور بلا تکلف جیسا کہ طلبہ کا طرز عمل ہونا چاہیئے انجام پاتے تھے اب دقت سے پورے ہوتے ہیں اور اون کے کرنے میں شرم سی آتی ہے اکثر باتوں میں اپنی وقعت کا خیال رہتا ہے اور ایسے امور کے ارتکاب کی طرف رغبت ہوتی ہے جس سے ایک امتیار پیدا ہو۔

(تحقیق) انسان صرف مکلف اسکا ہے کہ ان اخلاق رذیلہ کے مقتضیات پر عمل نہ کرے رہا یہ کہ یہ اقتضا آتے ہی زائل یا ضعیف ہوجاویں اسکا نہ انسان مکلف ہے نہ یہ بسہولت میسر ہو سکتا ہے ع بسیار سفر باید تا پختہ شود خامی۔ اور نہ بوجہ تحصیل علوم کے آپ کے لئے اوسکا یہ وقت ہے بس آپ جسقدر مکلف ہیں آپ اوسپر اکتفا کیجئے یعنی دل میں اعتقاد رکھیں کہ میں سب سے کمتر ہوں اور اس اعتقاد کے لئے اپنے معائب کا استحضار معین ہوگا اور جنکی بے وقعتی ذہن میں آوے اُنکی خوب تکریم کیجئے اور تکلف سے اون سے سلام کیجئے گو نفس کو ناگوار ہو ناگواری غیر اختیاری ہے

اوسپر مواخذہ نہیں ہے لیکن معاملہ اختیاری ہے اسمیں اخلال موجب مواخذہ ہے۔ انشاء اللہ اس سے خود منشار فساد بھی ضعیف ہو جاویگا واللہ الموفق۔

(حال) مجھے ایک مرض لاحق ہوگیا ہے جسکی اطلاع قبلہ وکعبہ کو ہو جانا ضروری ہے صبح کی نماز کے لئے آنکھ نہیں کھلتی اور اگر کھل بھی جاتی ہے تو اسقدر غلبہ نیند اور سستی کا ہوتا ہے کہ میں اسپر غالب نہیں ہو پاتا اور اکثر نماز قضا ہو جاتی ہے۔ یعنی میں اٹھ اٹھکر سو سو جاتا ہوں جبکا بہت صدمہ ہوش اور بیداری میں ہوتا ہے اور بقیہ نمازیں ہو جاتی ہیں مگر عشا میں بھی اکثر بعد نماز جو تہجد کی رکعتیں پڑھنا چاہیئے نہیں پڑھ پاتا ہوں کبھی کبھی وظیفہ (اللہ) جو ایکہزار کی تعداد میں فرمایا گیا ہے نہیں پورا ہوتا بالکل مغلوب النوم ہو جاتا ہوں۔ ارادہ کیا کہ تہجد کی رکعتیں اوسیوقت اوٹھکر پڑھوں مگر اوسوقت اوٹھنا تو درکنار اوقات نماز پنجوقتہ میں خلل پڑنے لگ گیا۔

(تحقیق) کھانا شب کو سویرے کھائیے اور ذرا کم کھائیے اور عشا سویرے پڑھکر فوراً سو رہیئے وظیفہ بعد تہجد والا کسی اور وقت مثلاً بعد مغرب پڑھ لیجئے اور پھر اطلاع دیجئے۔

(حال) آجکل اس نابکار کی حالت یہ ہے کہ رات یا دن جب کبھی ذکر اسم ذات یا بارہ تسبیح کیلئے بیٹھتا ہے غلبہ نوم سے پریشان ہو جاتا ہے آنکھیں بند ہو جاتی ہیں زبان سے الفاظ نکلتے جاتے ہیں یہ خبر نہیں کہ کیا پڑھ رہا ہوں مگر جب آنکھ کھلتی ہے تو صحیح الفاظ زبان سے نکلتے ہوئے پاتا ہوں۔ بایں خیال کہ رطوبت کے باعث غلبۂ نوم ہو جاتا ہے سر میں تیل ڈالنا بھی ترک کر دیا ہے تاہم یہی حالت رہتی ہے کوئی تدبیر ارشاد فرمائی جاوے۔

(تحقیق) ایسی کوئی تدبیر نہ کیجئے جو مضر صحت ہو بعد عشا ذکر کر لیا کیجئے اور اوسکے بعد کھانا کھایا کیجئے دن کو بھی کھانیکے قبل ذکر کیا کیجئے اور پھر اطلاع دیجئے۔

(حال) ارادہ تھا کہ تابعدار کچھ حال اپنا عرض کرے مگر جو وعظ میرٹھ اور دیوبند میں حضور والا نے فرمائے تھے اونمیں اکثر اپنے سوالوں کا جواب پاکر خاموش ہو رہا۔ آج طبیعت کو زیادہ انتشار ہوا اور وہ تردد قریب قریب مایوسی کے پہونچا لہذا ایسی حالت میں اگر حضور سے عرض حال نہ کروں تو کیا کروں وجہ انتشار اور تردد زیادہ تر یہ ہے کہ بفضلہ تعالی تمام معمولات بانضباط اوقات ہوتے ہیں مگر قلبی حالت میں کسی قسم کا فرق محسوس نہیں ہوتا جوبات روز اول

تھی آج قائم ہے خطرات میں بھی کوئی فرق نہیں ہے۔

(تحقیق) اس طریق میں شرط اول یقین ہے ملقن پر بندہ نے بارہا عرض کیا کہ مقصود اس تمامتر جدوجہد سے رضائے حق ہے جسکا حصول دنیا میں اور ظہور اوسکا آخرت میں ہوگا اور دوسرے حالات جنکے مطلوب ہونیکی طرف گرامی نامہ میں اشارہ ہے وہ مطلوب نہیں۔

قال الرومی ؎ روزہا گر رفت گو رو باک نیست + تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست

(حال) قساوت قلبی کی یہ حالت ہے کہ ہرچند چاہتا ہوں بدرگاہ رب العزت گریہ وزاری کروں مگر آنکھ سے ایک قطرہ بھی نہیں نکلتا ع۱ اور تصنع کو دل نہیں چاہتا ع۲ گو زیادہ وقت تنہائی اور خلوت میں گزرتا ہے جسم مسجد میں ہوتا ہے اور خیالات نہ معلوم کہاں کہاں لیجاتے ہیں ع۳ خلاصہ یہ کہ تابعدار کی حالت لائق دستگیری ہے ورنہ دیکھئے کیا انجام ہو ع۴ صفحۂ کتاب تعلیم الدین میں طریقہ ذکر لطائف ستہ درج ہے خاکسار آجتک اس طریق سے محروم ہے ع۵ بصد ادب گذارش ہے کہ عمر کا زیادہ حصہ گذر گیا قویٰ بھی ضعیف ہوگئے اگر یہی حالت موجودہ خاکسار کیلئے بہتر ہے تو خیر ورنہ جو ارشاد ہو اوسکی تعمیل میں دریغ نہ ہوگا۔ اگر حاضری خدمت عالی مناسب ہو تو نہایت شوق سے حاضری کیلئے مستعد ہوں اور جبتک حکم ہوگا حاضر رہونگا بلا اجازت جرأت حاضری نہیں کرسکتا۔

(تحقیق) ع۱ یہ قساوت نہیں ہے مبنی گریہ کا رقت قلبی ہے جو غیر اختیاری ہے اور غیر اختیاری مطلوب نہیں ہر قساوت یہ ہے کہ معصیت کے بعد افسوس نہ ہو ع۲ اسکو تصنع نہیں کہتے تصنع مذموم ریاء ہے جو بقصد ارضاء خلق کے ہو ع۳ اس سے کوئی خالی نہیں اسکا کچھ غم نہ کیجئے ع۴ خود یہ غم و قلق ہی علامت ہے انجام بہتر ہونیکی ع۵ طریق ذریعہ ہوتا ہے اور ذریعہ مقصود نہیں ذرائع مختلف و متعدد ہوتے ہیں ہر ایک کیلئے کوئی خاص طریق تجویز کرلیا جاتا ہے یہ ضرور نہیں کہ ہر شخص ہر طریق کا استعمال کرے جسطرح پنساری کی دکان میں دوائیں بے شمار ہوتے ہیں مگر ہر مریض کیلئے سب دوائیں نہیں استعمال کیجاتی ع۶ اسکی کوئی حاجت نہیں بعد تکمیل تعلیم کے مکاتبت کافی ہے۔

(حال) بندہ جب سے آپ کے پاس سے آیا تو بس کہیں کچھ پتہ نہیں اور حالت آج سے

نہایت بگڑی ہوئی ہے اور قلب ہر وقت جاری رہتا ہے اور نظر میں کچھ نہیں آتا بلکہ آگ سی معلوم ہوتی ہے اور آنکھ کے نیچے صرف روشنی موٹی سی معلوم ہوتی ہے طبیعت میں چین نہیں بلکہ نفس کو خوف ہوتا ہے کہ کہیں چوٹ نہ لگے اور اگر لگے بھی تب بھی خبر نہیں ہوتی آپ سے جدا ہو کر سخت پریشان ہوں اب اجازت ہو تو حاضر ہوں اطمینان کیلئے دعا بھی فرماویں۔

(**تحقیق**) یہ غلبہ یبوست و حرارت کا ہے تمام اذکار کو ترک کر کے صرف درود شریف پر جس مقدار سے سہل ہو اکتفا کیا جاوے اور کسی طبیب کو نبض دکھلا کر مبردات و مرطبات تجویز کرائے جاویں باقی دعا کرتا ہوں دو تین دن کے بعد پھر اپنا حال لکھیں۔

(**حال**) از راہ کرم توجہ فرمائی جاوے کہ میری نظر اسباب سے گذر کر مسبب پر ہو جاوے یہ میرے اعتقاد میں نہایت نقص و خلل واقع ہو رہا ہے اور میں سخت پریشان ہوں۔

(**تحقیق**) یہ نقص و اختلال عقائد میں نہیں حال کی کمی ہے جو مضر نہیں۔

س مشائخ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کے بدون امر کوئی دنیاوی اور دینی کام نہ کرے جناب نے اکثر دنیوی استفسارات سے مجھے روکا ہے اسکی بابت بندہ کو کیا ہدایت ہے

ج مشائخ نے جو فرمایا ہے اوسکا مطلب یہ ہے کہ بدون اجازت نہ کرے یعنی بعد اطلاع کے اوسکو منع کر دے تو نہ کرے پس مراد امر سے اجازت ہے نہ امر ایجاب۔

(**حال**) جو کچھ ارشاد فرمایا تھا اوسکی پابندی بحمد اللہ کرتا ہوں گاہے گاہے جسم میں ایک عجیب حالت محسوس ہوتی ہے اور تھوڑی دیر کے بعد پھر کچھ نہیں معلوم ہوتا۔

(**تحقیق**) مبارک ہو ذکر کا اثر ہے اور ایسے آثار کو بقا نہیں ہوتا خود وجود ہی نعمت ہے

(**حال**) جناب کی شفقت بزرگانہ پر بھروسہ کر کے کچھ اپنی دردناک حالت عرض کرتا ہوں بدقسمتی سے میرا عقد جس خاتون سے ہوا ہے وہ اور میں دونوں بالکل متضاد طبیعت کے واقع ہوئے ہیں اسمیں نہ میں اپنی شریک قسمت کو الزام دیتا ہوں نہ حقیقتاً اُن میں کوئی نقص ہے بلکہ میں ہی ایک انوکھی طبیعت کا شخص ہوں اس مختلف الخیالی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم دونوں میں بجائے انس کے ایک ایسی مغایرت کی دیوار کھڑی ہو گئی کہ جو روز بروز مضبوط ہی ہوتی جاتی ہے ان خانگی پیچیدگیوں کے جو اثر میری زندگی پر صحت پر کاروبار پر ڈالا ہے اوسکا ضبط تحریر میں آنا تقریباً

ناممکن ہے ایک دائمی افسردگی نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اور روز بروز میری زندگی معرض اندیشہ میں ہوتی جاتی ہے میں بچپن سے اپنے مستقبل کو تابناک سمجھتا رہا تھا مگر میرا مستقبل اب بالکل تیرہ وتار ہوگیا ہے۔ اس مایوسی اور ناامیدی کی حالت نے میری دنیا اور دین دونوں کو تباہ کر رکھا ہے کوئی چارہ کار سمجھ میں نہیں آتا۔ جناب بزرگ ہیں مقدس ہیں کچھ تصرف فرمایئے دعا کیجئے۔ خدا مجھے اس پریشانی سے نجات دے کسی صورت سے سکون قلب حاصل ہوجائے۔ ۳ سال سے برابر اس عذاب الیم میں مبتلا ہوں اپنی موت کی آرزو کرتا ہوں۔ مجبور ہو کر یہ قصد کیا ہے کہ دنیا کو چھوڑ کر ایک گوشہ میں بیٹھ جاؤں مگر کوئی ایسا صاف باطن مجھے نہیں ملتا جو اپنے رنگ میں رنگ لے۔ ارادہ کر رہا ہوں کہ چند روز کے لئے خدمت والا میں حاضر ہو کر حضور کی توجہات سے مستفید ہوں۔

(**تحقیق**) آنعزیز کا خط آیا برخوردار ماشاء اللہ تعالیٰ آپ ایک مستقل باہمت آدمی ہیں پھر اسقدر بے صبر اور بے استقلالی یہی تو مواقع ہوتے ہیں عزم وہمت کے دیکھنے کے۔ یہاں آنیکو جو لکھا ہے میرے سر آنکھوں پر۔ کرم نماؤ فرود آکہ خانہ خانۂ تست۔ مگر یہ تو سمجھئے کہ جس غرض کیلئے ایسا خیال ہے وہ خود موقوف ہے مجاہدہ پر اور جو ناگواری آپکو پیش آرہی ہے یہ خود ایک بڑا مجاہدہ ہے، اگر آپ کو دوسرے رنگ کی طلب ہے تو اسکے لئے حالت موجودہ میں آپ خوب تیار ہو سکتے ہیں۔ پس برداشت کیجئے پھر موقع پر یہاں آیئے کہ تھوڑی توجہ میں کام بن جاویگا۔

(**حال**) دنکو اکثر اوقات لکھنے پڑھنے میں کیسقدر تعلیم میں صرف ہوتے ہیں روز بروز لوگوں کی توجہ بھی بندہ کی طرف دیکھی جاتی ہے دور دور کے لوگ بھی بندہ کے پاس کچھ دن قیام کرکے اذکار واشغال تعلیم پانیکے لئے امیدوار دیکھے جاتے ہیں اسوقت بھی خاص اسی غرض سے تین آدمی دور کے قصبہ میں رہنے والے ہیں دس دن تک رہکر رخصت ہونیکو کہتے ہیں یہ جب آئے تھے بندہ کے دل میں نہایت شرم آئی تھی اور دل سخت پریشان ہوا تھا کہ اپنا کام تو ناتمام اور حال زار ہے بندہ کے پاس سفر سے آنیکا بندہ قابل نہیں بخدا چونکہ بندہ مامور ہے اسکا اقبال کیا اور ملک میں جابجا دنیادار فقراء لوگوں کو ٹھگتے ہیں اسلیئے بھی رحم آتا ہے اگرچہ نقصان اپنے میں ہے پر بیراہی نہیں خاصکر قسم کے متوسلین سے مال کا بالکل لالچ نہیں کیا۔ اونکی خدمت بندہ پر نہایت بھاری ہے آئندہ بھی

تعلق رکھکر اپنا گذارہ کرنیکو دل زیادہ چاہتا ہے فقط توکل رکھنے سے - ائندہ حق تعالیٰ کو کیا منظور ہے وہی جانتا ہے حضور دعا اور باطنی توجہ سے بندۂ عاجز اور عاری کی تائید فرماتے رہیں تاکہ طالبین کے کام بنجایا کریں۔

(تحقیق) انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔

(حال) بندہ کے حق میں حضور نے یہ فرمایا تھا کہ تجکو دوام حضور حاصل ہے اسلئے بارہ تسبیح میں اللہ حاضری اللہ معی کہنے کی ضرورت نہیں فقط نفی واثبات وغیرہ کافی ہے ایطرح قصد السبیل میں سادہ اذکار مرقوم ہیں لہذا کبھی کبھی بندہ پڑھتا ہے۔

(تحقیق) مضائقہ نہیں۔

(حال) مگر حضور عالی کی تعلیم اور تعلیم الدین اور قصد السبیل میں کسی قدر اختلاف ہے۔

(تحقیق) ایسے امور میں توسع ہے۔

(حال) ابتک جسقدر لوگوں کو تعلیم دی گئی ہے فقط نفی واثبات کے درمیان درمیان پڑھنے کو کہا گیا تھا لیکن کسیقدر تردد تھا۔ اگرچہ ضروریات میں نہو لیکن حضور کی تعلیم سے ہے ایک مولوی صاحب نے دریافت کیا ہے شہر اکیاب سے کہ وہ اللہ حاضری الخ کس کس جگہ میں پڑھیں لہذا عرض ہے کہ وہ کیا صرف نفی واثبات میں پڑھا جاویگا۔

(تحقیق) منقول تو یوں ہی ہے۔

(حال) یاکہ اثبات مجرد دوضربی یک ضربی سب جگہ میں ورد رکھا جاوے۔

(تحقیق) اسکا بھی حرج نہیں۔

(حال) ایک شخص شہر اکیاب سے جوکہ بندہ سے ملاقات نہیں ہے کسی سے سنکر بندہ کے پاس قرض ادا ہونیکی دعا طلب کی ہے اسکے جواب میں بعض دعا ماثورہ لکھنے کا ارادہ ہے۔

(تحقیق) ہاں ہاں۔

چندہ ہلال احمر اور دار العلوم دیوبند

جسقدر چندہ دار العلوم کی کوشش سے جمع ہوا اسکی فہرست تین حصون مین تقسیم کردی گئی ہے

فہرست نمبر (الف)

چندہ ہلال احمر جو براہ راست دار العلوم دیوبند مین موصول ہوا اور ایک ایک ہزار پونڈ (پندرہ ہزار روپیہ) کی قسط پورا ہوتے ہی بتوسط نیشنل بینک آف انڈیا (بمبئی) وزیر اعظم سلطنت عثمانیہ (قسطنطنیہ) کیخدمت مین بذریعہ تار ارسال ہوتا رہا۔

معرفت حضرت مولینا محمود حسن صاحب مدرس دیوبند از ضلع بجنور	۱۴۲۹ /۳
چندہ مدرسین و طلباء دار العلوم جو جلسہ منعقدہ ۲۰ ذی الحجہ مین اور اس سے پیشتر وقتاً فوقتاً طلباء کے کپڑون وغیرہ کی فروخت سے وصول ہوا۔	۱۴۲۱ /۲
معرفت مولینا حبیب الرحمن صاحب مددگار مہتمم دیوبند	۲۶
یکم ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ ۱۲ نومبر سنہ ۱۹۱۲ء	
مولینا عبد السمیع صاحب مدرس مدرسہ ہذا	۵
منشی کرم کریم صاحب دیوبندی	[illegible]
مولوی حافظ محمد عیسیٰ صاحب سکروی	[illegible]
معرفت مولوی نبی حسن صاحب مدرس مدرسہ	۱۰ /[illegible]
معرفت منشی فتحیاب علی صاحب	۵ ر
معرفت مولوی محمد ادریس صاحب متعلم سکروڈہ	۹ ر
منشی احمد حسین صاحب دیوبندی ممبر میونسپل	۱۵
معرفت منشی صاحب موصوف	۴ ر
معرفت منشی صاحب موصوف	۴ [illegible]
معرفت مولوی عبد الرحمن صاحب متعلم دیوبند	۴ ر
معرفت شیخ الطاف احمد صاحب دیوبندی	۲ ر
مولوی کریم اللہ صاحب بنگالی متعلم دیوبند	۴ ر
منشی ظہیر حسین صاحب دیوبندی معرفت مولینا شبیر احمد صاحب	[illegible]

معرفت مولوی آل حسن صاحب دیوبندی	۱۰ ر
جناب قاری عبد الوحید خانصاحب مدرس دیوبند	۵ [illegible]
منشی منظور احمد صاحب مدرس ریاضی دار العلوم دیوبند	۴ [illegible]
منشی محمد احسان صاحب سہارنپوری مدرس ہائی اسکول مظفرنگر۔	[illegible]
معرفت مولوی سراج احمد صاحب نائب ناظم جمعیۃ الانصار	۵ /۶
مولوی جلال الدین صاحب پنجابی متعلم دیوبند	۸ ر
۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ ۱۳ نومبر سنہ ۱۹۱۲ء	
مولوی طفیل احمد صاحب شیرکوٹی متعلم دار العلوم دیوبند	[illegible]
منشی احمد حسن صاحب دیوبندی ازجانب منشی محمد عمر صاحب پٹواری۔	[illegible]
نامعلوم الاسم	۶ ر
مولوی حفظ الرشید صاحب مرادآبادی متعلم مدرسہ	۹ [illegible]
محمد عمر صاحب نورباف دیوبندی	۱ [illegible]
عبد المجید صاحب نورباف دیوبندی	۴ ر
مولوی عبد العلیم صاحب بردوانی معرفت حضرت مولینا محمود حسن صاحب سلمہ	۵
اہلیہ منشی انعام الحق صاحب کوٹلوی معرفت قاری محمد طیب صاحب دیوبندی	۴
مولوی نور محمد صاحب ملتانی	[illegible]
محمد منعم صاحب دیوبندی پسر محمد قاسم صاحب	[illegible]

مولوی ظہور الحق صاحب منجانب والدہ صاحبہ خود	۸ ر
مسماۃ نامعلوم الاسم معرفت مولینا عزیز الرحمن صاحب مفتی مدرسہ	۴ ر
اہلیہ منشی انعام الحق صاحب کوٹلوی معرفت قاری محمد طیب صاحب دیوبندی۔	۱ ر
دختر شیخ محمد حسین صاحب مرحوم دیوبندی	۸ ر
حافظ لیاقت علی صاحب دیوبندی	[illegible]
۳ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ ۱۴ نومبر سنہ ۱۹۱۲ء	
منشی انوار الحق صاحب محلہ بڑے بھائی دیوبند	[illegible]
اہلیہ مولوی احمد حسن صاحب دیوبند معرفت [illegible]	۸ ر
مولوی خواجہ عبد الحی صاحب معلم دینیات میرٹھ	۱۰ [illegible]
مفتی ناظم علی صاحب ضلعدار پنشن یافتہ دیوبند	[illegible]
حافظ محمد صاحب پنجابی	۶ [illegible]
مرسلہ عبد الحمید خانصاحب متعلم دار العلوم از اہالیان کرتپور بستی ضلع بجنور	۱ [illegible]
غیر محفوظ الاسم	[illegible]
شیخ محمد ناظم صاحب دیوبندی	[illegible]
سید انوار الحسن صاحب [illegible] ضلع مظفرنگر	۱۰۰ [illegible]
۴ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ ۱۵ نومبر سنہ ۱۹۱۲ء	
مسماۃ کبیرن معرفت مولوی سعید احمد صاحب	۵
حافظ لیاقت علی صاحب معرفت شریف احمد گنگوہی۔	[illegible]

حافظ محمد صاحب نابینا امام مسجد گوجرواڑہ — ۶/
مولوی نذیر حسین صاحب امروہی متعلم دیوبند — [illegible]
عنایت خانصاحب ساکن جلال آباد ضلع مظفر نگر — [illegible]
محمد یحیٰی صاحب ساکن املیا — ۴/
مسماۃ مریم معرفت مولوی سعید احمد صاحب دیوبندی — ۴/
امیر احمد صاحب دیوبندی معرفت مولوی جمال الدین صاحب بنگالی — ۳/
نادر بخش صاحب بساطی دیوبند معرفت مولوی
جمال الدین صاحب بنگالی — — ۱۲/
بہادر صاحب دیوبندی معرفت مولوی جمال الدین بنگالی — ۶/
بشیر احمد صاحب دیوبندی — ۴/
حاجی محمد رمضان صاحب معرفت حضرت مولانا مدظلہ — ۱۹ [illegible]

۵ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ ۱۶ نومبر سنہ ۱۹۱۲ء

مسماۃ نامعلوم الاسم معرفت مولوی فضل عظیم صاحب — ۲/
فیض الدین صاحب امام مسجد شاہ بلالی — ۳
مولوی عبد الرشید صاحب بیربھومی متعلم مدرسہ — [illegible]
مولوی اعزاز علی صاحب مدرس مدرسہ
دیوبند از شاہجہان پور — ۵۰
خطیبہ نامعلوم الاسم — ۲ [illegible] ۹

۶ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ ۱۷ نومبر سنہ ۱۹۱۲ء

مولوی نور احمد صاحب دیوبندی معرفت
مولوی گل محمد خان صاحب مدرس مدرسہ دیوبند — [illegible]
سوندھا موذن مسجد گدیواڑہ معرفت
مولوی گل محمد خان صاحب مدرس مدرسہ دیوبند — [illegible]
منشی اشفاق احمد صاحب دیوبندی معرفت
مولوی گل محمد خانصاحب موصوف — [illegible]
سید حسن صاحب نمبردار دیوبندی معرفت
مولوی گل محمد خانصاحب موصوف — [illegible]
رتھ بان ملازم حکیم محمد حسن صاحب معرفت
مولوی گل محمد خانصاحب موصوف — [illegible]
سعید احمد صاحب پسر امان الحق دیوبندی
معرفت مولوی صاحب موصوف — ۴/

مُنا سفید باف دیوبندی معرفت مولانا موصوف — ۴/
عوض سفید باف دیوبندی معرفت مولانا موصوف — ۱۰/
والدہ محمد دیوبندی معرفت مولوی مصطفےٰ
حسین و منظور حسین کاکوروی بذریعہ محمد ہاشم
صاحب ممبر — ۴/
شخص نامعلوم الاسم معرفت مولوی محبوب الٰہی
صاحب دیوبندی — ۸/
محمد قاسم صاحب پسر محمد ہاشم صاحب دیوبندی
معرفت مولوی محمد سعید صاحب دیوبندی — ۲/
غلام رسول صاحب ساکن بھلاس علاقہ دیوبند — ۲/

۷ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ ۱۸ نومبر سنہ ۱۹۱۲ء

مرسلہ مولوی محمود حسن نانوتوی متعلم دیوبند — ۱۹ [illegible]
منشی عنایت خانصاحب مدرس مدرسہ سرکاری دیوبند — ۵ [illegible]
حاجی محمد سعید صاحب مالک مطبع مجیدی کانپور — ۱۰۰/
مرسلہ قاضی محمد زکی صاحب رئیس کاندھلہ ضلع مظفر نگر
از اہالیان کاندھلہ موصولہ مولوی شبیر احمد صاحب
مدرس دار العلوم دیوبند۔ — ۳۱۵ [illegible]
حکیم مولوی جمیل الدین صاحب سفیر از لال حمر ازغازیپور — ۲۵ [illegible]
حافظ محمد عبد الحی صاحب دیوبندی سررشتہ دار
محبوب صاحب بہادر چھاؤنی آگرہ — [illegible]
روشن روغنگر دیوبندی — [illegible]
از مزدوران محکمہ تعمیرات دار العلوم دیوبند — ۸ [illegible]
مولوی عبد الرؤف صاحب ولایتی متعلم دیوبند — ۸/
بھورا ساکن سنولی ضلع کرنال — [illegible]

۸ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ ۱۹ نومبر سنہ ۱۹۱۲ء

اسمٰعیل خانصاحب پٹواری دیوبندی معرفت
حافظ لیاقت علی صاحب دیوبندی — [illegible]
معرفت مولوی حامد حسن صاحب و آل حسن صاحب
و محمد یحیٰی و منظور حسین صاحبان کاکوروی متعلمان
مدرسہ دیوبند از مسلمانان دیوبند — ۵۵ [illegible]
از مولانا حبیب الرحمن صاحب — ۶/

حافظ عبد المجید صاحب ہاپوڑی — [illegible]
مولوی سید محمد نبی صاحب شاہجہانپوری
ڈاکخانہ کھاتولی ضلع مظفر نگر — ۹۲ [illegible]
عطیہ مولانا عبد العلی صاحب مدرس اول مدرسہ
عبد الرب دہلی از جانب حضرت مولینا
محمد قاسم صاحب مرحوم — ۵ [illegible]
مولوی عبد الحق صاحب ممبر مدرسہ
از رتلام محلہ قاضی پورہ — ۵۱ [illegible]
محمد ابراہیم صاحب جالسٹہ ضلع مظفر نگر — [illegible]

۹ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ ۲۰ نومبر سنہ ۱۹۱۲ء — ۲۱۵ [illegible]

منشی حامد حسین صاحب دیوبندی — ۸/

۱۰ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ ۲۱ نومبر سنہ ۱۹۱۲ء

اہلیہ مولوی رشید احمد صاحب بلند شہری — ۸
آمدنی عیدگاہ بوقت نماز عید الاضحیٰ — ۲۴۰ [illegible]
منشی داؤد علی صاحب پٹواری — [illegible]
منشی کریم بخش صاحب پٹواری — [illegible]

۱۱ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ ۲۲ نومبر سنہ ۱۹۱۲ء

آمدنی قصبہ پور قاضی بذریعہ مولوی محمد یٰسین
صاحب و منشی منظور احمد صاحب مدرس دار العلوم
دیوبند معرفت عبد الرحمن خانصاحب — ۱۸ [illegible]
قیمت چرم قربانی از مدرسہ ۲۲ عدد بکری — ۲۱ [illegible]
معرفت منشی عبد الرحمن خانصاحب موصوف مذکور — [illegible]
معرفت چودہری حامد شاہ صاحب ساکن پور قاضی — [illegible]
معرفت منشی شاکر علی صاحب رئیس پور قاضی — [illegible]
معرفت احمد حسین صاحب از محلہ قصابان پور قاضی
و بابو نذیر حسین صاحب — ۵ [illegible]
از محلہ قصابان پور قاضی معرفت عبد الرحمن خانصاحب — ۱۳ [illegible]
آمدنی وعظ مولوی یٰسین صاحب مدرس مدرسہ
بمقام پور قاضی — ۱۳ [illegible]
معرفت قاضی نذیر احمد صاحب — [illegible]

معرفت حکیم شیخ احمد صاحب رئیس پور قاضی	[illegible]
عبد الغفور صاحب سہارنپوری	۴ر
مسماۃ چھوٹی تیلن پور قاضی	۲ر
منشی عبد الرحمن خان صاحب ساکن پور قاضی بمد زکوٰۃ	[illegible]
فیض علی خان صاحب و محمد اسمٰعیل خان صاحب زمینداران بہیڑہ علاقہ دیوبند	[illegible]
منشی عبد الرحمن خان صاحب ساکن پور قاضی قیمت چرم قربانی	[illegible]
منشی ناظر حسن صاحب دیوبندی معرفت حضرت مفتی صاحب۔	[illegible]
امام الدین صاحب قصاب دیوبندی بابتہ قیمت چرم قربانی	[illegible]
منشی کرم کریم صاحب برادر مولوی نبی حسن صاحب مدرس بمد زکوٰۃ	[illegible]
منشی ناظم علی صاحب ضلعدار پنشن یافتہ رئیس دیوبند قیمت چرم قربانی۔	[illegible]
حبیب اللہ صاحب روغنگر ساکن دیوبند قیمت چرم قربانی	[illegible]
منشی مسیح الدین صاحب دیوبندی قیمت چرم قربانی	[illegible]
منشی صاحب موصوف چندہ ہلال احمر	[illegible]
حافظ جنگو صاحب دیوبندی بیوپار قیمت چرم	[illegible]
شیخ محمد حسین صاحب دیوبندی محلہ دیوان قیمت چرم قربانی	[illegible]
نبی حسن صاحب ولد احمد حسن صاحب دیوبندی قیمت چرم قربانی	[illegible]
محمد قاسم صاحب دیوبندی	[illegible]
معرفت محمد منعم صاحب و ابو القاسم صاحب دیوبندی	[illegible]
معرفت منشی شیخ ضیاء الحق صاحب رئیس اجو پور علاقہ دیوبند	[illegible]
مسماۃ نامعلوم الاسم	۴ر
حسین بخش صاحب قوم باف دیوبندی قیمت چرم قربانی	[illegible]
حاجی صابر بخش صاحب ساکن دیوبند	[illegible]
کلو صاحب منیار ساکن دیوبند	[illegible]
رشید صاحب ساکن مانکی علاقہ دیوبند	۴ر
منشی فراغت علی صاحب مختار عدالت دیوبند	[illegible]
۱۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ ۲۳ نومبر سنہ ۱۲ء	
ڈاکٹر عظیم الدین صاحب دیوبندی قیمت چرم قربانی	[illegible]
ڈاکٹر صاحب موصوف چندہ ہلال احمر	[illegible]
منشی شیخ احمد صاحب تحصیلدار پنشن یافتہ	
و منشی نیاز احمد صاحب تحصیلدار پنشن یافتہ رئیس دیوبند قیمت چرم قربانی	[illegible]
منشی شیخ اشفاق احمد صاحب دیوبندی	[illegible]
رحمت اللہ صاحب دیوبندی قیمت چرم قربانی	[illegible]
چندہ متفرقہ معرفت جناب مولانا حبیب الرحمن صاحب مدیر القاسم۔	[illegible]
مفتی ناصر علی صاحب دیوبندی	[illegible]
منشی غلام رسول صاحب ساکن احمد پور بذریعہ منی آرڈر از مسماۃ مائی بیگم صاحبہ	[illegible]
منشی غلام رسول صاحب موصوف خود	[illegible]
از منشی کرم علی صاحب رئیس احمد پور	[illegible]
مولوی نور بخش صاحب و مولوی محمد عاقل صاحب و عبد الرحیم صاحب دیوبندی قیمت چرم قربانی	[illegible]
مرسلہ مولوی محمد یٰسین صاحب نگینوی از جونپور	[illegible]
معرفت مولوی محمود احمد صاحب نانوتوی متعلم	[illegible]
حکیم محمد ابراہیم صاحب جالندھر	[illegible]
عبد الحکیم صاحب از ساہن پور ضلع بجنور	[illegible]
مرسلہ حافظ بشیر الحق صاحب از جیت پور ضلع بھاگلپور۔	[illegible]
۱۳ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ ۲۴ نومبر سنہ ۱۲ء	
محمد عمر صاحب قصاب دیوبند	[illegible]
ٹکول معرفت زین احمد صاحب دیوبندی قیمت چرم قربانی	[illegible]
منشی رفیق احمد صاحب دیوبندی قیمت چرم قربانی	[illegible]
ولی محمد صاحب پٹواری نانگل	۲ر
نذیر حسن صاحب دیوبندی پٹواری سوہن چڑھ	۲ر
خادم چھولن والا دیوبند	[illegible]
محمد اسمٰعیل صاحب ٹھیکیدار دیوبندی قیمت چرم قربانی	۱۲ر
والدہ محمد حاذق صاحب سہارنپوری	[illegible]
سید انوار الحسن صاحب رئیس رتھیڑی	[illegible]
سید حسن صاحب نمبردار وغیرہ قیمت چرم قربانی	[illegible]
۱۴ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ ۲۵ نومبر سنہ ۱۲ء	
حاجی گھسیٹا صاحب و بخشش بزدیوبندی قیمت چرم قربانی	[illegible]
منشی محمد اسحاق صاحب و عظیم داد صاحب	[illegible]
نہال احمد صاحب زمیندار لبکری علاقہ دیوبند	[illegible]
منشی محمد یحییٰ صاحب مدرس مدرسہ	[illegible]
نہال احمد صاحب زمیندار دیوبندی	۸ر
از مولوی محمد یٰسین صاحب مدرس دار العلوم دیوبند	۱۲ر
گھسیٹا صاحب دیوبندی	[illegible]
امداد حسین خان صاحب دیوبندی معرفت حضرت مولانا مدظلہ۔	[illegible]
معرفت مولوی امیر احمد صاحب و ظریف احمد صاحب متعلمان دار العلوم دیوبند از موضع املیا قیمت چرم قربانی و چندہ	[illegible]
از منشی محمد یعقوب صاحب قیمت چرم قربانی	[illegible]
مولوی نظیر محمد خان صاحب آمدہہ ضلع سونار قیمت چرم قربانی	[illegible]
۱۵ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ ۲۶ نومبر سنہ ۱۲ء	
منشی احمد حسین صاحب نائب تحصیلدار دیوبند	[illegible]
نائب تحصیلدار صاحب دیوبند	۱۰ر
سعید احمد صاحب ولد شیخ عبد الوحید صاحب	[illegible]
منشی محمد یحییٰ صاحب مدرس سحر تحصیل خاموں ریاست بہاولپور۔	[illegible]
منشی صاحب موصوف	[illegible]

جمال الدین صاحب ولد محمد شرف الدین صاحب بغدادی گھاس منڈی دکان نمبر ۲۹ کراچی بندر	۱۴
نور افضال کراچی بذریعہ جمال الدین صاحب موصوف	۴
جمال الدین صاحب موصوف ۔	۵
مولوی عبد العزیز صاحب مہتمم و مولوی محی الدین صاحب مدرس مدرسہ نارنول ۔	۱۰
حافظ محمد یحییٰ صاحب سوداگر پارچہ کنول بازار دربھنگہ ۔	۲۷ / ۱۱
حافظ کریم بخش صاحب و حافظ عبد الحمید صاحب تاجر عطر جونپور ۔	۱۴
منشی انوار الحق صاحب دیوبندی ۔	۱۰
میاں کریم شاہ صاحب امام مسجد بھیری علاقہ دیوبند معرفت مولوی خدا بخش صاحب متعلم دار العلوم دیوبند ۔	[illegible]
معرفت مولوی خدا بخش صاحب موصوف از موضع بجی	۶
اہلیہ صاحبہ منشی شیخ احمد صاحب انسپکٹر دیوبندی	[illegible]
وقار الدین نبیرہ منشی رکن الدین صاحب مختار	[illegible]
منشی مظہر حسن صاحب دیوبندی	۴۵
اہلیہ منشی محمد قاسم صاحب تحصیلدار	۲
محمد طیب صاحب پسر منشی نظیر حسین صاحب دیوبندی	[illegible]
زوجہ صاحبہ منشی احمد حسن صاحب ممبر دیوبند	[illegible]
خلیفہ بشیر علی صاحب دیوبندی	[illegible]
اہلیہ صاحبہ منشی فراغت علی صاحب مختار دیوبند	[illegible]
پوتی منشی رکن الدین صاحب مختار دیوبند	۱۰
کلو بیگ صاحب ۔	۴
کلو علی و شادی و امیر الدین صاحبان ساکنان سوہال	۸۲
مولوی ظریف احمد صاحب دیوبندی متعلم دار العلوم دیوبند از موضع گناسین	۲
بابو محمد جلال الدین صاحب اوورسیر علاقہ دیوبند قیمت چرم قربانی	۶

بابو قاضی عبد الواحد صاحب و بابو کرم کریم صاحب قیمت چرم قربانی	۵
منشی عزیز الدین صاحب وغیرہ علاقہ دیوبند	[illegible]
منشی محمد ابراہیم صاحب پڑاوہ گر دیوبند	۴
منشی عبد الصبور صاحب علاقہ دیوبند	[illegible]
سید محمد و سید محمد تقی و سید محمد ذکی و سید محمد ہادی حسن صاحب و اہلیہ سید محمد قاسم صاحب مرحوم رؤسا خانجہانپور ضلع مظفر نگر ۔ قیمت چرم قربانی ۔	۴۲ / ۸
جمال الدین صاحب قصبہ بھلاودہ قیمت چرم	۶ / ۲
اہلیہ مولوی سید محمد نبی صاحب رئیس خانجہانپور	[illegible]
منشی نواب علی صاحب دیوبندی	[illegible]
منشی امیر الدین صاحب	[illegible]
۱۶ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ ۲۷ نومبر سنہ ۱۲ء	
مولوی غلام یحییٰ صاحب طالب سن حج ریاست بہاولپور	۲۰۰
مولوی محمد یحییٰ صاحب " "	۲۵
" " "	۲۹
منشی جعفر علی صاحب پیشکار کلکٹری مراد آباد	۱۵
مرسلہ مولوی محمد احمد صاحب اعظم گڈھی متعلم مدرسہ دیوبند	۳۵
حافظ محمد ایاز غلام اکبر و سید شجاعت علی صاحبان ساکنان نجیب آباد ضلع بجنور	۲۱۴
مولوی عبد العلیم صاحب ڈاکخانہ نڑا شام بازار ضلع بردوان موضع پنڈرا	۶۵
مولوی محمد احسن صاحب دیوبندی	۱۰
مرسلہ مولوی نبی حسن و مولوی احمد امین صاحبان مدرسین دار العلوم دیوبند	۱۶۰
مرسلہ مولوی محمد اسمعیل و رمضان الحق صاحبان متعلمان دار العلوم دیوبند	۲
مولوی خواجہ عبد الوحید صاحب ڈھاکوی متعلم	۵
عبد الکریم صاحب انبہٹہ ضلع سہارنپور قیمت چرم قربانی	۲۳

عبد الکریم صاحب موصوف چندہ ہلال احمر	۲۲
مرسلہ مولوی عبد الرحیم صاحب پشاوری متعلم	۱۹
موصولہ جناب مولانا مولوی حبیب الرحمن صاحب وغیرہ از شہر دیوبند ۔	۳۶
قادر بخش گنگوہی	۵
موصولہ جناب مولانا مولوی ناظر حسن صاحب و مولانا عبید اللہ صاحب	۱۳۰
مولا بخش حجام دیوبند	۲
۱۷ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ ۲۸ نومبر سنہ ۱۲ء	
منشی حبیب حسن صاحب دیوبندی	[illegible]
مولوی نذیر حسین صاحب لہردی متعلم دار العلوم دیوبند	۵
مولوی نور حسن شاہ صاحب متعلم دار العلوم آمدنی از قصبہ دیوبند معرفت جناب مہتمم صاحب	۳۹
حاجی گھسیٹا صاحب خشت پز دیوبند	۸
سید عبد القادر صاحب از کشمیر	۱۶
مولانا مولوی سید مظہر شاہ صاحب از ہندواڑہ کشمیر	۵
مرسلہ مولوی فیض احمد صاحب رئیس پھلت از مسلمانان پھلت	۱۹
منشی منظور احمد صاحب مدرس دار العلوم	۱۰
حافظ خلیل الرحمن صاحب پیشکار کلکٹری بجنور ۔	[illegible]
مرسلہ مولوی بشیر الحق صاحب متعلم دار العلوم از بھاگلپور ۔	۱۰۰
مولوی رمضان الحق صاحب متعلم دار العلوم دیوبند از محمدی ضلع کھیری	۶۵
منشی لطف الرحمن صاحب از منگل کوٹ موضع کانکوڑا ضلع بردوان	۴۱
منشی کریم الدین صاحب از بھاگلپور	۶۹
منشی محمد یاسین صاحب تحصیل سہسوان ضلع بدایوں	۳۰

منشی محمد اکبر علی صاحب سب اوور سیر اسلام آباد کشمیر ۱۵
جناب منشی کریم اللہ صاحب انسپکٹر ضلع ۱۵
مولوی محمد میاں صاحب ناظم دینیات
اسلامیہ اسکول اجمیر۔ ۲۰
مولوی امام محمد غزالی صاحب ضلع اٹک ۲
منشی نظیر احمد صاحب ٹرنجسٹر غازی آباد ۷۹ /۱۲
مولوی عبدالغنی صاحب کوہاٹی متعلم دارالعلوم
از موضع ٹیری ضلع کوہاٹ ۱۰
مولوی محمد عقیل صاحب رئیس کاندہلہ ۱۰۵

۱۸ ذی الحجہ ۳۰ھ ۲۹ نومبر ۱۲ء

رحیم بخش کاریگر دیوبند
منشی مرغوب احمد صاحب اجوپوری
مولوی سراج احمد صاحب نائب ناظم جمعیۃ الانصار ۳۰
از قصبہ دیوبند معرفت منشی محمد فائق صاحب
و منشی مظہر حسن صاحب ۲۵
قیمت چرم قربانی آمدہ قصبہ دیوبند و راجوپور ۳۲
مولوی محمد فاضل صاحب قاضی عزیز احمد
صاحبانِ سنڈاور ضلع بجنور۔ ۱۰
مولوی امام بخش صاحب مدرس مدرسہ
اسلامیہ بہاولپور۔ ۱۸ /۲
مولوی غلام الدین صاحب از فیض آباد ۱۲
مولوی نورالحسن صاحب ضلع جہلم ۳۴ /۱۰
مولوی محمد ابراہیم صاحب از آدمری ضلع آزاد باد ۲۰۰
موصولہ مولانا شبیر احمد صاحب
قاضی عبدالغفار صاحب ڈاکخانہ برا
شام بازار ضلع بردوان۔ ۶۵
ظفرالدین صاحب معرفت مولوی
عبدالعلیم صاحب ڈاکخانہ براشام بازار ضلع بردوان ۲۵
شیخ محمدی مولوی عبدالعلیم صاحب معرفت ۴
محمد عمر صاحب منڈل معرفت 〃 ۶

سید میاں صاحب ہاپوری دروازہ سوت ۲۰
مولوی شبیر احمد صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند ۲۰۰

۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ ۳۰ نومبر ۱۲ء

مولوی فضل عظیم صاحب دیوبندی قیمت
چرم قربانی۔ ۳ /۸
معرفت مولوی احمد امین صاحب و مولوی
نبی حسن صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند ۲۸ /۱۵
حافظ محمد تاجر صاحب دیوبندی ۶
مخدومی صاحب
مولوی محمود احمد صاحب نانوتوی متعلم دارالعلوم ۲۸
مولوی عبدالرزاق صاحب جانی پور ضلع دربھنگہ
عبداللہ صاحب ساکن بھلاس علاقہ دیوبند ۸
علیم الدین صاحب ساکن بھلاس
مولوی محمد میاں صاحب انصاری نائب ناظم دینیات
خدا بخش صاحب قصاب دیوبند

۲۰ ذی الحجہ ۳۰ھ یکم دسمبر ۱۲ء

معرفت حافظ عبدالرحمن صاحب مولوی سلیم احمد
صاحب بھوپالی متعلمان دارالعلوم دیوبند ۵۲۱ /۱۰
از قصبہ سیکری ضلع مظفر نگر
معرفت مولوی محمد اکرم صاحب حیدرآبادی
متعلم دارالعلوم دیوبند از موضع سوہری ۲
مولوی محمد فاضل صاحب قاضی عزیز احمد
صاحبان نجیب سلمانان قصبہ منڈاور ضلع بجنور ۱۰۰
عبدالغنی صاحب مدرس مدرسہ ضلع چاٹگام ۳۰
ابوالقاسم صاحب از موضع نوشیر ڈاکخانہ ظفر گنج
(ضلع کمرلہ)
معرفت حکیم عبدالعلیم صاحب ساکن ضلع بجنور ۱۳ /۱۲
سید محمد عبدالقدوس صاحب از گیا محلہ رفقہ
مولوی سراج الدین صاحب خریدار القاسم ۵
عبدالرحیم صاحب ساکن مانکی قصبہ دیوبند

شیخ فضل بخش صاحب موضع باندھرا
موڑا ضلع بردوان ڈاکخانہ تھان تلا ۱۰
قیمت چرم قربانی معہ، و چندہ سے
معرفت احمد رضا صاحب متعلم دارالعلوم
دیوبند از سیوہارہ ۹
مولوی محمد ذکریا صاحبان لدھیانہ برادر
مولوی محمد نعیم صاحب متعلم دارالعلوم دیوبند ۵

۲۱ ذی الحجہ ۳۰ھ ۲ دسمبر ۱۲ء

معرفت مولوی عبدالحمید خانصاحب متعلم
از بسی کوٹلہ۔ ۸۰
حاجی سونٹھے خانصاحب و مولوی عبداللہ
صاحب معرفت ملا عبدالعزیز صاحب ۱۵۰۰
از کرڑا ضلع انبالہ
از قصبہ جنیور ضلع بلندشہر معرفت مولوی
عبدالحفیظ صاحب متعلم دارالعلوم دیوبند ۴۲۰
داروغہ ظفر احمد صاحب ۴
مولوی محمد عمر صاحب کوالی ۸
میرجی نوازش علی صاحب ساکن پور قاضی ۱۷ /۱۰
عبدالکریم صاحب ساکن چھپری ضلع چاٹگام ۱۵
غلام یحییٰ صاحب از عیسیٰ خیل معرفت
محمد اعظم صاحب نمبردار ضلع میانوالی ۶۰
سید محمد منظور صاحب مدرس ہائی
اسکول بوان ضلع سیتاپور ۱۵
معرفت مولوی محمد رسول صاحب
مدرس دارالعلوم دیوبند از پوریتی ۲۵۰
صاحب گل و فضل نبی صاحب از
ضلع نوشیرہ ۲۴
مولوی عبدالرحمن صاحب موضع تری ضلع کوہاٹ ۱۰۰
میرزا احمد صاحب زمیندار 〃 ۱۳۴
سلطان محمد صاحب از گنجہ ضلع گجرات ۱۰

معرفت محمد اسمٰعیل صاحب متعلم دار العلوم دیوبند از نواکھالی۔ — ۵۰۰ ضما
عطاء اللہ صاحب از مل پور ڈاکخانہ نظام آباد۔ — ۱۰۰ مار
معرفت مولوی مشیت اللہ صاحب قاضی پاڑہ ضلع بجنور۔ — ۶۲۱ سمالعہ
محمد یعقوب صاحب مراد آباد متصل سرائے کچہ — ۱۰ عہ
معرفت مولوی عبد العلیم صاحب ضلع گیا — مار
〃 〃 〃 — ۲۶ مہ
معرفت قاضی عزیز الدین و قاضی مرغوب احمد صاحب از قصبہ جھنجھانہ ضلع مظفر نگر — ۲۳ عہ

۲۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ ۳ دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء

نذیر بیگ صاحب از کاندھلہ — ۱ لہ
معرفت مولوی عطاء محمد صاحب متعلم دار العلوم — ۳۳ ت
معرفت مولوی عبد القدوس صاحب لکھنوی متعلم دار العلوم دیوبند — ۱۷ مو
شیر محمد صاحب از موضع گھونگی ضلع بلند شہر — ۱۲ مہ
مولوی احسان اللہ خانصاحب دینلچوس صوبہ بہار — ہ
مولوی آل محمد صاحب متعلم دار العلوم — ۸ عبہ
معرفت مولوی محبوب الٰہی صاحب دیوبندی — ۸ مہ
محمد یوسف خانصاحب از سبی ضلع بلند شہر — ۱۶۲
معرفت حکیم اللہ صاحب متوطن چنڈ ہانہ
از مسلمانان چنڈ ہانہ معرفت 〃 — ۳۲۰ سا
منشی شاہ محمد خانصاحب رئیس بڑگاؤں 〃 — ۳۰ ت
منشی عبد الوحید خانصاحب رئیس معرفت 〃 — مہ

۲۳ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ ۴ دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء

میاں غلام محمد صاحب گدّی لی ضلع ڈیرہ غازیخان — ۱۱ لہ
مولوی غلام رسول صاحب 〃 — ۵ ۱۲
معرفت مولوی عبد العزیز خانصاحب مہتمم مدرسہ تارنول ریاست پٹیالہ — ۱۰ مار

قاری محمد ابراہیم صاحب ڈاکخانہ شاہ پور ضلع نواکھالی۔ — ۱۰۰ مار
چودہری غلام محی الدین خانصاحب رئیس دانپور — ۱۱۴ مات
مولوی محمد عبید اللہ صاحب ڈاکخانہ موہن پور ضلع پٹنہ — ۷ عہ
مولوی محمد صدیق صاحب سفیر جمعیۃ الانصار از جڑوڈہ ضلع مظفر نگر — ۷ مہ
ضامن صاحب موذن مسجد کلاں — عہ
غلام رسول صاحب امام مسجد — عہ
غلام رسول صاحب بمد زکوٰۃ — عہ
ننھے خانصاحب ساکن کلن ہیڑی علاقہ دیوبند قیمت چرم قربانی — ہ
نور بخش صاحب موضع جوگرام ڈاکخانہ گھیر گرام ضلع بردوان قیمت چرم قربانی — ۱۸ مہ
حافظ محمد عبد الرحمٰن صاحب سوداگر صدر بازار دہلی — ۶۰۰ سما
محمد احمد صاحب حاجی احمد صاحب بزازان دیوبند قیمت چرم۔ — ۴ عہ
مولوی محمد صاحب از موضع کڑا ضلع جالندھر — ۶۲ بعہ
مولوی ساجد اللہ صاحب ڈاکخانہ میر سرائے ضلع چاٹگام — ۸۰ ن
مولوی محمد صاحب از موضع کڑا ضلع جالندھر — ۶۳ مہ
شیخ محمد اسمٰعیل صاحب ڈاکخانہ براشام بازار ضلع بردوان — ۳۰ ن
سید محمد سلطان صاحب 〃 〃 — ہ
جناب احمد حسین صاحب 〃 〃 — ہ
شیخ محمد یوسف صاحب 〃 〃 — ۱۵ مہ
قاضی عبد الغفار صاحب بمد زکوٰۃ — ۳۰ مہ
حکیم سید مقبول حسن صاحب از ملک گنگورہ ڈاکخانہ جھالو ضلع بجنور — ۲۳ سب
حافظ رفیع الدین صاحب تاجر بازار چوک (مراد آباد) — ۱۰ مار

۲۴ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ ۵ دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء

حافظ رمضان صاحب دیوبندی قیمت چرم — ۲ سے
معرفت مولوی عماد الدین صاحب — ۹
مرسلہ مولوی عبد الرحمٰن خانصاحب انجمن اسلام مسلمانان خورجہ — ۲۵۰ امہا

۲۵ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ ۶ دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء

محمد رمضان صاحب ساکن روہانہ ضلع مظفر نگر — ہ

۲۶ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ ۷ دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء

مولوی محمد زکریا صاحب سوداگر بٹالوی — ۱۰۲ ما
معرفت مولوی محمد نعیم صاحب متعلم مدرسہ دیوبند
محمد شعیب صاحب متعلم دار العلوم دیوبند از کڑا ضلع گیا۔ — ۲۰۰ ۱۰
مولوی محمد صاحب از کراچی بندر — ہ ۲۵
〃 〃 〃 — مہ
خورشید محمد اسحٰق صاحب ڈاکخانہ نوگرد — ۲۵۰ امہ
موصولہ مولوی محمد ابراہیم صاحب و مولوی عبد الغفور صاحب از مسلمانان بہار — ۱۱۶ ما
مولوی عبد اللطیف صاحب — ۳۱ امہا
ماسٹر امیر علی صاحب قصبہ چھاور محلہ داگا ضلع سلہٹ۔ — ۴ ، ۳۱ لہ
مولوی نبی حسن صاحب مدرس دار العلوم بمد زکوٰۃ — ۳ سے

۲۷ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ ۸ دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء

دختر مولوی محمد یٰسین صاحب قیمت چرم — سم
معرفت مولوی محبوب علی صاحب دیوبندی — ۲۸ سعہ
سراج الدین صاحب رامو ضلع چاٹگام — ۴۹ لو
حکیم عبد الحکیم صاحب ساکن ساہن پور ضلع بجنور — ۱۴ لو
〃 — ہ
قاضی عنایت احمد صاحب شیر کوٹ 〃 — ۶ لے
حاجی عبد الرحمٰن خانصاحب ساکن برتلی ضلع بلند شہر۔ — ۱۰ عہ
محمد شفیع صاحب رئیس صدر انجمن اسلامیہ سیالکوٹ — ۲۵ عہ
سید سلام صاحب شہباز پور ڈاکخانہ گھوگھری — ۹ سے

مظہر اللہ صاحب نظام پوری ضلع چاٹگام	[illegible]
سفیر بلال احمد متعلم دار العلوم دیوبند	
قاضی عبد الغفار صاحب نظام پوری ضلع چاٹگام	[illegible]
حبیب الرحمن صاحب بذریعہ عبد الرحیم صاحب ؍؍	[illegible]
منشی عبد الجبار صاحب ؍؍	[illegible]
مولوی عبد الحق صاحب مشیر دار العلوم از ریاست	[illegible]
جمال الدین صاحب ولد شرف الدین بغدادی کراچی بندر	[illegible]
چودہری اللہ دیا خانصاحب نوربافِ دیوبند تنگل ساکن امیٹھ	[illegible]
مولوی محمد محمود شاہ صاحب از علاقہ حسن پور	۱۰۴ [illegible]

۲۸ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ ۹ دسمبر ۱۹۱۲ء

مشکور احمد صاحب دیوبندی ۔	[illegible]

۲۹ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ ۱۰ دسمبر ۱۹۱۲ء

مولوی معظم علی صاحب متعلم دار العلوم	[illegible]
معرفت مولوی عبد اللہ صاحب مولوی محمد صاحب ساکن موضع بلیا والی ۔	۱۴۵ [illegible]
معرفت مولوی بشیر الحق صاحب متعلم مدرسہ ہذا	[illegible]
مولوی محمد احمد صاحب از موضع جھنگ بھا	[illegible]
مولوی محمد اسحق صاحب بلیاوی ساکن کورا	[illegible]
شیخ ظفر احمد صاحب تاجر شام باز از ضلع دوران	[illegible]
مولوی اللہ بخش صاحب بہاول نگر ریاست بہاولپور ۔	[illegible]
مولوی محمد ابراہیم صاحب سلیم پورہ ضلع لدھیانہ	[illegible]
معرفت حافظ میاں احمد صاحب ساکن دہوک رمان ۔ ضلع میانوالی ۔	۱۹۰ [illegible]
شیخ محمد یوسف صاحب تاجر شام باز از ضلع دون	[illegible]
محمد عبد الرحمن خانصاحب پور قاضی ضلع مظفر نگر	[illegible]
میانجی برہان الدین صاحب شاملی	[illegible]

مولوی محمد ادریس صاحب کمرلائی متعلم	[illegible]
مولوی انوار الحق صاحب چانسہ ضلع مظفر نگر	۶۸ [illegible]
مولوی نور الحق و میاں قادر بخش صاحبان از بڈہانہ ضلع جہلم پنجاب	[illegible]
سلطان احمد صاحب گنجہ ضلع گجرات	[illegible]
مولوی سید صدیق حسن صاحب سفیر موصوف جمعیۃ الانصار ۔	[illegible]
حافظ محمد اسمعیل صاحب خلف میانجی برکت علی صاحب ضلع میرٹھ ۔	۲۱ [illegible]
قاضی یعقوب علی صاحب ساہن پور تحصیل نجیب آباد	[illegible]
مولوی محمد عمر الدین صاحب از ریاست جلال آباد ضلع فیروز پور	۶۲ [illegible]
حاجی برہان الدین صاحب و سید بشیر احمد صاحب	[illegible]
منشی ذاکر حسین صاحب ساکن کر یہ ضلع بستی	۳۶ [illegible]
مولوی نور محمد صاحب مدرس احمد پور ریاست بہاولپور	۹ [illegible]
منشی سلامت اللہ صاحب موضع اخلاص ڈاکخانہ موہن پور ۔	۲۰ [illegible]
قاری محمد ابراہیم صاحب دولت پور	[illegible]
محی الدین صاحب ساکن کوٹ ضلع اٹاوہ	۳۶ [illegible]
سید محمد عثمان صاحب از بہاولپور عزیزی ۔	[illegible]
شریف الدین صاحب ریاست اتروی ضلع بلند شہر	۱۲ [illegible]
محمد مشرف خان صاحب گورنمنٹ انسپکٹر ضلع بارہ بنکی	[illegible]
سید شاہ محمد حسن صاحب ساکن کھسنگری ضلع بیربھوم	۱۰۰ [illegible]
محمد قاسم صاحب موسیر ۔ گجرات	۲۰ [illegible]

یکم محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

معرفت مولوی احمد حسین صاحب متعلم دار العلوم	[illegible]
معرفت مولوی علی صغیر صاحب ؍؍ ؍؍	۴۰ [illegible]
معرفت مولانا سید محمد مرتضی حسن صاحب مدرس	۲۰۲ [illegible]

شیخ فیض الحسن صاحب دیوبند	[illegible]
رسولا ساکن سانپلہ علاقہ دیوبند	[illegible]
منشی حاجی افضال الرحیم صاحب پنشنر صفائی شہر میرٹھ ۔	۱۵ [illegible]
مولوی محمد عثمان گیاوی متعلم دار العلوم	۱۶ [illegible]
حافظ جلال الدین صاحب و مولوی محمد رفیق صاحب کوٹ موہن ضلع شاہپور	۱۳۰ [illegible]
سید شاہ شرف الدین احمد صاحب قادری اجہر شریف ضلع گیا ۔	[illegible]
منشی حامد حسن صاحب دیوبندی	۱۲ [illegible]
مولوی محمد یوسف صاحب مدرس مدرسہ رسہ گھرہ	[illegible]
عزیز محمد خانصاحب تاجر ڈیلدار سہری ناتی ضلع ڈیرہ غازیخان	۴ [illegible]
معرفت مولوی شہاب الدین صاحب سفیر جمعیۃ الانصار	[illegible]
معرفت مولوی محمد رمضان صاحب متعلم دار العلوم ۔ از ملتان ۔	[illegible]

۲ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

مولانا مولوی محمد سہول صاحب مدرس دار العلوم دیوبند ۔	۱۴۵۰ [illegible]
معرفت مولوی حکیم محمد یوسف صاحب بجنوری مقیم کھاتولی ۔	[illegible]
معرفت مولوی بشیر الحق متعلم دار العلوم	۲۲ [illegible]
معرفت حاجی احمد اللہ خانصاحب رئیس آنباپور ضلع مراد آباد	۲۰۲ [illegible]
نواب زادہ عبد اللطیف خان صاحب از بڑیتہ ضلع ہزارہ	۱۲۰ [illegible]
غلام محمد خانصاحب جہانگرہ ضلع پشاور	[illegible]
محمد یوسف صاحب موضع کوتانوی ضلع بلند شہر	[illegible]
مولوی عبد العزیز صاحب موضع ترنجانی ضلع سکھر سندھ ۔	۲۷ [illegible]

حاجی مولوی محمد صاحب طالب علم کراچی
معرفت مولوی محمود احمد صاحب متعلم دار العلوم
مولوی عبد اللہ صاحب متعلم دار العلوم از ڈیرہ غازیخان

۳ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ ۱۴۹۱

عبد الرحیم صاحب ساکن مانکی

۴ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

حاجی محمد جاوید علی صاحب میمن سنگھ
مولوی عبد الحلیم صاحب اسلام آبادی مدرسہ کیلاش بازار
عالیجناب مخدوم محمد پرمل حاجام صاحب رئیس الانوا ضلع حیدر آباد سندھ
سلطان احمد صاحب موضع گنجہ ضلع گجرات
شیخ کہیدو نوگرہ ضلع بستی۔
مولوی حکیم محمد یوسف صاحب بجنوری کماتولی
فصیح الدین صاحب بدایون
معرفت حکیم عبد الحکیم صاحب ساہن پور ضلع بجنور
معرفت مولوی عبد الرحیم صاحب ریواڑی
معرفت مولوی صدیق حسن صاحب سفیر جمعیۃ الانصار
حاجی عبد القادر صاحب رئیس بارہ بنکی۔
معرفت مولوی عبد الحمید خانصاحب و مولوی عزیز گل خان صاحب متعلمان دار العلوم از پشاور
معرفت قاضی ضیاء الدین صاحب متعلم دار العلوم

۵ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ ۲۷۵۸

معرفت مولوی رمضان صاحب متعلم دار العلوم
معرفت مولوی تاج محمود صاحب سندھی متعلم دار العلوم
معرفت مولوی محمد حسن صاحب سندھی متعلم دار العلوم
معرفت حکیم سید محمد اسحٰق صاحب کنٹھوری۔
معرفت عالیجناب مولانا انور شاہ صاحب مدرس دار العلوم از موضع سیانہ ضلع بلند شہر

۶ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

دوست محمد صاحب بیوپاری کوال ضلع مظفر نگر
معرفت محمد حامد حسن صاحب متعلم دار العلوم از ساپلہ ضلع مظفر نگر
مولوی حکیم محمد عثمان صاحب کوال ضلع مظفر نگر
معرفت مولوی اسد اللہ شاہ صاحب سندھی از علاقہ محمد صالح صاحب

۷ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

معرفت قاضی انوار الحق صاحب رئیس جلال آباد ضلع بجنور
معرفت مولوی شوکت علی صاحب رئیس نگینہ ضلع بجنور
غلام محمد خانصاحب جھنگ جہانگرو۔
مولوی سراج الدین احمد صاحب رامو ضلع چاٹگام
منشی فضل احمد صاحب رجسٹرار تحصیل صدر ہوشیارپور
معرفت حاجی امیر شاہ خانصاحب مینڈ ہو
عبد الرحیم صاحب تروٹی ڈاکخانہ کمتول ضلع دربھنگہ
غلام محمد صاحب مدرسہ کونلہ ریاست فاضل پور
محمد ضمیر الدین صاحب باٹھی ڈاکخانہ کرتھا ضلع گیا
مولوی سراج الدین احمد صاحب جچھری ضلع چاٹگام
مولوی تاج محمود صاحب موضع امروٹ ڈاکخانہ گڑھی ضلع سکھر سندھ
حاجی عبد الکریم صاحب و ممتاز علی صاحب سیانہ ضلع بلند شہر
مولوی عبد الحلیم صاحب موضع اہمول ضلع گیا
معرفت مولوی حافظ بشیر الحق صاحب متعلم دار العلوم
معرفت مولوی علی صغیر صاحب متعلم دار العلوم
مولوی عبد الحی صاحب میمن سنگھ۔

۸ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ ۳۳۷۹

احمد علی صاحب نمبردار بھلاس
حاجی امیر الدین صاحب بھلاس
معرفت مولوی عبد الحمید خانصاحب پشاوری متعلم دار العلوم دیوبند۔
جوڑی شاہ فقیر دیوبند

۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

مولوی سید محمد عطاء الٰہی صاحب باجہی ولایتی ضلع لدھیانہ
معرفت مولوی محمد احمد صاحب متعلم دار العلوم دیوبند
مولوی عبد الغنی صاحب ٹیڑی ضلع کوہاٹ
عبد الحمید صاحب سنسور ضلع بجنور
اللہ بخش صاحب بہاول نگر ریاست بہاولپور
مولوی فضل الدین صاحب مدرسہ قدوسیہ مانڑہ ضلع اٹک

حافظ محمد ایاز صاحب منشی غلام اکبر صاحب نجیب آباد ضلع بجنور۔
مولوی سراج الدین صاحب جچھری رامو ضلع چاٹگام
حکیم احمد یار خانصاحب و عبد الشکور خان صاحب و شفیع اللہ خانصاحب جلالپور ضلع بلند شہر
مولوی مغفور علی صاحب پیش امام جامع مسجد تہٹور ضلع بجنور۔
مولوی رحمت اللہ صاحب مدرسہ اسلامیہ تہٹور ضلع بجنور۔
مولوی عبد الوہاب صاحب مدرسہ امدادیہ دربھنگہ۔
مولوی غلام یحییٰ صاحب متعلم دار العلوم
مولوی سید سلیمان صاحب کشمیری
معرفت عالیجناب مولانا انور شاہ صاحب

۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

منشی محمد اسحٰق صاحب دیوبند

۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

مولوی معظم علی صاحب متعلم دار العلوم
مولوی عبد الحمید صاحب کمرلائی ڈاکخانہ بیسہ بازار ضلع ٹیرہ
مولوی عبد الرحیم صاحب ریواڑی محلہ تیج پورہ
عبد الرحیم صاحب بزاز ضلع رائے بریلی قیمت چرم
ولی محمد منہیار دیوبند
سعید الدین معرفت ولی محمد منہیار دیوبند
۹۲

میزان از یکم تا ۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

میزان کل از ابتداء ذی الحجہ تا ۱۱ محرم ۱۳۳۱ھ

(باقی آئندہ)

دارالعلوم کی پانچویں قسط ہلال احمر کی رسید بذریعہ تار

باب عالی سے وزیر اعظم مارشل محمود شوکت پاشا نے جناب مہتمم صاحب دارالعلوم کو گیارہ سو (۱۱۰۰) (غالباً ترکی) پونڈ پہنچنے کی اطلاع بذریعہ تار دی۔ یہ تار ۲۸ جنوری ۴ بجکے ۱۰ منٹ پر روانہ ہوکر ۲۹ جنوری ۱۹۱۳ء کے ۷ بجے ۳۵ منٹ پر موصول ہوا۔

قرآن شریف جلی قلم مترجم
نقل منشی ممتاز علی صاحب رح

دفتر القاسم میں یہ قرآن شریف مطبوعہ مطبع ہاشمی میرٹھ فروخت کیلئے موجود ہے جسکا طول ۱۴ انچہ عرض ۱۱ انچہ ہے سفید بادامی کاغذ پر طبع ہوا ہے متن میں ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رح کا ہے حاشیہ پر فوائد اور شان نزول حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رح درج ہیں صحت اہتمام سے کیگئی ہے اور تحریر میں یہ کمال دکھایا گیا ہے کہ ہر سورۃ کے اوّل میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نئے طرز سے لکھی گئی ہے جسکی خوبی معائنہ سے ہی معلوم ہو سکتی ہے ان تمام خوبیوں پر ہدیہ صرف چار روپیہ ہے محصولڈاک بذمہ خریدار +

انوار احمدیہ

حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک گجراتی عالم نے بہت سے اعتراضات کر کے اپنی عاقبت سنواری تھی۔ اس کتاب میں اُسکا کامل رد کیا گیا ہے ہدیہ مجددیہ۔ حضرت ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کے مغلق و دشوار مقامات کی توضیح فرما کر اُن اعتراضات کو دفع کر دیا ہے جو بظاہر وارد ہوتے تھے۔ الکلام المنجی گجراتی عالم کی فرمایش سے سید احمد صاحب برزنجی نے جو حضرت شیخ ممدوح رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراضات کئے تھے اُن کی نہایت محققانہ تردید ہے۔ یہ تینوں کتابیں نہایت فصیح فارسی زبان میں مولانا وکیل احمد صاحب سکندر پوری نے نہایت محققانہ طرز پر تالیف و رحالات و کلمات مشائخ صوفیہ و حضرات کابر اور اشغال اہل حال اور مضامین دقیقہ عالیہ کے جواہرات کا بیش بہا خزانہ جمع کر دیا ہے تینوں رسالے یکجا طبع ہوئے ہیں اور مجموعی صفحات کی تعداد ۴۴۵ ہے۔ اصلی قیمت اسکی ۸؎ ہے اور بالفعل ۴؎ کو دیجا سکتی ہے۔ تعداد کثیر کے خریداروں کیلئے رعایت ممکن ہے یہ کتاب مؤلف مرحوم کی طرف سے مدرسہ عالیہ دیوبند میں دی گئی ہے

المشتہر سعید احمد دفتر القاسم دیوبند

بعدالت جناب صاحب ڈسٹرکٹ جج بہادر سہارنپور

باجلاس مسٹر ڈبلو ڈی برکٹ صاحب آئی سی ایس جج

ججی سہارنپور

انسالونٹی ۲۷ سنہ ۱۹۱۲ء

ممتاز احمد سائل

بمقابلہ درخواست انسالونٹی ممتاز احمد ولد نور احمد ذات شیخ ساکن گنگوہ تحصیل نکوڑ سائل جو کہ ممتاز احمد سائل نے عدالت ہذا میں درخواست واسطے قرار دیے جانے دیوالیہ بتاریخ ۲۸ اگست سنہ ۱۹۱۲ء پیش کی ہے اور عدالت ہذا میں واسطہ سماعت درخواست مذکور و اظہار قرضدار ۲۳ نومبر سنہ ۱۹۱۲ء مقرر ہوئی ہے لہذا بذریعہ نوٹس ہذا اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر کسی شخص کو کوئی عذر نسبت درخواست مذکور کرنا ہے تو بتاریخ مذکور بوقت ۱۰ بجے دن کے عدالت ہذا میں پیش کرے۔

آج واقع بتاریخ ۵ نومبر سنہ ۱۹۱۲ء ہمارے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

بحکم عدالت

محمد امداللہ

فہرست چندہ دار الحدیث دیوبند

۱	بقیہ حضرات خورجہ معرفت جناب مولانا مولوی عماد الدین صاحب تفصیل وار فہرست روداد مدرسہ اسلامیہ دیوبند میں شائع ہوگی۔	للعه ۱۲
۲	منشی سید احمد علی صاحب تحصیلدار ریاست ٹرہ علاقہ سرونج	۵ر
۳	مولوی عبد اللہ صاحب جالندری منجانب بیگم صاحبہ	۲۵ ر
۴	یکے سماۃ از میرٹھ معرفت مولوی عاشق الٰہی صاحب	۵ر
۵	" " "	۴ر
۶	منشی تجمل حسین صاحب رجسٹرار قانونگو تحصیل ہردوئی	عہ ر
۷	منشی محمد ابراہیم صاحب عرف ببن از دہلی صدر بازار محلہ شیش محل علاقہ سبزی منڈی	۵ر
۸	داؤد خانصاحب ساکن بسی کوٹلہ ضلع بجنور نقد چوڑیان نقرہ ۱۲ عدد ۱۰ تولہ	۲ ر
۹	عالیجناب حاجی اللہ بخش صاحب و محمد جان صاحب تاجران کلکتہ کو لوٹولہ ۸۰	۱۰۰۰ ر الف ر
۱۰	عطیہ حافظ عبد المجید صاحب ساکن جونپور بلوا گھاٹ تفصیل یہ ہے:- از جانب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	۲۵ ر
	از جانب خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین	۵ر
	از جانب حضرت شاہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ	عہ ر
	از جانب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی	" عہ
	از جانب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی	" عہ
	از جانب حضرت مولانا میر احمد حسن صاحب امروہی	" عہ
	از جانب حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدفیوضہم	عہ
	از جانب والد صاحب حافظ عبد المجید صاحب	۴ر
	از جانب والدہ و اہلیہ و دختر و خود	للعه
	از جانب جمیع اشتیاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم	۵ر
۱۱	معرفت جناب منشی محمد ابراہیم صاحب رئیس اترولی تفصیل اسکی روداد مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند میں درج ہوگی۔	۵ر لعه
۱۲	معرفت مولوی شبیر علی نگینوی۔ اسکی تفصیل روداد مدرسہ اسلامیہ دیوبند میں درج ہوگی۔	۵ر
۱۳	منشی سید محمد احسن شاہ صاحب از بکہریاں ضلع کانپور	۴ للعه ر
۱۴	عطیہ جناب منشی ممتاز علیخانصاحب رئیس کلانور ضلع رہتک۔	۵ر
	منجانب حضرت مولانا رشید احمد صاحب رح	عہ ر
	منجانب والدہ صاحبہ مرحومہ منشی ممتاز علیخانصاحب	عہ ر
	منجانب خورشید امین صاحبہ "	عہ ر
	منجانب تائی صاحبہ "	عہ ر
۱۵	معرفت مولوی عبد الرحمن صاحب از بیڑ بذریعہ منی آڈر (تفصیل روداد مدرسہ اسلامیہ ۱۳۲۸ھ میں ہوگی۔)	۱۵ ر
۱۶	مولوی معظم علیصاحب پانچلی بذریعہ منی آڈر (تفصیل اسکی روداد سالانہ میں درج ہوگی)	۴ للعه ۱۲
۱۷	مولوی قاری محمد طیب صاحب خلف الرشید جناب مولانا مولوی حافظ محمد احمد صاحب مہتمم مدرسہ	۲ عہ ر
۱۸	معرفت حافظ محمد حسین صاحب امام جامع مسجد قصبہ انچولی ضلع میرٹھ عطیہ زوجہ بیگم مرحومہ و دختر و نواسی خود حافظ صاحب موصوف	
	منجانب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	۳ ر
۱۹	منشی محمد ہاشم صاحب از رسڑا ضلع بلیا	۵ر
۲۰	مولوی عزیز الرحمن صاحب مفتی مدرسہ ہذا	۲ عہ ر
۲۱	مولوی محمد خلیل صاحب ساکن انبہیٹہ ضلع سہارنپور	۲ عہ ر ۹

نمبر	نام	رقم
۲۲	جناب محمد اسمعیل دادا بھائی صاحب ۶۹ کیننگ اسٹریٹ کلکتہ	۱۰ عہ/
۲۳	محمد فضل حق صاحب پسر شمشیر خانصاحب ساکن سہارنپور محلہ کھجور تلہ	۳ ے/
۲۴	منشی رفیق احمد صاحب انبے شاہجہانی پور	عـــہ/
۲۵	منشی حافظ عبد الغنی صاحب نائب سررشتہ دار از بہڑائچ	عـــہ/
۲۶	منجانب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عطیہ بی بی سکینہ خاتون صاحبہ محمود پوری	عـہ/
۲۷	منجانب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عطیہ شخصے از جھجھری ضلع چاٹگام	عـہ/
۲۸	منجانب حضرت رسول مقبول اللہ علیہ وسلم عطیہ حاجی محمود علی صاحب مجسٹریٹ ضلع جنوب بھوپال	عـہ
۲۹	والدہ صاحبہ جناب شیخ محمد یعقوب صاحب و محمد یسین صاحب سوداگران چرم صدر بازار دہلی پٹریاں طلائی دو عدد وزنی ۲۷ روپیہ بھر	
۳۰	والدہ صاحبہ حکیم الدین صاحب سوداگر بڑوت	عـــہ/
۳۱	حکیم الدین صاحب سوداگر بڑوت ضلع میرٹھ	عـــہ/
۳۲	علیم الدین صاحب و غیاث الدین صاحب از بڑوت	۸/
۳۳	فیاض الدین صاحب و میمونہ بیگم صاحبہ	۸/
۳۴	جناب سید نصیر الدین صاحب مجسٹریٹ سرونج	۲ للعہ/

نمبر	نام	رقم
۳۵	معرفت مولوی عبد الحمید خان طالب علم مدرسہ مفصلہ ذیل	۹ لعہ/ ۸
	مولوی محمد یسین صاحب ساکن بسی کوٹلہ ضلع بجنور	عہ/
	حاجی محمد نبی خانصاحب 〃	عہ/
	حافظ محمد اصالت علیخانصاحب 〃	عـہ
	حکیم محمد داؤد خانصاحب 〃	عہ/
	حکیم عبد النعیم خانصاحب 〃	۸/
	حاجی احمد حسن خاں صاحب 〃	عہ/
	محمد حسن خانصاحب 〃	عہ/
	عبد الحکیم خان و دوست محمد خانصاحب 〃	عـہ/
۳۶	مرزا رحمت بیگ صاحب ساکن سرونج	عہ/
۳۷	سید مقبول احمد صاحب و سید رشید احمد صاحب الہ آبادی	۲۵ عـــہ
۳۸	منشی ظہور الحسن صاحب جھنجھانوی سکرٹری یونیورسلٹی اترولی ضلع علیگڈھ۔	۲ للعہ/
۳۹	معرفت مولوی صدیق حسن صاحب سفیر جمعیۃ الانصار	عہ ۱۲/
۴۰	منشی محمد حسین صاحب خلف الصدق جناب منشی عبد الرحمن صاحب مرحوم ٹھیکہ دار لاہور موچی دروازہ	۲۵ عـــہ/
۴۱	شیخ الٰہی بخش صاحب ولد غلام علی صاحب ساکن موضع سونہا ضلع گیا مفصلہ ذیل :- منجانب شیخ الٰہی صاحب ۔ منجانب والد صاحب الٰہی بخش صاحب منجانب اہلیہ مرحومہ ایضاً ۔ منجانب مادر کلاں 〃 منجانب ہمشیر صاحب ایضاً منجانب جد امجد وغیرہ	عـہ ۸/
۴۲	معرفت محمد سلام صاحب ساکن جبوبی ضلع مظفر نگر	عـہ/

علامہ شبلی اور امداد مجروحین ترکی کیلئے فتویٰ

علامہ موصوف نے جو فتویٰ دیا تھا کہ مجروحین ترکوں کی اعانت میں قربانی کی قیمت بھی ادا کرنی جائز ہے

اسکا رد پہلے بھی شائع ہوچکا ہی مولوی حافظ ظہور احمد صاحب دربھنگوی مدرس مدرسہ ہوگلی نے اس بارہ میں رسالہ التصحیح مفصل لکھا ہی جس میں علامہ موصوف کے خیال کی پوری تشریح کے ساتھ رد فرمایا ہی اُس رسالہ کا مطالعہ اس مسئلہ کی تشریح کیلئے مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب کو اس احقاق حق کی جزائے خیر عنایت فرمائے۔ ہاں گوشت اور کھال قربانی کی قیمت کا صدقہ کرنا حنفیہ کے نزدیک مستحب نہیں بلکہ واجب ہے۔ خواہشمند مصنف ممدوح سے طلب فرمائیں ۔

بندہ مرتضیٰ حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ اسلامیہ عربیہ دیوبند

رسالہ موصوف کی قیمت معہ ڈیڑھ آنہ (۱؎) ہے ۔

(رجسٹرڈ نمبر اے ۵۲۳)

القاسم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

قیمت سالانہ مع محصول [illegible]

علمی - مذہبی - اخلاقی - تمدنی - تاریخی - ماہوار رسالہ

نمبر ۷ بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۳۱ھ جلد ۳

خاکسار حبیب الرحمن مدیر رسالہ

نے

مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند سے شائع کیا

اور

مطبع قاسمی واقع احاطہ مدرسہ اسلامی عربی دیوبند میں اپنے اہتمام سے طبع کیا

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۳۱ھ

مطابق ماہ فروری ۱۹۱۳ء

جو حضرت مولانا مولوی خلیل احمد صاحب و حضرت مولانا مولوی اشرف علی صاحب

اور

دیگر مقدس و مقتدر علما کی سرپرستی میں

شائع ہوتا ہے

اطلاع ضروری برائے خریداران القاسم

حضرات ذیل کا سال صفر المظفر ۱۳۳۱ھ پر ختم ہوگیا۔ لہذا یا تو سال آیندہ کی قیمت بذریعہ منی آڈر روانہ فرماکر کارکنان دفتر کو مشکور فرماوین۔ ورنہ ربیع الاول کا رسالہ بذریعہ ویلیو روانہ کیا جائیگا ایسے حضرات کی خریداری کے نمبر درج کردیے گئے ہیں لہذا اپنے اپنے نمبر ملاحظہ فرمالین یہ خیال رہے کہ ۵۲۳ خریداری کا نمبر نہیں ہے

۴۷۱ و ۷۸۹ و ۷۹۸ و ۹۴۶ و ۹۷۲ و ۱۲۴۸ و ۱۲۵۴ و ۱۲۵۵ و ۱۲۵۷ و ۱۲۵۸ و ۱۲۵۹ و
۱۲۶۱ و ۱۲۶۴ و ۱۲۶۸ و ۱۲۷۳ و ۱۲۷۸ و ۱۲۸۲ و ۱۲۸۶ و ۱۲۹۰ و ۱۲۹۱ و ۱۲۹۲ و ۱۲۹۶
۱۲۹۸ و ۱۲۹۹ و ۱۳۰۱ و ۱۳۰۲ و ۱۳۰۵ و ۱۳۰۶ و ۱۳۰۸ و ۱۳۰۹ و ۱۳۱۳ و ۱۳۱۵ و ۱۳۱۶ و
۱۳۱۷ و ۱۳۱۹ اور اگر کسی صاحب کو آیندہ خریداری منظور نہو تو دفتر میں ایک کارڈ کے ذریعہ سے مطلع فرمائیں تاکہ وی پی واپس آکر سے دفتر کا نقصان نہو۔

المشتہر سعید احمد دفتر القاسم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم

مطبوعہ مطبع قاسمی دیوبند

کتاب مذکور کے صفحہ ۱ے پر حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی مصنف کتاب مذکور نے بعض احادیث کی نسبت تحریر فرمایا تھا کہ یہ حدیثیں اسوقت تک نہیں ملیں - اس پر حضرت مولانا کے ایک مخلص دوست مولوی عبدالرحمن صاحب صدیقی حنفی چرکھاروی نے اُن احادیث کا پتہ نکالکر ایک عریضہ کے ساتھ مولانا کی خدمت میں بھیجدیا کتاب مذکور کے دوبارہ طبع ہونے تک خلاصہ خط کو معہ منہیہ کے القاسم میں طبع کردینا مناسب معلوم ہوا -

مولوی عبدالرحمن صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"اخبار وطن لاہور میں اشتہار کتاب نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب پڑھکر چند جلدین کتاب موصوف کی اپنے اور احباب کیلئے طلب کی گئیں صفحہ ۱ے کے حاشیہ پر جو چند احادیث کے متعلق حضور نے تحریر فرمایا ہے کہ اسوقت تک یہ حدیثیں نہیں ملیں - سو یہ احقر اُن کو کتب احادیث وغیرہ سے استخراج کرکے بدیں غرض ارسال خدمت شریف کرتا ہے کہ دوسری اشاعت میں یہ احادیث داخل کتاب فرمادی جاویں - اور فی الحال آگاہی ناظرین نشر الطیب کیلئے رسالہ القاسم دیوبند میں شائع فرمادیا جاوے اور وہ نمبر القاسم احقر کے پاس بھی روانہ فرمادیا جاوے -

منہیہ نشر الطیب فی ذکر الحبیب صفحہ ۱ے

لہ اور تین قصہ روایت معراج میں اور آئے ہیں ایک یہ کہ آپ نے ایک قوم کو دیکھا کہ تانبے کے ناخنوں سے اپنے مُنہ کو نوچتے ہیں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ غیبت کرنیوالے ہیں - دوسرے یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معرفت آپکے اُمت کو سلام فرماکر بھیجا تیسرے یہ کہ ملائکہ نے عرض کیا کہ اپنی اُمت کو پچھنے لگانیکا معالجہ کیلئے مشورہ دیجئے - اس وقت مجکو یہ حدیثیں نہیں ملیں جسکو ملجاویں حاشیہ پر ملحق کردیں ۱۲ منہ

احقر عرض کرتا ہے۔ حدیث اوّل اخرج احمد وابوداود من طریق عبدالرحمن بن جبیر عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما عرج بی مررت بقوم لہم اظفار من نحاس یخمشون وجوہہم وصدورہم فقلت من ہولاء یاجبرئیل قال ہولاء الذین یاکلون لحوم الناس ویقعون فی اعراضہم (حجۃ اللہ علی العلمین فی معجزات سید المرسلین صفحہ ۳۴۸ وکتاب الدر المنثور فی تفسیر القرآن بالماثور صفحہ ۱۵ مطبوعہ مصر جلد رابع)

حدیث دوم اخرج الترمذی وحسنہ وابن مردویۃ من طریق عبدالرحمن عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقیت ابراہیم لیلۃ اسری بی فقال یا محمد اقرئ امتک منی السلام واخبرہم بان الجنۃ طیبۃ التربۃ عذبۃ الماء وانہا قیعان وان غراسہا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ (حجۃ اللہ علی العلمین فی معجزات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۳۵۵)۔

اخرج الترمذی وحسنہ والطبرانی وابن مردویۃ عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ علیہ وسلم لقیت ابراہیم الحدیث (الدر المنثور فی تفسیر القرآن الکریم بالماثور صفحہ ۱۵۳ جلد رابع مطبوعہ مصر)۔

وعن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقیت ابراہیم الحدیث رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث حسن غریب اسنادا (مشکوۃ المصابیح مطبوعہ مجتبائی دہلی صفحہ ۲۰۲ باب ثواب التسبیح والتحمید والتکبیر والتہلیل)۔

حدیث سوم اخرج ابن مردویۃ عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامررت علی ملاء من الملئکۃ لیلۃ اسری بی الا قالوا امر امتک بالحجامۃ واخرج مثلہ احمد والحاکم وصححہ وابن مردویۃ عن حدیث ابن عباس (کتاب حجۃ اللہ علی العلمین فی معجزات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۱۵۴ واخرج ابن ماجۃ ابن مردویۃ عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامررت لیلۃ اسری بی بملاء من الملائکۃ الا قالوا لی یا محمد مر امتک بالحجامۃ واخرج احمد وابن ماجۃ والحاکم وصححہ وابن مردویۃ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامررت بملاء من الملائکۃ لیلۃ اسری بی الا قالوا علیک بالحجامۃ وفی لفظ مر امتک بالحجامۃ الدار المنثور فی التفسیر بالماثور جلد رابع صفحہ ۱۵۴+۱۵۵ وعن ابن مسعود قال حدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لیلۃ اسری بہ انہ لم یمر علی ملاء من الملئکۃ الا امروہ مر امتک بالحجامۃ رواہ الترمذی وابن ماجۃ وقال الترمذی ہذا حدیث حسن غریب مشکوۃ المصابیح کتاب الطب والرقی ص ۳۸۹ ۱۲

محمد عبدالرحمن عفی عنہ صدیقی حنفی چرکھاروی

تربیت السالک و تنجیت الہالک

نمبر ۵

(حال) مگر بندہ نے جب حضور عالی سے طلب کیا تھا یا وھاب ۱۴۱۴ دفعہ بعد عشا کے ورد رکھنے کو ارشاد ہوا تھا اگر کسی حاجتمند کو وہی تعلیم کیجاوے اس سے اسکو نفع ہوگا یا نہیں۔

(تحقیق) ہاں انشاء اللہ تعالیٰ۔

(حال) چونکہ غیر کو تعلیم کرنیکی اجازت نہ تھی ابکے اُس شخص کے پاس نہ لکھونگا۔

(تحقیق) سب اجازت ہے۔

(حال) بندہ آج قیام گاہ چھوڑکر دوسری ایک جگہ میں لوگوں کے تقاضے سے آیا ہے دریائی سفر اختیار کرکے یہاں پہونچا ہے طبیعت نہایت پریشان اپنے وظائف میں خلل پڑتا ہے۔ کھانے پینے میں بد انتظامی۔ کھانا بے وقت۔ سونا میسر نہیں طلبہ کے سبق میں فتور پھر ہر قسم کے لوگوں کا سامنا وغیرہ وغیرہ۔ آج جی برا ہوگیا۔ اور کچھ ضروری عرض کرنا تھا طبیعت کے انتشار نے عرض کرنے نہیں دیا۔ فرصت بھی کم۔ ڈاکخانہ کی تکلیف زیادہ مصیبت بھگتنی ہوئی۔ تین شخص جو کہ دور سے آئے ہیں وہ بھی ساتھ آئے ہیں اُنکو چھوڑ آنے سے وہ بیقرار ہوتے ہیں ساتھ لانے سے داعی پر بوجھ ہوتا ہے۔ حضور عالی کی عادت کے خلاف اختیار کرنے میں روح پر اضطراب ہوتا ہے۔ اس قسم کے مصائب میں بندہ گرفتار ہے۔

(تحقیق) یہ مصائب نہیں ؎ برندا زبرائے دلے بارہا * خورندا زبرائے گلے خارہا۔

(حال) میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ ایک تالاب میں وضو کررہے ہیں اور میں ایک مسجد میں بیٹھکر آپ کا انتظار کررہا ہوں ذرا دیر کے بعد میں نے بھی اُس تالاب میں جاکر وضو کیا۔

(تحقیق) اعمال صالحہ میں اتباع میسر ہوگا۔

(حال) میں نے خواب میں دیکھا کہ مجکو لوگ منع کررہے ہیں کہ اس راستہ سے مت جاؤ

اس میں شیر بیٹھا ہے اتنے میں مجھے خوف معلوم ہوا جلدی کرکے ایک درخت پر چڑھ گیا۔
(تحقیق) نفس وشیطان سے حفاظت رہیگی۔

(حال) اس ناکارہ نے تھوڑے دنوں سے حضور کی توجہات سے بتوفیق خداوندی تہجد پڑھنا شروع کیا ہی مگر صبح کو جلدی میں کچہری جانے کے سبب دعاء حزب البحر دلائل الخیرات دعاء معنی مناجات مقبول اور قرآن مجید بھی قبل نماز فجر پڑھا کرتا ہوں۔
(تحقیق) مضائقہ نہیں۔

(حال) رات کو دس بجے سو کر پچھلی رات کو تین ساڑھے تین بجے سے پہلے آنکھ نہیں کھلتی اور اس میں بھی جبتک تہجد اور تلاوت سے فارغ ہو کر قبل نماز صبح پندرہ بیس منٹ کیلئے پھر نہ سو جاؤں تو سخت کسل مندی لاحق ہوتی ہے اسلئے بارہ تسبیح نفلوں کے بعد نہیں پڑھ سکتا صرف نفلوں ہی پر اکتفا کرتا ہوں نہ کچھ دیر غور وفکر ومحاسبہ کو ملتی ہے۔ بعد عشاء کے جب سے یہاں کی ملازمت کا معاملہ مذبذب ہوا ہے ایک شخص کے بتلانے پر ساڑھے چار ہزار دفعہ مع اول و آخر درود شریف کے اسم ذات اللہ اللہ کا ورد ہے جسکے باعث بعد عشا بھی بارہ تسبیح نہیں پڑھ سکتا علی ہذا دیگر نمازوں کے وقت بھی یٰسین شریف الرحمن شریف مزمل شریف آیۃ الکرسی ہر ہیا قل وغیرہ کا معمول کئی سال سے ہے اسلئے ان وقتوں میں بھی وقت نہیں ملتا۔ لہذا عرض ہے کہ اگر ارشاد ہو تو بعد عشا کا موجودہ ورد ترک کردوں۔
(تحقیق) نہیں جو ہو رہا ہے وہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہے۔

(حال) بعد نماز مغرب اکثر تھوڑی دیر بیٹھ کر اپنی بداعمالیوں پر حسرت وافسوس اور بارگاہ ایزدی میں التجا و دعا بھبودی دارین کیا کرتا ہوں اور اکثر اسوقت کسیقدر رقت بھی ہوجاتی ہے جو بتکلف کیجاتی ہے مگر اسکے بعد طبیعت میں ایک اطمینان اور فرحت محسوس ہوتی ہے جو نہ معلوم شائبہ عجب اور شرارت نفس تو نہیں۔
(تحقیق) نہیں بلکہ مبارک حالت ہے۔

(حال) اگرچہ اپنی ضعیف البنیانی اور ہیچ کاری برابر مدنظر رہتی ہے تاہم چونکہ مکائد نفس بہت گہرے ہوتے ہیں جیساکہ حضور کی کتابوں اور وعظ مبارک سے معلوم ہوتا ہے اسلئے

کھٹکا ضرور رہتا ہے مسجد میں کسی نمازی کی موجودگی کے وقت رقت طاری ہونے سے یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ شاید یہ نفس کا کید ہو کہ دیکھنے والا مجھے اچھا اور خوف الٰہی سے ڈرنے والا سمجھے حالانکہ دل سے یہ مقصود ہرگز نہیں ہوتا۔

(**تحقیق**) وسوسہ نہ کیجئے۔

(**حال**) نہ معلوم تہجد کی برکت سے یا اسم ذات کی وجہ سے بخلاف سابق باوجود مشغولیت مکروہات ملازمت اکثر نماز باجماعت نصیب ہوتی ہے ایسی رقت کے بعد جو آنسو جاری ہوں انکو پونچھ دینا نہ پونچھنے سے بہتر ہے یا نہیں۔

(**تحقیق**) دونوں برابر ہیں۔

(**حال**) خاص کربات کے وقت جبکہ دوسرا کوئی نہ دیکھے دل یوں کہتا ہے کہ یہ آنسو سرکاری عطیہ ہیں انکو نہ پونچھنا چاہیئے تاکہ شاید انکی ہی برکت سے قیامت میں کچھ کام نکل آوے مگر ممکن ہے کہ میرا خیال غلط ہو اسکے بارہ میں جو ارشاد عالی ہو وہ بجا اور مبارک ہے۔

(**تحقیق**) جسوقت جس بات کو جی چاہے وہ اُسوقت کا حال ہے اُسی کا اتباع بہتر ہے

(**حال**) اپنی حالت عرض کرنے کو اکثر جی چاہتا ہے مگر پھر ساتھ ہی یہ خیال آجاتا ہے کہ ان خرافات کو کیا عرض کروں جبکہ مجھسے ہوتا تو کچھ بھی نہیں اسلئے عرض کرتے ہوئے شرم آتی ہے

(**تحقیق**) ضرور ظاہر کرنا چاہیئے۔

(**حال**) جب میں حاضر ہوا تھا اُسوقت پڑھنے کے واسطے یہ ارشاد ہوا تھا کہ اسم ذات ایکہزار بار پڑھنا اور پھر تین ہزار تک تعداد کرلینا چنانچہ بہت عرصہ سے تین ہزار کی تعداد پوری کرلیتا ہوں اب یہ چاہتا ہوں کہ کوئی اس قسم کا ورد تعلیم فرمایا جاوے کہ جس سے قلب کی خرابیاں زائل ہوں اور حق تعالیٰ کی طرف توجہ ہو وسواس قلب کے رفع ہوں یہ خیال ہے کہ جناب اگر خاص اوقات میں اس ناکارہ خدام کے واسطے دعا فرماویں کہ مرضیات کی توفیق ہو۔

(**تحقیق**) ان مطالب کے لئے کوئی ورد مخصوص نہیں ہر ذکر اور طاعت کو جبکہ شرائط کے ساتھ ہو اسمیں دخل ہے اور ان شرائط میں سے ایک بڑی شرط صحت فہم بھی ہے جسکا اصل طریق صحبت ہے اُس سے بہت سی غلطیاں بھی رفع ہوجاتی ہیں جو کہ مخل مقصود یا مجہل مقصود ہیں

باقی دُعا تو سب کے لئے کرتا ہوں۔

(حال) بندہ حضور عالی کی درگاہ سے رخصت ہو کر مکان آکر حسب تعلیم حضور تہجد و بارہ تسبیح قرآن شریف کسیقدر مناجات مقبول دلائل الخیرات بلا ناغہ ادا کرتا ہے پنجگانہ جماعت میں حاضر رہتا ہے اور رات دن میں اسم ذات حسب ارشاد نو ہزار بھی پورا کرتا ہے۔ لیکن تین چار ہزار تک ضرور خلوت میں ادا کرتا ہے اور باقی ایک جلسہ ہونا اور پوری خلوت میں ادا کرنا میسر نہیں ہوتا اور مغرب کے بعد جو ایک بات کا دھیان باندھنے کو فرمایا تھا اسمیں کبھی تقصیر ہوتی ہے اسلئے پریشانی ہے۔

(تحقیق) پریشان نہ ہوں انشاء اللہ تعالی اس سے بھی فائدہ ہوگا جس طرح بن پڑے کام کیئے جاویں انشاء اللہ تعالی حرماں نہ ہوگا۔

(حال) اسوقت ذکر جہری نہیں کیا جاتا اسلئے کہ طبیعت نہایت کمزور ہی خفی کیا کرتا ہوں۔

(تحقیق) کافی ہے۔

(حال) مراقبہ میں بیخود ہو جاتا ہوں کچھ خبر نہیں رہتی اور بعض وقت مراقبہ میں بیخودی کی حالت میں وحشت معلوم ہوتی ہے اور کچھ خبر نہیں رہتی ہی کہ کہاں گیا ہوں اور کہا جاتا ہوں نیند معمولی نہیں آتی ہی سونے کے گھنٹہ دو گھنٹہ بعد نیند آتی ہے قلب میں ذکر خداوند تعالی کے فضل و کرم سے بہت زور شور سے ہر حالت میں معلوم ہوتی ہے جبس دم کی حالت میں بعض وقت ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ سارے وجود میں ذکر ہوتا ہے اور اسکے بغیر بھی بعض وقت ہو ہو سی آواز محسوس ہوتی ہے۔

(تحقیق) حالات محمودہ ہیں مگر ان احوال و مواجید کے ساتھ قدرے آثار ضعف و مرض کے بھی ملگئے ہیں علاج طبی اور صحت کے بعد جو باقی رہجاویں وہ معتبر ہیں۔

(حال) دن کے سلطان الاذکار کے مراقبہ میں مشابہ خواب ہو کر ایک روز دیکھتا ہوں کہ ایک روشنی اپنے تمام جسم کو لباس سے ملبوس کئی روز تصور میں آتا تھا بعد اسکے عنقریب ایک روز ننگا تصور میں آگیا۔

(تحقیق) وہ روشنی صورت مثالیہ روح کی ہے اور لباس اُسکا تعلق ناسوتیہ اور برہنہ

دیکھنا اُسکا تجرد اصل ہے۔ دونوں حالتیں اُسکی منکشف ہوئی۔

(**حال**) تمام بدن میں نداف کی آواز کی مثل کبھی مدرک ہوتا تھا۔

(**تحقیق**) یہ حرکت عروق کی ہی جو ذکر کے غلبہ سے اس صورت سے متخیل ہوئی یہ منجملہ آثار سلطان الاذکار کے ہے۔

(**حال**) کلام مجید جیسا پیش نظر ہے اور میں ناظرہ پڑھتا ہوں۔

(**تحقیق**) باطن کے منصبغ بالدین ہونے کی صورت وعلامت ہے۔

(**حال**) رات کے مراقبہ میں مشابہ خواب ہوکر دیکھتا ہوں کہ میں ایک مصلّے پر نماز ادا کرتا ہوں اور نماز میں سہو ہو گیا اُسی کو اعادہ کرتا ہوں اور آپ بھی ایک مصلّے پر تسبیح وتلاوت کرتے ہیں اور سپید عمامہ سر پر ہے اور میرے پیچھے بھی بہت لوگ تسبیح ہاتھ میں لیکر تلاوت کرتے ہیں مگر تسبیح جدیدہ ہیں۔

(**تحقیق**) یہ شکل ہے فائدہ وافادہ باطنہ کی۔

(**حال**) حضور والا سے رخصت ہوکر لکھنؤ پہونچنے سے قلب میں نہایت غیر استقلالی و ناامیدی کی حالت غالب ہوگئی طبیعت میں سخت گھبراہٹ ہے خلاصہ حال یہ ہی کہ دل میں رہ رہکر یہ خیال غالب ہوتا ہی کہ میں بالکل بچپن سے بیمار ہوں اور ابتک باقاعدہ کتنا علاج ہوتا رہا مگر صحت کامل حاصل نہ ہوئی یہاں اگر علاج کراؤں تو کس سے کراؤں اگر اس مرتبہ یہاں کے علاج سے بھی فائدہ نہ ہوگا تو پھر کیا ہوگا نہ دین کا رہا نہ دنیا کا وغیرہ وغیرہ۔ دل کو کتنی طرح سمجھانیکی کوشش کرتا ہوں مگر دل کسی طرح مطمئن نہیں ہوتا ابتداء علاج کے وقت کبھی میری یہ حالت نہ ہوئی قلب سخت غیر مطمئن وغیر مستقل ہے برائے خدا میرے لئے دعا فرماویں کہ قلب مسرور مطمئن ہو اور صحت کلی حاصل ہو اور قلب کی حالت موجودہ سخت گھبراہٹ وناامیدی وغیر استقلالی کا معالجہ ارشاد فرماکر سرفراز فرماویں کیونکہ ان حالتوں میں مجھے سخت تکلیف ہو رہی ہو۔ منجملہ میرے امراض باطنی کے جو مرض مجھے فی الحال سخت تکلیف پہونچا رہا ہے اور دینی ودنیوی امور میں نکما بنا رکھا ہے وہ یہ ہے کہ مجھے ہر کام میں دینی ودنیوی خصوصًا طہارت اور وضو اور غسل اور نماز میں سخت وسوسے پیدا ہوتے ہیں یعنی شُبہ ہوتا ہے کہ کہیں قطرہ پیشاب نکل آیا

طہارت پوری طرح نہیں ہوئی۔ نماز میں فلاں رکن چھوٹ گیا فلاں واجب ترک ہوگیا اور یہ وسوسہ اس حد تک بڑھا ہوا ہو کہ چھوٹا استنجا کرنے میں ایک بڑے لوٹے سے زائد پانی خرچ ہوتا ہے اور بڑے استنجے کے لئے ویسے ہی دو بڑے لوٹے صرف ہوتے ہیں اور غسل میں بھی بہت پانی خرچ ہوتا ہے۔ ایک ایک نماز کے لئے چار چار پانچ پانچ مرتبہ نیت باندھنی پڑتی ہے تب نماز ادا ہوتی ہے اور وہ بھی سجدۂ سہو کے ساتھ۔ جس بارہ میں شبہ ہوتا ہے اسکی کئی بار تحقیق کرلیتا ہوں۔ اکثر ایک بار کی تحقیق سے یہ معلوم ہوجانے کے بعد بھی کہ شبہ بیہودہ ہے ہر بار تحقیق کئے بغیر چین نہیں ہوتا۔ ایک مولوی صاحب نے مجھے فتویٰ دیا ہے کہ اگر شبہ اس درجہ بڑھا ہوا ہو تو نماز میں اگر کسی رکن تک کے فوت ہوجانیکا بھی شبہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں نماز ہوجاویگی۔ دوسرا یہ کہ جن نمازوں میں قرأت بالجہر نہیں اُس میں آہستہ اس طرح پڑھنا واجب ہے کہ پڑھنے کی آواز خود سُنے اور بعض فقہاء کے نزدیک حد یہ ہے کہ پاس کا کھڑا ہونے والا بھی اُس کو سُن لے اور مجکو نماز میں اکثر اسی کا شبہ ہوتا ہے کہ میں نے جو آہستہ قرأت کی اُسکو میں نے خود سُن لیا۔ مگر اتنا آہستہ تو نہ ہوا کہ پاس کے کھڑے ہونیوالے والے مصلّی نے نہ سُنا ہو اس شبہ میں سجدۂ سہو کرتا ہوں۔

(تحقیق) حق تعالیٰ بندہ کو ماں باپ سے زیادہ چاہتے ہیں اگر وہ بیمار بھی رکھیں تو اسمیں بھی رحمت اور حکمت ہے اُس پر راضی رہنا چاہئے بس پھر کچھ بھی غم نہ ہوگا اور وسوسہ کا علاج یہی ہے کہ اُس پر عمل نہ کیا جاوے طہارت و نجاست میں بہت وسعت رکھی گئی ہے کسی نہ کسی کے قول پر طہارت ہوجاتی ہے اور اپنی آواز کان میں پڑنا یہ سب کا قول نہیں بعض کے نزدیک بدون اسکے بھی نماز ہوجاتی ہے بے فکر رہیں۔

(حال) برائے دفع خطرات وحدیث نفس علاجا نصیحتے فرمایند۔

(تحقیق) علاجش عدم التفات است وبس۔

(حال) در بعضے اوقات بعد الذکر در قلب فرحتے وگونہ صفائے مے یابم و در بعضے اوقات بوقت ذکر و بعد الذکر بجز قساوت قلب اثرے در نیابم۔

(تحقیق) اوّل بسط است وثانی قبض ہر دو از حالات رفیعہ است بلکہ ثانی را ارفع گفتہ اند کہ ازو شکستگی واستحقار وتذلل حادث می شود۔

دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا

(سلسلہ کیلئے القاسم نمبر ۶ جلد سویم ملاحظہ ہو)

یہ دیوار یا پانی کا بند جو ملکہ بلقیس نے بنایا تھا۔ اسی کو سد مارب کہتے ہیں۔ اکثر مورخین و مفسرین کا بیان ہے کہ سد مارب ملکہ بلقیس کے زمانہ میں اُسکے حکم سے تیار ہوئی۔ لیکن بعض دوسرے مورخین لکھتے ہیں کہ سد مارب خود سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی بنائی ہوئی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ لقمان بن عاد نے بنائی تھی جسمیں پانی نکلنے کے تیس منفذ تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ قبائل یمینہ کے جد امجد قحطان نے اُسکو بنایا تھا۔

اس امر کا فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ فی الواقع کس نے بنایا تھا مگر حضرت عبداللہ بن عباس اور وہب سے یہی روایت ہے کہ بلقیس نے بنایا تھا۔ اور اسوجہ سے اس قول کو ترجیح دیجا سکتی ہے۔

بہر حال کسی نے بنایا ہو مگر پانی کے اس عجیب و غریب تقسیم اور ہر وقت بلا دقت و مشقت دستیابی نے تمام ملک کو گلزار بنا دیا۔ باشندے نہایت خوش حالی اور اطمینان کی حالت میں بسر کرنے لگے۔ خدا تعالیٰ نے اُنکے لیے اپنی نعمتوں کے دروازے کھولدیئے۔ اُنکے ملک کو دنیا میں جنت کا نمونہ بنا دیا۔ اُنکی بستی کے دونوں جانبوں (شمال و جنوب) میں متصل اور متلاصق باغوں کی قطاریں چلی گئی تھیں۔ جانب شرق و غرب کو اسوجہ سے خالی چھوڑا گیا تھا کہ آفتاب کی گرمی اور دھوپ نہ پہونچنے میں برودت و رطوبت کے غلبہ کا اندیشہ تھا جسکی وجہ سے مزاجوں کے اعتدال اور جسموں کی صحت میں خلل پڑجاتا۔ پھلوں اور میووں کی یہ کثرت تھی کہ ایک عورت اگر اپنے سر پر ڈلیا رکھکر اس طرح گذرے کہ ہاتھ کسی کام میں مشغول ہوں تو بغیر ہاتھ لگائے اور درخت کو ہلائے ہر قسم کے میووں سے اُسکی ڈلیا بھر جاتی تھی۔ میووں کی طلب اور تحصیل میں ذرا بھی حرکت و جنبش کرنی نہ پڑتی تھی۔

آب وہوا ایسی فرحت بخش روح پرور اور صحت افزا تھی کہ کوئی موذی جانور خواہ سانپ بچھو۔ کھٹمل۔ پسو وغیرہ از قسم حشرات الارض ہوں یا درندے۔ اُس میں پیدا نہوتے تھے۔ اور نہ زندہ رہسکتے تھے۔ اگر کسی نو وارد کے کپڑوں میں پسو کھٹمل یا جوں ہوتی تھی۔ مارب کے حدود میں داخل ہوتے ہی فوراً فنا ہوجاتی تھی۔ باشندوں کو کبھی کوئی مرض پیش آتا تھا اور نہ کسی قسم کا سوءِ ہضم ہوتا تھا۔ اور نہ ذایقے خراب ہوتے تھے۔ غرض نعمت کے تمام شعبے اُنکو حاصل تھے۔ نہ ایسی عجیب وغریب نعمتوں کے حصول سے کوئی مانع تھا۔ نہ طلب میں دقت اور مشقت لاحق ہوتی تھی۔ اور نہ استعمال کے بعد اُنکو کسی قسم کی ناگواری یا گرانی پیش آتی تھی۔ اور پھر یہ دنیاوی اور جسمانی ہی نعمتیں اُنکو نہیں دیگئی تھیں بلکہ اسکے ساتھ اسکا بھی اطمینان دلادیا تھا کہ جسقدر اور جس طرح چاہو ان ہماری نعمتوں اور لذتوں سے فائدہ اُٹھاؤ۔ تم ہر قسم کے مواخذہ سے بری ہو۔ تم سے کچھ پرسش اور باز پرس نہیں ہے البتہ یہ سب دنیا و آخرت کی نعمتیں عطا فرماکر اُنکو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اپنے رب کو جانتے پہچانتے اور اُسکی شکر گذاری ادا کرتے رہو۔

اسکے علاوہ اُن پر اور بھی قسم قسم کے انعامات خداوندی مبذول تھے۔ اپنے وطن میں مقیم رہکر یہ دولتیں اُنکو میسر تھیں۔ جو دنیا میں کسی قوم اور کسی ملک کو حاصل نہ تھیں۔ اور اگر تجارت و تفریح کیلئے ملک سے باہر جاتے سفر کرتے تو اُس میں بھی اُن پر ایسے ہی انعام مبذول تھے۔ ان لوگوں کو زیادہ تر ملک شام کی طرف سفر کرنے کا اتفاق ہوتا تھا۔ ملک شام کا خطہ اپنی سرسبزی شادابی برکات ظاہری و باطنی میں مشہور و مسلم تھا۔ مارب اور شام کے درمیان کئی مہینے کی راہ تھی۔ اس طویل مسافتہ میں خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے برابر کے فاصلہ اور قرینے کے ساتھ سرسبز و شاداب دیہات کا سلسلہ قایم فرمادیا۔ گویا صحیح پیمایش کے بعد مساوی حصہ کرکے ایسی منزلیں بنادیں جن میں مسافرین کی راحت و آرام کیلئے سرائیں اور ہوٹل موجود تھے۔ صبح سے دوپہر تک چلکر اگر مسافر مقام کرنا چاہے تو اُسکو اتنی مسافتہ پر ایک اچھی آباد اور پرفضا بستی ملتی تھی جسمیں ہر قسم کی ضروریات زندگی اور سامان آسایش مُہیا ہوتے تھے۔ علیٰ ہذا دوپہر سے شام تک چلنے والوں کیلئے امن کی یہ حالت تھی کہ راستہ میں نہ کسی درندے کا خوف تھا اور

نہ دشمن کا کھٹکا بلکہ ہر ایک کے اوپر ایسی سکون اور صفائی باطن کی کیفیت طاری ہوتی تھی کہ راستہ میں اگر بیٹا باپ کے قاتل کو بھی دیکھے تو اُس میں کسی قسم کی انتقامی حرکت پیدا نہو۔ ہر جگہ کھانے پینے کا سامان اور آسایش کے اسباب مہیا تھے۔ ایک شخص بلا کسی قسم کا توشہ ساتھ لئے تن تنہا بے خوف و خطر رات اور دن سفر کرسکتا اور اسی طرح مہینوں کی راہ کو باطمینان طے کرسکتا تھا

اسی طرح آرام و آسایش سے ایک زمانہ تک بسر کرتے رہے۔ مگر بالآخر دولت نعمت کا نشہ اُن پر سوار ہوا۔ اُنھوں نے ہر قسم کی بدمستیاں شروع کردیں۔ ان انعامات خداوندی کو اپنا خانہ زاد اور اپنی ذات و ملک کی خصوصیات یا اپنے کسب و کمالات کے ثمرات سمجھکر خدا کو فراموش کر بیٹھے۔ اور بجائے شکر گذاری کفران نعمت کے مرتکب ہوئے۔ بعض روایات کے مطابق تیرا (۱۳) نبی اُنکی ہدایت و اصلاح کیلئے بھیجے گئے۔ مگر اُنھوں نے ایک نہ سُنی اور اسی اپنے خیال خام پر جمے ہوئے ارتکاب معاصی میں منہمک رہے۔ اور اب اُن کی انتہا اور بے مثل نعمتوں کے سلب اور زوال کا وقت آگیا۔ لیکن قبل اسکے کہ ہم اُنکی بربادی کے حالات کو بیان کریں ایک خلجان کو رفع کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

کلام الٰہی کے سیاق سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قوم سبا، ان لذایذ و نعماء خداوندی سے متمتع ہونیکے ساتھ ایک زمانہ دراز تک خداتعالیٰ کی عبادت و طاعت میں مصروف اور اُسکی شکر گذاری میں مشغول رہے۔ کیونکہ جملہ ربٌ غفور اسکا مقتضی ہے کہ اُنکی لغزشوں اور خطاؤں سے جو کسی منہمک لذات یا مبتلاء تعلقات سے سرزد ہونا غیر اغلب نہیں درگذر کیا جائے۔ اور جو نعمتیں اُنکو دی گئیں ہیں اُن پر دینی و دنیاوی مواخذہ نہ کیا جائے۔ اور یہ بغیر اسکے کہ وہ مومن ہوں ممکن نہیں ہے۔ علیٰ ہذا فاعرضوا بھی اسی کو مقتضی ہے کہ اُنھوں نے کچھ عرصہ بعد شکر گذاری سے اعراض و انکار کیا۔ اور اسی کی تائید اُس جملہ سے ہوتی ہے جو ابن جریر نے ضحاک سے روایت کیا ہے۔ فعاشوا زمانا من الدھر ثم انھم عتوا وعملوا بالمعاصی۔ (یعنی ایک زمانہ تک اسی حال میں رہا اور پھر اُسکے بعد سرکشی شروع کرکے معاصی کے مرتکب ہوگئے)

اور بلقیس جو بانی اس سد مارب کی ہے اُسکی نسبت کلام اللہ میں صاف موجود ہے کہ وہ اور اُسکی قوم آفتاب کی عبادت کرتی تھی۔ لیکن اگر ہم اُن دوسرے اقوال کو ترجیح دیکر یہ تسلیم کرلیں

کہ سد مارب کا بانی سبا بن یشجب۔ یا لقمان۔ یا قحطان تھے۔ تب تو کچھ اشکال ہی نہیں۔ کیونکہ یہ لوگ موحد مومن تھے سباء کے اشعار تو ہم اوّل نقل کر چکے ہیں۔ جنسے اُسکا مومن ہونا معلوم ہوتا ہے۔ لقمان وہی ہیں جو ہود علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔ اور قحطان کی نسبت گو تصریح نظر سے نہیں گذری۔ مگر سباء جو انکا پڑوتا ہوتا ہے مومن تھا۔ تو یہ اغلب اور یقینی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی مومن تھا۔

البتہ بلقیس کو بانی ماننے میں کچھ اشکال نظر آتا ہے۔ لیکن یہ اشکال بھی تھوڑے سے تامل میں رفع ہوسکتا ہے۔ بلقیس نے سد مارب ایسے وقت میں بنائی کہ وہ شرک کی حالت میں تھی۔ لیکن آخر میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ پر وہ مسلمان ہوگئی۔ اور مسلمان ہوکر سلطنت کرتی رہی تو اب یہ نتیجہ نکال لینا کچھ دشوار نہیں ہو کہ قوم سبا پر جسقدر انعام واکرام ہوئے جنکا ذکر کلام الٰہی میں ہو وہ بلقیس کے مسلمان ہونے کے بعد ہوئے ہیں۔ اور گو سد مارب بنانے کے بعد اُس ملک کی حالت درست ہوگئی تھی۔ مگر اُس منتہائے درجہ ترقی وعروج پر بعد اسلام بلقیس کے پہونچی تھی۔ اور پھر زمانۂ دراز تک قوم سباء اسلام پر ثابت قدم عبادت خداوندی میں مصروف اور نعماء الٰہی کے شکریہ میں صمیم قلب اور اخلاص قلب سے رطب اللسان رہے ہوں۔ اور اُسکے بعد اُن میں طغیان وکفران کا مادّہ پیدا ہوا ہو جس نے انجام کار اس تباہی وبربادی تک پہونچا دیا۔

اس خلجان کو رفع کرنے کے بعد اب ہم اصل واقعہ تباہی قوم سباء کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ مفسرین اور مورخین کا اس پر تو اتفاق ہو کہ سد مارب کے خراب ہونے اور بند کو توڑ کر سیلاب کے آنیکا ظاہری سبب یہ ہوا کہ چوہوں نے اُس میں جابجا نقب لگاکر سوراخ کردیئے تھے مگر واقعات کے بیان اور ترتیب میں اختلاف ہے۔

ابن جریر طبری اور ابن حاتم نے وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ قوم سباء جب سرکشی اور تمردمیں حد سے گذرنے لگی تو اُنکی ہدایت کو تیرا (۱۳) نبی بھیجے گئے۔ مگر اُن پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ اُنکو سد پر اعتماد تھا کہ سیل وغیرہ اُن تک نہیں پہونچ سکتی۔ البتہ علم کہانت کے ذریعہ سے اُنکے ذہن میں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ اُنکے آہنی سد کو چوہے خراب کرڈالینگے اس سے محفوظ رہنے کی یہ تدبیر کرلی تھی کہ اس دیوار پر جہاں دو چٹانوں کے درمیان کچھ ذرا سا بھی

سوراخ دیکھا وہاں ایک بلّی کو باندھ دیا تاکہ چوہا اُس میں داخل نہو سکے۔ اور نہ اُسکے قریب آسکے۔ مگر جب اُسکے ٹوٹنے کا زمانہ آیا تو ایک سُرخ چوہے نے بلّی پر حملہ کیا جس سے ڈر کر وہ پیچھے کو ہٹی اور چوہے نے اندر گھُس کر کھودنا شروع کر دیا۔ یہاں تلک کہ انجام کار سیلاب نے دیوار کو توڑ دیا۔

اِس روایت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال عام طور پر اُن لوگوں میں پھیلا ہوا تھا کہ اسکی تباہی چوہوں سے ہوگی اور اسی سے محفوظ رہنے کی یہ تدبیر کی تھی۔

اور ایک روایت یہ ہے کہ قوم سبا نے اپنے بڑا انتہا ترفہ و تنعم کی وجہ سے اعلیٰ درجہ کے تکلفات اختیار کر رکھے تھے۔ اُنکی ایک عام نشستگاہ تھی جسمیں سنگ مرمر کا فرش لگا ہوا تھا۔ اس جگہ اُنکا اجتماع ہوتا تھا۔ ایک روز چند نصاری وہاں پہونچے۔ اُنہوں نے اُنکی یہ حالت دیکھکر کہا کہ تم لوگ اُس ذات کی شکرگذاری اور عبادت کرو جس نے تمکو یہ تمام نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ اُنہوں نے جواب دیا ہمکو یہ نعمتیں کسی نے نہیں دیں ہمنے جو کچھ پایا ہے وہ ہمارے باپ دادا کا متروکہ ہے غرض کسی نے اُنکی بات پر کان نہ دھرا۔ مگر ذو یزن اُس مجلس میں موجود تھا وہ تاڑ گیا کہ یہ بات معمولی نہیں ہو۔ ان لوگوں نے جو کچھ کہا ہے اُسکا نتیجہ نکلنے والا ہے اُسنے اسی وقت یہاں سے جلاوطن ہوجانیکا قصد کر لیا۔ اور اُسکی تدبیر یہ نکالی کہ اپنے بیٹے سے کہا کہ کل بھری مجلس میں آکر تو میرے چہرے پر تھپڑ مارنا۔ اگر ایسا نہ کریگا تو میں تجھسے عمر بھر کلام نہ کرونگا۔ بیٹے نے ایسا ہی کیا اُسنے کہا میں ایسی سرزمیں پر جہاں میرے بیٹے نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہو گزر رہنا نہیں چاہتا میں اپنی جائداد فروخت کر ڈالنا چاہتا ہوں۔ لوگوں نے اسکو غنیمت سمجھکر تمام جائداد و مکانات خوب اچھے داموں خرید لئے۔ ذو یزن وہاں سے رخصت ہوگیا اور اُسکے بعد چوہوں نے سد کو تباہ کر دیا۔

ایک روایت قتادہ اور عکرمہ سے ہی اور اکثر مورخین نے اسی روایت کو قابل اعتماد قرار دیا ہے جسکا حاصل باوجود جزوی اختلاف کے یہ ہے کہ عمرو بن عامر جو انصار مدینہ منورہ کے جد امجد تھے یا اُنکے بھائی عمران بن عامر ان دونوں میں سے کسی ایک کا یہ واقعہ ہے انکے پاس اسقدر باغات اور جائداد تھی کہ کسی دوسرے کے پاس نہ تھی۔ یہ خود بھی کاہن تھے اور انکے یہاں ایک عورت تھی جسکا نام طریفہ تھا یہ عورت علم کہانت میں کمال رکھتی تھی اس عورت نے اُنکو اطلاع دی کہ

سد مارب ٹوٹ کر سیلاب عظیم آنیوالا ہے جو ملک کو تباہ کر دیگا - اور اسکی علامت یہ ہے کہ اُس میدان میں جو سد کے نیچے ہے ایسے بڑے بڑے چوہے نظر پڑینگے جو اتنی بڑوں چٹانوں کو جنکو بہت سے آدمی بھی ملکر نہیں ہلا سکتے اُٹھا کر پھینکدینگے - یہ سنکر وہ اپنے خواص میں سے چند لوگوں کو لیکر جنگل میں پہنچا تو دیکھا کہ واقعی ایک چوہا اتنے بڑے پتھر کو جسکو سو آدمی نہیں اُٹھا سکتے سد میں سے نکالکر پھینکدیتا ہے یہ دیکھکر اُسنے اپنے کنبہ کے تمام سمجھدار لوگوں کو جمع کر کے یہ حال بیان کیا اور کہا اس امر کو بالکل مخفی رکھو - ہمارا خیال ہے کہ ہم کسی حیلہ سے اپنی جائداد باغات اور مکانات فروخت کر کے نکل جائیں - اُسنے اپنے برادر زادہ حارثہ کو بلا کر کہا کہ کل جب مجلس میں اشراف واعیان ملک جمع ہوں تو میں تمکو کسی بات کا حکم دونگا - تم اُسکے ماننے سے انکار کر دینا - میں تمکو مارونگا - تم بھی میرے تھپڑ مارنا - بھتیجہ نے کہا یہ کیونکر ممکن ہو کہ بیٹا باپ کو مارے اُسنے کہا ایسا ہی کرنا ہوگا - اسی میں تمھاری اور ہماری مصلحت ہے - اگلے روز جب سردار اور اشراف سلام کی غرض سے حاضر ہوئے تو حسب قرارداد عمران نے حارثہ کو حکم دیا اُسنے تعمیل سے انکار کر دیا - عمران نے حارثہ کے لکڑی ماری - حارثہ نے بھی عمران کے زور سے ایک تھپڑ رسید کیا - اس پر عمران بگڑ گیا اور کہا چھری لاؤ اِسکو اسیوقت ذبح کرتا ہوں - تمام حاضرین نے سفارش کی کہ جرم بیشک سخت ہے مگر قتل سے درگذر کر کے اور کوئی سزا چاہے کتنی ہی سخت ہو دیجائے - عمران نے کہا ہرگز نہیں میں اسکو ضرور ذبح کرونگا - لوگوں نے جب دیکھا کہ ہرگز نہیں مانتا تو حارثہ کے ننہال میں اطلاع کر دی - وہ سب فوراً وہاں پہونچے انہوں نے کہا کہ اس جرم کے تاوان ادا کرنے کیلئے ہم ہر طرح سے حاضر ہیں - عمران نے ایک نہ مانی اور ذبح کرنے پر مصر رہا - اُن لوگوں نے یہ دیکھا تو کہا کہ ہم سب جبتک مر نہ جائینگے تو ایسا نہیں کر سکتا - عمران نے کہا اگر یہ بات ہے تو میں ایسے ملک میں ہرگز نہ رہونگا جہاں میری توہین کیجائے ہو - میں جاتا ہوں اور اپنی تمام جائداد فروخت کرتا ہوں - بنو حمیر نے خوب بڑھ بڑھکر قیمت لگائیں اور سب کچھ خرید لیا - عمران معہ اپنے قبیلہ اور خاندان کے مارب سے رخصت ہوگیا -

ان تینوں روایتوں میں اگرچہ بظاہر تعارض وتناقض معلوم ہوتا ہے - مگر ان سب کو اگر صحیح مان لیا جاوے تو جمع کرنا بھی ممکن ہے -

یہ ہوسکتا ہے کہ سب سے اوّل عمران بن عامر کو کاہنہ کے ذریعہ سے علم ہوا ہو اور وہ اس حیلہ سے

ملک چھوڑ گیا ہو۔ اُس نے چوہوں کو بھی دیکھا ہو لیکن وہ کیفیت اس درجہ تک پہونچی تھی کہ دوسرے لوگ بھی اُنکو دیکھکر متنبہ ہو جاتے۔ تواریخ بھی اسکی شاہد ہیں کہ عمران بند کے ٹوٹنے سے زمانہ دراز پہلے مارب کو چھوڑ کر چلے گئے تھے لیکن یہ بات قریب ناممکن کے تھی کہ گو عمران نے کیسا ہی اس راز کو مخفی رکھا مگر وہ ایسا پوشیدہ رہا ہو کہ اسکے چلے جانے کے بعد بھی کوئی اس پر مطلع نہ ہوتا۔ عمران کے بعد یہ خیال اُن لوگوں میں ضرور پھیلا اور اسی کے دفعیہ کے واسطے انہوں نے ہر ایسی جگہ جہان بند میں کچھ شگاف نظر آیا بلیاں بند ہوا دیں۔ یہ خیال اُن میں ایک درجہ تک ضرور پھیلا ہوا تھا مگر اس درجہ کا تیقن اُنکو نہ تھا کہ عمران کی طرح گھر بار چھوڑ کر چلے جاتے۔ لیکن چند مسیحی لوگوں نے جو دین حق کے متبع اور علم کتاب سے حصّہ وافر رکھنے والے تھے ذویزن کی مجلس میں وہ گفتگو کی جو ہم اوپر نقل کر چکے ہیں تو اگرچہ اُس میں بند کے ٹوٹنے یا چوہوں کے ذریعہ سے ایسی سخت آفت آنیکا تذکرہ نہ تھا مگر اُنکے انداز بیان اور طرز کلام سے ذویزن پر فوری اثر ہو گیا اور وہ سمجھ گیا کہ یہ کوئی ہونیوالی بات ہے اور جو خیال عام طور سے راسخ تھا ذویزن کے نزدیک اب درجہ تیقن کو پہونچگیا۔ اور چونکہ مسیحی علما کی گفتگو میں کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے کسی کو کھٹکا ہوتا اسلئے اسکا چرچہ بھی نہ ہوا۔ اور ذویزن بھی عمران کی طرح اپنی جائداد وغیرہ فروخت کر کے مارب سے ہجرت کر گیا۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عمران کا واقعہ حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے کا ہے۔ اور ذویزن کا قصّہ مارب کی بربادی سے قریب کا۔ اس طرح تینوں روایتیں جمع ہو جاتیں ہیں اور اُنکا باہمی تعارض باقی نہیں رہتا۔

الغرض عمران تو اپنے خاندان کو ساتھ لیکر وہاں سے رخصت ہو گئے اور چوہوں نے اُس ناممکن التسخیر دیوار میں ایسے شگاف ڈالدئے کہ پانی نے اپنا راستہ کر لیا اور اس زور سے سیلاب آیا کہ تمام باغات مکانات۔ زراعات تباہ ہو گئے۔ زمین قابل کاشت نہ رہی۔ ہر جگہ ریت کے تودے لگ گئے۔ اُن سرسبز اور فرحت بخش باغوں کی جگہ جھے اور ناقابل کار درخت رہگئے۔ اور جو لوگ کہ اسوقت وہاں موجود تھے وہ ایسے متفرق ہوئے کہ جسکو جہان موقع ملا وہاں چلا گیا۔ اور اُسوقت سے آجتک عرب میں سبا کی بربادی و تباہی بطور ضرب المثل کے ہے۔ وہ کسی قوم کی بربادی کا نقشہ کھینچنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں۔ تفرّقوا اَیَادِی سَبَا ایادی کے معنی

ہیں اولاد کے مطلب یہ ہے کہ مثل اولاد سبا کے متفرق ہو گئے۔ ایک اسلامی شاعر کثیر عزہ اپنی محبوبہ عزہ کو خطاب کرکے کہتا ہے۔

أَيَادِي سَبَا يَا عَزَّ مَا كُنْتُ بَعْدَكُم | فَلَمْ يَحْلُ بِالْعَيْنَيْنِ بَعْدَكِ مَنْظَرُ

(اے عزہ جب تک میں تجھ سے دور رہتا ہوں مثل اولاد سبا کے پریشان رہتا ہوں۔ اور کوئی خوشگوار منظر آنکھوں میں بھلا نہیں معلوم ہوتا)

خدا تعالیٰ نے قوم سبا پر اپنے خاص انعام مبذول فرمائے۔ اور قدرت کے وہ کرشمے دکھلائے کہ کوئی ملک اور کوئی قوم اُنکی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی تھی۔ اُنکے باغ جنت کے باغوں کے مشابہ تھے۔ اُنکی سرزمین ایسی پاک وصاف بنائی گئی تھی کہ اُسکو جنت کا ٹکڑا کہنا زیبا تھا۔ مگر جب تباہی کا وقت آیا تو اُس میں بھی قدرت کا تماشہ دکھلا دیا گیا۔ وہ دیوار جس کا عرض ایک فرسخ یعنی تین میل ہو جس میں سیسہ پلایا گیا ہو جسکی بڑی بڑی چٹانوں کو سینکڑوں آدمی بھی ملکر جنبش نہ دے سکیں چوہے جیسے حقیر جانور سے برباد کردی گئی۔ وہ دورویہ باغوں کی قطاریں اور وہ عالی شان قصر اور مضبوط حصار آن کی آن میں زمیں دوز کردئے گئے۔ وہ قوم جسکے لئے سفر میں بھی یہ راحت کے سامان تھے کہ تھوڑی تھوڑی مسافت پر سرائیں۔ باغات۔ آرام دہ مکانات۔ ہر قسم کی پرتکلف غذائیں مہیا تھیں۔ اور وہ اُن سے اُکتا کر یہ دُعا کرتے تھے کہ ہماری منزلیں دور کردیجائیں ایسے پریشان کردئے گئے کہ اِن میں سے ایک اگر پورب گیا تو دوسرا پچھم ایک مشرق کی طرف چلا تو دوسرا مغرب کی طرف۔ گویا اُنکی استدعا کا نتیجہ سزا کی صورت میں ظاہر ہوا۔

اہل سبا اگر اوّل حالت میں اہل جنت کی طرح ہر قسم کی نعمتوں میں تھے تو کفران وطغیان کی بدولت اہل نار کی طرح سخت عذاب میں مبتلا ہو کر پریشان کردئے گئے۔ اور آج بجز قصہ کہانی کے کچھ باقی نہیں رہا۔ نہ وہ باغ رہے اور نہ وہ مکانات نہ سڑکیں باقی ہیں اور نہ سرائیں۔ فقط کھنڈر اور ریت کے تودے ہیں۔ یا وہ آبادی یا یہ بربادی۔ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ۔

(اِس تمام قصہ میں بڑی بڑی نشانیاں اور عبرت کے قابل باتیں ہیں۔ اُن لوگوں کیلئے جو خواہشات نفس سے رُکنے والے۔ طاعات وعبادات کی مشقتوں پر صبر کرنے والے اور خدا تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرنے والے ہیں۔)

نفس واقعہ تو ختم ہو چکا لیکن اسکے نتائج بیان کرنے سے پہلے ہم یہ بھی جتلانا چاہتے ہیں۔ کہ قوم سبا یہاں سے اُٹھکر کہاں گئی۔ اور اِس بربادی میں کتنی آبادیاں مضمر تھیں۔ عمران بن عامر کا حال ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ وہ معہ اپنے اقارب کے سیل عرم کے واقعہ سے قبل اپنے وطن کو چھوڑکر چلا گیا تھا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ عمران کا بھتیجا ثعلبۃ العنقاء بن عمرو بن عامر ماء السماء تو حجاز کی طرف متوجہ ہوا اور وہ معہ اپنے اہل وعیال کے ثعلبیہ اور ذی قار کے درمیان فروکش ہو گیا اور جب کچھ عرصہ میں اُسکی اولاد جوان اور حالت درست ہو گئی۔ تو مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔ مدینہ منورہ میں قبائل یہود پہلے ہی سے متفرق طور پر آباد تھے۔

ثعلبہ نے مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ اور جب وہاں رہتے رہتے کچھ قوت وشوکت حاصل ہو گئی تو یہود کو خاص مدینہ سے نکالدیا۔ اور وہاں گڑھیاں بنالیں۔ کھجور کے باغات لگائے۔ اور یہ بستی خالص ثعلبہ اور اُسکی اولاد کی ہو گئی۔ ثعلبہ کے بیٹے حارثہ ہوئے۔ اور حارثہ کے دو بیٹے اوس وخزرج ہوئے۔ تمام انصار مدینہ انہیں دونوں کی اولاد ہیں۔

ثعلبہ کے دوسرے بھائی حارثہ حرم مکّہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ مکہ معظمہ میں پہلے قوم جرہم آباد تھی اور یہ وہی قوم ہے جو حضرت اسمعیل علیہ السلام کے وقت یہاں آکر آباد ہوئی تھی لیکن یہ قوم سرکشی اور طغیان میں حد سے متجاوز ہو گئے تھے۔ بیت اللہ کی تعظیم اور حرمت اُن کے دلوں میں باقی نہ تھی اُنہیں میں کے ایک مرد نے جسکا نام اساف تھا اور ایک عورت نے جسکا نام نائلہ تھا خاص بیت اللہ کے اندر زنا کیا تھا۔ جسکی سزا میں وہ مسخ ہوکر پتھر بنگئے۔ اور انہیں عذاب آلٰہی کی زندہ تصویر کو زمانہ دراز کے بعد عمرو بن لحّیؓ نے معبود بنا کر تمام اقوام عرب کا خدا بنا دیا تھا۔

خدا تعالیٰ کو منظور ہوا کہ قوم جرہم کا حرم سے اخراج کیا جاوے اُسکا یہ سامان ہوا کہ ثعلبہ معہ اپنے متعلقین کے وہاں آباد ہوئے۔ اور یہ قوم خزاعہ کے نام سے معروف وموسوم ہو گئی۔ خزاعہ جب وہاں جاکر جم گئے تو اُنہوں نے جرہم کیساتھ سخت معرکہ آرائیاں کیں۔ اُنکو حرم سے حل کی طرف نکالدیا۔ اور خود حرم پر قابض اور متمکن ہو گئے۔ قوم جرہم یہاں سے ویران ہوکر جگہ جگہ مارے مارے پھرے۔ اور بالآخر اُنکی نسل منقطع ہو گئی اور آج دنیا اُن کے

وجود سے خالی ہے مگر جرہم کو کعبہ سے جلاوطن ہو کر انعامات خداوندی کی قدر یاد آئی اپنی بد افعالیوں پر پشیمان ہوئے۔ چنانچہ اُنکا شاعر حسرت و یاس کیساتھ کہتا ہے۔ ؎

كأن لم يكن بين الحجون إلى الصفا | أنيس ولم يسمر بمكة سامر
گویا کہ حجون اور صفا کے درمیان کوئی آدمی تھا ہی نہیں۔ | اور مکہ میں کسی نے رات کو بیٹھکر باتیں کی ہی نہیں

بلى نحن كنا أهلها فأبادنا | صروف الليالي والخطوب الزواجر
کیوں نہیں ہمیں تو وہاں کے ساکن تھے۔ | ہمیں کو گردش زمانہ اور حوادث عظیمہ نے تباہ کیا ہے۔

وكنا ولاة البيت من بعد نابت | نطوف بذاك البيت والخير ظاهر
نابت کے بعد ہم ہی بیت اللہ کے متولی تھے | ہم ہی بیت اللہ کا طواف کرتے تھے اور ہم میں خیر برکت ظاہر تھی

جرہم کے بعد ایک زمانہ تک خزاعہ بیت اللہ کے متولی اور کارکن رہے۔ لیکن اُنہیں میں کے ایک بدقسمت نے جسکو ابو غبشان کہتے تھے بیت اللہ کو شراب کے ایک مشکیزہ کے عوض دیدیا۔ اور وہ بھی وہاں سے رخصت ہوئے اور بیت اللہ کی تولیت قریش کے سپرد ہو گئی۔ عرب میں یہ منحوس معاملہ بیع و شرا اور وہ بدقسمت شخص ضرب المثل بنگئے۔ کہا جاتا ہے:-

أخسر صفقة من أبي غبشان۔ | (ابی غبشان سے بھی زیادہ ٹوٹے والا ہے۔)

خزاعہ پر اس معاملہ کیوجہ سے ایسا دھبہ لگ گیا کہ کسی طرح نہیں دھلتا۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے۔ ؎

إذا فخرت خزاعة في ندي | وجدنا فخرها شرب الخمور
خزاعہ کسی مجلس میں فخر کریں تو اُنکا | فخر شراب پینے کے اندر ہوتا ہے۔

وباعت كعبة الرحمن جهلا | لعمري بئس مفتخر الفخور
خدا کے گھر کو اپنے جہل کی وجہ سے فروخت کر دیا | قسم ہے اپنی جان کی فخر کرنے والے کے لئے یہ بہت بری بات ہے

ثعلبہ کا تیسرا بھائی عمران بن عمرو بن عامر ماء السماء سب سے جدا ہو کر عمان کی طرف چلا گیا۔ وہاں پہلے طسم و جدیس آباد تھے لیکن اُنکی نسل منقطع ہو چکی تھی۔ عمران نے عمان کو وطن بنالیا اور وہ ازدعمان کے نام سے مشہور ہو گئے۔

اور اُسکا چوتھا بھائی جفنہ بن عمرو بن عامر ملک شام کی طرف چلا گیا۔ اور وہاں جاکر مالک بن گئے۔ اور یہ ہی جفنہ جبلۃ ابن الایہم کا جد امجد ہے۔

اس بیان سے معلوم ہوگیا کہ انصار اور جبلۃ ابن الایہم ہم جد تھے جبکی طرف ہم جبلہ کے بیان میں اشارہ کر آئے ہیں۔ اسی تعلق قرابت کی وجہ سے حضرت حسان بن ثابت ملوک جفنہ کے یہاں جاتے۔ اُنکی مدح سرائی کرتے اور مہمان بنتے تھے اور آل جفنہ بھی اسی وجہ سے اُنکا ادب ولحاظ کرتے تھے۔ باقی قبائل یمن بھی اسی طرح جگہ جگہ آباد ہوگئے۔ مگر ہمکو اُسکی تفصیل بیان کرنیکی حاجت نہیں ہے۔ اب ہم واقعہ سیل عرم سے مفید اور اہم نتائج اخذ کرکے بیان کرتے ہیں۔

نتیجہ اوّل۔ قوم سبا کی آبادی۔ انتہائی تنعم اور اور خوش حالی کا نفس واقعہ کلام الٰہی میں جسقدر اہتمام کے ساتھ ذکر فرمایا گیا۔ اُس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ دنیا کے عجیب ترین واقعات میں سے تھا اگرچہ اُسکی تفصیلی حالات ہم تک نہ پہونچے ہوں۔ اور جو پہونچے اُن میں سے بھی بعض حالات صحیح نہوں۔ مگر نفس واقعہ کی صحت وتسلیم اور اُس کے منجملہ عجائب قدرت الٰہی ہونے میں کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ ہوسکتا ہے تو اُسی کو جو خدا تعالیٰ کی وسیع قدرت کا منکر ہو یا جسکو کتب آسمانی کے تسلیم سے انحراف ہو۔

اس واقعہ کی تفصیل میں جسقدر حالات ہمنے مفسرین ومورخین کے حوالہ سے لکھے ہیں اُن سے ہمکو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دنیا کے حالات ایک تماشا گاہ کی طرح ہیں جس میں ایک وقت پر ایسا عجیب منظر دکھایا جاتا ہے۔ جس سے حاضرین محو حیرت رہجاتے ہیں لیکن تھوڑی دیر میں وہ پردہ اُٹھا دیا جاتا۔ اور جو کچھ دیکھا تھا وہ خواب وخیال بنجاتا ہے۔ اُسکے بعد دوسرا سین سامنے آتا ہے اُسکی بھی یہی کیفیت ہوتی ہے۔ ہم جسوقت کوئی عجیب سے عجیب تماشا دیکھیں تو ہم کو یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ خوش قسمتی سے یہ ہمارا ہی حصہ تھا ہم سے پہلے جو گذر چکے ہیں وہ اس سے محروم تھے ممکن ہے کہ اس بعد کے تماشہ میں کوئی جدۃ ہو۔ لیکن یہ بالکل واقع اور نفس الامری بات ہے کہ پہلا تماشا اس سے ہزار گنا زیادہ بہتر اور نفیس گذر چکا ہو تو جاء تعجب نہیں ہے۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ تماشہ گاہ میں ہمیشہ نئے ہی تماشے ہوتے رہیں۔ بلکہ ایک تماشہ کو کئی دفعہ دُہرایا جاتا ہے۔ اگرچہ کسی دوہرائے ہوئے تماشہ کو سب سے آخر دیکھنے والا یہ سمجھ سکتا ہے کہ میرے سوا اُسکو کسی نے نہیں دیکھا۔ مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔

دنیا میں ہزاروں تماشے ہوئے۔ اور پردۂ عدم میں چھپ گئے۔ لاکھوں کھیل بنے اور بگڑ گئے۔ اگر اثار قدیمہ کے متلاشی کوہ وصحرا اور ہولناک میدانوں کی خاک چھان کر کھوج نہ نکالتے یا تواریخ سے ہمکو انکا پتہ نہ لگتا یا کتب سماوی میں ایسے حالات کی طرف اشارہ نہوتا تو یقیناً کوئی شخص ایسے دور از قیاس واقعات کو تسلیم کیلئے تیار نہوتا۔ اور جس طرح ریل وتار وغیرہ کی ایجاد سے پہلے کوئی شخص اُنکو مان لینے کی وجہ سے قابل مضحکہ بن سکتا تھا اسی طرح اُنکے تسلیم میں بھی اُنکو مجنون وکم عقل کا خطاب دیا جاسکتا تھا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ دنیا کے پردہ پر ضعیف الخلقت انسان کے ہاتھ سے جسقدر عجائب مقدورات الٓہی کا ظہور ہو چکا ہے اب اُن سے کلیتہً انکار کی گنجایش نہیں رہی۔ گو کسی ایک واقعہ کے خاص اسباب سے تکذیب کردینا ممکن ہے۔

آج تہذیب وتمدن کا زمانہ ہے صنعت وایجاد معراج کمال پر پہونچے ہوئے ہیں۔ فوٹوگراف ٹیلیفون۔ ہیلوگراف۔ تار وغیرہ ہزارہا ایجادات ایسی ہیں کہ اگر اُنکے موجد دعوۂ نبوت کرکے انکو اپنے معجزہ میں پیش کرتے تو بہت سے کم عقل حقیقتہ ناشناس۔ تاثیرات اشیا خواص عناصر سے ناواقف۔ علم طبقات الارض سے جاہل ایمان لانیکو تیار ہوجاتے۔ مگر کون کہہ سکتا ہے کہ جو اکتشافات اب ظہور پذیر ہوئے وہ سب جدید ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ بعض اکتشافات جدید بھی ہوں لیکن ساتھ ہی یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اُن عجائب ایجادات کا جو کسی زمانہ میں صفحۂ روزگار پر جلوہ گر تھے۔ ابھی تک کسی موجد ومحقق کو پتہ بھی نہ لگا ہو۔

تمام علوم کی ابتداء انبیاء علیہم السلام سے ہوئی ہے۔ صناعتوں کا وجود انکے طفیل ظہور میں آیا ہے خواص اشیاء اور تاثیرات ادویہ سب اُنہیں کے ذریعہ سے معلوم ہوئی ہیں۔ غرض اصول ہر علم کے خواہ علم شرائع وادیان ہو۔ یا علم ریاضی وہندسہ۔ ہیئت وطب ہو۔ اُنکے ذریعہ سے دنیا میں پھیلے ہیں۔

باقی آیندہ

قصیدہ نعتیّہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کا نعتیہ قصیدہ جو فصاحت و بلاغت میں عرب عرباء کی یاد کو تازہ کرنے والا اور باعتبار مضامین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد مکارم کا عمدہ مجموعہ ہی اور اسکی تخمیس کے جو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نور اللہ مرقدہ کی لطافت طبع کی یادگار ہے۔ اہل علم کے افادہ کی غرض سے القاسم میں شائع کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ طبقۂ علماء اور علم عربیت کے قدردان حظ وافر اٹھائینگے۔ اس قصیدہ کا ترجمہ نہیں لکھا گیا۔ لیکن عام ناظرین القاسم کی خواہش معلوم ہوئی تو آیندہ نمبر میں ترجمہ بھی شائع کردیا جائیگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غموی ندامی والبلاء مصاحبی | وسقمی کأسی والمنایا مشاربی
تشابہ من فوقی وتحتی مصائبی | کان نجوما او مضت فی الغیاہب

عیون الافاعی او رؤس العقارب

کان فوادی بات فی السجن حائرا | واضحت ریاض الانس عندی خطاءً برا
فللّٰہ قول ما الحیلاہ سائرا | اذا کان قلب المرء فی الامر حائرا

فاضیق من تسعین رحیا السباسب

کروب عظام القت الرحل ساحتی | دموع غزار بالسرائر باحت
وثکلی فوادی فی دجی اللیل ناحت | وتشغلنی عنی وعن کل راحتی

مصائب تقفو مثلہا من مصائب

فلم یبق لی فی الجسم عظم ورمّۃ | ولا فی احتمال الصبر عزم وھمۃ
ولا من خلیل فیہ عہد وذمۃ | اذا ما اتتنی ازمۃ مدلہمۃ

تحیط بنفسی من جمیع جوانب

اطوف باطراف الحمی فی معاهد	اعلق آمالی بکل مشاهد
اقول لعلیّ ان افوز بواحد	تطلبت هل من ناصر او مساعد

الوذ به من خوف سوء العواقب

تقضّیٰ شباب العمر فی غفلتے سدیٰ	ومازلت فی قید المعاصی مقیدا
ولم اذّخر للذنب عذرا ممهدا	فلست اری الا الحبیب محمّدا

رسول اله الخلق جم المناقب

مدار وجود الکون فی کلّ لحظة	ومفتاح باب الخیر فی کل عسرة
ومستمسک الملهوف فی کل شدة	ومعتصم المکروب فی کل غمرة

ومنتجع الغفران من کل تائب

ومقصد اهل الله کعبة طوفهم	ومشبعهم من برّه ملأ جوفهم
الیہ اشاروا فی عساهم وسوفهم	ملاذ عباد الله ملجأ خوفهم

اذا جاء یوم فیہ شیب الذوائب

تری فیہ خیب القوم حیران قائما	وکلّ امرء تلقاه قد هام تائها
والجمه اعراقه وبکی دما	اذا ما اتوا نوحا وموسی وآدما

وقد هالهم ابصار تلک المصاعب

وحان لامر الله حینُ نفاذه	واثقل کل الخلق اوزار حاذه
وایقن کل یاسه عن ملاذه	فما کان یغنی عنهم عند هذه

نبیّ ولم یظفرهم بالمآرب

فیا غافلا اعمته قوة قلبه	علیک بباب المصطفی فانتسب به
واعدد لذاک الیوم عدة حبّه	هناک رسول الله ینحو لربه

شفیعا وفتّاحا لباب المواهب

فیرفع بالتکریم ستر حجابه	ویسمعه جهر الذی یذخطابه
ویعفو به عنّا ویکرم نابه	فیرجع مسرورا بنیل طلابه

اصاب من الرحمن اعلی المراقب

رسول لاحکام الهدایة شارع | له نسب عال علی الناس فارع
خلاصة خلق الله والمجد بارع | سلالة اسمعیل والعرق نازع

واشرف بیت من لوی بن غالب

تری انبیاء الله عنه قد اخبروا | واجلوا الظلام الشك عنه ونوّروا
واثنوا بعلیاه قدیما وقرّروا | بشارة عیسیٰ والذی عنه عبّروا

لشدة بأس بالضحوك المحارب

لقد عمّ اصناف الخلائق رفقه | وتمّ علی الاملاك والرسل حقه
نبیّ کریم باسم الوجه طلقه | ومن اخبروا عنه بان لیس خلقه

بفظ وفی الاسواق لیس بصاخب

فما الشمس الا ذرة من ضیائه | وما البحر الّا قطرة من سخائه
وما الفلك الاعلی بجنب علائه | ودعوة ابراهیم عند بنائه

بمکة بیتا فیه نیل الرغائب

له فی بروج الحسن عزّ ورفعة | قد اقترنت فیه کواکب سبعة
علیه من النور الالهی لمعة | جمیل المحیا ابیض الوجه ربعة

جلیل کرادیس ازج الحواجب

بشیر نذیر اوحدی مکمل | عطوف رؤف هاشمی مبجل
لطیف نظیف طیب الذات امثل | صبیح ملیح ادعج العین اشکل

فصیح له الاعجام لیس بشائب

هو الغیث الّا انه البدر طلعة | هو البحر الا انه الشمس رفعة
واعظم خلق الله قدرا ورتبة | واحسن خلق الله خلقا وخلقة

وانفعهم للناس عند النوائب

فاکرم به ما ردّ فی العمر سائلا | ولا قال لا فی لفظه قط قائلا

ترى كفه سيبا من اليم سائلا | واجود خلق الله صدرا ونائلا

وابسطهم كفا على كل طالب

تجلى به سر دقيق غموضه | وعمت جميع العالمين فيوضه

فاورع عبد عن معاصي ربوضه | واعظم حر للمعالي نهوضه

الى المجد سامي للعظائم خاطب

اذا ما بدا في الحرب هيجان بحره | ترى اشجع الفرسان لاذ بظهره

شجاع يذيب القرن سطوة قهره | ويعتنق الرمح الثقيف بنحره

اذا احمر بأس في بئيس المواجب

دعا الخلق اصلاحا لهم ولنسلهم | وعز فهم في دينهم سوء فعلهم

فلم يعرفوا مقدار لطف بجهلهم | وآذاه قوم من سفاهة عقلهم

ولم يذهبوا من دينه بمذاهب

فايده الاملاك حتى سباهم | ومن عليهم راضيا بفداهم

ولم ينتقم منهم ولكن عفاهم | فما زال يدعو ربهم لهداهم

وان كان قد قاسى اشد المتاعب

كثيرا عفا عن مقحمات جريئهم | وحذرهم عن شركهم ونسيئهم

ومن عليهم في فكاك سبيئهم | وما زال يعفو قادرا عن مسيئهم

كما كان من عند جده جاذب

قد اختار عيش الفقر في زهده رضا | واعطى خيار المال لله مفرضا

وما انفك في بذل النفيس محرضا | وما زال طول العمر لله معرضا

عن البسط في الدنيا وعيش المزاوب

رفيع جمال فيه سر منبأ | وعن وصمة النقصان فيه مبرء

وللخلق في حين الكريهات ملجأ | بديع كمال في المعاني فلا امرئ

يكون له مثلا ولا بمقارب

اراناطویل الحق من بعد حیرۃ | ومنہاج الھدیٰ بعد ظلمۃ
وابطل حقا کل ریب وشبھۃ | اتانا مقیم الدین من بعد فترۃ
وتحریف ادیان وطول مشاغب

لحی اللہ ناسا یلعبون بلبھم | قد اتخذوا الانداد قبلۃ قربھم
وقد اشربوا فی القلب صھباء حبھم | فیا ویل قوم یشرکون بربھم
وفیھم صنوبر وخیم المثالب

الم یأتھم فی السمع انباء بغیھم | ولم یعرفوا با العقل خیبۃ سعیھم
وصاروا ایریدون الضلال ببغیھم | ودینھم ما یفترون برأیھم
کتحریم حام واختراع السوائب

ویا عجبا من قوم موسیٰ وکسبھم | وبھتانھم فی ام عیسیٰ وسبھم
وتحریفھم ما فی صحائف کتبھم | ویا ویل قوم حرفوا دین ربھم
وافتوا بمصنوع لحفظ المناصب

واعجب من ذا من لا فراط غبیہ | قد اتبع الشیطان فی کل زیہ
واضحی یسمی الخلق حقا لغیہ | ویا ویل من اطری بوصف نبیہ
فسماہ رب الخلق اطراء خائب

تری اھل عقل الفرس حتیٰ مجوسھم | قد استوکر الشیطان قدما رؤسھم
وروج فیھم خمرھم وکؤسھم | ویا ویل قوم قد ابار نفوسھم
تکلف تزویق وحب الملاعب

ومن دونھم من اوطئوہ خیولھم | ومن سلبوا اموالھم وفضولھم
ومن منعوا من خطۃ العدل سولھم | ویا ویل قوم قد اخف عقولھم
تجبر کسریٰ واصطلام الضرائب

فاوشک ان تنصب نقمۃ ربنا | علیھم ولکن عم نعمۃ ربنا
وجلت عن الافھام حکمۃ ربنا | فادرکھم فی ذالک رحمۃ ربنا

وقدا وجبو منه اشد المعاتب

فاولاهم لطفا وكان وليه | واسقاهم من غيث جود وليه
وخيرهم واختار منهم صفيه | فارسل من عليا قريش نبيه

ولم يك فيما قد بلوه بكاذب

فان شئت توثيق اليقين فلاتسل | خبيرا فان الامر قد بان وانفصل
عليه كتاب معجز النظم قد نزل | ومن قبل هذا لم تخالط مدارس ال

يهود ولم يقرء لهم خط كاتب

فاعلى منار العلم فيه وشيدا | وثبت اصل الحق حتى تاكدا
واشبع من جوع وادوى من الصدى | فاوضح منهاج الهدى لمن اهتدى

ومنّ بتعليم على كل راغب

وعلمهم ما كان فى سالف الزمن | وحدثهم عما يكون من الفتن
وكان سواء عنده السر والعلن | واخبر عن بدء السماء لهم وعن

مقام مخوف بين ايدى المحاسب

تعلم انس الخلق منه وجنهم | وشارك حر الناس فيه وقنهم
فاخبرهم عما تقاصر ظنهم | وعن حكم رب العرش فيما يعنهم

وعن حكم تروى بحكم التجارب

وكانت رسوم الجاهلية شادها | شيوخ من الكفار راموا افسادها
فابطلها راسا وجلى سوادها | وابطل اصناف الخنى وابادها

واصناف بغى للعقوبة جالب

وادنى من الله الرؤف عباده | ولقن كلا رشده وسداده
وحذره عما يثير فساده | وبشر من اعطى الرسول قياده

بجنة تنعيم وحور كواعب

وشدد فيمن لا يقر بذنبه | ولا يرعوى بالوعظ عن سوء كسبه

ولم يهتمم كي باصلاح قلبه   واوعد من يأبى عبادة ربه

عقوبة نيران وعيشة قاطب

فافلح منا من اجاب دعاته   وكان عليها موته وحياته

وقد خاب من لم يتبعه وفاته   فانجابه من شاء منا نجاته

ومن خاب فلتند به شر النوادب

فاعلم ان الله اجزل رفده   علينا ولا نحصي على ذاك حمده

ولكنما قلبي يجدد عقده   فاشهد ان الله ارسل عبده

بحق ولا شئ هناك برائب

فقد كان خير الناس في خير محتد   وافضل سجاد بافضل مسجد

وكان دليل الحق في كل مشهد   وقد كان نور الله فينا لمهتد

وصمصام تدمير على كل ناكب

له شرف عال تواتر نقله   وفي وزنه بالخلق قد بان ثقله

واغنى عن التبيان والبحث فضله   واقوى دليل عند من تم عقله

على ان شرب الشرع اصفى المشارب

واحكام هذا الدين في عين يسرة   لقد طويت في طيها كل حكمة

بغاية احكام وجودة صنعة   توالى عقولا في سلامة فكرة

على كل ما ياتي به من مطالب

لقد روعيت في دينه كل نكتة   عزيمة جد في سهولة رخصة

وتهذيب نفس في اعتدال طبيعة   سماحة شرع في رزانة شرعة

وتحقيق حق في اشارة حاجب

لقد كشفت من نوره كل غمة   وقد جمعت في ذاته كل رحمة

تواضع نفس في عوالي همة   مكارم اخلاق واتمام نعمة

نبوة تاليف وسلطان غالب

فنحن وان کنا اساری ذنوبنا | نقر بما فی ذاتنا من عیوبنا
ولکن به قد فاح نشر طیوبنا | نصدق دین المصطفی بقلوبنا

علی بینا فہمہا من غرائب

بقوۃ رب العالمین وحوله | تبین عند العقل آیات نوله
وقامت علی دعوی علاه وطوله | براهین حق اوضحت صدق قوله

رواها ویروی کل شب وشائب

فمن معجزات خارقات بدائع | تواتر ما یلتذه کل سامع
فعد عن التفصیل واقنع بجامع | من الغیب کم اعطی الطعام لجائع

وکم مرۃ اسقی الشراب لشارب

دعا فی جناب الله جل ثناءه | لیکشف عالم الجدب عم بلاءه
فجاد الحیا حتی علی التل ماءه | وکم من مریض قد شفاه دعاءه

وان کان قد اشفی لوجبۃ واجب

ابی الشمس الا ان یکون کفرقد | اذا ماعددنا معجزات محمد
له برکات فجرت کل جلمد | ودرت له شاۃ لدی ام معبد

حلیبا ولا استطاع حلبۃ حالب

واخرجه قوم لفرط حماقۃ | فرافقه الصدیق خیر رفاقۃ
وکم اتبعوه من خیول وناقۃ | وقد ساخ فی ارض حصان سراقۃ

وفیه حدیث عن براء بن عازب

لقد احسن الله المهیمن وصفه | وقدم یوم الحشر فی الناس صفه
وضمنی عطرا وفی الطیب لفه | وقد فاح طیبا کف من مس کفه

وما حل راسا حسن شیب الذوائب

فتبا لقوم لم یزالوا بزورهم | یعادونه من حیث ما فی صدورهم
الی ان اراد الله قصم ظهورهم | والقی شقی القوم فرشا جزورهم

علی ظهره والله لیس بعازب

فما ابرزوا فی الحرب غیر مخنث | مذکرهم قد صار مثل مؤنث
فوافوا سریع القتل غیر ملبث | فالقوا بہ فی قلیب مخبث

وعم جمیع القوم شوم المذاهب

حباه الاله الخلق طولا وقدرة | وانزله من منزل العز حضرة
واصفی له اهلا وصحبا وعترة | واخبران اعطاه مولاه نصرة

ورعبا الی شهر مسیرة سارب

فایده بالاسد خیلا ورا جلا | یبیعون منه الروح والجسم آجلا
واصحبه نصرا من الغیب کاملا | فاوفاه والرعب والنصر عاجلا

واعطی له فتح التبوک ومارب

وقال لکسری الفرس قد حان هلکه | وقیصر روم قد تقاصم سلکه
وان سوف نغزو سرة البحر فلکه | واخبر عنه ان سیبلغ ملکه

الی ما لدی من مشرق ومغارب

فاخلف قوما بعد قبض صفیه | فقاموا لنشر الدین من بعد طیه
وایدهم من نصرة بقویه | فاسبل رب الارض بعد نبیه

فتوحا توازی ما لها من مناکب

بتائید اصل الهدی قد ترصصا | وذوالوجع من اوجاعه قد تخلصا
لاصحابه باللیل قد ضاءت العصا | وکلمه الاحجار والعجم والحصا

وتکلیم هذا النوع لیس براتب

الا فاذکروا لی ذکر طیبة معلنا | فقد هاج بی وجدی وزاد تحننا
وکیف سلوی عنهم وانا انا | وحن له الجذع القدیم تحزنا

فان فراق الحب ادهی المصائب

فلله ما اوری من الحسن زنده | ولله ما ازکی من الطیب ندہ

عجائب كانت فی تحدیہ جندہ	واعجب تلك البدر ینشق عندہ

وما ہو فی اعجازہ من عجائب

تضوعت الآفاق طیبا ببشرہ	تعطرت الاکوان طرا بعطرہ
الا فاسمعوا منی احادیث طہرہ	وشق لہ جبرئیل باطن صدرہ

لغسل سواد بالسویداء لازب

نبی لہ قدر رفیع تعظما	رسول لہ اصل نجیب تکرما
لہ سفر عزّ وظہر تسنما	واسری علی متن البراق الی السما

فیا خیر مرکوب ویا خیر راکب

فسار وقد تطوی لہ الارض سرعة	وشایعہ الاملاك طوعا وخدمة
وخیر فی المشروب فاختار فطرة	وشاہد ارواح النبیین جملة

لدی الصخرة العظمی وفوق الکواکب

رای فی طباق الارض آثار ربہ	وعاین فی الافلاك اسرار ربہ
وادرك فوق السبع اقدار ربہ	وشاہد فوق الفوق انوار ربہ

کمثل فراش وافر متراکب

تبین من اخلاقہ کل عاقل	مخائل صدق مالہا من مخائل
وکم قام فی تصدیقہ من د لائل	وراعت بلیغ الآی کل مجادل

خصیم تمادی فی مراء المطالب

کما اقتحموا من شدة الحرب غمرة	وکم الفوا طعنا ورمیا وضربة
رووا عن اعالیہم من المجد نسخة	توارث اقداما ونبلا وجرءة

نفوسہم من امہات نجائب

فہم رفعوا اعلام ملة احمد	وہم وضعوا رسم الجہاد لمنجد
وہم اثبتوا حقا علی کل مقتد	جزی اللہ اصحاب النبی محمّد

جمیعا کما کانوا لہ خیر صاحب

بنفسی افدی آله دام نصرهم | لقد طاب ریاهم وقد فاح نشرهم
وناهیك فخرا فی الخلائق فخرهم | وآل رسول الله لا زال امرهم
قویا علی ارغام انف النواصب

بجاه حبیب الله تسهیل صعبنا | ومن قربه والله اعلاء کعبنا
وقد دام فینا بعده رحمه بنا | ثلث خصال من تعاجیب ربنا
نجابة اعقاب لوالد طالب

خصوصا لمولی المومنین علینا | ففی صلبه قد کان نسل صفینا
اذا نلت هذا فاستمع لبقینا | خلافة عباس ودین نبینا
تزاید فی الاقطار من کل جانب

حمی دینه عن کل نقص وکسرة | فما وقعت فیه حوادث فترة
ودام علی ما کان اول مرة | یؤید دین الله فی کل ذروة
عصائب تتلو مثلها من عصائب

اذا ما بدا ابناء کفر بدوهم | وقادوا جیوشا یطلبون علوهم
وزادوا بها طغیانهم وعتوهم | فمنهم رجال یدفعون عدوهم
بسمر القنا والمرهفات القواضب

کذان نما اهل الشکوك نموهم | وابدوا بتشکیك العقول غلوهم
فمنهم اناس یخفضون سموهم | ومنهم رجال یغلبون عدوهم
باقوی دلیل مفحم للمغاصب

وقد کان علم الفقه فی الدین کالبنا | فمنه یری احکام فرض وندبنا
وقد قصدوا فی ذاك تیسیر کسبنا | ومنهم رجال بینوا شرع ربنا
وما کان فیه من حرام وواجب

کذا علم قرآن فان ثوابه | کثیر وان القوم خاضوا عبابه
وقد عرفونا سهله وصعابه | ومنهم رجال یدرسون کتابه

بتجويد ترتيل وحفظ مراتب

وقد كان قوم من خسارة سهمهم | يشكون فى معناه إلفا بوهمهم
فلابد من تفسيره حسب فهمهم | ومنهم رجال فسروه بعلمهم

وهم علمونا ما به من غرائب

وكان اناس غافلين فلم يعوا | حديث رسول الله والعمر ضيعوا
وبالرائ والاخبار عنه تشبعوا | ومنهم رجال بالحديث تولعوا

وما كان فيه من صحيح وذاهب

وقوم فشت فى الارض ظلمة ذنبهم | وامسكت الامطار عنهم لجدبهم
وكادوا يذوقون الوبال بكسبهم | ومنهم رجال مخلصون لربهم

بانفاسهم خصب البلاد الاجادب

ورب اناس بدلوا من صفاتهم | وصاروا اسارى فى يدى شهواتهم
فايقظهم قوم لدى غفلاتهم | ومنهم رجال يهتدى بعظاتهم

قيام الى دين من الله واصب

فهم بذلوا فى الله فضل عنائهم | وقاسوا لحفظ الدين طول عنائهم
فنقضى لهم بالبر حق دعائهم | على الله رب الناس حسن جزائهم

بما لا يوافى عده ذهن حاسب

برئت الى العشاق من كل قينة | تكون بنجد او بارض مزينة
وخيرتهم فى كل حسناء ومينة | فمن شاء فليذكر جمال بثينة

ومن شاء فليغزل بحب الزيانب

حلفت يمينا اننى لست اقتدى | بهم فى غرام حادث متجدد
ولكنما العشق القديم لاحمد | ساذكر حبى للحبيب محمد

اذا وصف العشاق حب الحبائب

(باقی آئندہ)

چندۂ ہلال احمر دار العلوم دیوبند

۱۲ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۱ھ	
حاجی محمد یونس صاحب رئیس منصور پور ضلع مظفر نگر	[illegible]
۱۳ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۱ھ	
حاجی عبد الرحیم صاحب متصل شفاخانہ دیوبند	[illegible]
مولوی حبیب الرحمن صاحب متعلم دار العلوم دیوبند	۱/
مولوی مخلص الرحمن صاحب اترگائیا ضلع چاٹگام	[illegible]
عبد الرحمن صاحب راولپنڈی	[illegible]
مولوی سراج الدین صاحب جھجری رامو ضلع چاٹگام۔	[illegible]
مولوی نور الحسن صاحب ضلع جہلم	[illegible]
مولوی عبد الشکور صاحب کڑا ضلع بلیا	[illegible]
مولوی عبد الحق صاحب رتلام مشیر دار العلوم دیوبند	[illegible]
معرفت مولوی مشیت اللہ صاحب بجنوری	[illegible]
۱۴ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۱ھ	[illegible]
معرفت مولوی آل حسن صاحب متعلم دار العلوم۔	[illegible]
مولوی احمد امین صاحب مدرس دار العلوم	۵
منشی محمد ہاشم صاحب سیکروی	[illegible]
منشی محمد خان صاحب مراد آبادی قیمت چرم قربانی	[illegible]
حاجی عبد اللہ صاحب مراد آبادی قیمت چرم قربانی	[illegible]

معرفت حافظ محمد یامین صاحب مراد آبادی قیمت چرم قربانی	[illegible]
معرفت حاجی محمد ابراہیم صاحب مراد آبادی	[illegible]
منشی محمد اسحاق صاحب امین نہر کھاتولی ضلع مظفر نگر	[illegible]
سراج الحق صاحب دیوبند	۲/
حاجی محمد صاحب کراچی	[illegible]
حاجی محمد صاحب گھی والا کراچی	۴/
۱۵ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۱ھ	[illegible]
حافظ عبد القادر صاحب جبیرن علاقہ دیوبند بعد زکوٰۃ	[illegible]
مولوی حاجی محمد صاحب کراچی	۴/
۱۶ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۱ھ	[illegible]
ندارد	۰
۱۷ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۱ھ	
حافظ احمد صاحب معرفت مبارک علی صاحب پورقاضی	[illegible]
۱۸ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۱ھ	
معرفت مولوی غلام رسول صاحب متعلم دار العلوم	[illegible]
معرفت مولوی عبد اللہ صاحب خانپور ضلع انبالہ۔	[illegible]
مولوی ابو الحسین صاحب ساکن جونپور محلہ ملا ٹولہ	[illegible]
حاجی عبد الغفار صاحب و انعام الٰہی صاحب و محمد اسمٰعیل صاحب تاجران فیض آباد محلہ کٹرہ قیمت چرم قربانی	[illegible]

محمد میاں صاحب گچھی گرام ضلع سلہٹ	[illegible]
مولوی محمد صاحب ضلع لودہیانہ	[illegible]
مسماۃ عائشہ بیگم صاحبہ زوجہ حسرت علی خان صاحب مرحوم جبونی ضلع مظفر نگر	[illegible]
افاض الدین صاحب مدرسہ ہاٹ ہزاری ضلع چاٹگام	[illegible]
محمد یوسف صاحب خطیب مقام رجوا براٹشام بازار	[illegible]
مولوی سراج الدین احمد صاحب جھجری رامو ضلع چاٹگام۔	[illegible]
عبد الخالق صاحب امروٹ ڈاکخانہ ٹرک سکھر (سندھ)	[illegible]
مولوی حکیم محمد عقیل صاحب کاندھلہ ضلع مظفر نگر	[illegible]
محمد عباس صاحب	[illegible]
مولوی حکیم محمد یوسف صاحب کھاتولی	[illegible]
ملا عبد الغفور صاحب تسہ ضلع مظفر نگر	[illegible]
عالیجناب مخدوم محمد زریل جام صاحب رئیس ہالا ضلع حیدرآباد سندھ	[illegible]
۱۹ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۱ھ	[illegible]
ندارد	۰
۲۰ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۱ھ	
معرفت مولوی عبد الحمید صاحب مولوی آزاد گل صاحب از حاجی برہان الدین صاحب گجرات ضلع پشاور مظہر گل میاں صاحب موضع بخشالی ضلع پشاور معرفت عبد الحمید خان صاحب متعلم۔	[illegible]
	[illegible]

۲۱ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

معرفت منشی عبد الرحیم صاحب ذی نہرگنگ پرگنہ بھوکرہیڑی ضلع مظفرنگر	۵
معرفت منشی محمد فائق صاحب محلہ خانقاہ دیوبند	۲۵
محمد ابراہیم علی خانصاحب سنبھل مرادآباد	[illegible]
محمد یعقوب صاحب گرڈا ڈاکخانہ اوبڑہ ضلع گیا	۱۶
عبد الخالق صاحب وٹ ضلع سکھر سندھ	۵
مولوی سراج الدین احمد صاحب رامو ضلع چاٹگام	۲
مولوی خواجہ محمد خلیل صاحب رفیع گنج ضلع گیا	۲۴
محمد آزاد خانصاحب گردا ور ڈاکخانہ آسٹہ ریاست بہاولپور	۳
مولوی غلام رسول صاحب ملتانی	[illegible]
منشی عبد الخالق صاحب امین نہرگنگ دیوبند	[illegible]

۲۲ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

احمد اللہ خانصاحب وعطار اللہ خان صاحب چندیانہ ضلع بلندشہر	[illegible]
فتح محمد صاحب نمبردار ڈاکخانہ کوٹ بادل خان ضلع جالندھر	[illegible]
محمد صالح صاحب ولد فقیر اللہ صاحب وفضل احمد عطار رای پور گوجران ضلع جالندھر	[illegible]
یوسف علی صاحب عطار مقام تنون ضلع جالندھر	[illegible]
معرفت مولوی ظہور الحق صاحب پھلت ضلع مظفرنگر	۲۱۰
میزان ۲۲ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ	[illegible]

۲۳ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

حاجی یارو صاحب ساکن جبران علاقہ فرید گاؤں ضلع سہارنپور قیمت چرم قربانی	۳ روپے

۲۴ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

مولوی محمد حسین صاحب کلکتوی متعلم دار العلوم دیوبند ایک ہفتہ تک روزہ رکھکر ایک وقت کی خوراک	۶
جناب میاں اکبر شاہ صاحب رئیس زیارت کاکاخیل ڈاکخانہ نوشہرہ ضلع پشاور	۱۳۶
چندہ فراہم کردہ جناب مولوی کفایت اللہ صاحب مدرس اول مدرسہ امینیہ دہلی معرفت جناب مولانا مولوی حبیب الرحمن صاحب مددگار مہتمم دار العلوم دیوبند	۲۰۶
(میزان)	[illegible]

۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

چندہ مسلمانان موضع خونجہ نگلہ علاقہ پورچھپار ضلع مظفرنگر معرفت میاں جی محمد صدیق صاحب نبدی	۲۹
معرفت مولوی محمد میاں صاحب انصاری مہتمم مدرسہ معین الاسلام اکبری دروازہ اجمیر شریف	[illegible]
اکبر علی خانصاحب از بہولپور ضلع جالندھر	۵۰
منشی نصیر الدین صاحب مدرس مدرسہ گانگو نگلہ ضلع بجنور ڈاکخانہ چاند پور	۵
مولوی سراج الدین احمد صاحب مدرس مدرسہ جھجھڑی ڈاکخانہ رامو ضلع چاٹگام	۱۵
منشی محمد یعقوب صاحب از کنانی گھاٹ ضلع سلہٹ	۴۲

۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

معرفت مولوی حکیم فضل الرحمن صاحب از قصبہ فریابانی ضلع بلندشہر	[illegible]

۲۷ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

معرفت مولوی محمد فاضل صاحب پھلتی از قصبہ منڈاور ضلع بجنور	[illegible]
نظیر علی خانصاحب رئیس بیلونی گلہ علاقہ بوڈھانہ ضلع مظفرنگر	[illegible]

۲۸ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

رقم چندہ فراہم کردہ مولوی حکیم محمد اسحاق صاحب کھٹوری	[illegible]
معرفت منشی عبد القیوم صاحب حاجی محمد امام علی خانصاحب رئیس گڑھی بختہ ضلع مظفرنگر از جبوئی ضلع مظفرنگر	۲۲۰
میاں جی امانت شاہ صاحب از موضع جبرہیڑہ ڈاکخانہ ننگلور ضلع سہارنپور	[illegible]
مولوی سراج الدین احمد صاحب مدرس مدرسہ رشیدیہ جھجھڑی ڈاکخانہ رامو ضلع چاٹگام	۳ روپے
مولوی سراج الدین احمد صاحب موصوف	[illegible]
خواجہ عبد الرحمن صاحب قریشی از گورداسپور	[illegible]
مولوی غلام محمد صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ محمدیہ کوٹلہ ریاست ڈاکخانہ فاضل پور ضلع ڈیرہ غازیخان	[illegible]
عالیجناب چودہری لیاقت حسین خان صاحب رئیس سہند ہو ضلع علیگڑھ	[illegible]
	۲۶۹

اندراج	رقم
۲۹ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۰ھ	
سیت خانصاحب دیوبندی محلہ کوٹلہ	[illegible]
مولوی محمد عباس صاحب طالبعلم مدرسہ سفیہ مینڈھو ضلع علیگڈھ	[illegible]
مولوی مطیع اللہ صاحب متعلم دارالعلوم دیوبند از اچھریاں ڈاکخانہ شنکیاری ضلع ہزارہ	[illegible]
۳۰ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۱ھ	
معرفت مولوی حکیم محمد عقیل صاحب رکن جمعیۃ الانصار رئیس کاندھلہ	[illegible]
یکم صفر سنہ ۱۳۳۱ ہجری	
مولوی عزیز الدین صاحب مدرس جوتانہ ڈاکخانہ غریب وال ضلع جہلم	[illegible]
قاری محمد ابراہیم صاحب از دولتپور ڈاکخانہ شماپور ضلع نواکھالی	[illegible]
۲ صفر سنہ ۱۳۳۱ ہجری	
جناب شیخ محمد ضیاء الحق صاحب رئیس راجوپور علاقہ دیوبند ضلع سہارنپور۔	[illegible]
جناب عبد الخالق صاحب خادم مسجد حضرت مولانا صاحب امروٹ ضلع سکھر (سندھ)	[illegible]
برہان الدین صاحب مدرس شاملی ضلع مظفرنگر محلہ چاہ مراری	۲۵ [illegible]
مولوی سراج الدین احمد صاحب مدرس مدرسہ رشیدیہ جمجہری ڈاکخانہ رامو ضلع چاٹگام	[illegible]
۳ صفر سنہ ۱۳۳۱ھ۔	
شیخ محمد حسن صاحب دیوبندی محلہ دیوان	۴
منشی غلام احمد خانصاحب وغیرہ وارد حال موضع بینہ پرگنہ بگھرہ ضلع مظفرنگر معرفت منشی محمد اسحاق صاحب گنگوہی	[illegible]
منشی یوسف علیخانصاحب پٹرول ہنرکنک معرفت منشی صاحب موصوف	[illegible]

اندراج	رقم
منشی بنیاد علی خان صاحب و محمد خان صاحب وسیتا قصاب وغیرہم ساکنان موضع امیر نگر پرگنہ بگھرہ ضلع مظفرنگر معرفت منشی صاحب موصوف	[illegible]
منشی عبد الصبور صاحب وغیرہ وارد حال چرتھاول ضلع مظفرنگر معرفت منشی صاحب موصوف	۱۰
۴ صفر سنہ ۱۳۳۱ھ	
ندارد	۰
۵ صفر سنہ ۱۳۳۱ھ	
معرفت حضرت مولانا مولوی محمود حسن صاحب صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند از نگینہ ضلع بجنور	[illegible]
خواجہ محمد خلیل صاحب از ضلع گیا	[illegible]
۶ صفر سنہ ۱۳۳۱ھ	
منشی محمد اشفاق صاحب ساکن پور قاضی ضلع مظفرنگر معرفت منشی مسعود احمد صاحب دیوبندی	[illegible]
۷ صفر سنہ ۱۳۳۱ھ	
ابو ظفر عبد الکریم صاحب از مقام چک نمبر ۴۰۵ ضلع لائل پور	[illegible]
کریم اللہ صاحب از تسنگ ضلع مظفرنگر	[illegible]
غلام محی الدین صاحب از مینڈھو ضلع علیگڈھ۔	[illegible]
محمد انعام اللہ صاحب از شیرپور ڈاکخانہ مگرا سی	[illegible]
مولوی تاج محمود صاحب مدرس اول مدرسہ عربیہ چاچڑاں شریف۔	[illegible]
مولوی غلام کبریا صاحب مقام بسائی ڈاکخانہ ڈارلہ ضلع بستی	۲۵ [illegible]
۸ صفر سنہ ۱۳۳۱ھ	
محمد یحییٰ صاحب ساکن ملیا علاقہ دیوبند ضلع سہارنپور	[illegible]

اندراج	رقم
۹ صفر سنہ ۱۳۳۱ھ	
علی گوہر صاحب از چک نمبر ۲۳۵ ضلع لائل پور	[illegible]
مولوی سراج الدین احمد صاحب مدرس مدرسہ رشیدیہ جمجہری ڈاکخانہ رامو ضلع چاٹگام۔	[illegible]
حافظ محمد عباس صاحب متوطن سیکری ضلع مظفرنگر۔	[illegible]
۱۰ صفر سنہ ۱۳۳۱ھ	
رقم مرسلہ منشی عبد الرحیم خانصاحب از جونڈلہ ضلع کرنال معرفت حافظ حکیم احمد اسلام صاحب شاہ آبادی	[illegible]
۱۲ صفر سنہ ۱۳۳۱ھ	
عبد الرحمن صاحب جانی پور ڈاکخانہ کمتول ضلع دربھنگہ۔	[illegible]
مولوی سراج الدین احمد صاحب مدرس مدرسہ رشیدیہ جمجہری ڈاکخانہ رامو ضلع چاٹگام۔	[illegible]
منشی اکبر علی صاحب اورسیر اسلام آباد کشمیر	[illegible]
رفیع الدین حسن صاحب ساکن موضع جوگیون ٹولہ سرا باد ڈاکخانہ کمتول ضلع دربھنگہ	[illegible]
مولوی محمد اسمٰعیل صاحب رجسٹرار قانون گو تحصیل سردہنہ ضلع میرٹھ	[illegible]
از مولوی عبد الحفیظ صاحب دربھنگی متعلم دارالعلوم دیوبند	[illegible]
۱۷ صفر سنہ ۱۳۳۱ھ	
مولوی علی احمد صاحب متوطن عمری ضلع مرادآباد	[illegible]
۱۸ صفر سنہ ۱۳۳۱ھ	
منشی محمد اسمٰعیل صاحب از نانوتہ	[illegible]
ڈاکٹر محمد زکریا صاحب از موضع مجہم ڈاکخانہ حسنپورہ ضلع گیا۔	[illegible]

تفصیل	رقم
مولوی سراج الدین احمد صاحب مدرس مدرسہ رشیدیہ مجہری ڈاکخانہ رامو ضلع چاٹگام	[illegible]
حکیم سعد اللہ صاحب از کہوٹہ ضلع راولپنڈی۔	[illegible]
مولوی محمد میاں صاحب انصاری مہتمم مدرسہ معین الاسلام اجمیر شریف	۱۵
فاطمہ بی بی صاحبہ از برنا ضلع بستی مکان سب رجسٹرار صاحب	۲۵
مولوی امام الدین صاحب مدرس مدرسہ عربیہ اوچ گیلان ریاست بہاولپور	[illegible]
مولوی اللہ بخش صاحب معرفت امام مسجد بہاول نگر ریاست بہاولپور	۹
مولوی غلام رسول صاحب امام مسجد آخون صاحب شہر جالندھر بازار شیخان۔	[illegible]
	۱۶۰
۲۲ صفر سنہ ۱۳۳۱ھ	
میانجی شاکر صاحب موضع سندہیڑہ ڈاکخانہ میرانپور تحصیل جانسٹھ ضلع مظفرنگر۔	۵
۲۳ صفر سنہ ۱۳۳۱ھ	
مولوی عبد الرحمن صاحب خوجوی معرفت عبد اللہ خانصاحب	۲۴۲
۲۴ صفر سنہ ۱۳۳۱ھ	
مولوی عزیز الرحمن صاحب قاضی ریاست ہزارہ ضلع ہزارہ	[illegible]
حافظ محمد اسمٰعیل صاحب از بوڑھا حسین پور ڈاکخانہ ہاپوڑ ضلع میرٹھ	۱۲
میاں مراد علی صاحب امام مسجد جہالرہ ڈاکخانہ چکڑالہ ضلع میانوالی	۵
مولوی سراج الدین احمد صاحب مدرس مدرسہ رشیدیہ مجہری ڈاکخانہ رامو ضلع چاٹگام	[illegible]
محمد عبد الجبار صاحب ساکن چرتھائی ڈاکخانہ یمنی نگر ضلع بریسال	[illegible]
مولوی عبد الاول صاحب جونپور محلہ ملا ٹولہ۔	۱۵
	۶۷۴
۲۹ صفر سنہ ۱۳۳۱ھ	
ساکنان موضع خوجہ نگلہ ضلع مظفرنگر معرفت میانجی محمد صدیق صاحب ڈاکیہ	[illegible]
معرفت منشی شریف احمد صاحب دیوبندی از متفرق اشخاص	۵
سید خلیل الدین صاحب ساکن رائے بریلی دائرہ شاہ علیم اللہ صاحب	۵
ظہور احمد صاحب پسر پیرجی بنڈہو صاحب دیوبندی مقیم املیا۔	[illegible]
محمد یعقوب صاحب از کنائی گہاٹ مدرسہ اسلامیہ	۹
محمد یٰسین صاحب ساکن سیکری ضلع مظفرنگر وارد حال چاندپور ضلع بجنور۔	۲
کریم بخش صاحب ذیلدار و مولوی محمد صاحب موضع بلیاوال ضلع لودہیانہ ڈاکخانہ کوم کلاں مولوی محمد صاحب مذکور	[illegible]
	۳۴
	۱۹۱
۳۰ صفر سنہ ۱۳۳۱ھ	
مولوی محمد نور الحسن صاحب دیوبندی بذریعہ مولوی گل محمد خانصاحب	۲
۴ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۱ھ	
معرفت روشن و برکت اللہ خان صاحب از موضع کوڑہا مہ علاقہ ریاست پٹیالہ	۲۴
معرفت روشن و برکت اللہ خان صاحب از موضع باسمہ علاقہ ریاست پٹیالہ	۱۵
معرفت صاحبان موصوف از موضع نہنڑہ علاقہ ریاست پٹیالہ	۶
	۱۴۷
۵ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۱ھ	
حاجی غلام رسول صاحب از احمد پور ریاست بہاولپور متصل جامع مسجد	۱۲۰
معرفت مولوی محمد زکریا صاحب لدہیانوی	۸
منشی محمد ہاشم صاحب خلف الرشید رئیس دیوبند	[illegible]
منشی سید حسن صاحب دیوبندی	۵
منشی محمد عابد صاحب از جلال آباد ریاست ممدوٹ ضلع فیروز آباد	۴
مولوی ابوبکر صاحب سنی پوری	۳۳
آغا سید محمد احسن شاہ صاحب رئیس سردہنہ ضلع میرٹھ تحصیلدار ڈیرہ پور ضلع کانپور۔	۵
میاں حکیم سعد اللہ صاحب از کہوٹہ ضلع راولپنڈی	[illegible]
مولوی عبد الحق صاحب از رتلام	۳۳
	[illegible]
میزان از ۱۲ محرم الحرام لغایۃ ۵ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۱ھ	[illegible]
میزان سابقہ	۱۲
میزان کل	[illegible]
نزد وزیر اعظم قسطنطنیہ بذریعہ قونسل جنرل بمبئی روانہ کیا گیا۔	[illegible]

فہرست چندہ دار الحدیث

۱	منشی عبد الغفور صاحب ہیڈ کانسٹبل مقیم ہاترس ضلع علیگڈہ بمکان منشی مطیع اللہ خانصاحب سنکر	عہ/
۲	ازجانب برابی بی صاحبہ از کسیاڑہ ضلع بردوان	عہ/
۳	حضرات اہل پھلت ضلع مظفرنگر بسعی جناب مولوی علاؤ الدین صاحب	للعہ/
۴	ازجانب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم عطیہ منشی محمد عبد اللہ صاحب شارٹ ہینڈ رائٹر سشن کورٹ لاہور۔	صہ/
۵	مولوی سید احمد علیصاحب تحصیلدار رنیا ہیڑہ	صہ/
۶	مولوی غلام محی الدین خانصاحب سپرنٹنڈنٹ ریاست بہاولپور	صہ/
	تفصیل یہ ہے - خود مولویصاحب " عہ/	
	منجانب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی عہ/	
	منجانب حاجی محمد سرفراز خانصاحب والد ماجد مرحوم مولوی غلام محی الدین خانصاحب موصوف الصدر } عہ/	
	منجانب والدہ ماجدہ مرحومہ ایضاً عہ/	
۷	منشی محمد اسمعیل صاحب ایجنٹ کارخانہ کولہو راجہ نابھن از خورجہ ضلع بلندشہر۔	سے/
۸	حاجی محمد فضل صاحب از دہلی مکان نمبر ۲۱۵۹ گلی حمام محلہ چوڑی والان	عکا/
۹	منجانب امیر النساء بی بی صاحبہ مرحومہ از کسیاڑہ	صہ/
۱۰	منجانب مولوی وزیر علیصاحب " "	صہ/
۱۱	شیخ حبیب اللہ صاحب پارچہ فروش ساکن کوتانہ تحصیل باغپت ضلع میرٹھ	صہ/
۱۲	عطیہ اہلیہ مولوی مجتبیٰ حسن صاحب ساکن چاندپور ضلع بجنور منجانب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم منجانب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا	عہ/
۱۳	منشی جمال الدین صاحب ولد محمد شریف الدین صاحب از کوسٹر بنیالوہ عہ	عہ/

۱۴	حضرت مولانا مولوی محمد اشرف علیصاحب تھانوی مدظلہم	صہ/
۱۵	مولانا مولوی ابو النصر صاحب رئیس گنگوہ شریف	للعہ/
۱۶	میانجی محمد یوسف علیصاحب خانپوری از گنگوہ شریف	ے/
۱۷	منشی محمد شریف صاحب ایجنٹ کمسریٹ بمقام ہرنائی	صہ/
۱۸	مولوی عبید اللہ صاحب رئیس بچھراؤں ضلع مرادآباد	عہ/
۱۹	مولوی محمد اسحاق صاحب ساکن بلیا محلہ جدید قاضی پور	صہ/
	تفصیل یہ ہے، منجانب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم عہ/ منجانب والدین مولویصاحب منجانب چچا و چچی صاحبا مولویصاحب عہ/ منجانب حافظ محمد جان [illegible] مرحوم عہ/ منجانب مولوی محمد اسحاق صاحب	
۲۰	منشی محبوب الرحمن صاحب دیوبندی	عہ/
۲۱	نامعلوم الاسم معرفت مولوی محمد الیاس صاحب کاندھلوی	۸/
۲۲	اہلیہ ڈاکٹر ابرار حسین صاحب ڈاکٹر شفاخانہ آگرہ	صہ/
۲۳	مولوی ابو محمد یونس صاحب ہیڈ مولوی ہائی اسکول [illegible] ضلع میمن سنگھ	للعہ/
۲۴	منجانب جناب سید نصیر الدین احمد صاحب مجسٹریٹ کرنج	للعہ/
۲۵	منشی فضل حق صاحب سرویر جنگلات از مکان منشی مظہر حسن صاحب ناظر دفتر معین المہام بھوپال	صہ/
	تفصیل یہ ہے، منجانب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم عکا/ منجانب حضرت مولانا احمد حسن صاحب مرحوم عہ/ اظہر الدین مرحوم منشی فضل حق صاحب عکا/	
۲۶	منجانب طاہرہ بی بی صاحبہ از کسیارہ ضلع بردوان	صہ/
۲۷	منشی اکبر علی صاحب سب اوورسیر سری نگر ساکن دیوبند	صہ/
۲۸	بابو محبوب الٰہی صاحب محکمہ کمسریٹ میرٹھ	عہ/
۲۹	عبد العزیز صاحب معمار ساکن سردھنہ ضلع میرٹھ	صہ/
۳۰	شیخ عبد الرحیم صاحب سندھی معرفت سید یعقوب صاحب کلاہ فروش زیر تحصیل پشاور	عکا/

نمبر	نام	رقم
۳۱	منشی محمد خورشید علیخان صاحب تحصیلدار رئیس جلال آباد	صہ؍
۳۲	منشی محمد مقصود علیخانصاحب نمبردار جلال آباد	صہ؍
۳۳	نظام علیخانصاحب عرف کلو خانصاحب 〃	عہ؍
۳۴	کرامت علیخانصاحب از 〃	عہ؍
۳۵	اسمٰعیل خانصاحب ساکن 〃	عہ؍
۳۶	منشی عنایت علیخانصاحب عطار 〃	عہ؍
۳۷	منشی نورالحسن صاحب پٹواری 〃	عہ؍
۳۸	عبدالرحمن صاحب پارچہ فروش 〃	عہ؍
۳۹	متفرق اشخاص از 〃	عہ؍
۴۰	منشی سید صادق علیصاحب تحصیلدار پنشنر رئیس گلاؤٹھی ضلع بلند شہر	عہ؍
۴۱	معرفت محمد حسین خانصاحب زمیندار خورجہ تفصیل اسکی روداد مدرسہ اسلامیہ سالانہ میں درج ہوگی	[illegible]
۴۲	منیر اللہ صاحب چاٹگامی متعلم مدرسہ دیوبند	عہ؍
۴۳	قاضی محمد علیصاحب گوجی از جھیکن گھاٹ	صہ
۴۴	منشی عبدالعزیز صاحب انسپکٹر شہر برہانپور ضلع نماڑ	عہ
۴۵	جناب شاہ محمد خانصاحب رئیس بھڑکون ضلع بلند شہر	جہ؍
۴۶	معرفت مولوی محمد ہارون نانوتوی طالبعلم مدرسہ ہذا تفصیل اسکی روداد مدرسہ سالانہ میں درج ہوگی	۱۵؍
۴۷	مولوی محمد رفیع الدین صاحب ساکن لشکر گوالیار	صہ؍
۴۸	مولوی عبدالحق صاحب معین مدرسہ سرہنہ ضلع میرٹھ	عہ؍
۴۹	مولوی محمد اللہ یار خانصاحب مہتمم مدرسہ شوکت الاسلام شہر بانس بریلی	ہ؍
۵۰	ڈاکٹر محمد حسن صاحب ساکن بانس بریلی محلہ بھوڑ	عہ
۵۱	مولوی محی الدین احمد صاحب مہتمم مدرسہ گلاؤٹھی	صہ؍
۵۲	منجانب مولوی مولی صاحب ازکسیارہ ضلع بردوان	صہ؍
۵۳	منشی سید نعمت علیصاحب سب انسپکٹر دیوبند	عہ

نمبر	نام	رقم
۵۴	معرفت مولوی عماد الدین صاحب مدرس خازن العلوم خورجہ بدست منشی یوسف علیصاحب خورجوی تفصیل اسکی روداد مدرسہ سالانہ میں درج ہوگی	[illegible]
۵۵	مولانا مولوی حکیم مسعود احمد صاحب گنگوہی	عہ
۵۶	عالیجناب حکیم شفاء الملک صاحب بہادر دہلی	صہ
۵۷	منجانب والدہ صاحبہ حافظ محمد اسحق صاحب صہ؍ وحافظ محمد اسحق صاحب تاجر روڑکی ضلع سہارنپور صہ؍	عہ
۵۸	عالیجناب خان بہادر مولوی محمد شمس الضحی صاحب رئیس موضع سکھڑہ ضلع بیربھوم	۲۰۰؍
۵۹	جناب محمد فاضل صاحب میمن از کراچی بندر	عہ؍
	مولوی محمد حسن صاحب ساکن سہسرام	عہ؍
۶۰	جناب نورالدین صاحب رئیس میرٹھ	[illegible]
۶۱	حافظ نذیر احمد صاحب از غازی آباد	سے؍
۶۲	منشی عبدالرحمن صاحب عرائض نویس	سے؍
۶۳	حافظ محمد عمر صاحب ساکن نبت ضلع مظفرنگر	صہ؍
۶۴	جناب محمد ابوبکر خانصاحب رئیس خورجہ بتفصیل ذیل خانصاحب موصوف خود ـ مسماۃ خدیجہ بی بی زوجہ منجانب عبدالرحمن خانصاحب والد مرحوم ـ مسماۃ فاطمہ والدہ مرحومہ منجانب امینہ دادی مرحومہ ـ منجانب حسینی بی بی والدہ منجانب ہاجرہ بی بی مرحومہ ـ منجانب مسماۃ امینہ بی بی منجانب اللہ داد خانصاحب حسین مرحوم ـ منجانب رابعہ خوشدامن مرحومہ	عہ
۶۵	جناب عبدالعزیز خانصاحب ساکن خورجہ ضلع بلند شہر	عہ؍
۶۶	جناب سید احمد حسین صاحب مجسٹریٹ ریاست جودھپور	صہ؍
۶۷	نامعلوم الاسم ساکن بڑوت	سے؍
۶۸	حاجی اسمٰعیل احمد صاحب ملان ساکن کھولوار ضلع بھڑوچ از مقام ذیرست ٹرانسوال	[illegible]
۶۹	جناب سید عبدالحلیم صاحب و سید رؤف احمد صاحب الہ آبادی	[illegible]

علاوہ [illegible]

رجسٹرڈ نمبر ۵۲۳

القاسم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

علمی - مذہبی - اخلاقی - تمدنی - تاریخی - ماہوار رسالہ

نمبر ۸ بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ جلد ۳

خاکسار حبیب الرحمن مدیر رسالہ

نے

مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند سے شائع کیا

اور

مطبع قاسمی واقع مدرسہ اسلامی عربی دیوبند میں اپنے اہتمام سے طبع کیا

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۳۱ ہجری

(مطابق ماہ مارچ ۱۹۱۳ عیسوی)

مولانا محمود حسن صاحب و مولانا اشرف علی صاحب

اور

مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ دیوبند

کی سرپرستی میں شائع ہوتا ہے۔

اطلاع ضروری
برائے
خریداران القاسم

حضرات ذیل کا سال ربیع الاول ۱۳۳۱ھ پر ختم ہوگیا۔ لہذا یا تو سال آئندہ کی قیمت بذریعہ منی آرڈر روانہ فرماکر کارکنان دفتر کو مشکور فرماویں۔ ورنہ ماہ ربیع الثانی کا رسالہ بذریعہ ویلیو روانہ کیا جائیگا۔ ایسے حضرات کی خریداری کے نمبر درج کردئے گئے ہیں لہذا اپنے اپنے نمبر ملاحظہ فرمالیں۔ یہ خیال رہے کہ ۳۳ ع خریداری کا نمبر نہیں ہو۔ ۸۰۸ و ۹۷۶ و ۹۸۱ و ۹۹۰ و ۹۹۱ و ۹۹۵ و ۹۹۶ و ۱۰۰۱ و ۱۲۳۶ و ۱۳۲۱ و ۱۳۲۳ و ۱۳۲۵ و ۱۳۲۷ و ۱۳۳۲ و ۱۳۳۳ و ۱۳۳۹ و ۱۳۵۹ و ۱۳۶۲ و ۱۴۶۵ اور اگر کسی صاحب کو آئندہ خریداری منظور نہ ہو تو دفتر میں ایک کارڈ کے ذریعہ سے مطلع فرمائیں تاکہ وی پی واپس آنے سے دفتر کا نقصان نہو۔

المشتہر سعید احمد دفتر القاسم دیوبند

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لطائف الحدیث

انس بن مالک رضی اللہ عنہ

وخیر امور الدین ما کان سنۃً ـ وشر الامور المحدثات البدائع

الطهور شطر الایمان

(نمبر ۱)

کئی مرتبہ ہمارا یہ ارادہ ہو ہو کر رہ گیا کہ ” القاسم “ جیسے رسالہ میں ایک سلسلہ ان مضامین کا شروع کیا جائے جو (اہل اسلام اور خصوصًا دار العلوم دیوبند کے مایہ افتخار) فن حدیث “ کے لطائف ومعارف پر براہ راست مشتمل ہو۔ اور جس میں بعض ارشادات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توضیح یا بعض اُن مختلف روایات کے معانی کی تطبیق کا ذکر کیا جائے جنکو سرسری نظر میں متعارض پاکر بہت سی کمزور طبیعتیں گھبرا اُٹھتی ہیں۔ اور جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت سے گستاخ یا کم فہم تو کسی امام مجتہد سے اور بعض حد سے زیادہ گستاخ خود فن حدیث سے ہی بدگمان ہو بیٹھتے ہیں۔

یہ ارادہ میرے دل میں اُسوقت سے مکنون تھا کہ جب القاسم کے اجراء کی ابتدا بھی نہیں ہوئی تھی۔ پھر کچھ مدّت کے بعد جب دار العلوم میں دار الحدیث کا بنیادی پتھر رکھا گیا تو اِس ارادہ میں قدرتی طور پر ایک نئی اُمنگ پیدا ہوگئی۔ جسکا منشاء صرف یہ ہی تھا کہ اس سلسلہ مضامین سے انشاء اللہ تعالیٰ فن حدیث کی اہمیت اور عظمت کا اظہار ہوگا اور اُسکے اظہار سے (لزومًا) دار الحدیث

کی وقعت موجودہ حیثیت سے دو بالا ہو جائیگی۔

لیکن اس نئی اُمنگ کے بعد بھی میرے واسطے دنیا کے تمام کم بضاعت اور قاصر الہمتہ لوگوں کی طرح پھر کچھ دنوں تک تقاعد اختیار کرنے اور اس میدان میں پیش قدمی سے باز رہنے کی وجوہ لنگ موجود ہو سکتی تھیں کہ ناگہاں مولانا عبید اللہ صاحب کے پُر مغز مضمون "امام الائمہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ پر ایک نظر" نے (جسمیں امام ممدوح کے وسیع الروایۃ ہونے پر بھی کلیتہً بحث کی گئی ہے) سمند ہمت کے واسطے تازیانہ کا کام دیا۔

ادھر بعض طلباء دار العلوم (جو عموماً معارف قرآن وحدیث میں بکثرت اشتغال رکھنے کو ہی اپنی زندگی کا صحیح مصرف جانتے ہیں) وقتاً فوقتاً یہ تقاضا کرتے رہے تھے کہ القاسم میں ہماری خاص ضرورت اور دلبستگی کا بھی کچھ سامان ہونا چاہیئے۔ بنا ٔ علیہ میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ ان سب اغراض کے پورا کرنیکے واسطے القاسم میں دو مستقل سلسلے لطایف الحدیث اور معارف القرآن کے دو عنوانوں سے شروع کئے جائیں۔ جن میں کبھی کسی آیت اور کبھی کسی حدیث کے متعلق بعض وہ نکتے ذکر کئے جایا کریں جن سے عموماً لوگوں کے کان ناآشنا رہتے ہیں۔

اس سلسلہ مضامین میں چونکہ آیات متفرقہ اور احادیث شتّے کی تحقیق و تنقیح ہوگی اور سارے سلسلہ میں اوّل سے آخر تک کوئی ربط خاص ملحوظ رکھنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اسلئے اسقدر سہولت کی مجھکو اُمید ہے کہ انشاء اللہ دوسرے احباب اور اکابر بھی ان سلاسل کی تکمیل میں میری پوری اعانت کرسکیں گے اور جو قابل قدر مضمون کسی آیت وحدیث کے متعلق موصول ہوگا بجنسہ اسی عنوان کے ذیل میں درج کردیا جائیگا۔

اب ہم (بحول اللہ وبقوتہ) اسی مقصد کے سلسلہ جنبانی کے لئے اُس مذکور عنوان حدیث کی توضیح کے درپے ہوتے ہیں جس سے امام مسلم بن الحجاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صحیح میں کتاب الطہارۃ کی ابتداء کی ہے اور جو صحیح مسلم میں بالفاظ الطہور شطر الایمان اور جامع ترمذی کی ایک روایت میں بالفاظ الطہور نصف الایمان منقول ہے۔

مروج اور متعارف معنی کے اعتبار سے جب اس حدیث کا یہ ترجمہ کیا گیا کہ "وضوء نصف ایمان ہے" تو لازمی طور پر یہ استفسار پیدا ہوا کہ وضوء سے ایمان کی تنصیف کیونکر ہو سکتی ہے۔ درآنحالیکہ لفظ ایمان تع

بہت سے اعتقادات اور اعمال و اخلاق کے مجموعہ پر اطلاق کیا جاتا ہے اور وضوء کو فقہاء حنفیہ نے اگر عبادات کے زمرہ میں بھی شامل کیا تو یہ کہکر کیا کہ وہ اُن عبادات میں سے نہیں ہے جو شرعی حیثیت سے مقصود بالذات ہوں۔

پس ایسی صورت میں وہ میزان (ترازو) کونسی ہے کہ جسکے ایک پلّہ میں تو توحید۔ رسالت نماز۔ روزہ۔ زکوۃ۔ حج وغیرہ وغیرہ سب کے سب ضروریات اسلام رکھدئے جائیں اور اُسکے دوسرے پلہ میں تنہا وضوء ہو اور پھر بھی وہ کسی ایک پلّہ کو دوسرے کے سامنے جُھکنے نہ دے۔

یہ ہی سوال ہے جس پر مطلع ہو کر شیخ محی الدین نووی رحمہ اللہ تعالی نے شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی چند توجیہات ذکر فرمائی ہیں۔ اگرچہ اُن تمام توجیہات کا یہاں نقل کرنا میں اپنی موضوع بحث کے اعتبار سے کچھ زیادہ سودمند نہیں سمجھتا ہوں لیکن چونکہ اُنکے سُننے کے بعد میرے اصلی مدعا کی عزت کرنے کے لئے آپ غالباً موجودہ حالت سے زیادہ تیار ہو جائینگے۔ اسواسطے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ میں اولاً شیخ رحمہ اللہ تعالی کے کلام کا ملخص بیان کردوں اور جب وہ دلنشین ہوجائے تو اُس لطیف مضمون کی طرف متوجہ ہوں جو شروع سے اس مختصر تحریر میں ہمارا مطمح نظر رہا ہے۔

شیخ کی تقریر کا حاصل مزید تشریح کے ساتھ یہ ہے کہ شریعت غراء نے ہر عمل نیک کا ایک اجر مقرر کر کے عام اعلان فرما دیا ہے کہ جو کوئی فلاں کام کریگا اُسکو اِسقدر ثواب ملیگا۔ اب اگر خدا تعالیٰ محض اپنی مرضی اور قدر افزائی سے اُس اجر کو مقدار معین سے بڑھا دے تو یہ اُسکا انعام و احسان ہوگا اور اس انعامی ثواب کو اس عمل کا اصلی معاوضہ نہ کہہ سکینگے بلکہ یہ محض وقتی اور عارضی ثواب کہلائیگا۔

چندہ بلقان میں تمنے دیکھا کہ لوگوں نے حقیر حقیر چیزوں کی جنکی اصلی قیمت دو چار پیسہ سے کسی طرح زیادہ نہ ہوگی کس درجہ بڑھ بڑھ کر قیمتیں لگائیں تو کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ درحقیقت اُن ناچیز اشیاء کی اصلی قیمت وہ ہی تھی جو اُسوقت نیلام میں بولی گئی اور کیا اب بھی ہم اُن چیزوں کو بازار میں فروخت کرنا چاہیں تو اُسیقدر دام اُٹھا لینگے جو پہلے اُٹھ چکے ہیں۔

ایک بکری کا بچہ اگر ہلال احمر میں پانسو روپیہ کو فروخت ہوگیا تو یہ کہنا تو صحیح کہ بکری کے بچہ کی قیمت گھوڑے کے برابر ہوگئی لیکن اسکے یہ معنی نہیں کہ اُسکی اصلی قیمت اسکی اصلی قیمت کے ساتھ

برابر ہے کیونکہ اگر پانسو روپیہ کے گھوڑے کا بھی اسی طرح نیلام ہوتا تو خدا جانے اُسکی قیمت کتنے ہزار تک پہنچتی۔

ٹھیک اسی طرح ایک تو وضوء اور نماز اور روزہ اور ایمان و اسلام وغیرہ میں سے ہر ایک کا اصلی اجر اور نرخ خدا تعالیٰ کے نزدیک مقرر ہے اور ایک وہ عارضی قیمت ہے جو وفور رحمت سے وقت کے وقت پر لگائی جائیگی۔ تو ہم اس اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے موافق کہہ سکتے ہیں کہ بازار محشر میں جب نیک اعمال کی بیع ہوگی تو وضوء کا عارضی اجر و نرخ بڑھتے بڑھتے ایمان جیسے گوہر بے بہا کے اصلی اجر کے نصف تک پہنچ جائیگا۔ اس صورت میں حدیث الطھور شطر الایمان کے معنی یہ ہونگے کہ وضوء کی قیمت (قیامت کے دن خدا کے جوش رحمت سے ایمان کی آدھی قیمت کے برابر ہو جائیگی۔ یہ ہی مطلب ہے شیخ رحمہ اللہ کی اس عبارت کا۔

قوله صلی اللہ علیہ وسلم الطھور شطر الایمان فقیل معناہ ان الاجر فیہ ینتھی تضعیفہ الی نصف اجر الایمان۔ نووی مصری صفحہ ۱۰۱	(ترجمہ) الطھور شطر الایمان کے معنی بعضوں کے نزدیک یہ ہیں کہ وضوء کا ثواب بڑھکر ایمان کے نصف اجر تک پہنچ جائیگا۔

اسکے بعد شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث مذکور کی ایک اور تاویل فرمائی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح کوئی کافر تائب ہوکر مشرف بایمان ہوتا ہے تو اُسکے تمام معاصی (بمقتضائے الاسلام یھدم ماکان قبلہ) ساقط ہو جاتے ہیں اور وہ گناہوں سے بالکل پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وضوء شرعی میں بھی بدن پر پانی ڈالنے کے ساتھ ساتھ ہر ایک عضو کے گناہ دُھلتے رہتے ہیں اور جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے حتی یخرج نقیًا من الذنوب وضو کرنے والا پانی کے آخر قطرہ کے ساتھ بالکل صاف ستھرا ہوکر رہتا ہے اس حیثیت سے اگر یوں کہدیا جاتا کہ وضوء بھی حط سیأت میں ایمان کے مانند ہے تو یہ تشبیہ غالبًا بےمعنی نہ ہوتی لیکن چونکہ ایمان تو بغیر وضوء کے بھی معتبر ہے اور وضوء بغیر ایمان کے قابل اعتبار نہیں۔ اسی شان استقلال کے فوت ہونے کی وجہ سے اُسکو اب ایک حصہ ایمان فرمایا گیا تو نہایت ہی درست اور باموقعہ ہوا۔ اس تقریر پر شطر کے معنی گو نصف حقیقی کے نہ رہے لیکن تاہم لفظ شطر میں اسقدر توسع کی شروع سے گنجایش تھی۔ چنانچہ اسی وسعت مفہوم سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے شیخ رحمہ اللہ نے

حدیث کی دو توجیہات اور نقل کی ہیں۔ اوّل یہ کہ ایمان سے اس حدیث میں نماز مراد لیجائے جیسا کہ آیۃ کریمہ ماکان اللہ لیضیع ایمانکم کی تفسیر میں ارادہ کیا گیا ہے اسوقت حدیث کے یہ معنی ہونگے کہ وضوء نماز کا ایک جزو اعظم ہے۔

دوسرے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایمان نام ہے خدا تعالیٰ کے سامنے ظاہراً و باطناً گردن ڈالدینے کا۔ اور جس طرح دل کی فرمانبرداری میں سب سے اوّل مرتبہ اقرار توحید و رسالت کا ہے اسی طرح ظاہری طاعتوں میں نماز کے ہمرتبہ کوئی دوسری طاعت نہیں اور اسی کا ادا کرنا ظاہر ہے کہ وضوء پر موقوف ہے تو یہ بات نہایت ہی قرین صواب ہوئے کہ ایمان (جو مجموعہ انقیاد ظاہری و باطنی کو کہتے ہیں) اُسکا آدھا حصّہ (انقیاد ظاہری) وضوء کی طرف رجوع کرتا ہے۔

حدیث کی ان تینوں توجیہات کو شیخ نے ذیل کی عبارت میں ادا فرمایا ہے۔

وقیل معناہ ان الایمان یجب ما قبلہ من الخطایا وکذلک الوضوء لان الوضوء لا یصح الا مع الایمان فصار لتوقفہ علی الایمان فی معنی الشطر وقیل المراد بالایمان ھھنا الصلوۃ کما قال اللہ تعالیٰ وماکان اللہ لیضیع ایمانکم والطہارۃ شرط فی صحۃ الصلوۃ فصارت کالشطر ولیس یلزم فی الشطر ان یکون نصفا حقیقیاً وھذا القول اقرب الاقوال ویحتمل ان یکون معناہ ان الایمان تصدیق بالقلب وانقیاد بالظاہر وھما شطران للایمان والطہارۃ متضمنۃ الصلوۃ فھی انقیاد فی الظاہر واللہ تعالیٰ اعلم۔
صفحہ ۳۰۱ مصری

(ترجمہ) اس حدیث کے ایک معنی یہ بیان کئے گئے ہیں کہ جس طرح ایمان اپنے سے پہلے کی خطایا کو ساقط کر دیتا ہے۔ اسی طرح وضوء کا بھی حال ہو۔ مگر چونکہ وضوء شرعی بغیر ایمان کے صحیح نہیں۔ اور اُسکی صحت ایمان پر موقوف ہے، اسوجہ سے جزو ایمان کہا گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایمان سے یہاں پر نماز مراد لیلی جائے۔ جیسا کہ آیۃ کریمہ وماکان اللہ لیضیع ایمانکم میں اور ظاہر ہے کہ طہارۃ نماز کی صحت کے واسطے شرط ہے تو وہ حکم میں شطر کے ہی ہوئی کیونکہ شطر کے مفہوم میں یہ لازم نہیں کہ پورا نصف حقیقی ہو۔ اور یہ ہی قول سب اقوال میں بہتر ہے باقی یہ بھی احتمال ہے کہ چونکہ ایمان کے معنی تصدیق بالقلب اور انقیاد بالظاہر کے ہیں اور یہ دونوں ایمان کے دو جز ہیں اور طہارۃ پر نماز (جو انقیاد ظاہری ہے) مشتمل ہے۔ اسلئے طہارۃ بھی انقیاد ظاہری میں داخل ہوئے۔ جو ایک جزو ایمان ہے۔ واللہ اعلم۔

یہانتک ہمنے شیخ محی الدین نووی رحمۃ اللہ کے ذکر کی ہوئی توجیہات مناسب تشریح کے ساتھ نقل کردیں۔ اگر کوئی شخص اس سے زیادہ کا شائق ہو تو حدیث کی دوسری شروح (مثل فتح الباری وغیرہ) کی طرف رجوع کرے۔ کیونکہ ہمنے اپنے اصلی مقصد کے اعتبار سے جتنا کچھ بیان کردیا وہ بھی کم نہیں ہے۔

ہماری غرض اس حدیث کو عنوان ٹھہرانے سے صرف یہ تھی کہ آپ حدیث مذکور کی اس نفیس اور باریک توجیہ پر مطلع ہوجائیں جسکو حجۃ الاسلام امام غزالی رضی اللہ عنہ نے اپنے نور فراست کی مدد سے احیاء العلوم کی کتاب الطہارۃ میں تحریر فرمایا ہے۔

احیاء العلوم اگرچہ آجکل ایک شائع اور متداول کتاب ہوگئی ہے لیکن خوش قسمتی سے اُسکے دیکھنے والے صرف دو ہی گروہ ہیں۔ واعظ اور صوفی۔ اور ان دونوں کو فی زماننا فقہی ابواب سے چنداں سروکار نہیں۔

اسی وجہ سے میں یقین رکھتا ہوں کہ جو مضمون اس حدیث کی شرح کے متعلق ذیل میں نقل کیا جائیگا وہ بہت سے ناظرین کے نزدیک اچھوتا ہوگا۔ ای کاش کہ جن صاحبوں نے اصل کتاب کے ملاحظہ کی زحمت نہیں اُٹھائی وہ ہمارے اس ناچیز ترجمہ ہی کو پڑھکر متأثر ہوں اور سمجھیں کہ مشکوٰۃ نبوۃ سے نکلا ہوا کلام ایسا بلند پایہ۔ بلیغ اور پر اسرار ہوتا ہے اور حکماء اُمت خدا اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ترجمانی اس طرح کیا کرتے ہیں جس طرح غزالیؒ نے کی۔

امام ممدوح ارشاد فرماتے ہیں کہ طہور کے معنی لغت میں پاکی حاصل کرنے کے ہیں۔ خواہ پاکی بدن کی ہو یا روح کی۔ اعتقادات کی ہو یا اخلاق واعمال کی۔ قلب کی ہو یا جوارح کی۔ غرض ہر قسم کی صوری ومعنوی پاکیزگی پیدا کرنا طہور کے مفہوم میں شامل ہو۔ قرآن شریف میں ہے۔

یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔	(اے اہل بیت خدا چاہتا ہو کہ تمسے نجاسات کو دور کردے اور تمکو پاک وصاف بنادے۔)

اس جگہ احتمال بھی نہیں ہوسکتا کہ طہارۃ کے معنی میں فقط وضوء اور غسل پر قناعت کرلیجائے اور روحانی طہارۃ سے جو اصل الاصول اور غرض سوق الکلام ہے بالکل قطع نظر ہو۔

پس طہور کو جب اس عام معنی پر حمل کیا جائیگا اور فقہاء مذہب کی طرح ہم وضوء اور استنجاء پر ہی کفایت نہ کرینگے تو یقیناً طہور کے حسب ذیل چار درجے بسہولت نکل آئیں گے۔

(۱) بدن کو نجاسات بول و براز اور جملہ احداث و اخباث سے پاک کرنا۔
(۲) جوارح (دست و پا وغیرہ اعضاء بدن) کو ہر قسم کے اعمال بد سے پاک کرنا۔
(۳) دل کو تمام اخلاق ذمیمہ اور کمینہ خصلتوں سے پاک کرنا۔
(۴) سرّ (قلب کے اندر کی تہ) کو ماسوی اللہ سے پاک کرنا۔
(جو خاص انبیاء علیہم السلام اور صدیقین رضی اللہ عنہم کا حصہ ہے۔)

ان ہی درجات کے مقابلہ میں ایمان کے درجات کو بھی لحاظ کرو کہ وہ بھی ہرگز چار سے کم نہیں اترتے کیونکہ ایمان کامل کے واسطے دو جزو ہیں۔ تخلیہ (برائیوں سے اپنے کو خالی کرنا) اور تحلیہ (عمدہ خصلتوں کے ساتھ آراستہ بنانا۔) اور یہ دونوں جزو علی الترتیب ان چار صور تو نمیں متحقق ہو سکتے ہیں

(الف) "ایمان السرّ" یہ ایمان کا سب سے اعلیٰ اور انتہائی درجہ ہی کہ آدمی غیر اللہ کو بالکل فراموش کر دے اور خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کی صحیح معرفت اُسکو حاصل ہو۔ اور توحید ذاتی و صفاتی اُسکے باطن قلب (دل کی تہ) میں سرایت کر جائے۔

(ب) "ایمان القلب" یعنی مسلمان کا دل حسد۔ بخل۔ کبر۔ کینہ اور خود پسندی وغیرہ نجس اخلاق سے خالی ہو کر ایثار۔ کرم۔ محبت تواضع اور اخلاص وغیرہ پسندیدہ خصائل سے معمور ہو جائے۔

(ج) "ایمان الجوارح" جس کی دو قسمیں ہیں:۔

(ایک) یہ کہ تمام اعضاء بدن اعمال بد (زنا۔ چوری۔ شراب خوری۔ کذب۔ غیبت اور مکر و ریا وغیرہ) سے محفوظ ہو کر خدا تعالیٰ کی طاعات (نماز روزہ۔ حج۔ زکوۃ وغیرہ) میں مصروف رہیں۔

(دوسرے) یہ کہ جسم انسان سے اولاً جملہ نجاسات حقیقیہ (بول و براز دم منی۔ مذی وغیرہ) اور نجاسات حکمیہ (جنابت۔ نوم۔ حدث وغیرہ) کا ازالہ کیا جائے اور ثانیاً طہارۃ میں جو سنن و مندوبات منقول ہیں اُنکی رعایت کرکے اُسکو درجہ عبادت میں داخل کرنیکی کوشش کیجائے جیسا کہ بحر الرائق میں بذیل مسئلہ نیتہ فی الوضوء وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ جو وضو نیت کے بغیر ہو وہ گو آلہ نماز ہو جائے مگر عبادت نہیں ہے اور اُس کے ساتھ نیت کا اقتران ہو جائے تو پھر زمرۂ عبادات میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ یا حدیث میں آپنے فرمایا کہ جو وضوء بغیر بسم اللہ کے ہو اُسکی طہوریتہ کا اثر فقط اعضاء وضوء تک محدود رہتا ہے اور جو بسم اللہ پڑھکر کیا جائے اُسکی طہوریتہ سارے بدن میں مؤثر ہے اور علی ہذا القیاس بہت امور ہیں جو مفہوم طہور (یعنی ازالۂ نجاست) سے زائد ہیں اور اُن سے مفہوم طہور کی تکمیل ہوتی ہے۔

(چنانچہ محققین کے نزدیک اسی وجہ سے لفظ طہور اور وضوء مرادف نہیں ہیں۔ کیونکہ طہور فقط ازالۂ نجاست کا نام ہے اور وضوء میں اکمال طہور اور ایک قسم کی تنور اور وضائت کا اعتبار کیا گیا ہی جسکا عیانی اثر قیامت کے روز غر محجلین کی صورت میں انشاء اللہ ظاہر ہوگا اور شاید یہ ہی باریک فرق مد نظر ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں مفتاح الصلوة الطہور فرمایا۔ الوضوء نہیں فرمایا اور دوسری جگہ لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ ارشاد ہوا لا طہور استعمال نہ کیا گیا۔ جس سے تعمق نظر کے بعد ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ طہور جو آلۂ نماز ہے بغیر بسم اللہ کے بھی پایا جاتا ہے۔ مگر وضوء کا تحقق جب ہی ہوگا جب کہ بسم اللہ پڑھکر شروع کیا جاوے)

الغرض آپ اب دوبارہ طہور اور ایمان کے چاروں مراتب پر ایک گہری نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ ایمان کے ہر ایک درجہ کی تنصیف طہور (پاکی) کا کوئی درجہ کرتا ہے یا نہیں۔ مثلاً:۔

ایمان السِّر کے معنی کی اگر تحلیل کی جائے تو اُسکے دو جزو نکل آتے ہیں۔ باطن قلب کو غیر اللہ سے پاک کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ کے تصور میں محو ہو جانا۔ قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون۔

جس میں پہلا جزو طہور کے عام معنی میں داخل ہی۔ اسی طرح ایمان القلب اور ایمان الجوارح کے دونوں قسموں میں تجزیہ کے بعد دو دو جزو تخلیہ و تحلیہ حسب ذیل برآمد ہوتے ہیں۔

(ایمان القلب) (۱) اخلاق ذمیمہ سے قلب کو پاک کرنا۔ (۲) اخلاق حمیدہ سے متصف ہونا۔

(ایمان الجوارح قسم اوّل) (۱) اعمال بد سے اعضاء کو پاک کرنا۔ (۲) اعمال نیک سے اُنکو مزین بنانا۔

(ایمان الجوارح قسم ثانی) (۱) تلوث نجاسات سے بدن کو پاک کرنا۔ (۲) نورانیۃ اور تعبد کے تحت میں داخل کرنا۔

اب تم خود اندازہ کرلو کہ ہر درجۂ ایمان کا آدھا حصہ طہور (پاکی) میں صرف ہوتا ہے یا نہیں اور ہوتا ہے تو یہ فرمانا کسقدر درست اور چسپاں ہی کہ الطہور نصف الایمان یعنی طہور کو جس درجہ میں لو ایمان کے اُسی درجہ کا نصف ہی۔ اور یہ ایمان کی تنصیف کرنیوالا طہور وہ ہی ہے جسکو صوفیاء کرام نے اپنی اصطلاح میں تخلیہ سے تعبیر کیا ہے۔ مگر شریعت غراء نے اُس کو بجائے تخلیہ کے لفظ طہور سے ادا فرمایا جسپر انکار کرنیکی کوئی وجہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بمراد عبادہ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

شبیر احمد عثمانی۔ دارالعلوم دیوبند

(تنبیہ) امام رحمہ اللہ نے احیاء میں طہور کے چار مراتب بیان کرنیکے بعد ایمان کے فقط اول الذکر تین مرتبے لکھے ہیں لیکن ہمنے حضرۃ الاوستاذ زیدت فیوضہم کی بعض تقاریر سے استنباط کرکے چار پورے کر دیے ہیں۔ اگر استنباط میں کوئی غلطی ہو تو وہ بندۂ ہیچمدان کا قصور سمجھنا چاہیئے۔ حضرۃ الامام یا حضرۃ الاوستاذ اُس سے بری ہیں۔ شبیر احمد عثمانی

دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا

سلسلہ کیلئے دیکھو القاسم نمبر ۶ جلد سوم

بنیاد ان علوم کی انبیاء علیہم السلام نے ڈالی۔ اور انکی تفصیل حکماء کے ذریعہ سے پھیلی جنہوں نے ہر زمانہ میں اپنی عمریں اُن کی تحقیق و تفصیل میں صرف کردیں اور آنیوالی نسلوں کیلئے ایسا ذخیرہ چھوڑ گئے جو ہمیشہ کیلئے کارآمد ہو۔ ان علوم میں سے بعض ایسے اصول تھے کہ اُن کی تفصیل میں بھی اختلاف پیدا نہیں ہوا۔ مثلاً ریاضی ہندسہ اور بعض کی تفصیل میں اختلاف پیدا ہوا۔ ہر ایک محقق اور فلسفی نے اپنے لئے جدا راہ بنائی۔ جیسا کہ ہیئت وطب اور دوسرے تجربیات لیکن متاخرین کا جو کمال ہو وہ صرف تفصیل اور تحقیق میں ہے۔ اُنہوں نے اپنی کوشش سے ایک مادہ کو مختلف ترکیبوں کے سانچے میں ڈھالکر ہزارہا صورتیں بنا دیں۔ مگر یہ دعویٰ کرنا کہ تمام انکشاف بالکل نئے ہیں۔ اب تک کسی کو وہاں تک رسائی نہیں ہوئی دعویٰ بلا دلیل ہے۔

تواریخ اور آثار قدیمہ کتب سماوی اُسکے خلاف شہادتیں دیتیں اور تصنیفات متقدمین اُسکی تردید کرتے ہیں۔ اسلئے ہمکو یہ سمجھنا نہ چاہیئے کہ زمین کے تمام خزانے ظاہر ہو چکے۔ اور اُسکے اندر جو مادّے پوشیدہ ہیں بالکل نکال لئے گئے۔ نہیں بہت کچھ نکل چکے اور ابھی بہت کچھ باقی ہیں۔ احادیث اسکے شاہد ہیں اسلئے یہ ممکن ہو کہ بعض انکشافات بالکل جدید بھی ہوں۔ مگر یہ بھی بالکل صحیح ہے کہ بعض ایسے عجائب ایجادات زمانہ دیکھ چکا ہے جو حال کے موجدوں کو نصیب بھی نہیں ہوے۔ اور یہ بھی بالکل صحیح ہے کہ جن بعض انکشافات کو ہم جدید سمجھ رہے ہیں وہ ایک زمانہ میں رواج پاکر پردۂ عدم میں روپوش ہوگئے ہوں۔ اور اس میں تو کوئی کلام نہیں کہ اصول اُنکے اول سے موجود ہیں۔ مثال کے طور سے دیکھ لیجے کہ آواز ہوا کے ذریعہ سے پہونچتی ہے۔ دھیمی آواز ہے تو تھوڑی دور تک صاف جاتی ہے اور بعد میں منتشر ہو کر گم ہو جاتی ہو۔ بلند آواز ہے تو میلوں اُسی طرح چلی جاتی ہے۔ اس سے اسقدر معلوم ہو گیا کہ اگر کوئی چیز آواز

کو ہوا میں منتشر اور متلاشی ہونے سے محفوظ کر دے تو دھیمی آواز بھی اس معتاد حالت سے بہت دور تک جا سکتی ہے۔ اب اسکے ساتھ یہ بھی دیکھ لیجئے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے ہوا مسخر کر دی گئی تھی۔ جو کوئی کہیں گفتگو کرتا ہوا اسکو پہونچا دیتی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہوا میں آواز محفوظ رکھنے کی قابلیت موجود ہے یہ بات حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے خصوصیات میں سے تھی کہ بلا کسی آلہ اور ذریعہ کے آواز دور و نزدیک کی محفوظ پہونچ جاتی تھی۔ مگر یہ ضرور ہے کہ اہل علم و دانش کو اُس علم نبوت سے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا ہوا تھا اُسکے اصول ضرور معلوم ہو گئے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اُن اصول سے کام بھی لیا گیا ہو۔ مگر اب وہ بھی زمانہ کے ہزار ہا عجائب کے ساتھ نسیا منسیا ہو گئے ہوں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دنیا کے صفحات پر قدرت کی عجایب گلکاریاں جو نظر آرہی ہیں۔ اور اُن سے قدرت خداوندی کے عجایب راز آشکارا ہو رہے اور ہوتے جاتے ہیں۔ اگرچہ اُنکی نوعیتیں اور صورتیں کچھ متغیر اور متبدل ہوں اور اگرچہ اُن میں بعض صورتیں بالکل نئی بھی ہوں۔ مگر دنیا کی آبادی سے اسوقت تک جسقدر آثار قدرت منصہ ظہور پر جلوہ گر ہو چکے ہیں۔ اُن میں یقیناً بہت سی باتیں ایسی تھیں جو باوجود ہزار کوشش و جانکاہی اب تک کسی کو نصیب نہیں ہوئیں۔ اور بعض ایسی ہیں جنکو ہم جدید سمجھتے ہیں مگر حقیقت میں وہ جدید نہیں ہیں۔ اور بعض جدید ایسی بھی ہیں جنکی طرف اب تک کسی کی فہم کی رسائی نہیں ہوئی ہو۔ گو اصول اُنکے اکتشاف و استخراج کے موجود تھے۔ اور خدا تعالیٰ کی وسیع قدرت اور بے انتہا خزائن معلومات کا اقتضاء بھی یہی ہے کہ کسی قوم اور کسی زمانہ پر اُسکو تمام نہیں کر دیا گیا۔

کم ترک الاول للاٰخر۔ | (پہلے پچھلوں کیلئے کسقدر چھوڑ گئے۔)

زمانہ موجودہ میں علم و فن۔ صناعت و ایجادات منتہائے کمال کو پہونچا ہوا ہے ایک سے ایک اعلیٰ ایجاد سامنے آکر محو حیرت بنا تا رہتا ہے جس فن کو دیکھئے اُسکو معراج کمال تک پہونچا دیا ہے فن انجنیری تعمیر آبپاشی ہر ایک کی یہی حالت ہے۔ مگر انصافاً دیکھئے کہ سد مارب کے بنانے میں انجنیری اور معماری کا جو کمال دکھلایا گیا۔ اُسکا ادنیٰ نمونہ بھی اس ترقی یافتہ زمانہ میں کوئی نہیں دکھلا سکا معلق پُل بنائے عالی شان مکانات اور قلعے تعمیر کئے مگر کیا بلقیس کی طرح

سد مارب سے آدھا بندھی بنایا گیا ہے اور کیا قصر غمدان جیسا کوئی قصر ہی اسوقت موجود ہے۔
بلقیس نے پانی کے نکالنے کیلئے جن ہندسہ وریاضی کے قواعد سے کام لیکر اُسکو بالکل اپنے قابو میں کیا زمانہ حال کے ماہران فن اس سے زیادہ کر کے نہیں دکھلا سکے۔ اور آبپاشی کے لئے جو طریقے اور قواعد اُسنے استعمال کئے اور نہروں کے کاٹنے میں جو کمال اُسنے دکھلایا اُسکی مثال بھی دنیا میں اسوقت موجود نہیں ہے۔

دنیا میں کسی ماہر فن نے کوئی نہر ایسی نہیں نکالی جس سے وقت واحد میں ہر شخص کو پانی ملسکے۔ چہ جائیکہ ایک بڑے حوض سے مساوی درجہ کی بارہ نہریں نکالی جائیں۔ ہر ایک نہر میں پانی کی رفتار و مقدار بھی ایک ہو سب نہروں کا علاقہ بھی بالکل مساوی ہو اور وہ سب وقت واحد میں ہر ایک شخص کو پانی دیسکیں۔ یہ میں نہیں کہتا کہ ایسا کرنا امکان میں نہیں ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ ایسی سعی بلیغ کے آثار کسی جگہ موجود نہیں۔

یہ حالت ہے تو مادہ پرستوں اور مادی ترقیات کے دلدادوں کو۔ ترقیات کی چکا چوند اور اکتشافات وایجادات کے عجیب و دل پسند مناظر پر مغرور نہونا چاہیے۔ اور اُنکو ایسی بھول بھلیاں میں پڑکر ہدایت کے طریق مستقیم کو چھوڑ کر خالق و مالک کی یاد کو بُھلانا نہ چاہئے۔ ہر ایجاد میں اُسی قدرت کا ظہور ہے۔ ہر ایک اکتشاف میں اُسی کی قدرت کے مکنونہ راز ظاہر ہوتے ہیں۔
بجلی کی طاقت کسی کی مخلوق نہیں ہے۔ تمھارا بڑا کمال یہ ہے کہ اُسکے استعمال کے طریقے ایجاد کرو۔ بھاپ کی قوۃ تمنے نہیں پیدا کی ہاں اُس سے کام لینا تمکو بتلایا گیا ہے۔ یہی مظاہر قدرت اگر تھوڑے سے غور سے کام لیتے تو تمکو اُس قدیم لم یزل ولایزال کی ہستی کا پتہ دیتے جسکے وجود سے زمین۔ آسمان۔ آفتاب۔ ماہتاب۔ جمادات۔ نباتات۔ قایم ہیں۔ اور جسکے ادنیٰ اشارہ پر سب گردن جھکانے والے ہیں۔ بلکہ یہی اکتشافات تمھارے لئے بجائے مضل ہونے کے ہادی بنجاتے۔
دیکھو تم سے پہلے کیسے کیسے باکمال موجد گذرچکے۔ اُنھوں نے دنیا میں کیسی کچھ ترقیات کیں۔ کیا کیا ایجادیں۔ اور کیسے دقیق علوم یادگار چھوڑے۔ لیکن آج انکا نام ہی نام باقی ہے۔ اور

جن قوموں نے اپنی ترقیات پر گھمنڈ کر کے سرکشی و سرتابی کی اپنے خالق و مالک کو بھول گئے انکا تو نشان بھی باقی نہیں۔ اگر کچھ ہے تو کہیں کہیں تھوڑے بہت کھنڈر پڑے نظر آتے ہیں۔ یہ حال ہو دنیا کی آبادی۔ سرسبزی و شادابی کا یہ انجام ہے دنیا پر غرور و بدمستیاں کرنے والونکا۔

نتیجہ دویم

خیر و شر کا تناسب و تعلق خیر و شر دو متضاد صفتیں ہیں۔ خیر کا شر کی طرف مفضی ہونا یا شر سے خیر کا نتیجہ بر آمد ہونا بظاہر بعید اور غیر ممکن معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اسمیں کسیقدر تفصیل ہے جسکی تحقیق ہم بیان کرنا چاہتے ہیں۔ خیر محض جو یقیناً خیر ہے۔ جس میں شر کا کچھ بھی شائبہ نہیں ہے شر کی طرف مفضی نہیں ہوتی۔ اور نہ اُس سے بُرا نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔ ایمان خالص اور معرفۃ حقیقی جسمیں ادنیٰ شائبہ کدورت و معصیت نافرمانی و ناسپاسی کا نہو۔ کبھی منجر انجام بد کی طرف نہیں ہوتی۔ علیٰ ہذا شر محض جو حقیقتاً شر ہے۔ مثمر خیر و برکت نہیں ہوتا۔ حقیقی کفر پر نجات مرتب نہیں ہوتی۔ البتہ حقیقی ایمان کے ساتھ کچھ عارضی کدورات معاصی و بداعمالی جمع ہو جائیں تو اُسی قدر بُرا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے۔ لیکن حقیقی ایمان اُسکو نجات کے ٹھکانے پر پہونچا کر رہتا ہے۔ کفر حقیقی کے ساتھ اخلاق حسنہ۔ نیکوکاری۔ حسن معاملات جمع ہو جائیں تو اسی قدر حصہ اُس کو بھلائی کا ملسکتا ہے جتنی کہ عارضی اور بالائی خوبیاں تھیں۔ مگر حقیقی نجات اُسکو میسر نہ آئیگی۔ اور کبھی ایک شئی خیر ہوتی ہے لیکن حدود فعلیۃ سے متجاوز ہو کر وہ شئے خیر نہیں رہتی۔ یا جس قدر متجاوز ہوتی ہے اُسکی خیریت میں کمی آجاتی ہے۔ مثلاً رحمت و غضب دونوں بجائے خود اپنے اپنے موقعہ پر محمود ہیں اور اسی لئے صحابہ کی شان میں اشداءُ علی الکفار رحماءُ بینھم فرمایا گیا۔ اور مومن جب تک اُس میں یہ دونوں صفتیں موجود نہوں مومن کامل نہیں ہے۔ لیکن اگر شدۃ حد سے متجاوز ہو جاوے یا رحمت ہی رحمت کا غلبہ ہو جاوے اور شدۃ معدوم یا ضرورت کے موقعہ پر بھی کارآمد نہو تو جسدرجہ یہ صفات مغلوب یا معدوم ہونی جائینگی۔ ان محمودہ صفات پر نتائج بد مترتب ہوتے جائینگے۔ بعض سلاطین۔ وُلاۃ امر۔ علماء کی غایتہ نرمی اور درگذر سے بد نتائج کا پیدا ہو جانا اور انجام کار فتن عظیمہ کا اشکارا ہو جانا اسی وجہ سے تھا۔ اور بعض مسلمان بادشاہوں کی جباری اور شدۃ سے انواع و اقسام کی خرابیاں دین و مذہب میں پڑجانا اسی کا ثمرہ ہے۔

اور کبھی ایک شئے بظاہر شر ہوتی ہے لیکن اُسکے مرتکب کی نیت بخیر اور مطمح نظر کوئی اہم اور ارفع مقصود ہوتا ہے ایسی حالت میں اُسپر اگرچہ ظاہراً ایسا ثمرہ مرتب ہوتا ہے جسکا عنوان پسندیدہ نہو لیکن حقیقۃً وہ خیر ہوتا ہے اور اُسکا مرتکب جیسا مقرب بارگاہ الٓہی تھا ویسا ہی رہتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں شجرہ کو تناول فرمایا۔ جو ارشاد خداوندی کے خلاف تھا لیکن اُنکی غرض اس تناول سے کسی خواہش نفسانی کو پورا کرنا نہ تھا۔ بلکہ رضاء باری تعالی اور رویۃ حق کی دائمی نعمت مطلوب تھی۔ کیونکہ جنت میں بڑی نعمتیں رضا، الٓہی اور رویۃ حق ہیں۔ ایسی حالت میں اگرچہ تھوڑی مدت کیلئے قیام جنت سے محروم کردی گئی۔ اور یہ امر اسوقت خلاف طبع بھی تھا۔ مگر اسکا نتیجہ یہ مرتب ہوا کہ زمین پر اُنکو خلافۃ خداوندی کا وہ مرتبہ مل گیا جسکو سنکر ملائکہ میں غبطہ پیدا ہوا تھا۔ اور بصورت اعتراض اپنے رب سے یہ کہنے پر مجبور ہوئے تھے۔

اتجعل فیھا من یفسد فیھا۔	(اے رب کیا زمین پر ایسی مخلوق کو خلیفہ بناتا ہے جو اُس میں فساد کریں۔)

ایسی ہی کبھی ایک چیز صورۃً خیر ہوتی ہے۔ لیکن اُسکے مرتکب کی نیت بخیر نہیں ہوتی۔ بلکہ خدا اور رسول کا مقابلہ حقیقی خیر کا مٹانا اور محو کرنا مقصود ہوتا ہے۔ منافقین نے مدینہ میں مسجد بنائی تھی جو بظاہر بڑا عمل صالح تھا۔ مگر حقیقۃً اُس سے مسلمانوں کی ایذا رسانی اور اسلام کا نیست نابود کرنا مقصود تھا۔ اسوجہ سے اُسپر وہی ثمرات مرتب ہوئے جو شر محض پر ہونے وہ مسجد گرادیگئی اور قیامت تک اُسکا نام مسجد ضرار پڑ گیا۔

اور کبھی خیر و شر محض اضافی ہوتے ہیں۔ ایک شے ایک اعتبار سے خیر ہوتی ہے اور دوسرے اعتبار سے شر ہوجاتی ہے وطن مالوف اہل وعیال کے اندر رہنا جیسا کچھ راحت رساں اور اطمینان بخش ہے ظاہر ہے۔ لیکن اگر وہ افلاس اور ذلۃ کا موجب بنجائے تو سراسر نقصان دہ اور مضر ہے۔ علی ہذا سفر کلفتوں اور مشقتوں کا مجموعہ ہوتا ہے مگر ثروت وغنا عزت اور عظمت کا سبب بنجائے تو سراسر مفید اور کارآمد ہے۔

کبھی خیر و شر کے سمجھنے میں مغالطہ ہوتا ہے۔ ایک چیز کو آدمی خیر سمجھتا ہے اور وہ حقیقۃ میں شر ہوتی۔ اور کبھی کسی شئے کو شر سمجھتا ہے مگر وہ خیر ہوتی ہے۔ ارشاد خداوندی عسیٰ ان تکرھو

شیئًا وھو خیر لکم وعسی ان تحبّوا شیئًا وھو شرٌ لکم میں اسی کو بیان فرمایا ہے۔

بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم کو خیر و شر کے باہمی ربط و انتاج میں اس قسم کا اشکال پیش آیا تھا اور اسی بنا پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال پیش کیا۔ جسکا وہ جواب آپنے ارشاد فرمایا جس سے اس ارتباط کی اصل معلوم ہوگئی۔ اور ایک قانون کلی ہاتھ آگیا ہم اُس حدیث کو بجنسہ یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان مما اخاف علیکم من بعدی ما یفتح علیکم من زھرۃ الدنیا و زینتھا فقال رجل یا رسول اللہ اویاتی الخیر بالشر فسکت حتی ظننا انہ ینزل علیہ قال فمسح عنہ الرحضاء وقال این السائل وکانہ حمدہ فقال انہ لا یاتی الخیر بالشر وان مما ینبت الربیع ما یقتل حبطا او یلمّ الا اٰکلۃ الخضر اکلت حتی امتدت خاصرتاھا استقبلت عین الشمس فثلطت وبالت ثم عادت فاکلت وان ھذا المال خضرۃ حلوۃ فمن اخذہ بحقہ ووضعہ فی حقہ فنعم المعونۃ ھو ومن اخذہ بغیر حقہ کان کالذی یاکل ولا یشبع ویکون شھیدا علیہ یوم القیمۃ متفق علیہ (مشکوۃ باب الرقاق)

(ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس بات سے اپنے بعد تمہارے بارہ میں مجھے اندیشہ ہے یہ ہے کہ دنیا کے مال و متاع زینت تازگی تمہارے اوپر کھول دیجاویگی۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا خیر اور بھلائی سے بھی شر یا برائی پیدا ہوجاتی ہے۔ آپنے یہ سنکر کسیقدر سکوت فرمایا۔ جس سے ہم سمجھ گئے کہ وحی نازل ہورہی ہے تھوڑی دیر میں چہرہ مبارک سے پسینہ صاف کرکے فرمایا۔ سائل کہاں ہے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ اس سوال سے مسرور ہوئے اور جواب میں ارشاد فرمایا کہ خیر سے شر پیدا نہیں ہوتا موسم ربیع میں اعلیٰ اور عمدہ سبز گھاس پیدا ہوتی ہیں جنکے بکثرت چرنے سے جانور مرجاتے یا قریب بمرگ ہیں۔ مگر وہ جانور جو حد اعتدال کے اندر سبزہ کھائے۔ اور دھوپ میں بیٹھکر جگال کرنا شروع کرے ہضم ہوجانے پر گوبر اور پیشاب کرے اور جب حاجت ہو پھر کھائے۔ یہ مال و متاع بھی ایسی ہی خوشگوار اور دل کو لبھانے والی چیز ہے۔ جو شخص اُسکو جائز طور پر حاصل کرے اور موقع پر خرچ کرے تو وہ نہایت مفید اور مُعین علی الخیر ہے۔ اور جو ناجائز طور پر حاصل کرے اُسکی مثال ایسے شخص کی ہوگی جو برابر کھاتا رہے اور اُسکا پیٹ نہ بھرے اور یہ مال قیامت کے دن اُسکے مقابلہ میں گواہ بنکر آئیگا۔)

سائل کو یہ شبہ پیدا ہوا کہ جب مال بذریعہ حلال حاصل ہوا تو اُس میں اندیشہ کرنیکی بظاہر کوئی وجہ نہیں ہے اور اس سے بد نتائج پیدا ہونے کا خوف سمجھ میں نہیں آتا۔ اس بنا پر اُنہوں نے یہ استعجاب ظاہر کیا۔ اویاتی الخیر بالشر۔ (کیا خیر سے شر پیدا ہو سکتا ہے۔)

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد نے صرف اس سوال ہی کا جواب عنایت نہیں فرمایا بلکہ حقیقت میں اُسکے قواعد کلیہ بتلا دئے۔ یہ تو صراحتہً ہی ارشاد فرمایا کہ خیر سے شر حاصل نہیں ہوتا۔ اور یہی ہمنے اوّل عرض کیا تھا کہ خیر محض منجر الی الشر نہیں ہوتی۔ اسکے بعد جو مثال ارشاد فرمائی اُس سے اوّل تو یہ بات ثابت ہوئی کہ امر خیر اگر حد اعتدال سے متجاوز ہو جائے تو اُس سے نتیجہ بد پیدا ہو سکتا ہے۔ مرقاۃ میں بذیل شرح حدیث لکھا ہے۔

المعنی ان الربیع ینبت خیار العشب فیکثر منها الماشیة لاستطابتها ایاه حتی ینتفخ بطونها من مجاوزتها حد الاعتدال فینفتق امعائها من ذلك فتموت او یقرب الموت ومن المعلوم ان الربیع ینبت اضراب العشب فهی کلها خیر فی نفسها وانما یاتی بالشر من قبل افراط الاکل فکذلك المفرط فی جمع المال من غیر حله او من الحلال المشغل عن حاله یکثر فی التنعم بماله من غیر تامل فی ماله فیقسو قلبه فیتکبر و یتجبر و یمنع ذا الحق حقه فحیث آل مآل المال لهلاکه فی الدنیا او عقابه فی العقبی یصیر سبب الوبال وشدة النکال۔

(حاصل حدیث یہ ہے کہ موسم ربیع میں عمدہ قسم کی گھاس پیدا ہوتی ہے۔ چوپائے اسکو مزے دار سمجھکر اسقدر کھاتے ہیں کہ اُنکے پیٹ پھول جاتے ہیں انتڑیاں پھٹ جاتی ہیں اور وہ مرجاتے ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ربیع میں انواع انواع کی عمدہ گھاس پیدا ہوتی ہے اور وہ سب فی نفسہ خیر ہیں۔ برائی جو کچھ پیدا ہوتی ہے وہ حد سے متجاوز ہو کر کھانے سے ہوتی ہے یہی حال ہے اُن لوگوں کا جو مال کو افراط کے ساتھ غیر حلال ذریعہ سے یا حلال ذریعہ سے ایسی طرح جمع کرے کہ اپنے حال سے بدل جائے۔ تنعم میں پڑکر بے تامل بلا فکر انجام اُڑانا شروع کر دے۔ اُسکا دل سخت ہو جائے۔ تکبر و تجبر اُسکی عادت بنجائے۔ اہل حق کا حق ادا نہ کرے جب مال کا انجام دنیا میں ہلاکی یا عقبیٰ کی گرفتاری ہوئے تو مال خود وبال اور عذاب کا سبب بنگیا۔)

اور اسی حدیث کے اشارہ سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ اگر ایسے امر میں جو فی حد ذاتہ خیر تھا اور اُس میں قدر قلیل اعتدال سے تجاوز ہوگیا۔ لیکن فوراً اُسکا تدارک کردیا گیا تو اب بھی نتیجہ مرتب نہوگا۔ چنانچہ اسی حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔

وفی قولہ امتدت خاصرتاہ اشارۃ الی ان المقتصد ربما یتجاوز حد الاقتصاد لکنہ یتدارکہ بالبراھین الباعثۃ علی القناعۃ والیہ الاشارۃ فی استقبال عین الشمس۔

(امتدت خاصرتاھا (یعنی کوکیں تنگئیں) میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ میانہ رو بھی کبھی حد اعتدال سے متجاوز ہوجاتا ہے لیکن وہ فوراً ایسے امور کا استعمال کرکے جو قناعت پر دال ہیں اُسکا تدارک کرلیتا ہے۔ اور اس تدارک ہی کی طرف اشارہ ہے اس لفظ میں کہ وہ جانور آفتاب کی طرف منہ کرلیتا ہے۔)

الغرض مضمون حدیث سے صراحتًا و اشارۃً یہ چند امور تو معلوم ہوگئے کہ خیر محض منتج شر نہیں ہوتی۔ خیر میں اگر اعتدال سے تجاوز ہوجائے تو نتیجہ بد مرتب ہوجاتا ہے۔ اور اگر تجاوز عن الاعتدال کا تدارک کردیا گیا تو وہ اندیشہ رفع ہوجاتا ہے۔ لیکن تھوڑے تامل سے باقی وہ صورتیں بھی جو ہمنے عرض کی ہیں اس سے مستنبط ہوجائیں گی۔

اور جب خیر کی یہ حالتیں ثابت ہوگئیں تو شر کی حالتوں کا قیاس اس پر صحیح ہوگا۔ اور کسی عاقل کو اُن میں تامل و تردد کا موقع نہوگا۔ خصوصًا جب نظایر و شواہد سے ہم اُس کو محقق کرچکے ہیں۔

خیر و شر کی اس مختصر تحقیق کے بعد اصلی مدعا کی طرف عود کرتا ہوں۔

قوم سبا کفران نعمت۔ ناسپاسی۔ طغیان و سرکشی کی سزا میں ویران و برباد ہوئے۔ جلاوطن ہوئے۔ وطن مالوف سے اُجڑے۔ اور بہت سے خاندان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا۔ عمران بن عمرو بھی اُسی قوم میں کا ایک فرد اور اُن ناشایستہ افعال میں سب کا شریک حال تھا۔ مگر اتنا فرق تھا کہ کاہن کے اقوال یا کسی اور ذریعہ سے اُسکو یہ یقین ہوگیا تھا کہ قوم سبا ساری کی ساری تباہ اور اُنکی نعمت و دولت زایل ہونیوالی ہے۔ وہ عذاب الٰہی سے بچنے کیلئے وقوع حادثہ سے برسوں پہلے ریاست و حکومت۔ دولت و ثروت۔ ناز و نعمت

سب کو بخوشی خاطر چھوڑ کر چلا گیا۔ اور اُسنے اور اُسکے اقربا نے اپنی اپنی پسند کے موافق ٹھکانے بنائے۔ اور جہاں کسی کو موقع ملا آباد ہو گئے۔ جلا وطنی میں اُنکی یہ پیشقدمی جسکا منشاء عذاب الٰہی سے بچنا اور محفوظ رہنا تھا مثمر خیر و برکت ہو گئی۔ عمران کا بھتیجہ ثعلبہ مدینہ منورہ میں آباد ہوا۔ اور اُنکے بیٹے حارثہ کے دو بیٹے اوس و خزرج پیدا ہوئے۔

یہی اوس و خزرج ہیں جنکی اولاد ہیں انصار مدینہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کر کے اپنا نام انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فہرست میں لکھوایا ہے۔ اور اس طرح سبا کی بربادی کا یہ عمدہ اور بہتر نتیجہ نکل آیا۔ جسکو خدا تعالیٰ کی مکنونات قدرت کی شرح کہا جائے تو سراسر بجا ہے۔

مدینہ منورہ میں انصار سے پہلے یہود آباد تھے اور جہانتک تواریخ ہماری رہبری کرتی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ قوم یہود اہل کتاب تھے اُنکو یہ معلوم تھا کہ نبی آخر الزماں کی جائے ہجرت ایسی جگہ ہوگی جسکی ساری علامات مدینہ منورہ کے سوا کسی اور جگہ پر صادق نہیں آتی تھیں۔ اس بنا پر یہ یہاں آکر آباد ہوئے تھے۔

رہی یہ بات کہ کسوقت اور کیونکر یہاں آکر آباد ہوئے۔ اس بارہ میں روایات کے اندر بے انتہا اختلاف ہے۔ اور ہمیں کسی ایک روایت کی نسبتہ اعتماد کرنا سہل نہیں ہے۔ تاہم ایک روایت کا نقل کر دینا مناسب ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ بلغنی ان بنی اسرائیل لما اصابھم ما اصابھم من ظھور بخت نصر علیھم تفرقوا وکانوا یجدون محمدا صلی اللہ علیہ وسلم منعوتا فی کتابھم وانہ یظھر فی بعض ھذہ القری العربیۃ فی قریۃ ذات نخل ولما خرجوا من ارض الشام جعلوا یعبرون کل قریۃ من تلک القری العربیۃ بین الشام والیمن یجدون	(ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھکو یہ بات پہونچی ہے کہ بنی اسرائیل پر جب بخت نصر کے غلبہ کی وجہ سے سخت مصیبتیں پہونچیں تو وہ متفرق ہو گئے۔ اُنکی کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت وصفت موجود تھی اور یہ بھی موجود تھا کہ وہ ایک ایسے قریہ میں جسکے اندر کھجور کے درخت ہیں ظاہر ہونگے۔ یہود جب بخت نصر کی مصیبت کیوجہ سے ملک کو چھوڑ کر نکلے تو شام و یمن کے درمیان ہر ایسے قریہ پر جسکے اندر مدینہ کی سی صفت پائی جائے؟

نعتها نعت یثرب فنزل بها طائفۃ منهم ویرجون ان یلقوا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم حتی نزل منهم طائفۃ من بنی ھٰرون ممن حمل التوراۃ بیثرب فمات اولئک الاباء وھم یومنون بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم انہ جاءٍ ویحثون ابناءھم علی اتباعہ فادرکہ من ادرکہ فکفروا بہ وھم یعرفونہ ای لحسدھم الانصار حیث سبقوھم الیہ۔

گذرتے تھے۔ اور ایک جماعت اُس جگہ مقیم ہوجاتی تھی۔ یہانتک کہ اولاد ہارون علیہ السلام میں سے ایک جماعت جو توارت کی عالم وحامل تھی خاص یثرب یعنی مدینہ منورہ میں مقیم ہوگئی۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ جماعت تو اپنے اسی یقین کہ آپ یہاں تشریف لانیوالے ہیں۔ اس عالم سے گذر گئے۔ مگر اپنی اولاد کو آپکی اتباع کیلئے امادہ کرگئے۔ اسی طرح ایک نسل دوسری کو امادہ کرتی گئی۔ یہانتک کہ ایک نسل نے آپ کا زمانہ پایا۔ اور باوجود علم اور حقیقی معرفت کے کہ آپ ہی ہیں صرف انصار کی پیشقدمی پر حسد کیوجہ سے منکر اور مقابل ہوگئے۔

کلام اللہ سے بھی اس مضمون کی تصدیق ہوتی ہے۔ ارشاد ہے :۔

وکانوا من قبل یستفتحوُن علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکافرین ؕ

(پہلے تو خدا تعالی سے مشرکوں پر فتح چاہتے تھے کہ نبی آخرالزمانکو پیدا فرماکر مشرکوں کو غارت کردے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوی جنکو وہ توارت کی علامات سے پہچانتے تھے تو از راہ حسد انکا انکار کرنے لگے۔ خدا کی پھٹکار کافروں پر۔)

تفسیر درمنثور میں بروایۃ ابن اسحاق وابن جریر وابن المنذر وابونعیم وبیہقی عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری سے نقل کیا ہے وہ اپنے بعض بڑے بوڑھوں سے نقل کرتے ہیں کہ سارے ملک عرب میں ہمسے زیادہ کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال وشان کا واقف نہ تھا۔ ہمارے ساتھ یہود رہتے تھے۔ وہ اہل کتاب تھے۔ اور ہم بت پرست تھے جب ہماری طرف سے کوئی رنج دہ بات یہود کو پہونچتی تو وہ کہا کرتے تھے کہ ایک نبی کا زمانہ بہت قریب آگیا ہے ہم اُنکے ساتھ ہوکر تم بت پرستوں کو عاد ارم کی طرح قتل کرڈالینگے۔ مگر جب اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کو بھیجا۔ ہم تو متبع ہوگئے اور یہود اتباع سے انکار کرکے کفر وعناد پر مصر رہے۔ ہمارے اور یہود کے بارہ میں یہ آیۃ نازل ہوئی ہے۔

اوس وخزرج جو مدینہ میں آباد ہوئے۔ وہ بھی اوّل سے یہ خیال دل میں لئے ہوئے تھے۔ کہ نبی آخرالزماں خاص عرب میں مبعوث ہونگے۔ غالب قیاس یہ ہے کہ یہ علم اپنے ساتھ لائے تھے۔

کیونکہ ہم اُنکے جد امجد سبا ابن یشجب ابن یعرب ابن قحطان کے تذکرہ میں لکھ آئے ہیں کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہوئے تھا اُسکے اُن اشعار میں جو اوپر نقل ہو چکے ہیں یہ تمنا موجود ہے کہ کاش وہ اُسوقت تک زندہ رہتا۔ اور آپکی امداد و نصرت میں حصّہ لیتا۔ اور پھر اپنی اولاد کو وصیۃ کردی کہ جو اُنکا زمانہ پائے میرا سلام پہونچادے۔ عرب میں اپنے بزرگوں اور اکابر کی وصیۃ جیسی کچھ واجب العمل سمجھی جاتی تھی اظہر من الشمس ہے۔ ایسی حالت میں یہ علم اور یہ وصیت اُسکی اولاد میں نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی چلی آئی ہو۔ اور مدینہ میں پہونچکر یہود سے میل جول کے بعد اس خیال کی اور بھی تائید و تقویت ہوگئی ہو۔

اور یہ بھی ممکن ہو کہ یہود ہی سے سنکر اُن میں یہ خیال پھیلا ہو۔ مگر قرین قیاس اور مطابق روایت اوّل ہی بات ہے۔ اہل عرب اپنی خاندانی بات کو جتنا مانتے تھے دوسرے کی بات اُن کے نزدیک اتنی باوقعت نہوتی تھی۔ بہرحال کوئی وجہ سہی اوس و خزرج میں یہ خیال راسخ تھا۔ اور روایتی طریقہ پر اباً عن جدٍّ منتقل ہوتا چلا آتا تھا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ اوس و خزرج دونوں حقیقی بھائی تھے۔ خزرج کے پانچ بیٹے تھے۔ اور اوس کے صرف ایک بیٹا مالک بن اوس تھا۔ اہل عرب میں قوت و شوکت کا مدار اولاد کی کثرت پر تھا۔ اوس جب قریب المرگ ہوا تو اُسکے اقربا نے گرداگرد جمع ہو کر بطور تحسر کہا کہ ہم آپسے کہا کرتے تھے کہ دوسری شادی کرلو۔ دیکھو تمھارے بھائی کے پانچ بیٹے ہیں۔ اور تمھارے صرف ایک ہے مالک نے جواب دیا۔

لن یھلک ھالک۔ ترک مثل مالک۔	(جسنے اپنا نام روشن رکھنے کیلئے مالک جیسا بیٹا چھوڑا وہ ہرگز نہیں مرا۔)

مطلب یہ تھا کہ اگر ایک بیٹا بھی مالک جیسا شریف النفس قوی الہمۃ ہو تو باپ کا نام زندہ رکھنے کیلئے کافی ہے۔ اور کم ہمۃ دنی النفس بہت سے بھی ہوں تو کچھ نہیں پھر کہا:۔

ان الذی یخرج النار من الزند قادر علی ان یجعل لمالک نسلاً	(جو ذات پاک اس بات پر قادر ہے کہ چقماق میں سے آگ پیدا کردے اس پر بھی قادر ہے کہ مالک کی اولاد پھیلادے)

ورجالا بسلا۔ | اور اُن میں شجاع و بہادروں کی جماعت پیدا کردے۔

اور پھر اپنے بیٹے مالک کی طرف دیکھکر کہا:۔

ای بنیة المنیة ولا الدنیة | (پیارے بیٹے موت کو اختیار کرلینا مگر ذلت گوارا نہ کرنا)

یہ تھے عرب کے شریفانہ اخلاق جس نے اُنکو دنیا کا مالک بنا دیا تھا خیارکم فی الجاھلیة خیارکم فی الاسلام میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔

اِسکے بعد اُس نے اشعار ذیل پڑھے۔

لعل الذی اودی ثمود اوجرھما | سیعقب لی نسلا علی اٰخر الدھر

اُمید ہے کہ وہ ذات جسنے ثمود و جرہم جیسی زبردست قوموں کو فنا کردیا۔ میرے لئے قیام دہر تک قایم رہنے والی نسل پیدا کردے

تقربھم من ال عمرو ابن عامر | عیون الذی الداعی الی طلب الوتر

وہ ذات میری نسل کو اُن لوگوں کی نگاہ میں جو طلب ثار کیلئے بلاتے ہیں عمرو بن عامر کی اولاد کی برابر بنادے۔

الم یات قومی ان اللہ دعوة | یفوز بھا اھل السعادة والبر

کیا میری قوم کو خبر نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدائے حق بلند ہونیوالی ہے جسکی برخورداری سعید اور نیکوکار لوگوں کیلئے ہوگی

اذا بعث المبعوث من اٰل غالب | بمکة فیما بین زمزم والحجر

جبکہ مکہ کے اندر زمزم اور حطیم کے درمیان غالب بن لوی کی اولاد سے ایک نبی مبعوث ہونگے

ھنالک فابغوا نصرہ ببلادکم | بنی عامر ان السعادة فی النصر

اُسوقت ای بنی عامر اپنے شہروں میں رہکر اُنکی مدد کرنا۔ کیونکہ سعادت اور فلاح صرف اعانت میں منحصر ہے

ان اشعار میں جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ میں مبعوث ہونے کی بابت اپنے علم کو ظاہر کیا ہے۔ ایسے ہی یہ بھی بتلادیا کہ تمکو اپنے وطن میں رہکر نصرت کرنا چاہئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ کی جای ہجرت ہونے اور اپنی قوم کی جاں نثاری و خادم بنے کا بھی اُسکو علم تھا۔ اور اسی وجہ سے یہ خطاب صرف اپنی اولاد کو نہیں کیا۔ بلکہ اپنے بھائی کی اولاد کو بھی اُسمیں شریک کیا۔

(باقی آیندہ)

ف ان لوگوں کے ذہن کسقدر رسا و نقاد تھے۔ اور وہ قدرت کے مختلف مظاہر و شیون کو کیسے خوبی سے سمجھے ہوئے تھے افسوس اگر قدرت کی ایک نظیر سے دوسرے کیلئے استدلال کرتے تو اتنا لطیف نہوتا جتنا ایک ضد سے دوسری ضد پر۔

تربیۃ السالک و تنجیۃ الھالک

نمبر ۶

(حال) پہلے حضور نے ارشاد فرمایا تھا کہ قصد السبیل میں دیکھکر عمل شروع کرنا چنانچہ خاکسار نے وہ عمل جو حضور نے عامی شغول کے واسطے تجویز فرمایا ہے شروع کر دیا لیکن تہجد کا پابند نہیں ہوں بعد عشاء کے نفلیں پڑھ لیتا ہوں جس طریق سے حضور نے لکھدیا ہے۔ اب میری کیفیت یہ ہے کہ نماز کے اندر دل میں خیالات بہت پیدا ہوتے ہیں اور ایسے خیالات کہ جنکا گمان مجھے قطعی نہیں ہوتا بیحد پریشان ہوتا ہوں اور بہتیرا چاہتا ہوں کہ نماز میں یکسوئی حاصل ہو لیکن امکان سے باہر ہے۔

(تحقیق) اس میں زیادہ کوشش نہ کریں کہ پریشانی بڑھنے سے قلب پژمردہ ہوتا ہے اور اس سے بعض اوقات ضروریات سے بھی معطل ہوجاتا ہے اسلئے صرف اتنا کریں کہ جو کچھ زبان سے پڑھیں اُن الفاظ کی طرف متوسط توجہ رکھیں اس سے خود بخود وساوس کم ہوجاوینگے اور بعد چندے پھر اطلاع دیں۔

(حال) دیگر یہ کہ جس روز سے میں نے یہ عمل شروع کیا ہی دل بہت کمزور ہو گیا ہے بعض وقت یہ کیفیت ہوتی ہی کہ خوف ہوتا ہے کہ کہیں اختلاج قلب کا دورہ نہ ہوجاوے اور یہ کیفیت خاصکر اُسوقت زیادہ ہوتی ہے جب کبھی معاذ اللہ وسواس شیطانی دل میں پیدا ہوتے ہیں اور نفس کسی ایسے فعل پر جو ناجائز ہو راغب ہوتا ہے لہذا اُمیدوار ہوں کہ حضور ان تمام امور کے دفعیہ کی طرف توجہ فرماویں اور دعا فرماویں کہ خاکسار کا ایمان قائم رہے۔

(تحقیق) اسکا علاج وہی ہی جو اوپر لکھا گیا کہ اسمیں زیادہ کاوش نہ کریں اور جو تدبیر میں نے لکھی ہی اول تو اُس سے وساوس خود بخود دفع ہوجاوینگے اور اگر بالفرض دفع نہ بھی ہوں تب بھی کچھ فکر نہ کرنا چاہئے کیونکہ حدیثوں میں ہمکو وساوس کے بارہ میں بالکل بے فکر کر دیا گیا ہی اور یقین دلا دیا گیا ہے کہ اُس میں ذرہ برابر بھی گناہ نہیں ہوتا پھر اُسکے درپے ہونے کی کیا ضرورت

ہے درپے ہونے ہی سے اختلاج کا اندیشہ ہے اور بے فکر ہونے سے انشاءاللہ کچھ اندیشہ نہیں۔

(حال) دیگر عرض یہ ہے کہ ایک مرتبہ سید اعزاز حسین صاحب مجھسے بلاوجہ ناراض ہوگئے تھے اور میرا تعلق اُنکے یہاں سے علیحدہ ہوگیا تھا ایک روز میں نے حضور کا جمال خواب میں دیکھا تو حضور نے فرمایا کہ جو شخص ناراض ہو تو جسوقت اُسکے سامنے جاوے تو پہلے داہنے ہاتھ کی اُنگلیوں پر بسم اللہ پڑھ لیا کرا اور سلام کرلیا کر چنانچہ میں نے اُس عمل کو کیا اور وہ مجھسے راضی ہوگئے یہ عمل حضور نے خواب میں بیان فرمایا تھا لہٰذا التماس ہے کہ اگر حضور فرماویں تو میں اس عمل کو کیا کروں۔

(تحقیق) کچھ حرج نہیں۔ مگر یہ ہرگز اعتقاد نہ رکھئے کہ خواب میں میں ہی تھا اللہ تعالےٰ کسی لطیفہ غیبیہ کو کسی خاص صورت میں ظاہر فرما دیتے ہیں اور اس صورت والے کو خبر بھی نہیں ہوتی۔

(حال) مری حالت کچھ عرصہ سے بہت خراب ہوگئی ہے خدمت اقدس میں پیش کرتا ہوں اگرچہ شرم مانع ہے لیکن طبیب سے چھپانا سخت مضر ہے مرے بعض اوقات وظائف وغیرہ کے مقرر تھے وہ ترک ہوگئے اور طبیعت معصیت کی جانب مائل اور جن بُری باتوں سے مجھے تنفر تھا اب اُن سے تنفر نہیں پاتا ہوں مرے واسطے دعاء فرمائے اور کوئی وظیفہ تعلیم فرمائیگا کہ خدا اُسکی برکت سے میرا نقصان دفع فرماویں۔

(تحقیق) یہ باتیں دور سے نہیں ہوا کرتی چند روز یہاں رہنا چاہئے مگر جب آنے کا خیال ہو اوّل تعیّن وقت میں مجھسے مشورہ کرلیا جاوے۔

(حال) اس کمترین کو یہ آرزو ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے دیدار مقدس سے خواب میں مشرف ہوتا آنجناب سے اللہ واسطے درخواست ہے کہ دعا یا درود کی ترکیب مرحمت فرمائی جاوے۔

(تحقیق) اس سے زیادہ ضروری دعا تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپکو ضروریات میں مشغول اور متوجہ فرماویں۔

(حال) حضور کے ارشاد کی تعمیل یہ عاجز برابر کررہا ہے ایک نئی بات جو پیش آئی ہے وہ یہ ہے کہ نماز پڑھنے کی حالت میں تمام جسم میں ایک عجیب سی حالت پیدا ہوجاتی ہے اپنا پڑھنا

اپنے ہی کو سنائی نہیں دیتا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مونہہ سے الفاظ بڑی مشکل سے نکلتے ہیں نہیں معلوم کیا وجہ۔

(تحقیق) اگر اس سے پہلے کسی مرض کے آثار ظاہر نہیں ہوئے تو یہ حالت غیبت و فنا کی ہے اللہ تعالیٰ مبارک فرماویں ورنہ علاج کریں۔

(حال) میرے ایک دوست نے مرے پاس لکھا ہو کہ دو ایک رات بعد تہجد و تسبیح سجدہ کی حالت میں سوتا تھا ایک شخص نے ایک دوست کی آواز میں یوں کہا کہ اب کیا کروگے اسکے سننے سے اُٹھکر اسم ذات دیر تک پڑھتے رہے اور بھی لکھا ہے کہ ہمیشہ رات دن متوجہ بقلب رہتا ہے۔ حق تعالیٰ کا دہیان آتا ہے غفلت کم ہوگئی ہے مگر سابق میں بہت علامات و آثار دیکھے تھے اسوقت بہت کم ہوئے ہیں اسلئے وہ پریشان ہے اسکا جواب بندہ نے جو کچھ حضرت سے پہونچا تھا اسکے موافق دیا ہے کہ آثار و علامات مقصود نہیں کبھی زیادہ اور کبھی اسکی کمی ہوتی ہو وہ قابل التفات نہیں ہیں نہ ہوں تو بہتر اور بلاسعی ہوں تو اُسکی طرف متوجہ نہ ہونا چاہیئے وغیرہ لیکن بندہ کو اس شخص کے بارہ میں یہ عرض کرنا ہو کہ شروع میں نشان دادہ عبارت کے بارہ میں اگر کچھ اسکے معنی بتلانے کے قابل ہوں بتلائے جاویں اور خوشبو کیوں معلوم ہوتی ہے۔

(تحقیق) یہ صورت قابل التفات نہیں ایسی مایوسی کی باتیں شیطان القاء کرتا ہے لاحول پڑھ دیا کریں اور خوشبو مرے نزدیک ارواح کا طیب غیبی مکشوف ہوتا ہے شکر کریں کمال نہ سمجھیں۔

(حال) دیگر یہ شخص قابل تعلیم مراقبہ ہے یا نہیں۔

(تحقیق) ہے اگر علم یا صحبت اہل علم رکھتا ہو یعنی فہم اچھا ہو۔

(حال) اگر قابل مراقبہ ہے تو کونسا مراقبہ مناسب ہوگا ضیاء القلوب میں جو چھ صورتیں مرقوم ہیں بندہ بطور خود پیشتر شاید کچھ کیا ہوگا حضور عالی سے جب تعلق پیدا ہوا تو بندہ کے حق میں مراقبہ کی جو صورت تجویز کی گئی ہے وہ سب صورتوں سے الگ ہے شاید اکثر لوگوں کو اس آزادی صورت میں دلچسپی نہ ہو۔

(تحقیق) ضیاء القلوب سے سلطان الاذکار طریقہ مناسب ہے۔

(حال) مرے حق میں دعا فرماویں کہ توفیق و مداومت اشغال نصیب ہو۔ ہمت امور دین میں بہت پست ہے۔ ہر چند جی چاہتا ہے کہ کچھ معینہ وقت پر شب میں نوافل ادا کر لیا کروں جاگتا رہتا ہوں مگر نفس و شیطان دونوں بلکہ اس ارادہ و قصد کو ایسا قطع کر دیتے ہیں کہ بیان سے باہر ہے ہر روز یوں ہی ہوتا ہے کیا کروں کچھ تدبیر تحریر فرماویں بالفعل فرض عشاء کے بعد کچھ نوافل پڑھ لیتا ہوں۔

(تحقیق) آپ زیادہ پریشان نہوں بعد عشاء کے نوافل اور ذکر و شغل سب کر لیا کریں انشاء اللہ تعالیٰ شدہ شدہ آخر شب میں بھی توفیق ہونے لگیگی۔

(حال) احقر نے عرصہ ہوا جب دریافت کیا تھا کہ نماز میں بھی ذکر جاری رکھنا چاہیے حضرت نے ممانعت فرمائی تھی مگر اب بے اختیاری کی حالت میں ذکر جاری ہوجاتا ہے اور باوجود اس کوشش کے کہ قلب ساکت رہے مجبور ہوجاتا ہوں بعض مرتبہ اس سوچ میں اللہ اکبر کہنا سہو ہوجاتا ہے امید کہ خادم کو مطمئن کیا جاوے۔

(تحقیق) سوچ چھوڑ دیجاوے۔ اور جب بے اختیار ذکر جاری ہوجاتا ہے اسکو بند نکیا جاوے میرا مطلب یہ تھا کہ قصداً جاری نرکھنا چاہیئے کہ نماز کی طرف توجہ مقدم ہے میرا یہ مطلب نہ تھا کہ اگر جاری ہوجاوے تو اسکو بند کیا جاوے کیونکہ یہ مخل نہ ہوگا توجہ الی الصلوۃ میں۔

(حال) بعد سلام مسنون کے عرض یہ ہے کہ کل نو ہزار اسم ذات میرا وظیفہ ہے بفضل الٰہی ہر روز ورد ہے اور اندرونی خفیف حرکت ہے اور بعض اوقات حرکت زیادہ بھی ہوتا ہے اور سر میں گرمی ہے اور میں علاج کیا ہوں حکیم کہتے ہیں کچھ بیمار نہیں ہے۔ اور اذکار میں لذت معلوم ہوتا ہے اور بعض وقت خود ایک قسم کا بوجہ معلوم ہوتا ہے۔

(تحقیق) اس خط پر یہ لکھکر بھیجو کہ قلب میں وحشت اور سر میں درد تو نہیں اور یہ لکھو کہ کچھ گھی اور دودھ کا استعمال کر سکتے ہو یا نہیں۔ خرچ میں گنجایش ہے؟

(حال) قلب میں وحشت اور نیند اور درد سر بفضل الٰہی نہیں ہے اور گھی دودھ انشاء اللہ تعالیٰ استعمال کر سکتا ہوں حضرت اور کچھ ذکر اللہ بتلا کر مشرف کریں۔

(تحقیق) اگر یہ حالت ہے تو احوال مذکورہ خط سابق منجملہ آثار ذکر ہیں مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ ترقی بخشے۔ گھی دودھ کا استعمال بقدر گنجایش رکھیں۔ ذکر اللہ زیادہ بتلانیکے لئے اسکی ضرورت ہے کہ اب جو معمول ہو اوس سے اطلاع دیں اور یہ کہ اور کسقدر فرصت ہے۔ اس خط کو بھی پھر بھیجنا۔

(حال) عرض یہ کہ میری حالت بہت خراب ہے کہ میرا دل بہت سخت ہو گیا ہے اس کا کچھ علاج جو بہت آسان ہو فرمایئے میری ایسی حالت ہے کہ کچھ عرصہ تو بہت اچھا گذرتا ہے اور دل بہت اچھا رہتا ہے اور نماز میں بھی دل لگتا ہے اور ساری باتیں اچھی رہتی ہیں اور کچھ عرصہ بہت خراب گذرتا ہے کہ نہ نماز میں دل لگے نہ کچھ جہانتک ہو سکتا ہو کسی کام مین کمی نہیں کرتا ہوں مگر دل کچھ ایسا سخت ہو جاتا ہے کہ نیک کام میں کچھ مزا نہیں آتا میرے لئے کوئی دعا یا عمل تحریر فرمایئے کہ حالت درست رہے۔

(تحقیق) دل نہ لگنا اور مزا نہ آنا سختی نہیں ہے بلکہ اسپر جو آپ کے دل میں رنج ہوا ہے یہ خود علامت ہے دل کی ترقی کی حالانکہ یہ رنج کی بات نہیں ہے تو جو بات واقع میں رنج کی ہو یعنی کسی گناہ کا صادر ہو جانا اوسپر تو ایسے دل میں بہت ہے رنج ہو گا پھر سختی کہاں رہی سختی یہ ہے کہ گناہ میں باک نہ ہو گناہ ہو جانیکے بعد پروانہ ہو اوسپر رنج نہ ہو اطمینان رکھیں اپنے کام میں لگے رہیں باقی اس سے زائد کیفیات کھلاتی ہیں اُن کی تفصیل ضروری نہیں۔

(حال) حسب ارشاد والا ذکر بارہ تسبیح کا ورد کرتا ہوں الحمد للہ اوسکی برکت سے منہیات سے نفرت مندوبات پر رغبت بالطبع ہو رہی ہے اگرچہ اسکے پہلے بھی یہ حالت تھی مگر اب اور زیادہ ہو گئی ہے شوق زیادہ فرصت کم ہے۔ شروع ذکر سے ابتک سر میں درد رہا کرتا ہے میں اسکو تحریک نزلہ و غلبہ برودت تصور کرتا ہوں چونکہ بعد شروع ذکر سے یہ واقعہ وقوع میں آیا ہے لہذا خدمت شریف میں عرض ہے بایں وجہ مذکور بعض روز ذکر خفی کرتا ہوں اسکی نسبت رائے والا کا طالب ہوں باوجود ذکر ایام قلیل فائدہ کثیر معلوم ہوتا ہے یہ آن مخدوم کی کرم و عنایت کا ثمرہ ہے دیوقت بند چشم و گوش لفظ اللہ بصورت جرسیہ سماع میرسد رویار صالحہ نصیب الحمد للہ علی احسانہ۔ میرے نابینا بھائی اسد علی صاحب سلام مسنون عرض کرتے ہیں اور ذکر بدستور سابق کر رہے ہیں ترقی کے شایق ہیں ذکر بارہ تسبیح کا شوق مگر اجازت کے طالب

وامیدوار ہیں اور حال حسبی صحیح و درست ہے اور اثنار ذکر میں جناب بھائی صاحب کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی سلام مسنون کرتا ہے مگر متکلم نظر نہیں آتا ہے ایسی صورت میں جواب سلام کا دیں یا نہیں اب تک جواب نہیں دیتے ہیں۔

(تحقیق) آپ کی حالت قابل مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ مبارک فرماوے ایسی حالت میں خفی ہی مناسب ہے اسد علیصاحب کو بارہ تسبیح کا اگر شوق ہو اجازت ہے مگر حالت سے ضرور اطلاع دیتے رہیں اور گھی دودھ کی کثرت رکھیں اور چھ گھنٹہ سے کم نہ سوویں سلام کا جواب ایک بار دیدیا کریں دبس۔

(حال) جمعہ کی رات کو منام میں دیکھا ہے کہ کچھ صلحا خلفار رسول کریمؐ کی بزرگی کا تذکرہ فرما رہے ہیں ناگاہ حضور تشریف فرما ہوئے پس ایک سفید پوش صحابی نے (ولا اعرفہ) حضور سے سوال کیا من خلفاءك او کما قال فاجاب رسول اللہ خلفائے بعد عمر و عثمان و علی خوب اچھی طرح یہ عبارت محفوظ ہے ہاں اسمیں شبہ ہے کہ پہلے عثمان فرمایا یا پہلے علی فرمایا اور پھر عثمان فرمایا ان دو اخیر کے اسمار مبارکہ کی تقدیم و تاخیر میں شبہ ہے باقی عبارت اور حاصل مضمون جو مذکور ہوا خوب یاد ہے اس کلام اور منام کی صحت میں کچھ خلل تو نہیں ہے اور اگر کچھ میرے لئے کسی نوع کی خیر و تنبیہ ہو تو ارشاد فرمیئے۔

(تحقیق) شاید آپ کو اس سے شبہ ہوا ہو گا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام مبارک نہیں لیا گیا سو اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت صدیق رضؓ پر غایۃ فنا فی المحبوب کے سبب معیت غالب ہے بہ نسبت بعدیۃ کے کما یفھم من قولہ تعالیٰ ان اللہ معنا وھو السر فی قولہ علیہ السلام لو کان بعدی نبیٌّ لکان عمر حیث لم یقل ابوبکر ھٰکذا اسمعتہ من مولانا واستادنا الشیخ محمد یعقوب قدس سرہ۔

س بہت دن ہوئے آنحضور نے فرمایا تھا کہ بعض کتابوں میں تصوف کے آثار ذکر و شغل کو لکھا ہے لہذا عرض ہے کہ کوئی رسالہ ایسا تحریر فرمایئے جسمیں ذکر اور شغل کے آثار تمامہا معلوم ہو جاویں اور اس سے طالبین کو رغبت زیادہ پیدا ہو گی کوئی رسالہ مستقل اور مفید ایسا معلوم نہیں ہوتا اگر آنحضور اس امر میں کوئی خرابی تصور نفرماتے ہوں تو بوقت فرصت

تحریر فرمادیویں خادم کو بہت شوق ہے ورنہ جو ارشاد آنحضور ہو خادم کو وہی منظور ہے۔

ج ہر شخص کو جدا حالات پیش آتے ہیں لکھنے سے اولٹا ضرر ہوگا کہ ایک دوسرے شخص کے حالات کا منتظر رہیگا اور نہونے سے مایوسی و پریشانی ہوگی پھر ہر شخص کی خصوصیات سے وہ حالات مختلف بھی اسقدر ہیں کہ انضباط قریب یہ محال ہے۔

(حال) اوائل ماہ صفر گذشتہ میں فدوی نے قطعہ عریضہ خدمت والا میں ارسال کیا تھا اور اُسمیں اپنے شغل و تعلیم کے متعلق حضور سے سوال کیا تھا چنانچہ جواب سے اس طرح پر سرفرازی ہوئی کہ آپ چونکہ صاحب فہم ہیں اسلئے عالم مشغول کا دستور العمل مناسب سمجھتا ہوں یہ حضور نے اس خاکسار کی ہمت افزائی فرمائی ہے ورنہ میں عامی شخص سمجھ بوجھ کیا جانوں مگر ہاں امید ہے نسبت عظیم نصیب ہوئی ہے اللہ تعالیٰ حضور کی زبان مبارک فرمادیں حال اپنا یہ ہے کہ حسب حکم والا صادر ہوا بعد نماز صبح تلاوت قرآن شریف تقریباً نصف پارہ اور مناجات مقبول کی اصل عربی ایک منزل روزانہ پڑھا کرتا ہوں اور نماز تہجد کیوقت اسم ذات کا ذکر خفیف جہر و ضرب کے ساتھ کرتا ہوں لیکن ابھی صرف تین ہزار تک پڑھتا ہوں اس سے زیادہ پڑھنے سے جی گھبراتا ہے۔

(تحقیق) اگر دسنو پڑھنے سے جی گھبراتا ہے جیسا مابعد کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے تو اوسکے متعلق میں نے جو لکھدیا ہے اوسپر عمل کیجئے اور اگر اور کوئی بات ہے تو صاف لکھئے۔

(حال) اور بڑی تکلیف وضو کے نہ ٹھیرنے سے ہوتی ہے بعض دفع ایسا ہوتا ہے کہ اثناء ذکر میں وضو شکست ہوجاتا ہے اگر دوبارہ وضو کرلیا پھر وہی کیفیت ہوتی ہے سردی کے باعث یا یوں بھی بار بار وضو کے لئے اوٹھنا ناگوار معلوم ہوتا ہے اور بال بچوں کی نیند میں خلل پڑنے کا احتمال رہتا ہے اگرچہ ممکن ہے کہ بیٹھے ہی بیٹھے تیمم کرکے شغل کو جاری رکھوں مگر بلا اجازت مرشد اسپر مبادرت نہیں ہوتی کیونکہ دستور العمل میں باوضو ذکر کرنیکو لکھا ہے اسکی بابت جو مناسب ہو تحریر فرمایئے

(تحقیق) وضو رکھنا ضروری نہیں تیمم کرلیا کیجئے مگر اس تیمم سے نماز و مس مصحف جائز نہیں۔

س وقت تہجد میں کبھی کبھی آنکھ نہیں کھلتی اسلئے بعد عشا آٹھ رکعت تہجد کی نیت سے روزمرہ پڑھ لیتا ہوں اور جس روز وقت پر اُٹھنا نصیب ہوتا ہے عین وقت میں بھی آٹھ رکعت تہجد پڑھتا ہوں

اور بعدہٗ ذکر اسم ذات کرتا ہوں۔ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں۔

ج بہت مناسب ہے۔

(حال) جب سے یہ شغلہ شروع کیا ہے بدخوابی کئی بار ہوئی حالانکہ قبل اسکے نہیں ہوتی تھی جس روز ایسا واقعہ ہو جاتا ہے سخت افسوس ہوتا ہے۔

(تحقیق) افسوس کی کیا بات ہے۔

س جاگتا رہتا ہوں مگر بوجہ ناپاکی جسم صبح صادق تک کچھ نہیں کر سکتا۔ آیا اوس حالت میں بھی ہاتھ منہ دھو کر کچھ دل سے یا زبان سے خفی یا جہر ذکر چارپائی پر بیٹھے ہی بیٹھے کر لیا کروں۔

ج ہاں ہاں۔

س چونکہ ذکر کی پوری تعداد ۱۲ ہزار سے ۲۴ ہزار ہے اور میں صرف تین چار ہزار تک پڑھتا ہوں اس وجہ سے ندامت رہتی ہے اور اس خیال سے کہ شاید یہ کمی پوری ہو جائے تسبیح و تہلیل و تکبیر سو سو بار پنجوقتہ نمازوں کے بعد بدستور سابق پڑھا کرتا ہوں گذارش ہے کہ وظیفہ سابق کا چھوڑ دوں یا پڑھا کروں یا بجائے ان کے کچھ اور مناسب ہے۔

ج پہلے معمولات کو نہ چھوڑئے البتہ اگر ہمت ہو اسم ذات بارہ ہزار تک بڑہا دیجئے اور اطلاع حالات سے دیتے رہیئے۔

س ذکر کے وقت خیالات ادھر اُدھر کے آیا کرتے ہیں قلب متوجہ کرنیکا کیا طریقہ ہے۔

ج بس قصداً خیالات نہ لایئے یہی کافی ہے اس سے انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد یہ شکایت جاتی رہیگی مستقل تدبیر کی ضرورت نہیں۔

س ذکر بجہر خفیف کرنے میں بھی گھر میں بچے کے جاگنے اور رونے سے کام میں خلل پڑتا ہے اگر ایسی حالت میں کبھی کبھی خفی یعنی بالکل منہ میں پڑھوں تو کیسا۔

ج ایسے وقت یہی ضروری۔

س ذکر اسم ذات میں ہ کو جزم سے ادا کروں یا پیش کے ساتھ اور ضرب کا کیا قاعدہ ہے۔

ج جزم کے ساتھ پڑھئے اور ضرب کا کوئی خاص طریقہ نہیں ہے جو طبیعت سے پیدا ہو وہی کافی ہے

—— :(باقی آئندہ): ——

تقریظات

مطبوعات قاسمی پریس دیوبند

دیوبند میں مطبع کے قائم ہونے سے صرف یہ ہی مقصد نہیں تھا کہ رسالہ القاسم اکثر ٹھیک وقت پر شائع ہو بلکہ مسلمانوں کو جس قسم کے صحیح اور مفید کتابوں کی مختلف زبانوں میں آجکل ضرورت ہے اُن کے طبع کے بھی ایک بہتر صورت نکل آئے۔

بلا شبہ ابھی تک مطبع بسبب ابتدائے حالت میں ہونے کے اسقدر بلند پیمانہ پر نہیں پہنچا کہ وہ اپنے تمام یا اکثر ارادوں میں کامیاب ہو جاتا لیکن تاہم عمدہ اور نفیس مطبوعات کا جو ذخیرہ وہ تیار کرنا چاہتا ہے اوسکا آغاز اوسنے ذیل کی کتابوں سے کر دیا ہے۔

شائقین مولوی سید اصغر حسین صاحب معتمد القاسم دیوبند سے طلب فرماویں۔

نشر الطیب — فی — ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم

یہ کتاب حکیم الامتہ حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب مدظلہم کے تازہ ترین تالیفات میں سے ہے۔ مولانا نے اسمیں جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ابتدا صورۃ نوریہ سے دخول جنت کے بعد تک کے حالات طیبات کو نہایت جامعیت اور تفتیش سے جمع فرمایا ہے اور جا بجا ایسے شوق انگیز اشعار بھی مع حل مطالب کے درج فرمائے ہیں جنکو پڑھکر اہل ذوق وجد میں آجاتے ہیں اور طالب علمانہ طبیعت رکھنے والوں کے لئے موقع بموقع کچھ لطائف علمیہ بھی موجود ہیں پھر ان سب باتوں کے ساتھ عام واعظوں اور مولود خوانوں کے جھوٹی اور بے اصل روایات سے قطعاً احتراز کیا گیا ہے اور حضرت مولانا کی تصنیفات میں قدر مشترک کے طور پر جو خصوصیت آپ کے ذاتی سوز دل سے تعلق رکھتی ہے اوسکو تمام ناظرین خود ہی جانتے ہیں۔

قیمت۔ درجہ اوّل ۸/ درجہ دوئم ۴/ درجہ سوئم ۳/

جامع الآثار

علم حدیث کے لامحدود وسعت اور انسان کے کوتاہ نظری کے وجہ سے بسا اوقات احکام فقہیہ کے استنباط میں بعض غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں

اور ایسی غلط فہمیوں میں مبتلا ہو کر آدمی گاہ بگاہ اپنے خلاف مسئلہ بتلانے والوں پر زبان تشنیع دراز کر بیٹھتا ہے کیونکہ اوسکو اپنے مخالف کے ماخذ استدلال پر توا طلاع نہیں ہوتی اور جو روایات اوسکے سامنے ہوتی ہیں اون کو وہ اوس مسئلہ کے خلاف سمجھتا ہے مثلاً صحاح کی تمام کتابوں میں ایک حدیث بدین الفاظ منقول ہے۔

کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا دخل الخلاء قال اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث۔	ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہو جاتے تھے تو اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث فرماتے تھے۔

اس کے ظاہر الفاظ کو دیکھکر بعض علماء کی یہ رائے ہو گئی کہ آدمی بیت الخلاء کے اندر داخل ہو کر یہ دعا پڑھ لے لیکن اکثر علماء اسکو پسند نہیں فرماتے کہ ایک ایسی ناپاک جگہ میں خدا تعالیٰ کا نام پاک لیا جاوے اسلئے اُن کا خیال ہے کہ انسان جب بیت الخلاء میں داخل ہونیکا ارادہ کرے تو اوسوقت داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھے۔

اب جو کوئی اس حدیث کو صحاح ستہ میں تلاش کریگا اور اوسکو وہی الفاظ ملینگے جو ہمنے اوپر نقل کئے تو وہ یقیناً بمقتضائے ایمان اول الذکر علماء کی رائے کی تصویب و تائید پر مائل ہوگا لیکن جب تم امام بخاری کی اوس روایت کو جو انھوں نے اپنے صحیح میں تعلیقاً اور رسالہ ادب المفرد میں اسناداً بیان فرمائی ہے دیکھوگے تو تمکو ان جملہ روایات کا مطلب متعین کرنے میں سہولت ہو جائیگی۔ اور تم فوراً سمجھ لوگے کہ اب تک جو حدیث کا مطلب ہمنے سمجھا تھا وہ پورا صحیح نہ تھا بلکہ فریق ثانی کا اجتہاد حق سے زیادہ قریب تھا۔

اوس روایت میں اور کچھ نہیں صرف اسقدر ہے کہ اذا دخل الخلاء (جب آپ داخل ہو جاتے تھے بیت الخلاء میں) کے بجائے اذا اراد الدخول (جب ارادہ کرتے تھے داخل ہونیکا) یہ الفاظ ہیں اب تم خود فیصلہ کرلو کہ ایک لفظ کے بڑھ جانے سے مسئلہ میں کسقدر فرق پڑ گیا اور ایک روایت نے آکر تمام روایات کی کسطرح شرح کردی۔

یہی حال عام طور پر احادیث سے احکام مستخرج کرنے میں ہوتا ہے اور اسیواسطے جو شخص حدیث میں کم بضاعت ہو اوسکو اجتہاد کرنے سے روکا ہے اور یہی سب سے بڑا

سبب ہے جسکی وجہ سے کم فہموں کو فقہ حنفی پر اعتراض کرنیکا زیادہ موقعہ حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ فقہا حنفیہ کے مذاق پر کتنی ہی صحیح اور قوی حدیث کیوں نہو اوسکا مطلب بھی کم از کم درجہ کی احادیث (بشرطیکہ احادیث ہوں) اور اقوال صحابہ کا پورا تتبع کرنیکے بعد متعین کیاجاتا ہے۔

اس قسم کی احادیث جنپر مطلع ہونیکے بعد ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال افعال کا صحیح محمل بتلاسکیں فقط صحاح کی چھ کتابوں میں ہی منحصر نہیں ہیں بلکہ سیکڑوں کتب حدیث کے کھنگالنے کے بعد ہاتھ آسکتے ہیں۔

چنانچہ حنفیہ میں سے جمال الدین زیلعی نے نصب الرایہ میں بہت جانفشانی کرکے اس قسم کی روایات فراہم کی ہیں اور شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں زیلعی کی تخریج سے ہی بہت زیادہ فائدہ اوٹھایا ہے۔

صحاح ستہ میں چونکہ اِن روایات میں سے بہت سی روایات مذکور نہیں ہیں اور حنفیہ کے مسلک کے موافق احادیث صحاح کا محمل صحیح بھی اون روایات کے بغیر کامل طور پر دلنشین نہیں ہوتا اسلیئے حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علیصاحب مدظلہم نے جامع الآثار کے نام سے ایک کتاب فن حدیث میں تالیف فرمائی ہے جسمیں فتح القدیر وغیرہ سے مدد لیکر اسی طرح کی روایات کو مختلف کتابوں سے فراہم کیا ہے ضرورت ہے کہ مشکوٰۃ شریف سے پہلے طلباء عربی خوان اس کتاب کو پڑہیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ نہایت فائدہ ہوگا قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۶ر

دوسرے مطابع کی کتابیں

حجۃ الاسلام متکلمین کی سعی نے اعدار اسلام کے مقابلہ میں جو ذخیرہ مصنفات تیار کیا ہے وہ اگرچہ میدان مناظرہ میں پورا کام دیسکتا ہے لیکن ہر مسئلہ کے متعلق اس سے تشفی اور قلبی اطمینان کا پیدا ہوجانا ضروری نہیں۔ اسکے برعکس فن اسرار الدین کے ذیل میں جو کتابیں تصنیف کی گئی ہیں اُن کو گو ہم کسی مناظر کے سامنے پیش کرکے عہدہ برآ نہو سکیں لیکن اسمیں کوئی شک نہیں کہ اون اقناعیات سے جو سکون اور یقین دل میں حاصل

ہوتا ہے وہ علم کلام کے بڑے بڑے دلائل وبراہین سے نہیں ہو سکتا۔

تفسیر کبیر کے مباحث کلامیہ کا مقابلہ مثنوی مولوی رومی کے اُن مقامات سے کرکے دیکھو جنمیں عقائد کے متعلق مولانا نے متکلمانہ حیثیت سے بحث کی ہے تمکو صاف معلوم ہو جائیگا کہ پہلا بیان مخالف کو ساکت تو کر دیتا ہے لیکن پورا مطمئن نہیں کرتا اور دوسرا اگرچہ منطقی حیثیت سے ساکت نہ کر سکے لیکن اندر ہی اندر دل میں اُتر جاتا ہے۔

مجدد الملۃ البیضا حضرت مولانا محمد قاسم قدس سرہٗ کی تصنیفات کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اُن میں یہ دونوں (متکلمین اور محققین کی) مسلک جمع ہو گئے ہیں۔ مولانا عموماً کشفی حقائق کو عقلی پیرایہ میں ادا کرتے ہیں اور عقلی پیرایہ بھی وہ پیچ در پیچ نہیں جس سے مناظر کی طبیعت اکتانی لگے اور گھبرا کر چھوڑ بیٹھے۔

اون کی تصانیف میں سے مطولات کو چھوڑ کر ایک مختصر رسالہ حجۃ الاسلام کو لے لیجئے اُسی سے آپ کو مولانا کے انداز بیان اور طرز استدلال کی کیفیت واضح ہو جائیگی اور یہ معلوم ہو جائیگا کہ اس چھوٹے سے رسالہ میں مولانا نے توحید و رسالت کے متعلق کسقدر بسیط تحقیقات کو تھوڑے لفظوں میں اور کس درجہ تشفی بخش طریقہ سے ادا کیا ہے۔

یہ رسالہ پہلے کئی مرتبہ مختلف مطابع میں چھاپا گیا ہے لیکن حسب دلخواہ نہیں چھپا۔ اب حال میں جمعیۃ الانصار کے صیغہ تالیف و اشاعت نے احمدی پریس علیگڈھ میں نہایت صحت اور اہتمام سے چھپوایا ہے جو بغرض فروخت دفتر القاسم میں موجود ہے۔ شائقین اوسکے خریدنے میں مسارعت فرمائیں کیونکہ اوسکے نسخے بہت زیادہ نہیں ہیں۔

قیمت فیجلد ۶؍ کاغذ اعلیٰ قسم۔

(**نوٹ**) ہمنے اس رسالہ کے اکثر مضامین کی تشریح اپنے مضمون "الاسلام" میں کی ہے جو القاسم کے دو نمبروں میں شائع ہوا ہے اور مولوی فضل حسین صاحب ایڈیٹر المشیر مراد آباد نے اُسکو مستقل رسالہ کی صورت میں طبع کر دیا ہے جو اُنکے دفتر سے ملسکتا ہے۔ ناظرین اسکے ساتھ اُسکو ضرور دیکھیں۔

قصۂ سیدنا یوسف علیہ السلام

قرآن مجید کا حضرت یوسف علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام کو احسن القصص سے تعبیر فرمانا ہر مسلمان کے واسطے اُسکی اہمیت اور پُر نتائج ہونے کو

ظاہر کرتا ہے۔ اور جب کوئی شخص خدا تعالیٰ کی عام عادت کے موافق اُسکا مجمل مگر نہایت ہی فصیح و بلیغ ذکر قرآن مجید میں پڑھ لیتا ہے تو وہ اُسکی تفصیل کا بیتابی کے ساتھ مشتاق بنجاتا ہے۔ لوگوں نے پڑھنے والوں کے اسی اشتیاق سے فائدہ اُٹھا کر رنگ برنگ کے بے اصل افسانے جمع کر کے نظماً و نثراً چھاپ دیئے ہیں۔ ہمارے مہربان محترم مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی کو خدا تعالیٰ اجر نیک عطا فرمائے کہ اُنھوں نے ایسی موضوع روایات سے بہت کچھ احتراز کر کے تمام قصہ کو مسلسل اور دلچسپ بیان میں جمع فرمایا اور میرٹھ کے ایک مطبع میں طبع کرایا۔ اب دفتر القاسم دیوبند سے بقیمت ۳؍ ملسکتا ہے۔

زیارۃ الشام والقدس مع سیاحۃ المصر والعراق

یہ رسالہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے چند ممالک اسلامیہ (شام مصر۔ عراق) کا سفرنامہ ہے جسکو مولانا عاشق الٰہی صاحب نے اپنے چشم دید معلومات سے مرتب فرمایا ہے اس کے ملاحظہ کرنے سے جیسا کہ ممالک مذکورہ کے سفر کرنیوالوں کو نہایت سہولت پیدا ہو جاتی ہے اسیطرح جو حالات اوسمیں مندرج ہیں وہ ہر ایک مطالعہ کرنیوالے کیلئے باعث عبرت و بصیرت ہیں۔ عبارت دلچسپ ہے اور مسافروں کی ہر قسم کی ضروریات کے بیان پر مشتمل ہے جہاز ریلوے وغیرہ کی کیفیات بھی تفصیل سے لکھی ہیں میرٹھ میں چھپی ہے۔ قیمت ۳؍ دفتر القاسم دیوبند سے ملسکتی ہے۔

المجموعۃ العجیبہ

ملا جلال۔ میر زاہد ملا جلال۔ حواشی بحر العلوم و قاضی مبارک بر میر زاہد ملا جلال کا مجموعہ عمدہ کاغذ پر نہایت خوشخط کانپور کے ایک مطبع میں طبع کیا گیا تھا۔ اوسکے جسقدر نسخے باقی تھے وہ اب دفتر القاسم میں خرید لئے ہیں۔ عربی خوان طلباء کو اطلاع دیجاتی ہے کہ وہ دفتر القاسم سے طلب فرمائیں۔ یہ مجموعہ اب غالباً دوسری جگہ دستیاب نہوگا۔ مولانا احمد حسن صاحب کانپوری کی تقریر بھی ان الاخبار قبل الحکم اوصاف کما ان الاوصاف بعد الحکم اخبار کے متعلق اس میں شامل ہے قیمت ۱۴؍

ضمیمہ تنقیح البیان

سید احمد خان بالقابہ کا طویل الذیل مضمون تہذیب الاخلاق میں بذیل عنوان واقع البہتان عرصہ ہوا طبع ہوا تھا اُسکے مغالطات ظاہر کرنیکی نیت سے یہ رسالہ جناب سید ناصر الدین محمد ابو المنصور نے تحریر فرمایا ہے۔ اور جناب مولانا غلام محمد بن حافظ صادق۔ راندیر ضلع سورت نے آدھ آنہ کا ٹکٹ بھیجکر مفت ملسکتا ہے۔

تکملۂ عشرۂ کاملہ امام الائمہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ذات اور انکے بعض مسائل پر جو ابلہ فریب نکتہ چینیاں کی گئی ہیں اُنکا جواب جناب مولانا قاضی سید رحمت اللہ صاحب راندیری نے اس رسالہ میں دیا ہے اور آدھ آنہ کا ٹکٹ ارسال کرنے پر یہ رسالہ بھی مولانا غلام محمد صاحب ممدوح کے پتہ سے ملسکتا ہے۔

دونوں رسالے امر حق کی حمایت میں ہیں اسلئے ناظرین اُنکی اشاعت کے وسعت دینے میں دریغ نفرمائینگے۔

شبیر احمد عثمانی

فہرست چندہ دار الحدیث دیوبند

نمبر	نام	رقم
١	منجانب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم عطیہ منشی نصرت علی صاحب محمود پوری	عصر
٢	منجانب حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب قدس سرہٗ گنج مراد آبادی عطیہ مولوی حسام الدین احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر پنشنر رئیس سراوہ ضلع میرٹھ	صعہ
٣	منشی عبد الرزاق صاحب انسپکٹر حلقہ مٹولی پور ضلع جھانسی	صر
٤	منجانب دختر مرحومہ مولوی محمد خلیل اللہ خانصاحب رئیس خورجہ	صر
٥	جناب سید نصیر احمد صاحب مجسٹریٹ سرونج	للعہ
٦	منشی سید احمد علی صاحب تحصیلدار رینا بٹرہ علاقہ	عـہ
٧	منجانب جناب یعقوب خانصاحب رئیس حسینپور ضلع مظفر نگر معرفت حاجی عبد الکریم صاحب از گڑھی پختہ	صعہ
٨	حکیم الدین صاحب وعلیم الدین صاحب سوداگر بڑوت	عصر
٩	مولوی محبوب الٰہی صاحب سوداگر بڑوت	عمر
١٠	ہمشیرہ صاحبہ حافظ لیاقت علی صاحب ساکن دیوبند ٢ عدد چھلہ طلائی ٦ ماشہ	
١١	منشی محمد یٰسین صاحب و منشی سعید احمد صاحب گنگوہی	سے
١٢	جناب محمد مقتدیٰ خانصاحب شیروانی از علیگڈھ	عمر
١٣	مولوی محمود حسین صاحب پروفیسر بریلی کالج	عما
١٤	مولوی محمد عبد العزیز صاحب مدرس مدرسہ اشرف المدارس موضع ٹبتلی ڈاکخانہ سنگاتلی ضلع نواکھالی	سے
١٥	عالیجناب ڈاکٹر محمد دین صاحب افسر تصریفات و اسسٹنٹ گارڈین حضور نواب صاحب والی ریاست بہاولپور حال مقیم گلمرگ علاقہ کشمیر بہ تفصیل ذیل ازجانب سرور کائنات فخر موجودات صلے اللہ علیہ وسلم عا ازجانب والد ماجد ام حافظ چراغ الدین صاحب صہ ازجانب والدہ ماجدہ ام اہلیہ حافظ ″ ″ صہ ازجانب اہلیہ مرحومہ ڈاکٹر محمد دین صاحب بابتہ حق مہر صہ	٢٥ صہ
١٦	جناب والدہ صاحبہ جناب حاجی سلطان میاں صاحب تحصیلدار از کرنول بازار ملک مدراس	سے
١٧	منجانب والدہ صاحب مرحومہ منشی عبد اللطیف صاحب ساکن شاہجہاں پور محلہ سنزی	صر
١٨	مسماۃ زہرا خاتون صاحبہ اہلخانہ مولوی محمد اصغر صاحب پنشنر سب جج مرحوم از مچھلی شہر ضلع جونپور	عـہ
١٩	منشی احمد الیاس صاحب ادیبی از ہردوئی مکان قاضی محمد مصطفٰے صاحب ڈپٹی کلکٹر	للعہ

رجسٹرڈ نمبر اے ۵۲۳

القاسم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

قیمت سالانہ

مع محصول ۹

علمی - مذہبی - اخلاقی - تمدنی - تاریخی - ماہوار رسالہ

نمبر ۹ بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ جلد ۳

خاکسار حبیب الرحمن مدیر رسالہ

نے

مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند سے شائع کیا

اور

مطبع قاسمی متعلق مدرسہ اسلامی عربی دیوبند میں اپنے اہتمام سے چھاپا

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ

جو

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب و حضرت مولانا اشرف علی صاحب

و

دیگر معزز و ممتاز علماء کی سرپرستی میں

شائع ہوتا ہے۔

نہایت ضرورت ہے

اس بات کی کہ براہ عنایت جملہ حضرات معاونان و خریداران بوقت خط و کتابت اپنا نمبر خریداری تحریر فرماویں ورنہ تعمیل ارشاد میں بعض مرتبہ سخت دقت ہوتی ہے۔ ۵۲۳ نمبر ڈاکخانہ ہے اسکو لکھنا فضول ہے نمبر خریدار لکھئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشتات الکلمات

القاسم کے اس نمبر میں ایک مضمون مکرمی مولانا مولوی سراج احمد صاحب کا ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ کے متعلق نظر سے گذریگا جسمیں مولوی صاحب ممدوح نے علامۂ سید رشید رضا مصری کے رسالہ المنار کا اقتباس مع اپنی ایک تمہید اور تکمیل کے درج فرمایا ہے۔ ہم ابھی اس مضمون کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتے کہ عام ناظرین کو اس سے کس حد تک دلچسپی ہوگی لیکن اسقدر التماس غالباً بیجا نہ ہو کہ مولوی صاحب ممدوح نے جو کچھہ اضافہ اصل ترجمہ پر اپنی جانب سے کیا ہے۔ ناظرین ضرور غور فرمائیں کہ اُسکا پیرایہ بیان خواہ کچھہ ہی ہو لیکن اُسکے بغیر سید رشید رضا کا جواب کسقدر ناتمام اور ناکافی رہتا ہے اور جواب کے موقع پر اُس پہلو کی رعایت جسکو سید صاحب نے نظرانداز کردیا تھا اور ہمارے مولوی صاحب نے اُسکو رونما کرکے دکھلایا ہے کہانتک ضروری اور مفید ہے۔

ہمارا قصد ہے کہ ہم آیندہ المنار یا اسی قسم کے دوسرے علمی رسالوں کے (جو مصر و بیروت و قسطنطنیہ وغیرہ سے شایع ہوتے ہیں) جستہ جستہ مضامین کا اقتباس اور ترجمہ بھی القاسم میں مع تنقیدی ملاحظات کے وقتاً فوقتاً طبع کرتے رہا کریں جس سے علاوہ تفنن اور تفکہ کے ایک یہ بھی خاص فائدہ ہوگا کہ ہندوستان کے مسلمان جدید معلومات سے مستفید ہونیکے ساتھ مصر و قسطنطنیہ وغیرہ کے روشن خیال اور ہمارے ملک کے متقشف علماء کے مسلک میں بھی پورا امتیاز کرنے پر قادر ہونگے۔

رسالۂ **الہلال** کے (جو قسطنطنیہ سے شیخ عبد العزیز شاویش کی ایڈیٹری میں شایع ہوتا ہے) ایک فقہی مضمون پر بندہ عاجز نے بھی اس دفعہ چند سطور لکھی تھیں لیکن

باوجود چالیس صفحات کردینے کے چونکہ اس نمبر میں اُسکی گنجایش نہ نکلی۔ اسلئے اُسکو ہم نے اگلے نمبر کے واسطے اُٹھا رکھا ہے۔

دوسرا مضمون اس نمبر میں ہمارے مکرم دوست مولوی عبد السمیع صاحب انصاری دیوبندی کا ہی۔ جو آپنے قرآن مجید کی عظمت اور اُسکے حقیقی امام ہونے کے متعلق لکھنا شروع کیا ہی۔ چونکہ ابھی تک مولوی صاحب موصوف نے اپنا کل مضمون ہمکو عنایت نہیں فرمایا اسلئے اُسپر ہمارا رائے زنی کرنا قبل از وقت ہوگا۔ لیکن اتنا کہے بغیر ہم نہیں رہسکتے کہ جو نمونہ تحریر کا ہمارے دوست نے اس دفعہ پیش کیا ہے اسکی تکمیل القاسم جیسے رسالہ میں ہونی نہایت ضروری ہے۔ ہمکو اُمید ہے کہ مولوی صاحب موصوف اس مضمون کے اتمام کی طرف بیش از بیش توجہ فرمائینگے۔

(سرسیّد کا اسلام)
(کالج کا اسلام)

یہ دونوں رسالے اگرچہ اپنے ناموں کے اعتبار سے اس جدید تہذیب کے زمانہ میں نہایت ڈراؤنے اور توحش پیدا کرنے والے سمجھے جائیں۔ لیکن بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انکا مصنّف اپنے مطالب کے ادا کرنے اور اپنے ہیرو کے مغالطات ظاہر کرنے میں کسقدر سلیقہ مند صاف گو اور آزاد واقع ہوا ہے جسکو فاصدع بما تؤمر کے جوش میں عام اخباری مصلحت اندیشیوں کے کچھہ بھی پرواہ نہیں۔

اس تمام مداہنت کے دور میں جو آجکل پھیلی ہوئی ہی اپنے پرائے خیالات کو اسقدر قرینہ اور آزادی کے ساتھ بیان کردینا بیشک قابل تعریف ہی۔ دونوں کتابیں مولوی مشتاق احمد چرتھاولی بازار تیلی واڑہ دہلی کے پتہ سے دستیاب ہوسکتی ہیں۔ اول کی قیمت ۱؍ ثانی کی ۲؍

تقریظات کا بقیہ صفحہ ۸ و صفحہ ۴۰ پر ملاحظہ ہو اور بقیۃ البقیہ کے واسطے القاسم جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ کا انتظار کرنا چاہیئے۔ جو عنقریب انشاء اللہ چھپکر ناظرین کی خدمت میں پہنچے گا۔

اس نمبر میں جو کچھ تاخیر ہوئی اُسکی زیادہ تر وجہہ یہ ہے کہ حضرت المدیر سلمہ کو علالت طبع کی وجہہ سے بجنور وغیرہ کا سفر کرنا پڑا۔ ناظرین سے سماحت کی اُمید ہی۔

شبیر احمد عثمانی

قرآن مجید ہی مسلمانوں کا حقیقی امام ہے

یہ وہ مقدس آسمانی کتاب ہے جسکی حیرت انگیز تاثیروں نے صرف تئیس ۲۳ سال کے محدود عرصہ میں ملک کے ملک کو مادہ پرستی کی نجاست سے پاک وصاف کر دیا۔ اور اُس ذات مقدس کی۔ جو تمام موجودات کی علت اخیر اور اُنکی خالق ہے۔ تمام صفات ثبوتیہ وسلبیہ کو اس طرز وانداز سے بیان کیا ہے کہ ایک ایک لفظ سے طرح طرح کے باطل عقیدے رد ہوتے ہیں۔ اور اُس مالک الملک کی عظمت وجلالت کا ایک گہرا نقش دل پر منقش ہوجاتا ہے۔ اس زندۂ جاوید معجزہ نے ایک ایسی وحشی اور ناشایستہ قوم کو جو ظلمت کو نور۔ جھوٹ کو حقیقت سمجھے ہوئے تھے۔ لیس کمثلہ شئ کے رنگ میں ایسا رنگا کہ مرد تو مرد ایمان والی عورتوں کے دلوں میں بھی بجز ایک خدا کے اور کچھ نہیں رہا تھا۔

وہ اوہام پرست بتوں کی پوجا چھوڑ کر معبود حقیقی کی جناب میں پانچ وقت حاضر ہوکر صدق دل سے ایاك نعبدو ایاك نستعین کا ورد رکھتے ہوئے کہنے لگے اللہ لا الٰہ الا ھو یعنی مستحق عبادت وہ ذات جامع جمیع صفات کمال ہے جسکا نام اللہ ہے اُسکے سوا کوئی چیز پرستش کے قابل نہیں ہے۔

نہ ہے وہ آگ جسکو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا تھا۔ خدا ہوسکتی ہے۔ اور نہ ہے وہ برگزیدہ شخص جسکو یہودیوں نے صلیب پر چڑھایا تھا خدا بننے کے قابل ہے۔

یہی وہ قانون تھا جس نے جفا کے بدلے وفا۔ ستم کے عوض کرم کی ہدایت کی اپنوں کے ساتھ سلوک۔ دشمنوں کے ساتھ ملاطفت اور نرمی کرنیکی تعلیم دیکر ناپاک لوگوں کی روحوں کو بداخلاقیوں کی خباثت سے پاک وصاف کر کے مکارم اخلاق کے نور سے منور کر دیا۔

قرآن کی تعلیم ہے کہ اپنی قوت وطاقت کو بے جا موقعوں پر صرف مت کرو۔ رہزنی کرنا غیر کے مال کو ناجائز طریقے سے کھانا۔ روح کو بلندی سے پستی میں ڈالتا ہے۔ نفاق وعداوت بغض وکینہ اور قتل وقتال کی ایسی آگ کو بھڑکاتا ہے۔ جسکا انطفا مشکل ہے اور علاوہ،

دین و آخرت کے دنیا کو بھی برباد کر دیتا ہے۔

تمام روحانی تہذیب کو ان چند مختصر لفظوں میں قد افلح من زکھا و قد خاب من دسھا کس خوبی اور عمدگی سے پُر کر دیا۔

واذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت کا تازیانہ دکھلا کر سنگدل باپ کے بیرحم ہاتوں کو اپنے لختِ جگر کے حلقوم نازک پر چھری پھیرنے سے روکدیا۔

یہ کلام ربانی جیسا کہ بے مثال ہادی ہونے کی حیثیت سے اپنا نظیر آپ ہے۔ ایسا ہی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بھی بے عدیل ہے لفظی صنعتوں سے بھی ایسا ہی مملو ہے۔ جیسا معنوی لطافتوں سے یہی وجہ ہے کہ عرب جاہلیت کے اُن فصحاء و بلغاء نے جنکو فصاحت میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ اور بلاغت میں اعجاز مسیحا۔ جب قرآن کی منزل من اللہ ہونے میں بیجا شکوک پیدا کئے تو قرآن شریف نے خود پکار پکار کر کہدیا کہ اگر جن و انسان بھی ملکر میرا جواب لانا چاہیں تو نہیں لا سکتے۔ کبھی تحدی میں تنزل کر کے ارشاد ہوا کہ اگر تمکو میرے معجز ہونے میں کچھ شبہ ہے۔ اور میرے اعلےٰ ہونے میں کوئی کلام ہے۔ اور نیز تم پورے قرآن کا جواب نہیں لا سکتے تو میری صرف دس ہی سورتوں کا جواب لکھدو۔ اور اگر دس سورتوں کا جواب دینا بھی تمکو دشوار ہو تو تم اور تمھارے معبود۔ جو خدا کے سوا ہیں۔ میری ایک ہی سورت کا مثل لے آؤ۔ اور ایک سورت کا لانا بھی تمکو محال و ممتنع معلوم ہوتا ہو تو اس سے بھی کیا کم کہ میری ایک ہی بات (جملہ) کے مقابلہ میں کوئی بات (جملہ) پیش کر دو۔ چونکہ کسی کلام کی فصاحت و بلاغت کا سمجھنا اور اُسکے محاسن و لطافت کا اندازہ کرنا ہمیشہ اسپر موقوف ہوتا ہے کہ اُس زبان میں کامل مہارت رکھنے والے اُسکے ناقابل معارضہ ہونیکا فتویٰ دیں اسوجہ سے ہم اپنے بیان کے ثبوت میں چند ایسے واقعات بھی درج کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ جن سے یہ معلوم ہو جائے کہ قرآن کے اس دعوے کے جواب میں اُنہوں نے صرف سکوت ہی اختیار نہیں کیا۔ بلکہ اپنے اپنے مجمعوں میں قرآن کے معجز ہونے کا اعتراف کر کے صاف کہدیا کہ ان مخلوقاً لا یقدر علی مثل ہذا الکلام

سب سے اوّل ولید بن مغیرہ کا حال سنئے۔ یہ شخص اُس کامل واقفیت اور مہارت کے سبب سے جو اسکو معانی و بیان میں حاصل تھی اس بات کے جانچنے کی بھی قابلیت رکھتا تھا

کہ انسان ایسا کلام کر سکتا ہے یا نہیں۔ اس سے جب کہ ایک ایسے مجمع نے جو فصاحت میں وحید اور بلاغت میں فرید تھا قرآن و محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارہ میں فتویٰ دریافت کیا تو یہ جواب دیا کہ لوگو۔ تمکو معلوم ہے کہ میں عبید بن الابرص۔ امیۃ بن ابی الصلت اور دوسرے قدیم شعراء کے کلام کے علاوہ بعض جنوں کے اشعار کا بھی حافظ ہوں۔ اور اُنکے حُسن و قبح کا پورا اندازہ کر سکتا ہوں۔ میرے خیال میں ایسا کلام کہنا مخلوقات کی عقول سے بالاتر ہے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اسنے ایکدفعہ افصح العرب والعجم روحی فداہ کی زبان سے سورہ مومن کے شروع کی آیتیں غور سے سُننے کے بعد اپنی قوم (بنی مخزوم) کے چند لوگوں سے کہا کہ آج جو کلام میں نے محمدؐ صاحب سے سُنا ہے۔ انصاف تو یہ ہے کہ ایسا کلام نہ ہے کسی آدمی کا ہو سکتا ہے اور نہ ہے کسی جن کا۔ اِس کلام میں جو لطف و مزہ ہے وہ کسی کلام میں نہیں پایا جاتا۔ اس کلام پر انوار چمک رہے ہیں۔ اِس کی شاخیں میوہ سے پر ہیں اسکی جڑ بڑی ہوئی اور مضبوط ہے۔ اسمیں شیرینی اور برکت ہے۔ یہ غالب ہے مغلوب نہیں۔

عتبہ کہتے ہیں کہ ایک دوسرا کافر قرآن کی بلاغت آمیز آیتہ (فاصدع بما تؤمر) کو سُنکر سجدہ میں گر گیا اور کہنے لگا کہ سجدت لفصاحتہ۔

لبید بن عامر جو آنحضرت کے زمانہ میں طوطی زباں اور نامور شاعر تھا کسی شاعر کو اُسکے مقابلہ میں اپنی تصنیف پیش کرنے کی جرأت نہوتی تھی سورہ بقرہ کی چند آیتوں کو پڑھکر تحیّر کے عمیق دریا میں غوطہ زن ہوا اور بے اختیار والقران افضل من کل شئی کا گونجتا ہوا نعرہ مار کر خدا پرست مسلمان بنگیا۔

اب اگر ہندوستان یا یورپ کے کسی خوش فہم کو وجوہ فصاحت یا بلاغت قرآنی ظاہر نہوں تو اس سے قرآن کا نقصان لازم نہیں آتا بلکہ یہ بات اُسکے کمال لطافت پر ہی دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ بروے فہم و انصاف ہر کس و ناکس رند بازاری کے نزدیک بھی عبارت قرآنی اور عبارتوں سے ایسی طرح ممتاز معلوم ہوتی ہے جیسے کسی خوشنویس کا خط بدنویس کے خط سے۔

کلام ربانی کی یہی صفت ہے کہ جہاں وہ بڑے بڑے حکماء اور فلاسفروں کے دِل ہلا ڈالے وہیں ایک جاہل شخص کے سخت دل پر بھی اپنی برتری کا سکہ بٹھلا سکے۔ چنانچہ قرآن

اپنے افضل اور اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے ہر خاص و عام کے حق میں ایسا برہان قاطع ثابت ہوا کہ کسی سے کسی بات میں کسی وقت اُسکا مقابلہ ہوا۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔

تہذیب نفس۔ تدبیر منزل۔ سیاست مدن۔ علم تاریخ وغیرہ وغیرہ کے اصول وضوابط جسقدر اس کتاب میں موجود ہیں کسی دوسری کتاب میں اُسکا عشر عشیر بھی نہیں۔ صاحب اتقان تحریر فرماتے ہیں کہ منطق وحکمت وریاضی کے اصول بھی اسی کلام سے مستنبط ہیں۔ جاحظ نے لکھا ہے کہ اوّل سورہ حج سے إِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَن فِي الْقُبُورِ تک پانچ نتائج منطقیہ دس مقدمات صادقہ صریحہ سے منتج ہوتے ہیں۔ بلکہ تفسیر کی بعض کتابوں میں تو یہ بھی موجود ہے کہ قرآن عظیم تمام علوم ومعارف حتیٰ کہ اصول صنائع وغیرہ کا ماخذ ہے ہاں۔ دیکھنے کو چشم بینا چاہیئے ؎

جمیع العلم فی القران لکن۔ تقاصر عنہ افہام الرجال۔ جسکو خدا تعالیٰ نے تھوڑی سی بھی عقل عطا فرمائی ہے۔ تعصب کی پٹی کو آنکھوں سے دور کر کے انصاف کا چشمہ لگانے کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ بیشک قرآن اسرار حقیقت کا مخزن۔ معاش ومعاد کے راستہ کا کفیل۔ ہدایت کیلئے ضامن ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ رسول اکرم (روحی فداہ) نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص قرآن کے سوا دوسری کتاب سے ہدایت کا طالب ہوگا اُسکو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیگا۔ کسی موقعہ پر یہ تعلیم فرمائی کہ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ۔ اور کہیں یہ وعید فرمائی ہے۔ ان الذی لیس فی جوفہ شئی من القران کالبیت الخرب۔

یہ ایک تماشہ کی بات ہے کہ قرآن شریف کی جس روش پر احمقوں نے سفیہانہ نکتہ چینیوں کا طومار باندھا ہے درحقیقت اُس میں قرآن پاک کی کوئی خاص خوبی مضمر ہوتی ہے۔ احمق کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جبکہ وہ کلام الٰہی ہے۔ مضمون والفاظ کی تکرار نہونی چاہیئے حالانکہ تعلیم کے حفظ و یادداشت کے واسطے شاید اس سے زیادہ کوئی موزوں طریقہ نہیں ہو سکتا کہ معلم یا ہادی ایک ہی لطیف بات کو پیرایہ بدل بدل کر اور مختلف سانچوں میں ڈھال ڈھال کر جہاں مناسب موقعہ پائے دُہراتا رہے۔ ہمارے دوست کہتے ہیں کہ جو کتاب خدا نے تمام بنی نوع انسان کی رہبری کے واسطے اوتاری ہے اُسکے لئے یہ بڑا نقص ہے کہ

وہ عربی زبان میں ہو۔ لیکن اُنکے دل خوب جانتے ہیں کہ دنیا کی زندہ زبانوں میں کوئی زبان عربی سے بڑھکر حاوی۔ وسیع اور منضبط نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قرآن پاک میں قصّے کہانیاں بیان کئے گئے ہیں جو ایک الہامی کتاب میں نہونے چاہئے تھے۔ باوجودیکہ انہیں معلوم ہے کہ قرآن پاک میں پاک بندوں کے قصّے اسوجہ سے بیان کئے گئے ہیں کہ انکو سنکر دوسرے افراد نیکی کی طرف راغب ہوں اور کفار و بدکرداروں کے واقعات اس سبب سے مذکور ہیں کہ بندے خدا کے قہر سے ڈرکر عبرت حاصل کریں۔ کہ جو اپنے پیدا کرنے والے کے فرمان کے مطابق عمل کرتا ہے وہ نہ صرف آخرت ہی میں بلکہ دنیا میں بھی وقعت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ جس طرح وہ آخرت میں اُن نعمتوں سے سرفراز کیا جاتا ہے جسکو آنکھوں نے دیکھا اور نہ کانوں نے سُنا اُسی طرح دنیا میں بھی انواع انواع کے انعام سے ممتاز ہوتا ہے اور جو اُن نیک بندوں کے خلاف ورزی کرتا ہے۔ اور اپنے مالک حقیقی کے فرمودہ پر کاربند نہیں ہوتا وہ فقط قیامت ہی میں قسم قسم کی کلفتیں نہیں اُٹھاتا۔ بلکہ دنیا میں بھی مقہور خدا بنکر طرح طرح کی ذلتوں میں گرفتار کرکے نیست و نابود کردیا جاتا ہے۔ میں بہت زور کیساتھ کہہ سکتا ہوں کہ چونکہ انسان طبعًا اپنے نظایر اور ہمجنسوں سے سبق حاصل کرنیکا خوگر ہے اسلئے دنیا میں کوئی ہتیار اتنا کارگر نہیں ہوسکتا جسقدر نیک و بد کی مثالیں اُسکی اصلاح کیلئے موثر ہوسکتی ہیں۔ یہ اور اسی طرح کے موثر دلنشین تعلیمات کی بدولت قرآن پاک نے عرب کے ریگستان سے لیکر کشمیر کے سبزہ زار تک گنگا کے دہانہ سے لیکر بحر ظلمات کے کناروں تک ایسا انقلاب عظیم پیدا کردیا جو نزول قرآن سے پہلے دنیا میں کبھی واقع نہیں ہوا تھا اُن نیم وحشی عربوں کو جن کے اونٹ کی طرح کوئی کل بھی سیدھی نہ تھی ایسا بدلدیا کہ دیکھنے والوں کو قلب ماہیت کا گمان ہونے لگا۔

اوارگان وادی ضلالت کو ان ھذا صراطی مستقیماً کا فرمان سُنا کر ایسی معتدل اور مستقیم راستہ پر چلایا کہ جسمیں نہ دین موسوی کی طرح افراط تھی۔ نہ مثل دین عیسوی کی تفریط۔ اگر ہمکو وقت نے مہلت دی تو انشاء اللہ تعالیٰ عبادات۔ معاملات۔ تدبیر منزل۔ سیاست ملکی وغیرہ وغیرہ کے بارہ میں موجودہ تورات و انجیل کا قرآن مجید سے مقابلہ کرکے ناظرین القاسم سے فیصلہ کرائینگے۔

مگر تاہم اسوقت صرف اپنے دعوے کو قریب الی الفہم کرنے کیلئے احکام سماویہ میں سے صرف ایک ہی مثال پر اکتفا کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوگا کہ قرآن مجید کے ایک ایک جملہ کی جامعیت کس قسم کی ہے۔

توراۃ کا حکم ہے کہ دانت کے بدلے دانت کان کے بدلے کان ناک کے بدلے ناک کاٹ ڈالو۔

انجیل کہتی ہے کہ تو ظالم کا مقابلہ نہ کر۔ تیری قبا لیوے تو کرتہ بھی دیدے۔ اور جب کوئی تجھے ایک کوس بیگار لے جائے تو تو دو کوس چلا جا۔ اور اگر تیری ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا بھی سامنے کردے۔

قرآن کہتا ہے جزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفا واصلح فاجره علی اللہ۔ (ترجمہ) بدی کا بدلہ بیشک بدی ہے۔ پر جو شخص معاف اور درگذر کرے تو اُسکا اجر و ثواب خدا کے ذمہ ہے

ناظرین غور سے دیکھیں کہ فطرت انسانی کے تمامی شعبوں پر ان میں سے کونسی تعلیم زیادہ حاوی ہے۔

(باقی آئندہ)

عبد السمیع انصاری۔ دیوبندی

النجم لکھنؤ

بے تعصبی اور آزادی کے سیلاب نے جبکہ اس زمانہ میں بدعت و سنّت بلکہ ایمان و کفر تک کے اندر کوئی امتیاز قائم رکھنا گوارا نہیں کیا۔ تو کسی ایسے رسالہ یا اخبار کی تعریف غالبًا بالکل فضول سمجھی جائیگی جسکے اوراق کا اکثر حصہ عمومًا اُن بدعات و منکرات ہی کے رد میں صرف ہوتا ہو جو خلاف تعلیمات اسلام کے اور خلاف فرمودۂ خدا و رسول خدا کے ہیں۔ لیکن اخبار النجم کے مطالعہ کرنے والوں پر ظاہر ہوگا کہ اُسکے فاضل اڈیٹر (جناب مولوی عبد الشکور صاحب لکھنوی) نے اپنی اکثر تحریروں میں کہانتک تہذیب۔ متانت اور معقول پسندی کا التزام کیا ہے۔ اور تنہا اُنھوں نے شیعوں کے تمام مذہبی رسالوں اور اخباروں کی تردید بلیغ کا فرض کفایہ اپنے ذمہ لیکر کس حد تک اپنے کو گرانبار بنا رکھا ہے خدا تعالیٰ مولوی صاحب موصوف کی ہمت اور ارادہ میں برکت عطا فرمائے کہ اُنھوں نے اب رد شیعہ کے دائرہ سے نکلکر اور بھی مفید و دلچسپ مضامین شائع کرنے شروع کردئے ہیں۔ ابھی چند ماہ ہوئے کہ اُنھوں نے ایک نمبر خاص سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے نذر کیا ہے اور جس اختصار کے ساتھ آپنے سوانح مبارک کو اُس میں درج فرمایا ہے وہ بیشک قابل دید ہے یہ اخبار پہلے ماہوار رسالہ تھا اب پندرہ روزہ شائع ہوتا ہے اور افسوس ہے کہ مسلمانوں کی عدم توجہی کے سبب اُسکی حالت روز بروز گرتی جاتی ہے۔ دفتر النجم لکھنؤ مولانا عبد الشکور صاحب مدیر النجم کے پتہ سے قیمت ؏ سالانہ پر ملسکتا ہے۔

شبیر احمد عثمانی

دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا

(سلسلہ کیلئے القاسم نمبر ۹ جلد سویم ملاحظہ ہو)

غرض دونوں قومیں یہود - اور اولاد حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر ماء السماء - اوس و خزرج - اس تیقن و علم کے ساتھ مدینہ میں آباد ہوے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے منتظر نصرت و امداد پر مستعد و آمادہ تھے مگر قسام ازل نے یہ سعادت صرف انصار کے حصہ میں لکھی تھی - یہود باوجود اہل کتاب ہونے کے منکر و معاند بنگئے اور بنی اوس و خزرج باوجود بُت پرست اور مشرک ہونے کے یار و مددگار رہنے - اور اُنہیں کی استدعا اور الحاح پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا اصلی وطن مکہ معظمہ چھوڑکر مدینہ کو جای قیام اور وطن اصلی سے زیادہ مالوف وطن بنا لیا -

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اور قوم سبا کی ہلاکت و بربادی جلاء وطنی اور پریشانی کا ایک یہ ثمرہ ظاہر ہوا -

واللہ علی کل شئ قدیر - یخرج الحیّ من المیّت و یخرج المیّت من الحیّ - (اللہ کو ہر چیز پر قدرت ہے - وہ مردوں میں سے زندوں کو اور زندوں میں سے مردوں کو ظاہر فرما دیتا ہے)

انصار مدینہ کے متعلق ایک اور بھی روایتہ ہے جسکو ابن اسحاق نے کتاب المبتدا میں ذکر کیا ہے وہ یہ کہ تبع اوّل جنکا نام اسعد ابن کلیکرب تھا - جب اُسکا گذر مدینہ پر ہوا تو اُسکے ہمراہ چارسو عالم تھے - ان عالموں نے یہاں پہونچکر باہم عہد و پیمان کرلیا کہ اِس بستی سے نہ نکلیں گے اور اسکو چھوڑکر کہیں نہ جائینگے - تبع کو اسکی خبر ہوئی تو اُن سے اسکا سبب پوچھا - اُنہوں نے بیان کیا - ہماری کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ یہ جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جای ہجرۃ ہے - ہم یہاں اِس غرض سے مقیم ہوتے ہیں کہ شاید ہمکو اُنکی خدمت میسر آجاے - یہ سنکر تبع نے اُن کو وہاں آباد ہونیکی اجازت دی - ہر ایک کیلئے ایک مکان بنوا دیا - اور ہر ایک کی شادی کرکے

بہت سا مال اُنکو دیدیا۔ اور ایک تحریر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور اپنے مسلمان ہونے کی لکھکر اُنکو دیدی اُس تحریر میں یہ دو شعر بھی تھے۔

شهدت على احمد انه	رسولٌ من الله بارى النسم
میں احمد کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ وہ	خالق کائنات کے رسول ہیں
فلو مد عمرى الى عمره	لكنت وزيرًا له وابن عم
اگر میری عمر اُنکے زمانہ تک دراز کر دیجاتی	تو میں اُنکا وزیر اور چچا کا بیٹا (یعنی مددگار) ہوتا

اس تحریر پر مُہر لگا کر سب سے بڑے عالم کو دیدی۔ کہ وہ یا اُنکی اولاد میں سے جو شخص آپ کا زمانہ پائے یہ تحریر پہونچا دے اور خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کیلئے ایک گھر بنایا۔ یہ گھر مختلف لوگوں کے قبضہ میں رہا۔ یہانتک کہ آخر زمانہ میں حضرت ابوایوب انصاری کے قبضہ میں آگیا۔ حضرت ابوایوب انصاری اُسی بڑے عالم کی اولاد میں تھے جسکو تبع نے وہ تحریر دی تھی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو آپکا قیام اُسی گھر میں ہوا۔ بعض کا قول ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری کے پاس تبع کی وہ تحریر بجنسہ موجود تھی۔ یہ روایت قابل اعتماد اور معتبر نہیں ہے۔ انصار کے نسب اور آبادی مدینہ کے متعلق صحیح وہی روایت ہے جو ہم اوّل عرض کر چکے ہیں۔

نتیجہ سویم

قوم سبا پر خدا تعالیٰ کی بے انتہا انعام ظاہر و باطن مبذول تھے۔ رزق۔ مال و دولت حشمت و ریاست کی یہ حالت تھی کہ ہر شخص کو ہر قسم کی نعمت حاجت سے زیادہ ملتی تھی۔ ضعیف العمر بوڑھیا بھی بلا کسی قسم کے تعب و مشقت کے عمدہ سے عمدہ غذائیں کھا سکتی تھی۔ ہر شخص بجائے خود ترفہ و تنعم میں مشغول اور مستقل رئیس بنا ہوا تھا نہ رزق اور اسباب تنعم کے بہم پہونچانے میں اُنکو کسی دقت و مشقت کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا اور ایسی نفیس اور لذیذ غذاؤں کی کثرت استعمال سے جن تکالیف و امراض کا اندیشہ ہوسکتا ہے نہ وہ اُنکو پیش آتی تھیں۔ بستی اُنکی ایسی عجیب الاثر کہ کوئی چھوٹا بڑا موذی جانور وہاں موجود نہ تھا۔ اُنکو مرض کا ذائقہ تک معلوم نہ تھا۔

اوران سب پر بڑھکر یہ بات تھی کہ اس طرح مال و دولت کو بے محابا اڑانے کا ان سے اخروی مواخذہ بھی نہ تھا۔ انکو یہ وہ حالت نصیب تھی جو صرف اہل جنت کیلئے مخصوص ہے۔ دنیا میں کسی قوم کو نصیب نہیں ہوئی۔ ان تمام انعام واکرام بے انتہا دولت وحشمت ثروت و رفاہیت کے مقابلہ میں ان سے صرف یہ طلب کیا گیا تھا کہ اپنے رب مالک وخالق کو پہچانکر اسکی شکر گذاری کریں۔ مگر ان سے یہ نہ ہوسکا اور یہی انعامات بوجہ کفران نعمت انکی تباہی بربادی ہلاکی اور پریشانی کا سبب بنگئی۔

اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ کسی قوم پر اگر دنیا کی ساری نعمتیں برسنے لگیں۔ مال و دولت انکے ناخریدہ غلام بنجائیں۔ ریاست وحکومت انکے ساتھ سایہ کی طرح رہیں تو ہرگز یہ تمام باتیں اس بات کی علامتہ نہیں ہوسکتیں کہ یہ قوم خدا کے یہاں مقبول ہے اور آخرت کی فوز وفلاح میں سے اسکو کچھ حصہ ملیگا۔

آدمی کو دنیا میں رہکر تین حالتیں پیش آتی ہیں۔ (۱) محض تنعم وترفہ جاہ مال حکومت و ریاست جسمیں کسی کدورت اور خلاف مزاج کا شائبہ نہ ہو۔

(۲) فقر وفاقہ تنگدستی وافلاس۔ محکومی وذلت۔ دائمی امراض وتکالیف۔

(۳) تنعم کے ساتھ کچھ کدورتیں بھی ہوں۔ مال ودولت ہے تو اسکے ساتھ امراض جسمانی بھی لگے ہوئے ہیں۔ کبھی فراخی وخوش حالی ہے تو کبھی تنگی وتنگدستی ہے۔ کبھی امن و راحت نصیب ہے تو کبھی اندیشۂ جان ومال سے دل متفکر اور دماغ پریشان ہے۔ خود تندرست ہے تو عزیز واقارب کی تکالیف یا موت سے غمزدہ ہوجاتا ہے۔ غرض راحت کیساتھ رنج اور سکون کیساتھ اضطراب دوش بدوش ہیں۔ ان تینوں حالتوں کے آثار وثمرات جدا جدا ہیں حالت اولی میں بہت جلد آدمی بدل جاتا مغرور وسرکش ہوجاتا ہے اور وہ نہ صرف اپنے ہمجنسوں اور باقی مخلوق سے بھی اپنے آپ کو بلند وبالاتر سمجھنے لگتا ہے بلکہ اس تعلق کو بھی جو اسکے اور خالق کے درمیان میں ہے فراموش کردیتا اور بسا اوقات اسکو منقطع کردیتا ہے۔ اگر اقوام عالم کے حالات پر ایک صحیح اور ناقدانہ نظر ڈالی جائے اور دیکھا جائے کہ صفحہ ہستی پر کتنی اقوام پورے عروج کے بعد تباہ وبرباد ہوئیں تو ہمکو صاف صاف پتہ چل جائیگا

کہ یہ سب وہی تھے جن پر خدا تعالیٰ کے بے انتہا انعام مبذول ہوئے اور یہ انعامات ہی انکی سرکشی نافرمانی کفر و کفران کے ذریعہ بنگئے۔

دیکھو فرعون نے اسی نخوت سلطنت صحت و عافیت کی بدولت کہ کبھی کوئی تکلیف اور رنج وہ امر پیش نہ آیا دعوی خدائی کر دیا۔

قوم عاد اپنی تنومندی عظمت قد و قامت قوت و شوکت کی بدولت مغرورانہ بول اٹھے۔

مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً (ہمسے زیادہ قوۃ والا کون ہے۔)

جسکے جواب میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً۔ (کیا وہ نہیں دیکھتے کہ جس خدا نے اُن کو پیدا کیا ہے وہ اُن سے زیادہ قوہ والا ہے۔)

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کی قوم میں کا ایک معمولی شخص تھا اُسکو اتنا بڑا خزانہ ملگیا جسکی کنجیاں اُٹھانے کیلئے بھی ایک بڑی قوت والی جماعت کی ضرورت پڑتی تھی۔ مگر بجائے شکرگذار ہونے کے مغرور ہوگیا اُسنے سمجھ لیا کہ مجھکو جو کچھ ملا ہے میرے ذاتی استحقاق اور علم و دانش کا نتیجہ ہے لوگ اُسکو سمجھا کر کہتے تھے۔

لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ وَابْتَغِ فِیْمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا وَاَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ۔

(تو اسقدر مت اکڑ ناسپاس و مغرور نہ بن اللہ تعالیٰ اکڑنے والوں کو پسند نہیں فرماتا اور جو کچھ اللہ تعالےٰ نے تجکو دیا اُس سے دار آخرۃ کیلئے سامان کر۔ اور دنیا میں بقدر ضرورت حصہ لے اور جس طرح خدا تعالیٰ نے تجھپر احسان کیا ہے تو بھی احسان کر۔ اور زمین پر فساد نہ کر اللہ تعالےٰ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اس کا جواب اُس نے نہایت نخوت و استغنا کے ساتھ دیا۔

اِنَّمَاۤ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِیْ ۔ (مجکو یہ خزانہ اُس علم کی وجہ سے ملا ہے جو مجکو حاصل ہے)

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر اور عَلٰی عِلْمٍ کے معنی میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قارون توراۃ کا بڑا عالم تھا اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ اس علم کی وجہ مجھے یہ استحقاق

ہوا ہے کہ اسقدر بے انتہا مال و دولت مجھکو مل گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اُسکو علم کیمیا آتا تھا اُسکے ذریعہ سے اُس نے یہ مال حاصل کیا تھا۔ اور یہ علم کیمیا بھی دراصل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا طفیل تھا کیونکہ آپ کو من اللہ یہ علم عطا ہوا تھا۔ اور آپ ہی کی تعلیم سے قارون تک پہونچا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسکو تجارت و زراعت وغیرہ طریقۂ کسب مال کے اصول و قواعد خوب معلوم تھے اور اِسی علم پر غرہ کرکے یہ سمجھا کہ اسکے حصول میں کسی کا کیا احسان ہے۔ بہرحال کوئی ساقول صحیح ہو اسکو غرہ یہ تھا کہ یہ مال و دولت مجھے میری ذاتی استحقاق اور کمال کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا۔

(نادان کو یہ خبر نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گذشتہ قرنوں میں سے ایسی جماعتوں کو جو اس سے بھی زیادہ قوت اور مال والے تھے ہلاک کردیا ہے۔)

آخر اِس بدبخت کا بھی یہی انجام ہوا۔ جوں جوں مال بڑہتا گیا اُسکا غرور اور کفران ترقی کرتا گیا۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اذیت رسانی میں ساعی رہتا تھا۔ اور آپ قرابت کے تعلقات کی وجہ سے مدارات و دلجوئی کرتے رہتے تھے۔ یہانتک کہ زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بارے میں بھی اُس سے یہ سہولت برتی کہ ہر ہزار دینار میں سے ایک دینار اور اسی طرح ہزار درہم میں سے ایک درہم ادا کیا کرے۔ مگر اُس نے اِس جزو قلیل کا بھی حساب کیا تو کثرتِ مال کی وجہ سے اِس کا مجموعہ بھی بہت زیادہ ہوتا تھا جسکے ادا کرنے سے جان چرانے لگا اور آخر اُس نے بنی اسرائیل کے چند آدمیوں کو اپنا ہمخیال بناکر اس پر آمادہ کیا کہ حضرت موسیٰ پر کوئی تہمت لگائی جاوے۔ ایک عورت کو بہت کچھ طمع دیکر آمادہ کردیا کہ جب موسیٰ علیہ السلام تبلیغ و ہدایت کیلئے کھڑے ہوں۔ تب یہ عورت ان پر بہتان لگائے۔ اگلے روز آپ نے مجمع عام میں زنا کے احکام بیان فرمائے۔ قارون بولا کہ اس حکم سے آپ یا کوئی مستثنےٰ ہے۔ فرمایا ہرگز نہیں مجھپر بھی یہی حکم جاری ہوسکتا ہے۔ اُسنے کہا تو فلاں عورت ایسا کہتی ہے۔ آپ نے اُسکو بلاکر اور حلف شدید دیکر دریافت فرمایا۔ اُسنے اصلی واقعہ اغوار کا سچا سچا بیان کردیا۔ اُسوقت حضرت موسیٰ

علیہ السلام نے بد دعا کی۔ قارون اور اُسکا تمام خزانہ مکانات وغیرہ زمین میں اُتار دئے گئے۔

بنی اسرائیل کے بعض اچھے خاصے مسلمانوں کو بھی قارون کے پاس مال و دولت کی یہ کثرت دیکھکر غبطہ پیدا ہوتا تھا چنانچہ جب وہ عید کے روز نہایت احتشام کیساتھ نکلا اُسکے اردگرد ہزاروں سوار رنگ رنگ کی سواری رنگ رنگ کے قیمتی رنگین لباسوں میں نکلے تو اُن سے نہ رہا گیا اور کہنے لگے۔

یَا لَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَا اُوْتِیَ قَارُوْن اِنَّہٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ (کاش ہمارے لئے بھی ایسا ہی مال ہوتا جیسا قارون کیلئے وہ تو بڑا نصیب والا ہے۔)

لیکن جو زیادہ فہمیدہ عاقبت بیں اور مال و دولت کے انجام نعمار آخرت کی عظمت و جلالت سے واقف تھے انہوں نے سنکر ان لوگوں کو جواب دیا۔

وَیْلَکُمْ ثَوَابُ اللّٰہِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا یُلَقّٰھَا اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ۔ (تمہارے حال پر افسوس ہے۔ تم نہیں جانتے کہ اللہ کے یہاں کا ثواب بہتر ہے اُن لوگوں کیلئے جو ایمان لائے اور جنہوں نے عمل صالح کئے۔ اور یہ ثواب نہیں دیا جائیگا مگر صبر کرنے والوں کو۔)

لیکن جب قارون کا یہ حشر ہوا تو وہ لوگ بھی جو اُسکے مال و دولت کو دیکھکر حرص کرتے تھے بول اُٹھے کہ اللہ جسکو چاہے رزق میں وسعت دیتا ہی۔ اور جسکے لئے چاہے تنگی کرتا ہے ہمیں کوئی فضیلت کی بات نہیں ہے۔ اگر ہمپر خدا تعالیٰ اپنا فضل نہ فرماتا تو ہمارا بھی یہی حشر ہوتا

قارون ہی کے مشابہ ایک واقعہ اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی پیش آیا ہے۔

ثعلبہ بن حاطب انصار میں کا ایک شخص تھا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے لئے دعا فرما دیجئے کہ مجھے بہت سا مال ملجائے۔ ارشاد فرمایا۔

وَیْحَكَ یَا ثَعْلَبَۃُ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِثْلِیْ فَلَوْ شِئْتُ اَنْ یُّسَیِّرَ رَبِّیْ ھٰذِہِ الْجِبَالَ لَسَارَتْ۔ (ثعلبہ تمہارے حال پر افسوس ہی۔ کیا تو اسکو پسند نہیں کرتا کہ میری طرح پر رہے۔ اگر میں یہ چاہتا کہ اللہ تعالیٰ ان پہاڑوں کو میرے ساتھ ساتھ چلائے تو ہو سکتا تھا۔)

مطلب یہ ہے کہ میں چاہتا تو ہر قسم کی تونگری حشمت اقتدار اور افتخار ظاہری حاصل ہوجاتا

مگر میں نے اپنے لئے اسکو پسند نہیں کیا۔

ثعلبہ نے پھر کہا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ دعا فرما دیجئے میں اُس ذات کی قسم کھاتا ہوں جس نے آپکو بھیجا ہے۔ اگر میرے پاس مال ہوگیا تو تمام ذوی الحقوق کے حق ادا کرتا رہونگا۔ آپ نے پھر ارشاد فرمایا۔

قَلِيْلٌ تَشْكُرُهٗ خَيْرٌ مِّنْ كَثِيْرٍ لَا تُطِيْقُ شُكْرَهٗ ۔	(تھوڑا مال جسکا تو شکر ادا کرتا رہے بہت سے مال سے بہتر ہے جسکا شکر ادا نہو سکے۔)

اُس نے پھر بھی عرض کیا۔ تو آپنے اُسکی وسعت رزق ومال کی دعا فرمائی۔ آپ کی دُعا مقبول ہوئی۔ اُس نے تجارت کیلئے بکریاں خریدیں۔ اُنکا پھیلاؤ چیونٹیوں کی طرح شروع ہوا۔ اور اسقدر بڑھیں کہ مدینہ میں گنجائش رکھنے کی نرہی تب وہ بمجبوری مدینہ سے علیحدہ جاکر مقیم ہوا۔ وہاں سے دن کی نمازوں کیلئے تو مسجد نبوی میں حاضر ہوتا رہا مگر شب کو نہیں آتا تھا۔ بکریوں کا پھیلاؤ اور بڑھا تو وہاں بھی گنجایش نہ رہی تب وہ اور دور جاکر مقیم ہوا۔ وہاں سے نہ دن کو مسجد نبوی میں نمازوں کیلئے حاضر ہوسکتا تھا اور نہ رات کو البتہ جمعہ کی نماز کیلئے حاضر ہوتا تھا۔ لیکن جب یہ جگہ بھی تنگ ہوگئی تو وہ اور دور جاکر آباد ہوا۔ اور اب جمعہ وجنائز وغیرہ میں بھی آنا متروک ہوگیا۔ صرف اتنا تعلق باقی رہگیا کہ آنے جانے والوں سے آپ کے اور مسلمانوں کے حالات دریافت کرتا رہتا تھا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ ثعلبہ کسی وقت بھی حاضر نہیں ہوتا تو لوگوں سے اُسکا حال دریافت فرمایا۔ صحابہ رضؓ نے عرض کیا کہ مال کی کثرت کیوجہ سے مدینہ میں نہیں رہ سکا بلکہ دور جاکر مقیم ہوا۔ آپنے ارشاد فرمایا۔

وَيْحَ ثَعْلَبَةَ بْنِ حَاطِبٍ	(افسوس ہے ثعلبہ ابن حاطب کے حال پر۔)

اسکے بعد مسلمانوں پر صدقات مالیہ فرض ہوئے۔ آپنے دو شخصوں کو صدقات وصول کرنے کیلئے مامور فرمایا۔ اور زکوٰۃ کے قواعد وحساب مفصل تحریر فرما کر دیدئے۔ اور اُن لوگوں کو یہ حکم دیا گیا کہ ثعلبہ بن حاطب اور قبیلہ سلیم کے ایک شخص کے پاس بھی اخذ صدقات کے لئے جاویں۔ یہ دونوں شخص حسب الحکم ثعلبہ کے پاس پہونچے۔ اُسنے کہا مجھکو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کا فرمان دکھلاؤ۔ دیکھکر کہا یہ تو بالکل جزیہ ہے۔ اب تو تم جاؤ اور جب اپنے کام سے فارغ ہو جاؤ تو میرے پاس آنا۔ یہ دونوں صاحب آگے بڑھے اور اُس دوسرے شخص سلمی کو اطلاع ملی تو اُس نے اُنکا استقبال کیا اور بہترین اموال منتخب کرکے صدقہ دینے کو ساتھ لایا۔ ان دونوں نے کہا کہ صدقہ میں اعلیٰ کا حکم نہیں ہے متوسط کا حکم ہے اُس نے کہا خدا تعالیٰ کے یہاں تقرب حاصل کرنے کیلئے بہترین مال پیش کرنا چاہیئے۔

یہ دونوں صاحب لوٹ کر پھر ثعلبہ سے ملے۔ اُس نے پھر تحریر مبارک دیکھی اور دیکھکر یہی کہا کہ یہ تو جزیہ ہے۔ اور کہا اب تو آپ جائیں میں سوچکر جواب دونگا۔

جب یہ دونوں صاحب آپ کی خدمت میں واپس آئے تو آپ نے اُنکو دیکھتے ہی فرمایا۔

ویح ثعلبۃ بن حاطب اور اُس سلیمی شخص کیلئے برکت کی دعا فرمائی۔ اُسی وقت ثعلبہ کے بارے میں آیات ذیل نازل ہوئیں۔

وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللهَ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ فَلَمَّا آتَاهُمْ مِنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ ۞

(اور اُن میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمکو اپنے فضل سے کچھ مرحمت فرمائیگا تو ہم ضرور صدقات وغیرہ دیا کرینگے اور نیکوکاروں میں سے ہو جائینگے پھر جب خدا نے اپنے فضل سے اُنکو دیا تو وہ اس میں بخیل بنگئے اور پشت پھیر کر اعراض کرنے لگے۔)

ایک شخص ثعلبہ کے رشتہ داروں میں سے وہاں موجود تھے اُنہوں نے ثعلبہ سے آپکے ارشاد اور نزول آیات کا حال بیان کیا تب ثعلبہ پشیمان ہوا اور صدقۂ اموال لیکر حاضر خدمت ہوا۔ لیکن آپنے فرمایا کہ مجکو تیرے صدقات قبول کرنے سے ممانعت کردی گئی ہے۔ ثعلبہ نے رونا اور سر پر خاک ڈالنا شروع کیا۔ آپنے ارشاد فرمایا یہ تیری خود ضد اور ہٹ کا نتیجہ ہے میں تجکو منع کرتا تھا مگر تونے نہیں مانا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ثعلبہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی خدمت میں صدقات لیکر حاضر ہوا اور عرض کیا آپ کو انصار میں میری قدر و منزلت معلوم ہے آپ قبول فرمائیں مگر آپنے بھی قبول سے انکار کردیا۔

پھر حضرت عمر رضؓ کے زمانہ میں حاضر ہوا۔ مہاجرین و انصار ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیع بنایا مگر آپنے بھی قبول نہیں کیا۔ اور پھر اسی حالت ذلت و خسران میں راہی عدم ہو گیا۔

حالت ثانیہ میں کہ محض فقر و فاقہ تنگی و تنگدستی تکالیف و محن ہی سے سابقہ رہے اور کبھی راحت و مسرت اطمینان و سکون کی صورت نہ دیکھے۔ یہ حالت بھی بسا اوقات آدمی کو اپنی مرکز سے ہٹا دیتی ہے اور وہ مضطرب ہوکر جادۂ اعتدال سے ہٹکر باطل پرستوں کی غلامی کرنے لگتا ہو اور طلب رزق و مال میں حق و ناحق کی تمیز نہیں کرتا۔ بلکہ بسا اوقات جب اور اہل دنیا سے اپنی حالت زار کا مقابلہ کرتا ہے تو خداوند عالم کی شان میں گستاخانہ الفاظ اسکی زبان سے نکلنے لگتے ہیں۔ اور ہر دو صورت میں دائرہ کفر میں داخل ہوجاتا یا قریب بہ کفر پہونچ جاتا ہے۔ اسلیئے ارشاد ہوا ہے۔

کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَکُوْنَ کُفْرًا

مگر اوّل و دویم حالت میں فرق یہ رہتا ہے کہ وہ غرور و نخوت جو خدائی کے درجہ تک پہونچا دے۔ اور جسکا نتیجہ اپنے سے پست درجہ والوں کا ستانا اور اذیت پہونچانا ہوتا ہے حالت اولیٰ میں حاصل ہوتا ہے۔ حالت ثانیہ میں بجاے کبر و نخوت کے عجز و انکسار ہوتا ہے۔ آدمی دوسروں کا دست نگر بنکر اپنے ذاتی اوصاف اور انسانی شرافت کو بھی چھوڑ کر بسا اوقات غلامی کے درجہ تک پہونچ جاتا ہے۔ اسلیئے اِس پر وہ ثمرات مرتب نہیں ہوتے جو حالت اولیٰ میں ہوتے ہیں۔ عالم میں جتنی قومیں عذاب کے اندر مبتلا ہوئیں سب کی سب وہی ہیں جو مال و دولت۔ قوت و شوکت۔ عزّت و وجاہت کی بدولت مغرور بنکر ایک جانب خدا سے مقابل بنگئیں۔ دوسرے جانب کمزوروں پر تعدّی و ظلم کرنے لگیں۔ عاجز و ذلیل ہوکر نہ کسی نے خدائی کا دعویٰ کیا نہ اسکو ظلم و تعدّی کا موقع ملا۔ اِسوجہ سے کوئی ایسی قوم عذاب عام میں مبتلا بھی نہیں ہوئی۔

بلکہ اگر حالت ثانیہ میں آدمی استقلال و استقامت کیساتھ اپنے حال پر قائم رہے۔ سختی اور مشقت اسکو اپنے مرکز سے نہ ہٹا سکے۔ اور وہ صبر کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رہے تو اسکا درجہ یقیناً سب سے بڑھجاتا ہے۔ مگر چونکہ اتنی ثابت قدمی سواے اخص الخواص کی نہایت دشوار بلکہ بظاہر ناممکن ہے اسلیئے اس سے محفوظ رہنے کی دعا مانگی گئی ہے۔

ہاں اعتدال کا درجہ تیسری حالت میں ہے۔ صبر اور شکر دو ایسے وصف ہیں کہ جبتک کسی میں

دونوں نہوں اُسکو ایمان واسلام حقیقی حاصل نہیں ہوتا۔ اسی لئے کلام اللہ میں جگہ جگہ صبر و شکر کو ملاکر بیان فرمایا ہے۔ ہم ابھی بیان کرچکے ہیں کہ دونوں حالت میں اپنے مرکز پر قائم نہیں رہتا۔ اگر فقط تنعم و ترفہ ہے تو یہ ممکن ہو کہ وہ ایک حد تک۔ ایک زمانہ تک شکر گذار رہے۔ مگر انجام اُسکا ناسپاسی اور کفران بنجاتا ہے۔ جیسا کہ ابھی قوم سبا کے حالات سے معلوم ہوچکا ہے۔ اور حالت ثانیہ میں گو بعض خواص صبر و سکون سے کام لے سکیں۔ مگر وہ بھی اکثر افراد کیلئے منجر الی الشرک والکفر ہوجاتا ہے۔

یہ خوبی صرف حالت ثالثہ میں ہو کہ اُس میں آدمی اکثر حالات کے اندر اعتدال پر رہتا ہے اُس میں خدائی کی ہوا بھی نہیں بھرتی۔ اور نہ محض عاجز و ذلیل بنکر طریقہ کفر اختیار کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اور یہیں سے اسلامی تعلیم کی خوبی معلوم ہوسکتی ہے۔ اسلام میں فقر و غنا دونوں کو اُس حد تک پسند کیا گیا ہے جس میں کسی جانب اندیشہ نقصان وطغیان کفران و ناسپاسی نہو۔ صبر و شکر دونوں کو جمع کرنیکی تعلیم دیگئی ہو۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح کثرت مال اور انہماک دنیا کی جسکا اثر بد خدا سے بُعد اور اعراض عن الحق ہے۔ مذمت بیان فرمائی ہے ایسی ہی اُس تنگدستی و محتاجگی کو جو آدمی کو طریق حق سے ہٹادے۔ ناپسند فرمایا ہے بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت موجود ہے جسمیں اُن امور کا ذکر ہے جس سے آپ پناہ مانگتے تھے۔ منجملہ اُنکے یہ بھی ارشاد ہے۔

وشَرِّ فِتْنَةِ الْغِنٰی وَشَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ۔	(الٰہی میں پناہ مانگتا ہوں فتنہ غنی اور فتنہ فقر کے شر سے۔)

ایک دوسری حدیث میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ مَا یَنْتَظِرُ اَحَدُکُمْ اِلَّا غِنًی مُّطْغِیًا اَوْ فَقْرًا مُّوْئِسًا۔ (الی اخر الحدیث)	(فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہیں انتظار کرتے ہو تم مگر غنی کا جو طغیانی تک پہونچادینے والا ہو۔ یا فقر کا جو اپنی شدت کیوجہ سے مایوس کردینے والا ہے۔)

آپ نے اپنے نفس کیلئے بھی اسی کو پسند فرمایا ہے۔ ارشاد ہے۔

عَرَضَ عَلَیَّ رَبِّیْ لِیَجْعَلَ لِیْ بَطْحَاءَ مَکَّةَ ذَهَبًا فَقُلْتُ لَا یَا رَبِّ وَلٰکِنْ	(فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے رب نے مجھ پر مکہ کے پتھریلے میدان کو پیش کیا کہ اسکو سونے کا بنا دیا جاوے میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ بلکہ میری حالت یہ رہنی چاہیے۔

اَشْبَعُ یَوْمًا وَّاَجُوْعُ یَوْمًا فَاِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ اِلَیْكَ وَذَكَرْتُكَ وَاِذَا شَبِعْتُ حَمِدْتُكَ وَشَكَرْتُكَ۔

(کہ ایک روز پیٹ بھر کر کھاؤں اور ایک روز بھوکا رہوں۔ جسدن بھوکا رہوں تو تجکو یاد کروں اور تیری سامنے تضرع و زاری کروں اور جب پیٹ بھر جاوے تو تیری حمد اور شکر کروں۔)

آپ نے ایک جانب اگر غنی کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے:۔

مَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا حَلَالًا اِسْتِعْفَافًا عَنِ الْمَسْئَلَةِ وَسَعْیًا عَلٰی اَهْلِهٖ وَتَعَطُّفًا عَلٰی جَارِهٖ لَقِیَ اللّٰهَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَوَجْهُهٗ مِثْلُ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ۔

(جو شخص دنیا یعنی مال کو بذریعہ حلال سوال سے بچنے کیلئے اپنے اہل و عیال کی خبرگیری اور پڑوسیوں پر خرچ کرنیکے لئے طلب کرے تو وہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے ایسی حالت مین جائیگا کہ اُسکا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوا ہوگا۔

ایک حدیث میں ام سلیم سے روایت ہے۔

اَنَّهَا قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَسٌ خَادِمُكَ اُدْعُ اللّٰهَ لَهٗ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَبَارِكْ لَهٗ فِیْمَا اَعْطَیْتَهٗ۔

(حضرت ام سلیم والدہ انس بن مالک خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور انور کیخدمت میں عرض کیا "یا رسول اللہ انس آپکا خادم ہے اسکے لئے دعا فرما دیجئے آپنے دُعا فرمائی الٰہی اسکو مال اور اولاد بہت عطا فرما اور جو کچھ اُسکو ملے اس مین برکت عطا فرما)

تو دوسری جانب فقر و زہد کی فضیلت بھی بیان فرمائی ہے۔

مُسلم میں عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے۔

اِنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِیْنَ یَسْبِقُوْنَ الْاَغْنِیَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِلَی الْجَنَّةِ بِاَرْبَعِیْنَ خَرِیْفًا

(فقراء مہاجرین اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہو جائینگے۔)

فقر و غنی کی باہم فضیلت اور فرق مراتب میں بے شمار حدیثیں وارد ہیں۔ ہماری غرض اسوقت اُنکو نقل کرنے یا اس مسئلہ پر مستقل بحث کرنیکی ضرورت نہیں ہی۔ اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہے اور کوئی موقع ملا تو اسپر پوری تفصیلی بحث کیجائیگی۔ یہاں تو صرف اسقدر مقصود ہے کہ یہ درجہ اعتدال کا ہے اور اسلام کی اصلی تعلیم یہی ہے۔ کسی قوم پر دنیا کا لوٹ پڑنا ہرگز محمود نہیں ہوتا جبتک کہ اُسمیں حقوق اللہ اور حقوق العباد نہ ادا کئے جائیں۔ اگر غنی موجب ناسپاسی و طغیان ہو جائے تو انجام قوم سبا کی طرح بربادی و تباہی ہے۔ دنیا میں جب کوئی قوم تباہ

ہوئی اسی وجہ سے ہوئی ہے۔ طریقۂ اعتدال وہی ہے جسکی تعلیم اسلام نے دی۔

نتیجۂ چہارم

واقعہ سیل عرم اور اُسکے نتائج مذکورہ سے یہ نتیجہ باسانی بلادقت برآمد ہو سکتا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور نبی آخر الزماں ہونیکا علم تمام اقوام میں پھیلا ہوا اور علی قدر تفاوت المراتب راسخ تھا۔ قیصر و کسریٰ اور اُنکے اراکین دولت کاہنوں اور منجموں اور بالخصوص رستم کے متعلق تو ہم اول لکھ چکے ہیں کہ اُنکے یہاں برابر یہ خیال موجود تھا۔ قیصر کے ملک میں تو اسوجہ سے کہ وہ خود اور اُسکی اکثر رعایا نصرانی تھی اس علم کا راسخ ہونا مستبعد نہیں تھا کیونکہ وہ اہل کتاب تھے۔ اور اہل کتاب میں انبیاء کی پیشین گوئیاں اور کتب الٰہی کی تصریحات برابر موجود تھیں۔ البتہ ملک فارس کسریٰ اور اُسکے اراکین میں اس کا علم اسوجہ سے مستبعد معلوم ہوتا تھا کہ وہ آتش پرست تھے اُنکے یہاں نہ سلسلۂ انبیاء تھا اور نہ کتب آسمانی کا وجود مگر جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں اُنکے یہاں بھی اس کا تیقن تھا۔

اب ان واقعات مذکورہ بالا سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ ملک سبا میں آپ کی بعثت سے ہزاروں سال قبل اسکا علم و یقین تھا۔

اول تو خود سبا ابن یشجب بن یعرب بن قحطان کا آپ پر ایمان لانا مورخین کے بیان سے ثابت ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ سباء کو یہ علم تھا تو اُسکے اولاد میں سلسلہ بسلسلہ برابر منقول ہوتا چلا آیا ہوگا۔ گو وہ لوگ بعد میں کافر و طاغی ہو گئے۔ مگر خاندانی روایات کبھی کسی ملک میں مفقود اور معدوم نہیں ہوتیں۔

دوسرے ثعلبہ کے اشعار سے معلوم ہوا کہ اُنکو خود اسکا علم و یقین تھا۔ گو یہ کہدینا ممکن ہے کہ یہود کی مجاورت سے اُنکو اسکا علم ہوا ہو۔ مگر ظاہر یہ ہے کہ اصل علم تو اُنکو اپنی خاندانی روایات سے حاصل تھا البتہ یہود کے اقوال سُنکر وہ اور تازہ اور قابل اعتماد ہو گیا۔

باقی آیندہ

تربیۃ السالک و تنجیۃ الھالک

نمبر

(حال) حضور اس ناکارہ کیلئے دعا فرمائیے کہ عاقبت بخیر اور عافیت دارین حاصل ہو میں بالکل کورا ہوں نہ کچھ حاصل ہے نہ کوئی لیاقت رکھتا ہوں۔ البتہ جب سے حضور کی غلامی نصیب ہوئی ایک گونہ دل کو خوشی رہتی ہے خصوصاً جس شب کو حضور کی حضوری ملتی ہے طبیعت کو بڑی فرحت ہوتی ہے چنانچہ پرسوں کی شب دیکھا کہ حضور اس مہجور الخدمت سے کچھ ارشاد فرما رہے ہیں۔ ایک شخص کے ظاہر اخلاق کے متعلق گفتگو تھی کہ یہ انکا ظاہر ہے باطن میں ادب نہیں ہے رات کا وقت ہے چراغ جل رہا تھا لیکن مدہم ہو رہا تھا حضور نے یا کسی دوسرے صاحب نے فرمایا کہ چراغ روشن کرو میں نے اٹھا کر دیکھا تو تیل کم تھا بتی نہیں تھی چراغ کے نیچے ہی ایک کپڑا بتی بنانے کے لایق مجھے ملگیا میں نے بتی بنائی یہ بخوبی یاد نہیں کہ چراغ میں بتی ڈالی یا نہیں اسکی تعبیر کیا ہے اسکے علاوہ دو بار پہلے بھی خواب ہوا ہے۔

(تحقیق) یہ سب علامات محمودہ ہیں مگر انکو کمال نہ سمجھئے ہاں یہ بھی نعمت ہے شکر کیجئے۔

س۔ بجواب درخواست شجرہ حضور نے ماہ ربیع الاول میں یاد دہانی کا اشارہ فرمایا تھا اُمید غالب ہے کہ اب وطن میں حضور تشریف رکھتے ہونگے شجرہ مرحمت فرمائیے۔

ج۔ مرسل ہے۔

س۔ ذکر ختم ہونے پر کوئی دُعا پڑھکر اُٹھنا چاہیئے یا یوں ہی۔

ج۔ یہ دُعا کیجئے ای اللہ اپنی محبت و معرفت اور توفیق ذکر و طاعت نصیب فرما۔

س۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد کس طرح پر دُعا مانگی جائے۔

ج۔ اوپر والی دعا کے ساتھ اتنا اور اضافہ کر دیجئے کہ تلاوت و عمل بالقرآن کی توفیق بھی بخشئے۔

(حال) گذارش خدمت عالی میں یہ ہے کہ سن ۱۹۱۰ء میں مجھکو شملہ جانیکا اتفاق ہوا۔ اتفاقاً راستہ میں مجھکو بوقت صبح ایک مست فقیر ملگئے مجھکو ایک ایسا اسوقت وہم پیدا ہوگیا جو آج سے

ملا نہیں اور وہ چلے گئے اُنکے جانے کے بعد میں اُن سے نہ ملنے کے رنج میں میرے سینہ میں داہنی طرف درد پیدا ہوگیا اور اُنکا خیال تصور میری آنکھوں میں اور سینہ میں محو ہوگیا اُنکی تصویر میرے سینہ میں عرصہ بارہ سال تک کامل رہی اور میں ساتھ میں اللہ اللہ ہمہ وقت کہتا رہا جسکی وجہ سے بہت طپش رہی۔ دیگر خیال اُسی روز بوقت شام سفر میں راستہ میں ایک نہایت حسین عورت گھوڑے پر سوار بطور سیر نکلی جسکو دیکھ کے میں اور میرا دل قابو میں نہیں رہا اور اپنی عمر میں ایسا حُسن نہیں دیکھا۔ اُس عورت کے دیکھنے سے میرے بائیں طرف درد پیدا ہوگیا جسوقت وہ عورت ہنسی میرے سر سے پیر تک ایک قسم کا زہر جاتا ہوا معلوم ہوا جسکی وجہ سے مجھکو طپش بہت ہوگئی اور ایک جنوں کے مرض میں مبتلا ہوگیا۔ اب عرصہ چھ ماہ سے صرف اُس عورت کا خیال و تصور رہتا ہے ہر وقت تصور میرے سامنے جسکی وجہ سے سینہ میں سخت تکلیف و آتش اور سینہ میں ایسی تکلیف جسکی وجہ سے ملازمت چھوٹ گئی۔ بوجہ دہشت کے میں اُس عورت کے مکان پر نہیں گیا اور ملازمت چھوڑ کر امروہہ آگیا۔ اب بھی سخت تکلیف ہے یا امیر المومنین اُسکا خیال میرے سینہ سے چلا جاوے اور عشق و محبت حضور سرور عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نصیب ہو۔

(**تحقیق**) السلام علیکم۔ ایک وقت خلوت کا مقرر کرکے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ۵۰۰ بار اِس طرح سے کہ لا الہ کے ساتھ تصور کیا جاوے کہ اُسکے تعلق کو قلب سے خارج کیا اور الا اللہ کے ساتھ یہ تصور کہ خدا و رسول کی محبت کو قلب میں داخل کیا شروع کیجئے اور اُسکے بعد اپنے مرنے کا مراقبہ کہ دنیا سے رخصت ہو کر خدا کے روبرو جانا ہے اگر وہ اسکا سوال کرینگے تو کیا جواب دونگا اور کیا مُنہ دکھلاؤنگا اور اُسکے مرنیکا تصور کہ مر کر گل سڑ کر کیڑے پڑ جاوینگے صورت بگڑ جاویگی کہ دیکھنے والے کو بھی نفرت ہوگی اور وقت فرصت میں استغفار کی کثرت پھر دو ہفتہ کے بعد حالت سے اطلاع دیجئے اور ساتھ ہی یہ خط بھی بھیجئے۔

(**حال**) بعد سلام علیک کے گذارش خدمت عالیہ میں یہ ہے کہ مجھکو جب سے حضور والا نے واسطے پڑھنے کے ارشاد فرمایا تھا جس پر میں نے عمل کیا اُسکی برکت سے مجھکو اُس عورت کی صورت سے نفرت پیدا ہوگئی اور اُسکے خیال سے طبیعت علیحدہ ہوگئی ہے۔

(تحقیق) الحمد للہ الف الف مرۃ۔

س۔ اب مجھکو کلمہ شریف کا وظیفہ اور اُسکا پرہیز بھی تجویز کیجیے میری طبیعت چاہتی ہے کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کا وظیفہ ہمہ وقت رکھوں حسب ارشاد وہ پرچہ بھی ارسال خدمت ہے۔

ج۔ ضرور رکھیئے پرہیز صرف معصیت کا ہے اور کچھ نہیں اگر گاہ گاہ حالات سے اطلاع دیتے رہینگے سلسلہ تعلیم کا جاری رہ سکتا ہے۔

داڑھی کے متعلق استفتا و جواب

"ہمارے کرمفرما جناب مولوی محمد عبدالصمد صاحب ساکن مبارک پور ضلع گورکھپور پنجاب کے کسی رسالے میں داڑھی کے متعلق خلاف شرع اشعار دیکھکر نہایت ناخوش ہوئے اور ایک معتبر عالم کا فتویٰ طبع کرانا چاہا مگر اُس رسالے نے نیز بعض اخبارات نے طبع کرنے سے انکار کیا۔ جناب موصوف کے اس دینی ارشاد کی القاسم تعمیل کرتا ہے۔"

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

شرعاً مقدار داڑھی کسقدر ہونا چاہیے مسئلہ جو مشہور ہے کہ ایک مشت داڑھی کا رکھنا واجب ہے یہ صحیح ہی یا غلط۔ جو لوگ ایک مشت سے داڑھی کم رکھتے ہیں شرعاً جائز ہے یا نہیں اور جو لوگ ایک مشت سے داڑھی کم رکھتے ہیں وہ گنہگار ہوتے ہیں یا نہیں اور یہ جو مشہور ہے کہ داڑھی کا منڈانا اوکھاڑنا جلانا کترانا چاروں کا حکم برابر ہے درحقیقت یہ صحیح ہے یا غلط۔ بعض لوگ ایک مشت سے داڑھی کم رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمنے مذہب شافعیہ اس مسئلہ میں اختیار کیا ہے۔ اُنکے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ مذہب شافعیہ میں ایک مشت سے داڑھی کا کم رکھنا جائز ہے پس یہ بیان لوگوں کا صحیح ہی یا غلط۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں اکثر لوگ داڑھی کو ایک مشت سے کم رکھتے ہیں اکثر لوگ اسکی سند لیتے ہیں پس یہ سند لینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

حدیثوں میں داڑھی کے بڑھانے اور چھوڑ دینے کا حکم وارد ہی صیغۂ امر سے جو کہ صیغۂ وجوب ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَالِفُوا الْمُشْرِکِیْنَ اَوْفِرُوا اللُّحٰی وَ اَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَنْھِکُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰی مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ (مشکوٰۃ) اِعْفَاءُ اللِّحْیَۃِ الْوَارِدُ فِی الصَّحِیْحَیْنِ تَرْکُھَا حَتّٰی تَکُثَّ وَتَکْثُرَ اھ۔

[1] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی فرمایا اُنہوں نے کہ ارشاد فرمایا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخالفت کرو مشرکین کی بڑھاؤ داڑھیاں اور ترشواؤ مونچھوں کو اور دوسری روایت میں دوسرے الفاظ ہیں انکا مطلب بھی یہی ہی۔ بخاری اور مسلم شریف سے اس روایت کو مشکوٰۃ شریف میں نقل کیا ہے داڑھی بڑھانے کا جو حکم صحیحین یعنی بخاری شریف اور مسلم شریف میں وارد ہوا ہی غرض اُس سے یہ ہی کہ داڑھی چھوڑ دیجائے یہانتک کہ گنجان اور زیادہ ہوجاوے ۱۲

باقی اگر ایک مٹھی سے زائد ہوجائے تو جائز ہے کہ چھوڑے رکھے اور جائز ہے کہ کاٹ دے۔ اور زائد از یکمشت کا کاٹ دینا سنّت ہے ابن عمر سے ثابت ہے اور نیز فقہانے بھی تصریح کردی ہی فی الشامیۃ۔

وَالسُّنَّۃُ قَدْرُ الْقُبْضَۃِ فَمَا زَادَ قَطَعَہٗ اھ فی العالمگیریۃ [1] وَالْقَصُّ سُنَّۃٌ فِیْھَا وَھُوَ اَنْ یَّقْبِضَ الرَّجُلُ لِحْیَتَہٗ فَاِنْ زَادَ مِنْھَا عَلٰی قُبْضَۃٍ قَطَعَہٗ کَذَا ذَکَرَ مُحَمَّدٌ فِیْ کِتَابِ الْاٰثَارِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ قَالَ وَبِہٖ نَاْخُذُ کَذَا فِیْ مُحِیْطِ السَّرَخْسِیِّ اھ۔

[1] عالمگیری میں ہی داڑھی کے متعلق طریقہ مسنون یہ ہی کہ مٹھی سے پکڑی اور جسقدر ایک مشت سے زاید ہو اُسے کاٹ دے ۱۲

[2] شامی یعنی درمختار کی شرح میں ہی اور داڑھی مقدار ایک مشت کے رکھنا واجب ہی اور جسقدر اس سے زیادہ ہو اُسے کٹوادینا سنت ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں یوں ہی ذکر کیا ہی اور فرمایا ہی کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد کیا ہی کہ ہمارا عمل اسی پر ہے محیط سرخسی میں اسی طرح بیان کیا ہے ۱۲

اور جو لوگ اس سے کم رکھتے ہیں خواہ مونڈتے ہوں یا کترتے ہوں وہ لوگ سخت گنہگار ہیں اور بسبب اصرار کے مرتکب کبیرہ ہیں۔ اِنَّ الْاِدْمَانَ عَلَی الْکَبِیْرَۃِ لَفِسْقٌ کَذَا فِی الْبَحْرِ وَقَدْ ذَکَرَ الْعَلَائِیُّ فِی الدُّرِّ الْمُخْتَارِ مِنَ الْحَظْرِ وَالْاِبَاحَۃِ عَنِ الْمُجْتَبٰی وَالْبَزَّازِیَّۃِ اِذَا قَطَعَتْ شَعْرَ رَاْسِھَا اَثِمَتْ وَلُعِنَتْ وَاِنْ بِاِذْنِ الزَّوْجِ لِاَنَّہٗ لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ وَلِذَا یَحْرُمُ لِلرَّجُلِ قَطْعُ لِحْیَتِہٖ وَالْمَعْنَی الْمُؤَثِّرُ التَّشَبُّہُ بِالرِّجَالِ اھ۔

[1] اور درمختار میں علائی نے باب الحظر والاباحۃ میں بزازیہ اور مجتبیٰ سے نقل کیا ہی کہ عورت جسوقت اپنے سر کے بال کاٹتی ہے گنہگار ہوتی ہے اور لعنت کیجاتی ہے اگرچہ شوہر کی اجازت سے ایسا کیا ہو کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ جس فعل میں خالق وحدہ لاشریک لہ کے حکم کی مخالفت ہوتی ہو اسکو کسی شخص کے حکم سے کرنا جائز نہیں اور اسی واسطے مرد کو داڑھی کٹانا حرام ہے اور عورت کو جو بال کاٹنا حرام ہے اسکی علت یہ ہی کہ مرد سے مشابہت پیدا ہوتی ہے ۱۲

وَقَالَ الْعَلَائِیُ فِیْ کِتَابِ الصَّوْمِ قُبَیْلَ فَصْلِ الْعَوَارِضِ اَنَّ الْاَخْذَ مِنَ اللِّحْیَۃِ دُوْنَ الْقُبْضَۃِ کَمَا یَفْعَلُہٗ بَعْضُ الْمَغَارِبَۃِ وَمُخَنَّثَۃُ الرِّجَالِ لَمْ یُبِحْہُ اَحَدٌ وَاَخْذُ کُلِّھَا فِعْلُ یَھُوْدِ الْھِنْدِ وَمَجُوْسِ الْاَعَاجِمِ اھ فَحَیْثُ اُدْمِنَ عَلٰی فِعْلِ ھٰذَا الْمُحَرَّمِ یُفَسَّقُ وَاِنْ لَمْ یَکُنْ مِمَّنْ یَسْتَبِیْحُوْنَہٗ وَلَا یَعُدُّوْنَہٗ قَادِحًا لِلْعَدَالَۃِ وَالْمُرُوَّۃِ اھ تنقیح فتاوی حامدیہ ۳۵۱

اور کہا علائی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصوم میں فصل عوارض سے کچھہ قبل ایک مشت سے داڑھی کم ہونے کی حالت میں اسکا کٹوانا جیسا کہ بعض مغرب کے رہنے والے اور بدمعاش لوگ کیا کرتے ہیں کسی نے جائز نہیں سمجھا اور ایسا کرنا پیروی و اتباع ہے ہنود ہندوستان اور مجوس عجم کی پس جب اس حرام فعل پر مداومت کیجائیگی فاسق ہو جائیگا اگرچہ نہو وہ شخص ان لوگوں سے جو اسکو جائز سمجھتے ہوں اور خلاف عدل اور مروت خیال کرتے ہوں یعنی اس فعل کے باوجود حرام سمجھنے کے جب کوئی شخص اسپر اصرار اور مداومت کریگا تو وہ مرتبہ فسق کو پہونچ جائیگا۔ تنقیح فتاوی حامدیہ صفحہ ۳۵۱ جلد اول

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا کسی کا مذہب نہیں اور جو کہتا ہو کہ شافعی کا مذہب ہے غلط ہی۔ نووی شارح مسلم جو ایک مستند شافعی ہیں اپنی شرح مسلم میں لکھتے ہیں

لے وَقَدْ ذَکَرَ الْعُلَمَاءُ فِی اللِّحْیَۃِ اِثْنَیْ عَشَرَ مَکْرُوْھَاتٍ بَعْضُھَا اَشَدُّ مِنْ بَعْضٍ اَلسَّابِعَۃُ الزِّیَادَۃُ فِیْھَا وَالنَّقْصُ مِنْھَا اَلثَّانِیَۃُ عَشَرَ حَلْقُھَا اھ

لے علمانے داڑھی کے متعلق بارہ چیزیں ذکر کی ہیں جو مکروہ ہیں بعض زیادہ مکروہ ہیں بعض سے ساتویں قسم اسکی یہ ہی کہ اسکے اندر کمی یا زیادتی کیجائے اور بارہویں قسم یہ ہی کہ اسکو منڈایا جائے۔

اسی طرح فتح الباری میں حافظ ابن حجر شافعی نے لکھا ہی بلکہ حضرت امام شافعیؒ کا جو قول انہوں نے نقل کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ سوائے حج و عمرہ کے اور زمانہ میں اس سے (داڑھی سے) بالکل تعرض نہ کرے اور جیسی ہو چھوڑے رکھے۔

لے وَالْمُخْتَارُ تَرْکُھَا عَلٰی حَالِھَا وَاَنْ لَّا یَتَعَرَّضَ بِتَقْصِیْرٍ وَلَا غَیْرِہٖ وَکَانَ مُرَادُہٗ بِذٰلِكَ فِیْ غَیْرِ النُّسُكِ لِاَنَّ الشَّافِعِیَّ نَصَّ عَلٰی اسْتِحْبَابِہٖ فِیْہِ اھ فتح الباری۔

لے اولیٰ اور بہتر یہی ہی کہ داڑھی کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے نہ منڈائے نہ کترائے نہ اور کچھ کرے۔ مگر یہ حکم زمانہ حج اور عمرہ کے علاوہ ہے کیونکہ امام شافعی نے تصریح فرمائی ہی کہ زمانہ حج اور عمرہ میں داڑھی کا برابر کرا دینا اور چھٹوا دینا مستحب ہے ۱۲ فتح الباری

باقی مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں اگر بعض ناواقف ایسا کرتے ہوں تو اُنکے فعل سے کسی طرح حجت نہیں لیجا سکتی البتہ وہاں کے علما سے فتاوی لینا چاہئے تو یقیناً وہ کسی طرح اجازت نہ دینگے واللہ یھدی من یشاء الی سواء السبیل وھو نعم المولی ونعم الوکیل واللہ اعلم۔

زبرۃ الاحقر محمد رشید عفی عنہ مدرس مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

ایک جدید تحقیق اور اُس پر سرسری نظر

ظلمتکدۂ دنیاء میں ہزاروں ذرے ظلمت کی کملیاں لپیٹے ہوئے لمبی تانے ہوئے سوتے تھے۔ کوئی غیر تو انکو کیا پہچانتا اُنکو خود اپنی خبر نہ تھی کہ ہم کیا ہیں۔ ؎

کیا ہیں ہم اور کس لئے آئے ہیں ہم | کیا مقدر میں لکھا لائے ہیں ہم

بالآخر حکیم علی الاطلاق نے باقتضائے رحمت اپنے آفتاب حکمت کی ایک جھلک ان پر ڈالی پھر کیا تھا ظلمت کی کملیوں میں آگ لگ اُٹھی۔ طالع خفتہ بیدار ہوے۔ شب دیجور غفلت کا کالا مونہہ ہوا۔ صبح حکمت جلوہ گر ہوئی۔ ذرہائے خوابیدہ جنکی ذات میں استعداد تھی آنکھیں ملتے ہوے اُٹھے۔ آفتاب حکمت کی کرنوں سے وضوء کیا۔ حکمت کی نورانی قبائیں پہنیں۔ اور علم کے جگمگاتے ہوئے مرصع تاج سر پر رکھے۔ فراست کا عصا ہاتھ میں لیا۔ عقل رسا کے اسپ تیز رفتار پر سوار ہو کر مخلوقات کی سیر اور مکنونات کے اکتشاف میں مصروف ہوئے۔ یہ ہیں حکماء زمانہ جنکے مساعی جمیلہ ہر زمانہ میں بارآور ہوئے پھلتے پھولتے رہے اور ابناء زمانہ نے برابر اُنکی قدر کی اور عزت کی نگاہ سے دیکھا ان بزرگوں نے ہندی کی چندی کرنے اور بال کی کھال نکالنے میں کوئی تسمہ لگا نہ رکھا جس شئی کی طرف متوجہ ہوے بقدر طاقت اُسکی حقیقت دریافت کئے بغیر عنان توجہ اُس سے نہ موڑی۔ جب اُنھوں نے علم نباتات کی تحصیل کیلئے قدم بڑھایا تو کبھی نخلستان اور چمنستان میں اور کبھی دریاؤں کے کناروں پر کبھی جنگلوں میں اور کبھی پہاڑوں پر ڈیرے ڈالدئے پتوں پر قدرت کے لکھے ہوے حروف اُستاد ازل سے پڑھے اور بمصداق تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں اُسکی حقیقت کو سمجھے اور خوب سمجھے اوّل اُنکی ماہیات کو دریافت کیا پھر افعال و خواص کو پہچانا برگ و گل و بار و شاخ و بیخ کے تعدد صوری سے تاثیرات کی تعدد کا سبق پڑھا۔ ایک درخت اور اُسکی ان مختلف اور متعدد اجزاء کی تاثیرات مختلفہ کو تجربات سے ثابت کرکے بتلادیا کہ مثلاً پتوں کا مزاج سرد پھول کا گرم ہے شاخ معتدل ہے بیخ میں حرارت زائد ہے فلاں جزو میں رطوبت فلاں میں یبس ہے پتے اگر مسکن صفراء ہیں تو پھول مفرح قلب ہیں شاخ مقوی معدہ ہے تو بیخ دافع ورم۔

زمین کی تمام مخلوقات میں اُنھوں نے معرفت حاصل کی ایک شی پر مختلف اور متعدد اوضاع سے بحث کی اور اُسکے چھپے ہوئے اسرار کے انکشاف میں بقدر امکان کوتاہی نہ کی زمین پر بیٹھے ہوئے افلاک و نجوم پر بھی نظر ڈالی تو ایک اچھی بحث کر گئے غرض زمین و آسمان کے قلابے ملادئے یہ ضرور نہیں کہ اُنکی تمام تحقیقات نفس الامر میں صحیح ہوں ظرفت اُنکی جدت وجودت البتہ قابل داد ہے۔ بحکم الفضل للمتقدم مستحق داد تو اوائل و متقدمین ہی ہیں مگر چونکہ دنیا کا میدان وسیع ہے اور قدرت بخیل نہیں۔ اسلئے حکما و متاخرین بھی اُنکی جانشینی کے مستحق کہلائے اور روزانہ ایک نئی تحقیق اہل عالم کے روبرو پیش کی جنکو صرف عالی عنایت ہوا تھا وہ باایں طمطراق اپنی ہیچدانی کے معترف اور حکیم علی الاطلاق کے فیوض و رہنمائی کے معتقد رہے۔ اور کم ظرفی نے سیکڑوں ہزاروں کو اپنی حقیقت شناسی سے دور اور اپنی تحقیقات پر مغرور کر دیا اُنھوں نے اپنے محسن اپنے معطی سے آنکھیں پھیر لیں اور سمجھے کہ ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ

مُٹھی بھر مٹی اور چلو بھر پانی کو گوندھئے اور دیکھئے اُس سے کچھ شُدنی ہے ہرگز نہیں مٹی اور پانی مالک حقیقی کا۔ اسپر یہ مزید عنایت کہ ایک پتلا بنا کر تیار کیا اور پھر یہ عنایت کرم کہ روح پھونکی حواس ظاہرہ و باطنہ عنایت کئے اپنے خزائن کا مالک بنا دیا یہ بجائے اسکے کہ اپنی اصل کو معلوم کر کے اپنے مربی کے سامنے سر نیاز خم کرتا۔ خم ٹھوک کر مقابلہ کو تیار ہو بیٹھا۔ اِس نمک حرامی اور احسان فراموشی کمینہ خوئی ناانصافی بدایمانی۔ کجروی گمراہی کا کچھ ٹھکانا ہے۔ عقل نارسا اور تحقیق بے سروپا پر یہ غرور اور حکمت کے دعوے ؎

زخاک آفریدت خداوند پاک ۔۔۔ پس اے بندہ افتادگی کن چو خاک

اُس پر یہ طرفہ کہ ایک دوسرے کا مخالف کوئی قدم عالم کا قائل کوئی اُسکی حدوث پر مائل کسی کے نزدیک آسمان متحرک اور زمین ساکن ہے کسی کی نئی تحقیق یہ ہے کہ زمین متحرک ہی اور آسمان کوئی چیز نہیں اس سقف نیلگوں کو منتہائے نظر سمجھنا چاہئے۔ الغرض صدہا امور ہیں کہ جسمیں بے شمار اختلاف ہے۔ فرمائے کسکی مانیں اور کسکی سُنیں سب محقق سب حکیم اور ہر شخص اپنے دعوے کو بدلائل ثابت کرنیکو مستعد ہے اور یہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ اقوال مختلفہ میں کوئی ایک ہی قول

حق ہوگا اور ترجیح بلا مرجح باطل۔ اب بجز اسکے کہ کوئی حَکَم منصف فیصلہ کرے اور اُسکا قول یقینی ہو کوئی چارہ کار نہیں اور ایسا منصف کہ جسکا قول قابل تسلیم ہو ظاہر ہے کہ اس جماعت کے عقول سے بالاتر ہو اور وہ بجز وحی الٰہی کیا ہو سکتا ہے۔ پس معیار حق و باطل وحی الٰہی کو ٹھیرایا جاوے۔ جیسکہ دنیاوی امور میں رعایا کے معاملات و نزاعات کو سرکاری قانون طے کرتا ہے۔ ایسے ہی ان امور عقلیہ کو قانون الٰہی کے تابع کیجئے مگر معاملہ بالعکس ہے وحی الٰہی کو عقل نارسا کے تابع کیا جاتا ہے۔ بالخصوص اس زمانہ میں کہ جسکا نام تہذیب کا زمانہ ہے جسمیں تحقیقات کا زور شور ہے جسمیں علوم کے دریا اُمنڈے چلے آتے ہیں۔ جسمیں خفا کا نام باقی نہیں رہا جسمیں نئی روشنی کی چکا چوند سے اچھے اچھوں کی آنکھیں خیرہ ہیں جسمیں کورانہ تقلید کا قافیہ تنگ ہے جسمیں کوئی بات بلا مشاہدہ اور بلا دلیل نہیں مانی جاتی۔ بدقسمتی سے بعض سیدھے سادھے مسلمان جنکو اپنے دین سے ناواقفیت ہے اور اجانب کے آغوش میں تربیت پائی ہے حریفوں کے ہم نوا ہوگئے اور اُن کو یہ خبر نہیں کہ یہ دعوی طمطراق کے ساتھ صرف اسلئے کئے جاتے ہیں کہ ہم اسلام کے نادان دوست اپنے ہاتھ سے اسلام کی سنگین دیواریں گرادیں ؎ اپنی ہی فوج ہوگئی لشکر غنیم کا

ایک نصرانی یا یہودی یا دہریہ ایک بات زبان سے نکالتا ہے۔ ہمارے نو تربیت یافتہ اُسکے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں اور بے دریغ کتاب آسمانی کے مقابلہ میں اُس پر ایمان لاتے ہیں اور کوئی اُسمیں چون و چرا نہیں کرتا کروڑوں مسلمانوں کے مسلمات اور معتقدات ایک بددین سے بددین ہمارے سیدھے مسلمانوں کے سامنے صرف یہ کہکر باطل قرار دیتا ہے کہ مجھکو قواعد فلسفہ کی رو سے یہ امر ثابت ہوا ہے اور بدقسمت مسلمان اُس سے یہ بھی نہیں دریافت کرتے کہ اُسکے قواعد کی صحت کا کیا ذریعہ ہے اور اُس کی تحقیق کا معیار صداقت کیا ہے۔ افسوس افسوس ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم ‌ ‌ ‌ کہ با من انچہ کرد آں آشنا کرد

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اسلئے پسند نہیں کہ عقل میں نہیں آتا اور ایک ڈاکٹر کہتا ہے کہ سورج کا کچھ حصہ بے نور ہو گیا اسکے آگے سر تسلیم خم کردیا جاتا ہے۔ اُف اُف۔

ابھی حال میں ایک نیا شگوفہ کھلا ہے کہ ایک ڈاکٹر صاحب نے چار آدمیوں کے سینے میں دو دل ملاحظہ کئے ہیں چنانچہ المنار جو ایک عربی ماہواری رسالہ زیر صدارت علامہ سید رشید رضا صاحب

مصر سے شائع ہوتا ہے اُس میں بضمن فتاوی ایک سوال اور اُسکا جواب سید رشید رضا صاحب کا لکھا ہوا طبع ہوا ہے۔ ہم ناظرین القاسم کی واقفیت کی غرض سے سوال وجواب کا ماحصل مع مزید توضیح کے ذیل کے صفحات میں درج کرتے ہیں کہ ہندوستان میں اس فتنہ کے آنے سے پہلے اسکا قلع وقمع ہوجائے۔

ماحصل سوال

ایک امریکن ڈاکٹر صاحب کو حال میں ایک جدید اور عجیب مشاہدہ ہوا ہے وہ یہ کہ ڈاکٹر صاحب نے ایک شخص اور اُسکے تین بیٹوں کے سینہ میں دو دو دل پائے ایک سیدھی طرف ایک بائیں طرف اور بعد مشاہدہ وامتحان اُنکی یہ رائے ہے کہ یہ دونوں دل ایک دوسرے سے جُدا اور دونوں اپنا پورا کام کرنے میں مستقل تھے (یعنی جو حکومت قدرت سے دل کو تمام جوارح پر عنایت ہوئی ہے وہ اُن دونوں دلوں میں موجود تھی) اور نیز ڈاکٹر صاحب کا یہ بھی خیال ہے کہ باپ کے سینہ میں چونکہ دو دل تھے لہذا اُسکے نطفہ میں دونوں دلوں کا مادّہ منتقل ہوا اور اُس سے بیٹوں کے دلوں کی ساخت ہوئی اور دو دو دل بنا گئے دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ جدید تحقیق آیت کریمہ۔

ماجعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ | (اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینہ میں دو دل نہیں پیدا کئے۔)

کے معارض معلوم ہوتی ہے۔ عقل سے دو دلوں کا وجود ممکن معلوم ہوتا ہے اور یہ مشاہدہ اُسکا موید ہے پس آیت کے معنی کیا ہیں اور دل لگتی توجیہ کیا ہے اور یہ بھی ارشاد ہو کہ آیت میں مرد کا ہی حال بیان کیا گیا ہے یا عورت بھی اسی حکم میں داخل ہے۔)

قبل اسکے کہ ہم علامہ رشید رضا صاحب کا جواب ناظرین کے سامنے پیش کریں اُن کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ اگر آیت کریمہ کے وہ ہی معنی مان لئے جائیں جو سائل یا معترض سمجھا ہے تو کیا از روی انصاف یہ اعتراض قابل تسلیم ہے۔ میں تحقیق اور اطمینان کا مخالف نہیں مجھے صرف خیر خواہانہ یہ شکوہ ہے کہ مخالفین اسلام اپنی بدنیتی یا غلط فہمی سے قرآن پاک یا اصول شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر معترضانہ لب کشائی کریں تو کریں مسلمان اُنکے یہ سبز باغ دیکھکر اُنکے ہم آہنگ ونواسنج کیوں ہوں۔ مخالفین اسلام کے حملے کوئی نئی بات نہیں مخالفین نے ہمیشہ رطب ویابس اعتراضات کئے۔ ابلہ فریبی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نکیا۔ بعض چالاک تو

دھوکہ دہی کے لئے اسلام میں داخل ہوئے اور چند من گھڑت شبہات کو لاحل کہکر ارتداد قبول کیا بعض نے مسلمان بنکر کتب و رسائل تصنیف کر ڈالے۔ الغرض شخصی و اجتماعی قوتوں سے جو کچھ انکو کرنا چاہیئے تھا اُس میں سر مو کوتاہی نہ کی حکمائے یونان نے کیا کسر چھوڑ دی تھی اور اب حکمای فرنگ کیا کچھ نہیں کر رہے ہیں مگر اسلامی اصول چونکہ کسی انسان کے وضع کردہ اصول نہیں ہیں شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کسی منگھڑت اور پنچایتی اور قومی منصوبوں کا نام نہیں ہے۔ ہوا و ہوس شہوت و غضب رسم و رواج خود رائی و خود سری آزادی و خود مختاری کے ہاتوں اُس کی تربیت نہیں ہوئی ہے۔ اسلئے گرد و باد حوادث سے اُسکی زلف عنبریں پریشان نہیں ہوسکتی اُسکا بال بیکا نہیں ہوسکتا۔ فلسفہ قدیم و جدید کی میکسیم توپیں اُسکی خدا ساز حصن حصین کو ہرگز کوئی گزند نہیں پہونچا سکتیں۔ اصلی اسلام اور خالص شریعت غرّا کا عالمتاب منور چہرہ غبار آلودہ نہیں ہوسکتا علمائے اسلام نے ہمیشہ مسکت اور دندان شکن جوابوں سے اُنکا مقابلہ کیا اعتراضات کی رکاکت اسلامی اصول و مسائل کی صداقت کو آفتاب نیمروز کی طرح اہل عالم پر ثابت کر دیا کیا بجز حقانیت کوئی مقناطیسی قوت ہے کہ دنیا کے ہر گوشہ سے مختلف مذاہب کے لوگوں کو کھینچکر دائرہ اسلام اور احاطہ شریعت غرّای محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں بند کر دے۔ اسی حقانیت اور صدق کی قوت سے علمائے اسلام ہمیشہ کامیاب ہوئے اور انشاء اللہ تعالیٰ تا قیامت ہونگے۔

ہاں کچھ روزوں سے حریت و آزادی کے دل خوش کن خواب اہل عالم کو نظر آنے لگے آب و ہوائے عالم میں انقلاب ہوا۔ اہل عالم کی کایا پلٹ گئی۔ خالق و مخلوق حاکم و محکوم کے اصلی تعلقات کا احساس عنقا ہوا۔ دین و دنیا کے معاملات میں تغیرات نمودار ہوئے سلطنتوں نے اسلامی قوانین کو پس پشت پھینک کر نظام ملکی کو واضعان قانون کے سپرد کیا۔ اسلامی سلطنتوں نے حدود الٰہی سے اعراض کرکے تعزیری قوانین نافذ کئے۔ رعایا کو بھی احکام الٰہی سے اغماض و اعراض کرنیکا رستہ مل گیا۔ الناس علی دین ملوکہم کی شان ہویدا ہوگئی شخصیت و جمہوریت اتباع و حریت کی معمولی سی جنگ ہوکر میدان حریت و جمہوریت کے ہاتوں رہا۔ شخصیت و جمہوریت اور توحید و تثلیث میں باہم جو توافق اور نسبت ہے اُسکو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ کہنا بھی بیجا نہوگا کہ اس دھما چوکڑی اور طوفان بے تمیزی سے مصالح شتی میں جو بڑی مصلحت مضمر تھی وہ اہل اسلام پر ایک مخفی حملہ تھا جسکو سمجھنا قوم کے اکثر افراد

کی عقول سے واقعی اوپر کے درجہ کی بات تھی بدقسمتی سے جب یہ رنگ قایم ہوگیا مسلمان بھی اس بھول بھلیاں کی سیر کو جاکر اپنے گھر کا رستہ بھول گئے۔ حریت کے نشہ میں اسلام کا ربقۂ اطاعت گردن سے نکال پھینکا ہائے قسمت سر منڈاتے ہی اولے پڑ گئے۔ یعنی ہوا وہوس کے حلقہ بگوش ہوئے اور اصطلاحی حریت کے (جو الحاد و دہریت کے دوش بدوش ہے) بندۂ نادرم خریدہ بنگئے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو انکا اسلامی گنجینۂ علوم تھا اور جو انکے تمدن و معاشرت دنیا و آخرت کی تمام تعلیمات اور ہدایات پر حاوی تھا طاق نسیاں پر رکھکر علوم جدیدہ کی ملحدانہ اور مغویانہ تعلیمات کو اپنا اُستاد اور رہبر سمجھکر اُصول اسلامی کی بیخ کنی میں اُنکے دست و بازو زبان و قلم بنگئے۔ اسلامی تعلیمات کو دقیانوسی خیالات کا لقب عنایت ہوا مسلمات اسلامی کے انکار میں شوخ چشمیاں کرنیکی جرأت ہوئی۔ معراج کا انکار اسلئے سہل ہوا کہ اصول مسلمہ فلسفہ کے خلاف ہے معجزات انبیاء علیہم السلام اور کرامات اولیائے عظام کا انکار اولین فرض ہوا کسی نے شوخ چشمی سے کام لیا تو کہدیا کہ خلاف عقل و فطرت محال ہے کسی نے سنجیدگی کو کام فرمایا تو متانت کے لہجہ میں کہدیا کہ اثبات معجزات کے لئے متواتر روایتوں کی ضرورت ہے اور تقدیر سے بیشتر روایات جن سے معجزات کا ثبوت ہوتا ہے متواتر نہیں ہیں اور اگر متواتر روایت مل گئی تو پھر بحث کا میدان وسیع ہے۔ غرض مسلمات اسلام کے انکار و ابطال کے لئے اس زمانہ میں جو تعلیمی اصول شایع ہیں اُن میں اتم و اکمل یہ دو اصول ہیں کہ خلاف عقل و فطرت محال اور کوئی شی جب تک اُسکا علم بذریعہ خبر متواتر قطعی نہو ثابت نہیں ہوسکتی۔ مگر یہ دونوں اصول مسلمہ صرف مسلمات اسلامی کے مقابلہ میں پیش کردینے کے لئے تجویز ہوئے ہیں ورنہ سیکڑوں واقعات میں اسکا خلاف مشاہد ہے۔ اس موضوع پر چونکہ ہمکو اسوقت بحث کرنا مقصود بالذات نہیں ہے اسلئے یہاں مفصل گفتگو کرنا منظور نہیں۔

سلیمان علیہ السلام کے تخت کا صبح و شام ایک ایک مہینے کی مسافت طے کرنا خلاف عقل۔ اور دُخانی جہاز۔ بائسکل۔ موٹر کار ٹ۔ ہوائی جہاز کی تیز رفتاری خلاف عقل نہیں۔ کیوں۔ اِسلئے کہ سلیمان علیہ السلام کے تخت کو ہوا خدا تعالیٰ کے حکم سے اوڑائے پھرتی تھی اور جہاز اور موٹروں میں ہمنے خود ہوا بھرلی ہے وہ خدا کی تجویز ہی۔ یہ ہماری حکماء کی۔ سوال یہ ہے کہ آپکے حکماء خدا تعالیٰ کی مخلوق ہیں یا نہیں ؎

بس ایک نگاہ پہ ٹھیرا ہے فیصلہ دل کا

قیامت ہے کہ اخبارات کی خبروں کی صداقت کو دریافت کرنا اور یہ پوچھنا کہ صاحب واقعہ سے صاحب اخبار تک کسقدر ذرائع ہیں اور وہ سب قابل تسلیم ہیں یا اُن میں کوئی نظرانداز کرنیکے قابل بھی ہے جرم سمجھا جائے! اور اخباری اشاعت علم یقینی کے حاصل ہونیکا چلتا ہوا آلہ خیال کیا جائے اور قرآن پاک و حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنکے راویوں کے حالات معلوم و محفوظ ہیں اسکے ہم رتبہ بھی تسلیم نہ کئے جاویں اور بیدھڑک معجزات کا انکار کر دیا جاے۔

ایک نامسلم ڈاکٹر کا قول کہ اُسنے چیر پھاڑ کرتے ہوئے چار شخصوں کے سینہ میں دُو دُو دل دیکھے۔ قطع نظر اس سے کہ قرآن پاک کی کسی تعلیم کے موافق ہے یا مخالف کیا بلاچون وچرا تسلیم کرنے کے قابل ہے اور درحالیکہ یہ بھی شبہ قوی ہو کہ یہ کسی غرض پر محمول ہے اور اس سے سادہ لوح سیدھے سادے بیخبر مسلمانوں کو دام فریب میں پھانسنا مقصود ہے کیا اس قابل ہے کہ اسکو نظر وقعت سے دیکھا جاے۔ ابتک کوئی ثبوت پیش نہیں کیا گیا کہ یہ قول ڈاکٹر صاحب کا نفس الامر کے مطابق ہے اور واقعی اُنکو ایسا مشاہدہ ہوا۔ سید رشید رضا صاحب سے جس شخص نے یہ سوال کیا ہے وہ کوئی صاحب محمد سلیمان اسکندریہ کے باشندہ ہیں اور وہ لکھتے ہیں کہ میں نے کسی اخبار میں یہ واقعہ دیکھا ہے۔ محمد سلیمان صاحب کا حال ابتک معلوم نہیں کہ کون اور کس پایہ کے شخص ہیں جس اخبار میں اُنھوں نے یہ مضمون پڑھا ہے جب اُسکا نام ہی نہیں لکھا تو اُسکے مدیر کا حال معلوم نہیں کہ کون ہیں اور پھر یہ کہ صاحب اخبار کو یہ خبر کن ذرائع سے پہونچی اور اُن ذرائع میں پھر گفتگو کا سلسلہ جاری ہوگا کہ اُن لوگوں کا قول معیار صداقت میں کچھ وزن رکھتا ہے یا نہیں۔ الحاصل اس خبر کا باقاعدہ ثابت ہونا ایک سخت اور اہم امر ہے اور یہ خبر باضابطہ ثابت ہوتی یا ہو جائے تو ڈاکٹر صاحب کے مشاہدہ پر کیا اطمینان ہے کہ جو چیز اُنھوں نے سینہ میں دائیں طرف دیکھی ہے وہ دل ہی ہے کیا جسم کے اندرونی سطح میں غدود دیر آمد نہیں ہوتے ہیں اور اگر وہ مضغہ گوشت کا اپنی بناوٹ میں دل کی صورت تھا تو اس بات کا ڈاکٹر صاحب کیا ثبوت پیش کر سکتے ہیں کہ یہ گوشت کا لوتھڑا دوسرے دل کی طرح جسم کی مملکت میں کارکن بھی تھا اور جو قوت قادر مطلق نے اُس میں ودیعت رکھی ہے وہ اُسمیں بھی تھی اسکی جس آلہ سے ڈاکٹر صاحب نے تحقیق کی ہو اُسکے معائنہ کے ہم بھی مشتاق ہیں۔

آیت کے معنی ہم آگے چل کر بیان کرینگے ابھی ہمکو یہ بھی کہنا ہے کہ عالم میں عام طور پر یہ امر

مسلم ہے کہ ہر حیوان کے ایک ہی دل ہوتا ہے مشاہدات کثیرہ اور متواترہ بے شمار سے تمام مخلوق کو یہ علم حاصل ہوا ہے عالم جاہل صغیر کبیر ہندو مسلمان نصرانی یہود طبیب ڈاکٹر جس سے سوال کیا جائیگا کہ انسان اور دوسرے حیوانات کے سینہ میں دل ایک ہوتا ہے یا دو تو ہر شخص بلا تامل نہایت وثوق کے ساتھ کہیگا کہ عام قاعدہ مستمرہ خداوندی کے موافق ہر حیوان کے سینہ میں ایک ہی دل ہوتا ہے اور اس قاعدہ مستمرہ خداوندی کا مشاہدہ لاکھوں اور کروڑوں مرتبہ حکمائے سلف وخلف کو ہو چکا ہے۔ شکاری اور قصابوں کو اسکا ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ انکو اپنے وجود کا اور گو انہوں نے اپنا سینہ چیر کر نہیں دیکھا مگر جو یقین کہ انکو بذریعہ مشاہدات وتواتر حاصل ہو چکا ہے وہ انکو اپنے دل کے لئے بھی حاصل ہے۔ تو کیا انصاف یہ اجازت دیتا ہے کہ جو علم بروے مشاہدہ حکماء کی کثیر التعداد جماعت کو جسکے اسبارہ میں کذب پر مجتمع ہونیکو عقل جائز نہیں رکھتی اور یہ علم ہمیشہ ہر زمانہ میں بذریعہ تواتر ثابت ہوتا ہوا ابتک چلا آیا ہے۔ ایک امریکن ڈاکٹر کے ایک بے سروپا قول سے جسکا ثبوت ابتک حیز خفا میں ہے اور جسکی خبر کے ذرائع نامعلوم اور مہمل ہیں مسترد ہو جائے ہرگز نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور اولیائے کرام کے خوارق کا خلاف عادت اور خلاف عقل کہکر انکار کیا جائے اور اخبار ہی دنیا کے ہر خبر کو آسمانی وحی کی طرح معتبر اور قطعی سمجھا جائے۔

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا | لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

بس بروے انصاف آجکل کے سیدھے سادے مسلمان جن اصول اور مسلمات کے گرویدہ ہیں اور اسلام کے بہت سے مسلمات کو اپنے نزدیک بروے اپنے اصول مسلمہ کے ثابت نہیں سمجھتے انہیں اصول مسلمہ کی رو سے جسقدر اعتراضات مسلمات اسلام پر انکے دماغوں میں ٹکراتے ہیں ہرگز قابل پذیرائی نہیں۔

بانصاف کے ساتھ غور کرنے سے معلوم ہو جائیگا کہ بیشتر اعتراضات جو مسلمات اسلامیہ پر عائد کئے جاتے ہیں وہ اسی قبیل سے ہیں کہ ہنوز انکا اثبات معترض مدعی سے باقاعدہ نہیں ہو سکا اور دھینگا دھانگی سے انکو اہل اسلام کے سر منڈھکر جواب طلب کرلیا اور بہت سے سیدھے سادے مسلمان انکو تقلیداً قبول کرکے خود پریشان ہوتے ہیں اور دوسروں کو ذمہ دار جواب دہی سمجھتے ہیں اب ہم سید رشید رضا صاحب کے جواب کا ماحصل توضیح کے ساتھ ناظرین القاسم کے سامنے

پیش کرتے ہیں اور جواب کی داد دیتے ہیں۔

جواب

لفظ قلب (دل) کا استعمال عربی زبان میں چند معنی کیواسطے آتا ہے۔

(۱) گوشت کا ایک صنوبری شکل جوف دار لوتھڑا جو سینہ میں بائیں جانب لٹکتا ہی جسکو فواد بھی کہتے ہیں

(۲) اس صنوبری شکل گوشت کے ٹکڑے کے جوف میں جو ایک سیاہ پھٹکی خون کی ہے۔

(۳) یہ گوشت کا لوتھڑا مع اپنی جوف اور چربی وغیرہ کے۔

(۴) یا مطلق دل۔

(۵) ہر شے کے اندرونی سطح کا وسط۔ (جو اس شے کا ما بہ الحیات اور ما بہ الکمال ہوتا ہے) مثلاً قلب حبوب یعنی گٹھلی اور بیج اور گری اور دانوں کے اندر ایک خاص جزو لطیف ایسا ہوتا ہے کہ اسکے نکالدینے سے دانہ قابل روئیدگی نہیں رہتا دانوں میں سے چینٹیاں اسی جزو کو سوراخ کرکے نکالدیتی ہیں کہ وہ دانہ ناقص ہوجاتا ہے۔ آپنے دیکھا ہوگا کہ جمال گوٹہ وغیرہ کی گری کو درمیان سے دو برابر ٹکڑے کرنے سے ایک باریک جسم مثل ورق کے نکلتا ہے۔ الحاصل ایسے جزو کو بھی دل کہتے ہیں۔ جیسا کہ ان حسی اشیاء کو دل کہتے ہیں ایسے ہی ایک معنوی شی کا بھی نام دل ہے۔

(۶) نفس انسانی یعنی وہ قوت اور لطیفۂ معنوی کہ جسکو اشیاء کا علم اور حقائق کا ادراک ہوتا ہے اور جو الفاظ کے معنی اور معانی کی لم کو دریافت کرتا ہے۔ ایمان۔ تقویٰ۔ طمانینت۔ لینت۔ خوف خشیہ۔ کفر۔ کجروی۔ قساوت کا محل و مقر ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں یہ کل اوصاف دل کی طرف منسوب کئے گئے ہیں جس سے بوضاحت معلوم ہوا کہ دل جس شی کا نام ہے وہ درحقیقت ان اوصاف کا موصوف بالذات ہے وہ ایک معنوی شی ہے اور معنوی اشیاء کے نام کسی مناسبت کی بناپر حسی اشیاء کے نام پر مقرر کئے جاتے ہیں۔

جس لطیفہ کے وجود پر انسان کی حیات کا مدار ہے اور جس سے عقلی اور وجدانی امور مثل حب بغض خوف۔ رجاء کا ادراک ہوتا ہے عربی زبان میں اسکے چند نام ہیں۔

(۱) روح تحقیقات صرفیہ سے معلوم ہے کہ لفظ روح وریح میں اتحاد مادی ہی بمن باعتبار مناسبت اشتقاق حکما کا خیال ہی کہ روح مثل ریح ایک جسم لطیف اور قوی ہی جو ہماری آنکھوں سے

اوجبل ہو پس جس شی کے وجود پر انسان کی بقا منحصر ہے عرف میں اُسکا ایک نام روح بھی ہے۔

(۲) نَفَس۔ لفظ نفس ماخوذ نَفَس سے ہے اور نَفَس سانس کو کہتے ہیں۔ اور سانس زندگی کی دلیل ہے اور مدار زندگی نفس پر ہے۔

(۳) قلب۔ چونکہ ہر شی کی اندرونی اُس جزو کو جو مایہ الکمال ہو قلب کہتے ہیں تو حیوانات میں وہ جزو کہ جو سرمایہ حیات ہو اُسکو قلب کہتے ہیں۔

اِس توضیح کے بعد ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ عرب کے استعمال اور محاورہ کے موافق قرآن مجید میں ان معانی کیواسطے لفظ قلب کا اطلاق کیا گیا ہے ملاحظہ ہوں آیات ذیل۔

(۱) بلغت القلوب الحناجر | (جانیں حلق تک آگئیں جیسا کہ اُردو کا محاورہ ہے کہ جان لب پر آگئی)

اِس آیت میں منافقین کے خوف کی تصویر دکھائی گئی ہو قلوب کا لفظ ارواح کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ یعنی نفس مدرکہ اور روح عاقلہ کہ جسپر مدار حیات ہے اور جسکے نکلجانے سے انسان مردہ متصور ہوتا ہے۔ قلب حسی یعنی گوشت کا صنوبری شکل لوتھڑا ہرگز مراد نہیں ہے۔ کیونکہ خوف و شادی میں وہ اپنی جگہ سے نہیں ٹل سکتا۔

(۲) فتکون لھم قلوب یعقلون بھا۔ | (اُنکے لئے دل ہوتے جس سے وہ سمجھتے۔)

اس آیت میں بھی قلوب سے مراد نفوس اور ارواح میں یعنی قوی عقلیہ یہ ہرگز مراد نہیں کہ یہ قلب حسی آلۂ عقل ہے۔

(۳) نزل به الروح الامین علی قلبك | (اور ترے جبرئیل علیہ السلام قرآن لیکر تمھارے دل پر۔)

اس آیت میں لفظ قلب کا استعمال معنی نفس ناطقہ اور روح مدرکہ ہے۔ قلب حسی جو مضغہ گوشت ہے ہرگز مراد نہیں کیونکہ وہ فہم و ادراک کا سرمنشا نہیں ہے۔

کبھی نفس کے وہ فعل اور انفعال کہ جنکا اثر قلب حسی پر بھی ہوتا ہے قلب کے لفظ سے تعبیر کئے جاتے ہیں ملاحظہ ہوں آیات ذیل۔

(۱) اذا ذکر الله وجلت قلوبھم۔ | (جب اللہ یاد کیا جائے تو اُنکے دل خوف سے کانپنے لگتے ہیں۔)

(۲) لیجعل الله ذلك حسرة فی قلوبھم | (تاکہ اللہ تعالیٰ اسکو اُنکے دلوں میں حسرت پیدا کردے۔)

(۳) ویذھب غیظ قلوبھم۔ | (دور کردے مسلمانوں کے دلوں کا غصہ۔)

کچھ بھی خفا نہیں ہے کہ خوف حسرت غصہ کا تعلق نفس سے ہے نہ کہ قلب حسّی سے جو مضغہ گوشت ہے۔

ایک اور آیت ملاحظہ ہو جس سے قلب معنوی (نفس) اور قلب حسّی (مضغۂ گوشت) کا تعلق واضح ہے۔

فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔ (بیشک آنکھیں اندھی نہیں ہوئیں لیکن دل اندھے ہوے جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔)

چونکہ مضغۂ گوشت بینائی اور نابینائی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا بلکہ یہ اوصاف قلب معنوی۔ نفس اور روح۔ کے ہیں۔ اِسلئے مراد آیت میں قلب معنوی ہے اور چونکہ دونوں میں ایک تعلق ہے اسلئے آیت میں قید فی الصدور کی لگائی گئی۔

آیت مذکورہ سوال میں جو لفظ جوف واقع ہے سو واضح ہو کہ جوف کا اطلاق کبھی صدر پر آتا ہے اور کبھی باطن شئی پر مثلاً جوف سر دماغ اور جوف قلب سویدا ہے۔

محاورات عرب سے معلوم ہو گیا کہ لفظ قلب محض گوشت کے لوتھڑے کا نام نہیں ہے بلکہ چند معنی کیواسطے موضوع اور مستعمل ہے اور اطلاقات قرآنی میں نفس ناطقہ اور روح مدرکہ کے معنی میں لفظ قلب کا استعمال موجود ہے تو اب انصاف ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ آیت مذکورہ سوال میں قلب سے مراد گوشت کا ٹکڑا ہو ہرگز نہیں بلکہ مراد نفس مدرکہ اور روح انسانی ہے۔

کسی آیت پر اعتراض کرنے سے پہلے جیسا کہ یہ ضروری ہے کہ محاورہ عرب کیا ہے معنی مراد کیا ہیں ایسے ہی آیت کا شان نزول معلوم کر لینا بھی ضروری ہے کہ بہت سی غلط فہمیوں کا فیصلہ اس ذریعہ سے ہو جاتا ہے اسلئے مناسب ہے کہ کچھ اسکے متعلق بھی لکھدیں۔

امام احمد امام ترمذی ابن جریر ابن المنذر ابن ابی حاتم حاکم وغیرہم نے آیت مذکورہ کی شان نزول کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے یوں روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نماز پڑھنے کھڑے ہوئے اور قلب مبارک میں کچھ خطرات آئے (جن سے سجدہ سہو کی صورت پیدا ہوئی) تو جو منافق آپکے ساتھ شریک نماز تھے آپسمیں کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دل ہیں ایک تمہاری طرف اور ایک اپنے مخلص اور صادق صحابہ کی طرف یعنی

آپکی توجہ کبھی ہماری طرف ہوتی ہے کبھی اُنکی طرف ہوتی ہے جسکی وجہ سے نماز میں خطور ہوا۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حسن سے یہ روایت کی ہی کہ قریش میں ایک شخص تھا جسکا نام ذو القلبین پڑگیا تھا وہ کہا کرتا تھا میرے دو نفس ہیں ایک اچھے کاموں کی رغبت دلاتا ہے اور ایک بُرے کاموں سے منع کرتا ہے۔

بعض روایات میں ہی کہ کوئی شخص مشرکین میں سے دو دلوں کا اپنے لئے مدعی تھا اور کہا کرتا تھا کہ میں اپنے دلوں سے سمجھتا ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فہم سے میری فہم زاید ہے۔ ان ذوعقلوں کا یہ خبط زائل کرنے کیلئے آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ جیساکہ اسی آیت کے اگلے ٹکڑے میں ظہار اور متبنّٰی کے متعلق جہلاے عرب کے زعم باطل کی تردید کی گئی ہی انکا خیال تھا کہ جب اپنی عورت سے ظہار کر لیا یعنی اُسکو یوں کہدیا کہ تو مجھپر میری ماں کی پشت جیسی ہے تو وہ عورت ماں ہوگئی کسی صورت سے رشتۂ نکاح باقی نرہا یا اُنکا خیال باطل تھا کہ جسکو متبنّٰی بنالیا وہ بیٹا ہوگیا اور بیٹے کے احکام اُسپر جاری کرتے تھے۔ اس آیت نے ان تینوں خیالات کا ابطال کر دیا اور فرمادیا ذلکم قولکم بافواھکم واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل یہ سب باتیں تمہاری من گھڑت ہیں تمہارے مونہہ سے بے سوچے سمجھے نکلتی ہیں نہ ایک آدمی کے سینہ میں دو دل ہیں نہ ظہار کرنے سے بیوی ماں بنجاتی ہے نہ متبنّٰی بیٹا ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سچ کہتا ہے اور وہ تمکو سیدھا رستہ بتاتا ہے۔ بہرحال آیت مذکورہ میں قلب حسّی (گوشت کا لوتھڑا) ہرگز مراد نہیں۔

اچھا اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ آیت مذکورہ میں قلب سے گوشت کا ٹکڑا ہی مراد ہے تو اخباری قصہ امریکن ڈاکٹر کی چیر پھاڑ کا اور دو دل مشاہد کرنے کا صحیح ہو یا غلط اس آیت کے معارض نہیں ہوسکتا نہ اس وجہ سے کہ آیت میں چونکہ زمانہ ماضی کی خبر دی گئی ہی کہ نزول آیت تک کسی شخص کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے گئے اسلئے بعد میں اگر ایسا ہو تو آیت کے معارض نہیں بلکہ اسوجہ سے کہ آیت میں تخلیق کا طریق مستمر بیان کیا گیا ہے جو عادت الٰہی ہی یعنی انسان کی پیدایش کا عام اور مستمر اور طبعی طریق یہ ہے کہ اُسکے دو دل نہیں بنائے جاتے اب کسی خاص فرد میں اسکے خلاف ہونے سے طریق مستمر پر اعتراض نہیں پڑسکتا شاذ قیاس کے معارض نہیں ہوسکتا کیونکہ النادر کالمعدوم۔

ڈاکٹر اور اطبا اور مشاہدہ گواہ ہے کہ آدمی کے جسم میں ایک سر دو ہاتھ دو پانوں اور ہر ہاتھ پانوں میں پانچ پانچ انگلیاں قدرت سے عطا ہوتی ہیں اب اگر کوئی بچہ دو سر کا یا چھ انگلیوں کا پیدا ہو ... مشاہدہ کر کے اعتراض کرنے لگے کہ ڈاکٹروں کا یہ دعویٰ کہ ہر آدمی کے ایک سر ہوتا ہے یا ہر ہاتھ پانوں میں پانچ انگلیاں ہوتی ہیں غلط ہے اور مجھکو اسکے خلاف مشاہدہ ہوا ہے تو اُسکا یہ سچا مشاہدہ سنت الٰہی اور طریقہ مستمرہ کے معارض نہوگا اور یوں کہا جائیگا کہ کبھی نادر طور پر ایسا ہوتا ہے۔ کہ کسی عضو کا مادہ نطفہ میں زیادہ ہوتا ہے تو اُس سے عضو زائد بنجاتا ہے۔

آیت مذکورہ سوال سورۂ احزاب کی چوتھی آیت ہے پہلی آیتوں کے ساتھ ملاکر پڑھئے اور تدبر سے کام لیجے تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ ڈاکٹر صاحب کی تحقیق کو آیت سے کوئی لگاؤ نہیں کیونکہ اوّل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم ہوا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے خوف اور تقویٰ کو پیش نظر رکھئے کفار ومنافقین کی اطاعت نہ کیجے۔ جو وحی آپ پر خدا کی طرف سے آئے اُسکا اتباع کیجے اپنے سب کام اور تدابیر خدا کے حوالہ کیجئے جو خدا چاہیگا وہ ہو رہیگا۔ آپ کفار ومنافقین سے طمع ورغبت نکیجئے کیونکہ خدا تعالیٰ نے کسی آدمی کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے کہ اُن سے وہ خدا تعالیٰ کی رضاجوئی اور کفار ومنافقین کی دلداری کرے آدمی کے سینہ میں ایک دل ہوتا ہے جب وہ ایک طرف متوجہ ہوتا ہے تو اُسوقت دوسری طرف توجہ نہیں ہوسکتی۔ ایک دل خدا کی طرف بھی متوجہ ہو اور منافقین کی طرف بھی یہ ممکن نہیں کیونکہ دل کی توجہ ایک وقت میں دو متضاد چیزوں کی طرف ہو نہیں سکتی۔ چنانچہ عرب کا ایک شاعر کہتا ہے۔

لو کان لی قلبان عشت بواحد | وترکت قلبا فی هواك معذب

اگر دو دل ہوتے تو کچھ زندگی کا سہارا ہوتا ایک دل تھا وہ ہی تیرے نظر کر دیا اب زندگی لالے پڑ گئے ایک دل کی توجہ محبوب اور غیر محبوب کی طرف ہو قابو کی بات نہیں ممکن نہیں کہ آدمی ایکوقت میں دو متضاد چیزوں سے دل لگائے۔

مولانا سید رشید رضا صاحب کا جواب ضروری توضیحات کے ساتھ ہدیہ ناظرین ہو چکا۔ چند سطریں اور لکھکر مضمون کو ختم کئے دیتے ہیں۔

مولانا روم علیہ الرحمہ نے اس شعر میں ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں ۔ این خیال است و محال است جنوں

وحدت قلب کے مسئلہ پر اچھی روشنی ڈالی ہے۔ شعراء عرب و فارس کے علاوہ ہندوستانی شعراء کے کلام میں بھی بکثرت اور تواتر کے طور پر قلب حسی و معنوی کی وحدت کا مضمون اچھے اچھے پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے۔ اسوقت ہم طول سے ملول ہو کر صرف تین شعر ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

ایک دل تھا اُسے بھی کھو بیٹھے ۔ اچھے خاصے فقیر ہو بیٹھے

اس شاعر نے دل کی وحدت کے اقرار کے ساتھ ایک اور کمال یہ کیا ہے کہ فقیر کی ایک فقہی تعریف کی طرف بھی واضح اشارہ کر گیا۔ امیر مینائی مرحوم ؎

وہ مزا دیا تڑپ نے کہ یہ آرزو ہے میری ۔ میرے دونوں پہلوؤں میں دل بیقرار ہوتا

رشکی نواب محمد علیخان مرحوم جہانگیر آبادی ؎

دل ہے اک آگ اور اس آگ پہ اے چارہ گرو ۔ کہیں سیماب بھی ٹھیرا ہے جو یہ دل ٹھیرے

تصریحات حکما شاہد ہیں کہ جب نطفہ رحم میں مستقر ہوتا ہے تو سب اعضا سے پہلے خلعت وجود دل کو عنایت ہوتا ہے (یہ سبقت استحقاق ایک معنی رکھتی ہے) قلب حقیقی (نفس مدرکہ) واحد ہے اور اُسکا تعلق اولاً و بالذات قلب حسی سے وابستہ ہے۔ وہ منبع خون و حیات ہے اور تمام اعضا اُس سے مستفید اور اپنے بقا میں اُسکے محتاج ہیں۔ جب دل تمام قویٰ کا منبع اور خزانہ ٹھیرا تو عقل سلیم اُسکے تعدد سے ابا کرتی ہے جس کارخانہ کو نظر اُٹھا کر دیکھے اُسکا منبع اور سرمنشاء درحقیقت کوئی ایک ہی ہے۔ جس کل کا معائنہ کیجئے تو اُس میں کوئی ایک ہی پُرزہ متحرک بالذات اور مایہ الحرکۃ ہوتا ہے اور سب پُرزے جو چلتے نظر آتے ہیں اُسکے تابع ہوتے ہیں۔ جسم انسان کا اتنا بڑا کارخانہ اُن لوگوں کی نظروں میں جو قواعد فطرت کے پابند ہیں عالم کے مسلمہ اصول کے خلاف اور بیقاعدہ ہو ممکن نہیں معلوم ہوتا۔ اُسکے تمام ظاہری اور باطنی پُرزے کسی ایک چلتے پُرزے (دل) کے تابع ہیں اور اُسکے ارادہ اور اشارہ پر کٹ پتلی کا سا تماشا کر رہے ہیں۔

معلوم ہے کہ علت تامہ جب کسی شے کی ایجاد کا ارادہ کرتی ہے تو وہ شے فوراً موجود ہو جاتی ہے اُسکے وجود میں کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رہتی۔ جب دل جسم انسان میں حسب تصریحات عقلیہ

عقلیہ ونقلیہ متصرف بالذات ہے تو اگر دو دل فرض کرلئے جاویں اور دونوں مستقل ومتصرف بالذات ہوں تو یہ ہو نہیں سکتا کیونکہ جب ایک دل نے ایک کام کرنا چاہا چونکہ وہ متصرف بالذات اور افعال انسان کے لئے علت تامہ ہے تو وہ کام بلاشرکت غیرے وبلاتاخیر ہو جائیگا۔ اب دوسرا دل نکما اور بیکار رہا اگر پہلے دل سے وہ کام نہو سکا تو وہ علت تامہ نرہا۔ الحاصل ایک معلول کے لئے دو علتوں کا ہونا قابل تسلیم نہیں۔

جسم انسان کی مثال ایک ملک کی سی ہی۔ اور دل اُس میں بادشاہ اور تمام اعضا اُسکے باشندے اور دل کی رعایا ہیں اور بدلائل ومشاہدہ معلوم ہے کہ دہ درویش در گلیمے بخسپند و دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند ؎

سینہ میں کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے | دو شاہ کسی ملک میں۔ غافل نہیں ہوتے

فالحمد للہ

تفسیر مظہری

اُمت مرحومہ (علی صاحبہا الصلوۃ والتسلیم) نے قرآن مجید کی جو خدمات لفظی اور معنوی کی ہیں۔ اُنہوں نے ہر قوم کے دانشمند افراد کو ورطۂ حیرت میں ڈالدیا ہی۔ اگر ہم اور علوم قرآنیہ کو چھوڑ کر فقط علم تفسیر کی طرف ہی توجہ کریں تو اس فن کے خارج از احصار کتابوں کا پتہ ہمکو کشف الظنون جیسی فہرستوں سے ملسکیگا لیکن فی الحال اُن میں سے جس جامع تفسیر کا ہم ذکر کرنا چاہتے ہیں وہ سید العلماء بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر مظہری ہے۔ اس تفسیر میں حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تمام وہ مضامین جو ایک جامع تفسیر میں ہونا چاہئیں۔ نہایت تحقیق اور اختصار کے ساتھ فراہم کردئے ہیں اور پھر فقہی مضامین میں حنفی مذاق کی خاص رعایت رکھی ہی اور چونکہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تصوف کے بھی ایک اچھے امام ہیں اسلئے عام تفسیری مضامیں کے سوا موقع بموقع تحریر میں تصوف کی جھلک بھی پائی جاتی ہے۔ یہ تفسیر شروع سے سورہ مائدہ تک پہلے طبع ہوئی تھی اور جناب سید محمد یامین صاحب رئیس میرٹھ کمبوہ دروازہ محلہ کوٹلہ نے مسلمانوں پر احسان کیا کہ اُسکی تکمیل کی غرض سے سورہ مائدہ سے سورہ توبہ تک چھاپ کر پھر ابتدا کے حصص کو چھاپنا شروع کردیا ہے۔ ناظرین ضرور اس گوہر بے بہا سے جلد متمتع ہوں۔ سید صاحب کا دوسرا احسان یہ ہے کہ اُنہوں نے عربی تفسیر سے علیحدہ اسکا ترجمہ اُردو بھی عام مسلمانوں کے استفادہ کے واسطے شائع کردیا ہے۔

قیمت اجزاء مطبوعہ

سورہ فاتحہ ۱ر۔ سورہ مائدہ عمر۔ سورہ انعام ۸ر۔ سورہ اعراف ۹ر
سورہ انفال ۱۰ر۔ سورہ توبہ زیر طبع۔ سورہ بقرہ زیر طبع۔

قیمت پارہ مطبوعہ ترجمہ اُردو

پارہ الم ۱۲ر۔ پارہ سیقول عمر۔ پارہ تلک الرسل زیر طبع۔

خواہشمند سید صاحب موصوف سے طلب فرمائیں۔

چندہ دار الحدیث دیوبند

نمبر	نام	رقم
۱	عالیجناب خواجہ عزیز الحسن صاحب ڈپٹی کلکٹر فتحپور	صہ/
۲	جناب حاجی عبد الکریم صاحب ماسٹر مدرسۃ الاسلام سندھ	۲ عـہ/
۳	جناب منشی عبد الغفار خانصاحب سب اورسیر سیتاپور	ئے/
۴	جناب شیخ عبد الرحیم صاحب پسر شیخ سکندر علیصاحب ساکن ایچولی ضلع میرٹھ	عـہ/
۵	جناب حاجی وجیہ الدین صاحب سوداگر صدر بازار میرٹھ	۱۵ ماصہ
	منجانب حافظ رفیع الدین صاحب مرحوم	صہ/
	منجانب حاجی وجیہ الدین صاحب خود	عا/
۶	مولانا مولوی حکیم مسعود احمد صاحب گنگوہی	۲ عـہ/
۷	جنابہ مسماۃ بی بی برکت النساء صاحبہ زوجہ جناب حاجی سید عبد الماجد صاحب ساکن موضع سائنہ ضلع مظفرنگر	صہ/
۸	اہلیہ سید محمد تقی صاحب رئیس خانجہان پور	عـم/
۹	حاجی حکیم محمد محسن صاحب ٹونکی مقیم موضع ٹیری ضلع سہارنپور حسب تفصیل ذیل:-	سنہ/
	منجانب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	عـہ
	منجانب حضرت حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما	عـہ
	منجانب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی	عـہ
۱۰	مرزا خسرو بیگ صاحب ساکن مراد آباد محلہ مغلپورہ	عصر/
۱۱	مولوی محمد الدین صاحب مجددی ساکن بھروچ ملک گجرات محلہ گھونسواڑہ	۲ للعہ ۱۲/
۱۲	منشی محمد عالم صاحب وکیل لیت عدالت دیوانی قنوج ضلع فرخ آباد	۵ صر/
۱۳	منشی محمد حنیف صاحب گرداور سیل پور علاقہ سرونج	عـقہ/
۱۴	منشی محمد عالم صاحب وکیل منصفی قنوج ضلع فرخ آباد	صہ/
۱۵	مولوی محمد اسمعیل صاحب پارچہ فروش کاندھلہ	عـقہ/
۱۶	حافظ محمد احسن صاحب	عـقہ/
۱۷	کنور محمد حیات علیخاں صاحب رئیس اترولی ضلع علیگڈھ	۱ عـہ/
۱۸	منشی سید علی محمود صاحب ساکن موضع دیورہ ڈاکخانہ مئو ضلع گیا	صہ/
۱۹	جناب مولوی عبد المجید صاحب مقام شاہجہانپور محلہ محمد زئی متصل مشن اسکول	۱ عا/
۲۰	منجانب شیخ عبد الرحیم صاحب مرحوم عطیہ منشی عبد الحلیم صاحب کامدار حیدر گڈھ متعلقہ ایجنسی سیہور	صہ/
۲۱	بابو محمد اسمعیل صاحب سول وٹنری ڈپارٹمنٹ چھاؤنی فیروزپور پنجاب	۲ عـہ/
۲۲	نامعلوم الاسم	ہر/
۲۳	اہلیہ مولوی محمد یسین صاحب مدرس فارسی مدرسہ ہذا	عصر/
۲۴	جناب حاجی حافظ محمد اسمعیل صاحب تاجر فیض آباد محلہ رکاب گنج	۱۱۵ ماصہ
۲۵	محمد یوسف صاحب از موضع گوٹھاولی ضلع بلند شہر	۸/
۲۶	حضرات اہل کاکوری ضلع لکھنو	۲۶ عـہ
۲۷	مولوی شکر اللہ صاحب طالب علم از مبارکپور	۹ ۲ عـہ
۲۸	مولوی نور الحق صاحب وکیل ہردوئی	للعہ/
۲۹	قاضی محمد مصطفیٰ صاحب معہ برادر و صاحبزادگان از ہردوئی	۱ عـہ
۳۰	ڈاکٹر مراد بیگ صاحب از ہردوئی	عصر/

٣١	مولوی واجد علیصاحب از ہردوئی	عمر
٣٢	منشی عبدالمجید صاحب ″	عمر
٣٣	منشی محمد باقر صاحب ″	عمر
٣۴	منشی تجمل حسین صاحب ″	عما
٣۵	مولوی امام بخش صاحب ″	۴
٣٦	شیخ نذرا صاحب ″	۸
٢٧	قاضی نذیر احمد صاحب ″	عمر
٢٨	عنایت اللہ صاحب ″	۴
٢٩	امتیاز خانصاحب ″	عمر
٣٠	منشی عبدالقیوم صاحب ″	عمر
٣١	منشی علی حسین صاحب ″	عمر
٣٢	مولوی عزیز الرحمن صاحب مفتی مدرسہ ہذا	عمر
٣٣	جناب محمد قاسم صاحب از اورنگ آباد دکن	صہ ۵
٣۴	جناب بابو احمد جان صاحب کلرک اوف کورٹ سشن جج بہادر انبالہ	۳۱ لعہ ۱۲
٣۵	حافظ بو علی صاحب تاجر شہر انبالہ	عما ۲
٣٦	شیخ اللہ بخش صاحب ″	عما ۲
٣٧	جناب حاجی محمد بلال و منشی رحمت اللہ صاحبان تاجران انبالہ شہر	عمر
٣٨	نامعلوم الاسم	عمر
٣٩	حاجی بخشا صاحب تاجر انبالہ	عمر
۴٠	منشی غلام رسول صاحب مسلخوان علاالحق	عمر
۴١	منشی رحمت الٰہی صاحب ″	عمر
۴٢	منجانب دختر صاحبہ بابو مردان علیصاحب رئیس بجنور	عمر ۸
۴٣	منجانب ملازمہ صاحبہ ″	عمر
۴۴	یکے از خدام مولانا اشرفعلی صاحب خریدار القاسم سہارنپور	صہ

۴۵	صوفی محمد علی صاحب ساکن گلاؤٹھی	صہ
۴٦	مولوی حکیم جمیل الدین صاحب نگینوی از غازی پور	صہ
۴٧	منشی عبدالعزیز صاحب محرر مال از ″	عما
۴٨	مولوی محمد ابراہیم صاحب از ″	۴
۴٩	محمد عمر صاحب از ″	۴
۵٠	منشی نظام الدین صاحب از ″	۱۰
۵١	راحت دلال صاحب از ″	۸
۵٢	بھیکو رنگساز از ″	۸
۵٣	حاجی محمد ممتاز علیصاحب دفتری سہارنپور	سے ۲
۵۴	حاجی فہیم الدین صاحب سوداگر ″	فہ ۵
۵۵	اہلیہ منشی نعمت علیصاحب سب انسپکٹر پولیس دیوبند	ضہ ۲
۵٦	منشی سید محمد علی صاحب وکیل سرونج ریاست ٹونک	صہ ۵
۵٧	مولانا مولوی محی الدین احمد صاحب قاضی ریاست بھوپال و ممبر مدرسہ ہذا	ضہ ۲
۵٨	منشی سید عبدالقیوم صاحب ساکن نگینہ ضلع بجنور ڈرافٹسمین ٹھینگ ضلع بناگک ملک ملایا اسٹیشن سٹلمنٹ	عہ ۱۵
۵٩	منشی فضل الرحمن صاحب و مسماۃ وحید النساء صاحبہ و مسماۃ صفدر النساء صاحبہ	ے
٦٠	مسماۃ صغرا از کاندہلہ	۹
٦١	شیخ رحیم بخش صاحب پسر حاجی محمود حسن صاحب حسانی کاندہلہ	عما
٦٢	کلو آہنگر ڈول والہ از کاندہلہ	عما
٦٣	سعد اللہ نور باف موضع ایلم	عمر
٦۴	محمد میاں بیگ صاحب	۸
٦۵	ولی محمد صاحب ساکن دھورہ	۸
٦٦	متفرق اشخاص از کاندہلہ معرفت حافظ نذیر احمد بیگ صاحب	عما ۲

(رجسٹرڈ نمبر اے ۵۲۳)

القاسم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

قیمت سالانہ — معہ محصول

علمی - مذہبی - اخلاقی - تمدنی - تاریخی - ماہوار رسالہ

نمبر ۱۰ — بابت ماہ جمادی الاولی ۱۳۳۱ھ — جلد ۳

خاکسار حبیب الرحمن مدیر رسالہ

نے

مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند سے شائع کیا

اور

مطبع قاسمی متعلق مدرسہ اسلامی عربی دیوبند میں اپنے اہتمام سے طبع کیا

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

(مطابق ماہ مئی ۱۹۱۳ء)

جو حضرت مولانا محمود حسن صاحب و حضرت مولانا اشرف علی صاحب

اور

مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند

کی

سرپرستی میں شایع ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معارف القرآن

ولنعم ما قیل

جمیع العلم فی القرآن لکن تقاصر عنہ افہام الرجال

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

(ترجمہ سورہ اولیٰ از حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ) تو کہہ میں پناہ میں آیا صبح کے رب کے ہر چیز کی بدی سے جو اس نے بنائی اور بدی سے اندھیرے کی جب سمٹ آوے۔ جو گرہوں میں پھونکیں۔ اور بدی سے برا چاہنے والے کی جب لگے ہونسنے۔

(ترجمہ سورۃ ثانیہ) تو کہہ میں پناہ میں آیا لوگوں کے رب کی لوگوں کے بادشاہ کی لوگوں کے پوجے کی بدی سے اسکی جو سنکارے اور چھپ جاوے۔ وہ جو خیال ڈالتا ہے لوگوں کے دل میں جنوں میں اور آدمیوں میں۔

لطایف الحدیث کے عنوان سے جو مختصر مضمون ہمنے ربیع الاوّل کے پرچہ میں شائع کیا تھا۔ اُس میں آپ کو یاد ہوگا کہ القاسم میں ایک دوسرا سلسلہ معارف القرآن کے قائم کرنے کے بھی ناظرین کو اُمید دلائی گئی تھی۔ آج ہم اُسی اُمید کے بار آور کرنے کی نیت سے متوکلاً علی اللہ اس کام کو بغیر کسی لمبی چوڑی تمہید کے قرآن مجید کے اُن دو چھوٹی چھوٹی سورتوں کی تفسیر سے شروع کرتے

ہیں جنکو مصاحف عثمانیہ کی ترتیب کے موافق اگر کوئی شخص خاتمۃ القرآن سے تعبیر کرے تو بالکل صحیح ہوگا۔

اور اگر اوّل یا آخر نسبتے دارد کا قاعدہ کسی حد تک درست مان لیا جاے تو پھر بے ترتیبی کے ارتکاب کا یہ جرم بھی میرے ذمہ عائد نہ ہوسکیگا کہ جبکہ مجھکو مفسرین قرآن کی عام رفتار کے موافق اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کے اسرار سے اپنی تحریر کا آغاز کرنا چاہیئے تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ میں نے معوذتین کے معارف سے مضمون کی ابتدا کرکے جمہور کے طریق کی مخالفت کی۔

میں لطائف الحدیث کے تحت میں تصریح عرض کرچکا ہوں کہ ان دونوں سلسلوں میں اوّل سے آخر تک کسی خاص ترتیب کا قائم رکھنا ہمارا فرض نہیں ہو لیکن باوجود ان تصریحات کے بھی اگر ہمکو خودبخود اس فرض کا مکلف بنا ہی دیا جائے تو بحمداللہ میں پھر بھی اپنے نزدیک ابھی تک اس فرض کے ترک کا گنہ گار نہیں بنا ہوں۔

کتب تفسیر کا تتبع کرنے والوں کو یہ بات معلوم ہے کہ مفسرین نے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کی شرح سے اپنی تصانیف کو اسوجہ سے شروع نہیں کیا کہ وہ اجماع اہل اسلام کے برخلاف اس جملہ کو قرآن مجید کے ایک آیت تصور کرتے تھے بلکہ وہ فقط اسوجہ سے اسکی شرح کے درپے ہوئے کہ ازروئے نصوص قرآنیہ وحدیثیہ وتعامل اُمت جملہ تعوذ کا ابتداء قرآن میں پڑھنا اُنکی رائے میں کم ازکم مستحب سمجھا گیا تھا۔

اس استحباب کے ثابت کرنے کیواسطے قوی سے قوی دلیل جو قرآن مجید سے پیش کی گئی وہ آیت کریمہ فاذا قرأت القران فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم ہو جسکے معنی جمہور علماء کے نزدیک تو یہ ہیں کہ جب تم قرآن کے پڑھنے کا ارادہ کرو تو شیطان رجیم کے کید ومکر سے بچنے کے واسطے خدا تعالیٰ کی پناہ میں آجانیکے درخواست کرلیا کرو۔ لیکن ابراہیم نخعی۔ ابن سیرین اور داؤد ظاہری وغیرہم فاذا قرأت کو مجازی معنی (اردت القرارۃ) پر حمل نہیں کرتے بلکہ وہ اسکا یہ مطلب لیتے ہیں کہ جب قرآن مجید کا کوئی معین حصہ پڑھکر تم فارغ ہوجاؤ تو خدا تعالیٰ کی درگاہ میں شیطان کی مکاریوں سے پناہ مانگو۔ کیونکہ جن تین چیزوں کو آپ نے حدیث میں (ثلث مھلکات) فرمایا ہے اُن میں سے ایک اعجاب بھی ہے جو اکثر عمل نیک کرنیکے بعد پیدا ہوکر اُسکے اجر کو برباد کردیتا

ہے۔اس اعجاب کے پیدا ہونے میں چونکہ عام شرور کی طرح شیطان کی کوشش کو دخل تام ہوتا ہے۔اسلئے مناسب ہوا کہ قاری جب قرأۃ سے فارغ ہو تو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھکر خدا تعالیٰ کی حفاظت کے مضبوط حصار میں داخل ہوجائے۔تاکہ شیطان کے حملہ سے مامون رہے۔اور اپنے اُس قیمتی عمل کے اجر سے متمتع ہو جو بسیاق آیت ہٰذا[ع] اور بدلالت حدیث،

رتل وارتق فان منزلك عند اخر اية قرأت بها۔	(قرآن کو پڑھتے ہوئے درجات جنت میں چڑھتے چلے جاؤ یہانتک کہ تمہارا ٹھکانا اُس آیت کے اوپر ہوگا جو تم بالکل آخر میں پڑھوگے۔)

احسن ما کانوا یعملون کے ذیل میں شامل ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر داؤد ظاہری وغیرہ کی تفسیر سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے۔(خواہ وہ راجح ہو یا مرجوح) آیت مذکورہ کا یہ مدلول قرار دیں کہ جب تم سارے قرآن کی قرارت سے فارغ ہو جاؤ تو تمکو استعاذہ کرنا چاہیئے تو اسوقت یہ ہی آیت ترتیب عثمانی میں تمام قرآن سے معوذتین کو موخر کرنیکا ماخذ بھی بن سکیگی۔اور سنن ابی داؤد کی روایت۔

تعوذ بهما فما تعوذ متعوذ بمثلهما	(ان دونوں سورتوں سے تعوذ کیا کرو کیونکہ ان جیسی سورتوں کے ساتھ اور کسی سورت سے کسی متعوذ نے تعوذ نہیں کیا)

کے موافق ختم قرآن کے موقع پر فاستعذ باللہ کی تعمیل کی تمام صورتوں میں یہ ہی بہترین صورت سمجھی جائیگی۔اور چونکہ عرفاً و اجماعاً اس قسم کی تراکیب کلام سے معوذتین کی نفی قرآنیہ مفہوم نہیں ہوتی اسلئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی جانب سے اگر شرط و جزاء (اذا قرأت القرآن اور فاستعذ باللہ) کی ترتب ہی کو دیکھکر کوئی یہ کہے:۔

انه كان لا يعد المعوذتين من القران وكان لا يكتبهما في مصحفه ويقول انهما منزلتان من السماء وهما من كلام رب العلمين ولكن النبي	(ابن مسعود ان دونوں سورتوں کو قرآن کا جزو نہیں سمجھتے تھے اور نہ انکو اپنی مصحف میں لکھتے تھے اُن کا قول تھا کہ یہ دونوں سورتیں بیشک آسمان سے نازل ہوئیں اور بیشک یہ رب العالمین کا کلام ہے لیکن رسول اللہ

ع اس سے پہلے آیت یہ ہے من عمل صالحا من ذكر او انثى وهو مومن فلنحيينه حيوة طيبة ولنجزينهم اجرهم باحسن ما كانوا يعملون۔

علیہ السلام کان یرقی و یعوذ بھما فاشتبہ علیہ انہما من القران او لیستا منہ فلم یکتبھما فی المصحف۔
(تفسیر روح البیان جلد رابع صفحہ ۲۳، مطبع قسطنطنیہ)

(صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان سورتوں سے رقیہ اور تعوذ کیا کرتے تھے اسلئے اُنکے نزدیک انکا جزو قرآن ہونا مشتبہ ہوگیا۔ اسلئے اُنہوں نے اپنے مصحف میں ان کو نہ لکھا۔)

تو گویہ آیت اس شبہ کیواسطے ایک خاص ماخذ بن سکیگی لیکن اجماع و عرف کے خلاف اُنکا یہ شبہ قبول کرنیکی قابل نہ ہوگا اور کیا عجب ہے کہ جن صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد

الا اعلمک خیر سورتین قرئتا فعلمنی قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس۔

(کیا میں تمکو وہ دو سورتیں نہ بتلادوں جو تمام اُن سورتوں سے جنکو لوگ پڑھتے ہیں (دربارہ تعوذ) بہتر ہیں۔ اور وہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ہیں۔)

کو سُنکر فلم یرنی ما سررت بھما جدا

(آپ نے اس تلقین پر مجھکو کچھ زیادہ مسرور نہ پایا۔)

کہا تھا تو آپ نے اُس روز صبح کی نماز میں ان ہی دو سورتوں پر اکتفا کرکے جو یا عقبۃ کیف رایت (عقبہؓ کہو۔ کیسا پایا) فرمایا اُس سے بھی اسی طرح کے کسی شبہ کا رد کرنا مقصود ہو۔ بہرکیف جو کچھ بھی ہو لیکن شروع قرآن میں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کا پڑھنا جیسا کہ ایک طرح سے فاستعذ باللہ کا مصداق ہے اسی طرح معوذتین بھی ایک حیثیت سے اُسکا مصداق بن سکتی ہیں۔ تو اگر اس قدر تناسب کی بناء پر مفسرین کی عام روش کے خلاف ہمنے معوذتین کے اسرار سے اپنے مضمون کو شروع کردیا جس میں زیادہ تر یہ غرض بھی ملحوظ رہے کہ میرے کعبہ تالیف حضرت مولانا محمد قاسم قدس سرہٗ نے بعض حضرات کے سوال کرنے پر ان دونوں سورتوں کی مستقل تحقیق تحریر فرمائی ہے۔

اور اُنکی افادات سے تیمنًا کسی تحریر کا شروع کرنا میں اپنے حق میں زیادہ مبارک اور دلچسپ سمجھتا ہوں۔ تو یہ میں نے کوئی ایسا گناہ نہیں کیا جس پر مجھسے کچھ مواخذہ ہوسکے۔ اسلئے اب آپ بسمع دل متوجہ ہو کر سُنیں کہ ان دو مختصر سورتوں کی تفسیر میں علماء اسلام نے کیا کیا کچھ گوہر افشانیاں کی ہیں اور ضعیف البنیان انسانوں نے اپنے طبائع کا پورا زور صرف کرکے اُس خداء بیمثال کے کلام کی عظمت کا کس حد تلک بنی آدم کے قلوب پر سکہ بٹھلایا ہے اور

سابقین ولاحقین کے کلاموں کا (جنکو اب ہم نقل کرینگے) موازنہ کرنے سے لا تنقضی عجائبہٗ کی کہانتک تصدیق ہوتی ہے اور لا یدری اوله خیر ام اٰخرہٗ کی پیشینگوئی کی صداقت کسقدر ضروری التسلیم ہے۔

مجھکو یہ استحقاق ہرگز نہیں کہ میں ایسے اکابر کی مختلف تقریروں میں جو ایک ہی چشمے سے سیراب ہوکر آئی ہیں کوئی صحیح نسبت و اندازہ قایم کرسکوں (اگرچہ میرا طبعی اور اعتقادی رجحان کسی ایک کی جانب ہی مایل کیوں نہ ہو) لیکن اسقدر جسارت پر میں مجبور ہوں کہ سلف اور خلف کے جن مضامین کو کسی حد تلک میں نے ان ہی اکابر کی غلامی اور کفش برداری کی بدولت سمجھ لیا ہے اُنکو ایک مخصوص ترتیب کے ساتھ یہاں نقل کردوں اور فیصلہ سمجھدار ناظرین کے حوالہ رہے۔ میں اپنا کام کروں اور وہ اپنا کام کریں۔ چنانچہ امام فخرالدین رازی نے جس تفسیر کو

سمعت بعض العارفين فسر هاتين السورتين على وجه عجيب ۔

کہکر مفاتیح الغیب میں درج فرمایا ہے اور جسکے اکثر مقدمات ابن سینا کی تفسیر کے مقدمات سے ملتے جلتے ہیں۔ ہم اولاً اُسی کو یہاں نقل کرتے ہیں اُسکے بعد تفسیر کی کتابوں میں دونوں سورتوں کے بعض خاص خاص الفاظ کے متعلق جو فواید و اسرار مندرج ہیں اُنکو اُسی طرح متفرق طور پر بیان کرینگے کیونکہ اُنکو کسی مسلسل تقریر کی صورت میں لانا نہایت دشوار ہے البتہ ان سب کے بعد ایک پُرمغز اور مسلسل تقریر مجدد الملة البیضا حضرت مولانا محمّد قاسم قدس سرہ کی مع ضروری توضیح و تفصیل کے میں درج کرونگا جس سے میرے مضمون کی اصلی زینت اور رونق کو فروغ ہوگا اور اُسی کی خصوصیات کے بیان پر میں اپنے مضمون کو انشاء اللہ تعالیٰ ختم کردونگا۔

تقریر اوّل

بعض عرفا فرماتے ہیں کہ جبکہ خدا تعالیٰ کی معبودیت کے متعلق جو امور تھے سورہ اخلاص میں اُنکی تمام وکمال شرح کردی گئی تو مناسب معلوم ہوا کہ اب خالق سے اوتر کر ان دونوں سورتوں میں مخلوقات کے مراتب کی تفصیل کیجاوے اسلئے شروع سورت میں قل اعوذ برب الفلق کہکر اشارہ کردیا گیا کہ اس سورۃ میں مخلوق کے مدارج کا ذکر ہوگا کیونکہ فلق لغتہً اُس چیز کو کہتے ہیں جسکو شق کرکے کوئی دوسری چیز اُس میں سے برآمد ہو اور جیسا کہ رات کی تاریکی میں سے صبح کا نور یا تخم میں سے درخت

یا زمین اور پتھروں میں سے چشمہ یا صلب پدر میں سے نطفہ یا رحم مادر میں سے بچہ برآمد ہوتا ہے اسی طرح تمام مخلوقات ظلمات عدم کی غیر متناہی پردوں کو پھاڑتے ہوئے وجود کے منور سطح پر برآمد ہوئے ہیں۔ تو اس اعتبار سے رب الفلق کے معنی رب جمیع الممکنات ہوئے۔

اب عالم ممکنات دو حصوں پر تقسیم ہوتا ہے ایک ارواح مجردہ کا عالم جسکو عالم الامر کہتے ہیں اور دوسرا مادیات کا عالم جسکو عالم الخلق سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ ان میں سے پہلی قسم چونکہ خیر محض ہے جس میں شر کا کوئی شائبہ نہیں اور دوسری قسم میں مادہ کے اقتران نے شرور کی بھی آمیزش پیدا کردی ہے۔ اسلئے جناب باری عز اسمہٗ نے من شر ما خلق کہکر عالم مادیات سے تعوذ کی تعلیم فرمائی لیکن یہ ظاہر ہے کہ کل اجسام دو قسم کی ہیں اجسام اثیریہ (علویہ) اور اجسام عنصریہ (سفلیہ) جسمیں سے اجسام اثیریہ تو بطبعہا اختلال و فطور سے بری ہونے کی وجہ سے خیر ہی خیر ہیں جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے ما تری فی خلق الرحمٰن من تفاوت فارجع البصر هل تری من فطور اور اجسام عنصریہ کی تین قسمیں (جنکو موالید ثلاثہ کہتے ہیں) نکلتی ہیں۔ جمادات۔ نباتات۔ حیوانات ان ہی تینوں اقسام کا احاطہ کرنے اور ما خلق کی مصداق میں سے بطریق تخصیص بعد التعمیم اجسام اثیریہ کو نکالنے کیواسطے یہ تین کلمات ارشاد ہوئے۔

وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ۔

کیونکہ غاسق اذا وقب سے مراد اس جگہ شب دیجور ہے جسمیں تہ برتہ تاریکی چڑھی ہوئی ہو۔ اور ظاہر ہے جمادات شب دیجور کے ساتھ اسوجہ سے بہت پوری مشابہت رکھتے ہیں کہ وہ جمیع قوی نفسانیہ اور انوار کمالات سے بالکل خالی ہونے کی وجہ سے ظلمت خالص اپنے اندر لئے ہوئے ہوتے ہیں برخلاف نباتات کے کہ اُن میں کم از کم قوۃ غاذیہ نباتیہ تو موجود ہوتی ہے جو اُنکو طول۔ عرض۔ عمق تین جانبوں میں بڑھاتی رہتی ہے جسکو اگر تنفث فی العقد الثلاثۃ سے تعبیر کیا جاوے تو بالکل چسپاں ہو۔

باقی تیسری قسم یعنی حیوانات اُنکی حالت یہ ہے کہ تمام قوی حیوانیہ (حواس ظاہرہ۔ حواس باطنہ اور شہوت و غضب وغیرہ روح انسانی کو انصباب الی عالم الغیب اور امور آخرۃ میں اشتغال رکھنے سے روکنے میں مصروف رہتے ہیں اور جہانتک موقع پاتے ہیں روح مقدس کو اوج سے

حضیض کی طرف اور بلندی سے پستی کی طرف دھکیلنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔ اُنکی مثال بالکل ایسی دشمن اور حاسد کی سی ہے کہ جو ہر وقت گھات میں لگا بیٹھا رہے۔ اور جب موقع پاوے آدبوچے۔

پس قربان جائیے قرآن پاک کی اس فصاحت و بلاغت کے کہ تمام مخلوقات کی شرور سے استعاذہ کرنیکی تعلیم ایک ذراسی سورۃ میں جمع کردی اور اس طور پر ساری سورۃ کا حاصل مطلب یہ نکلا کہ ای ساری مخلوق کے پروردگار ہم تمام جسمانیات یعنی جمادات اور نباتات اور حیوانات کے شرور سے تیری بارگاہ احدیت میں پناہ جوے کرتے ہیں۔

مگر چونکہ اس سورۃ میں نفس انسانی مستعیذ تھا اور یہ جملہ مراتب مستعاذ منہ کے اندر تبلائے گئے ہیں تو ضرورت تھی کہ کسی دوسری جگہ خود نفس انسانی کے مراتب کی بھی تشریح کیجاتی اسلئے اس سے اگلی سورۃ میں اُس ضرورۃ کو پورا کیا گیا ہے۔

کیونکہ نفس انسانی کی سب سے پہلی حالت یہ ہے کہ وہ اگرچہ باعتبار اپنی اصل فطرت کے نقوش معرفت کے قبول کرنے کیلئے ہمیشہ سے مستعد ہے لیکن ابتدا پیدایش میں نظریات تو درکنار وہ علوم بدیہیہ کے حصول سے بھی معرّیٰ ہوتا ہے۔ اور اس حالت میں اُن سب کو ایک ایسے ربّ (مربی) کی ضرورت ہے جو اُسکو اولاً معارف بدیہیہ کی تلقین کرے۔

بعدہٗ جب وہ دوسری مرتبہ میں پہونچے اور بدیہیات کے حصول سے اُسکے اندر ملکہ نظریات کی طرف منتقل ہونیکا پیدا ہو جاوے تو اب اُسکو ایک ایسے ملک متصرف کی حاجت ہی جو اُسکو اس ملکہ سے کام لینا اور اپنی معلومات میں تصرف کرنیکے قواعد سکھلائے۔

اور جب وہ ترقی کی دوڑ میں اس سے بھی آگے قدم بڑھانا چاہے تو لازم ہے کہ اُسکے علوم کو قوۃ سے فعل میں لانے اور اُسکو کمال تام عطا کرنیکے واسطے کوئی ایسی ہی کامل ذات اُسکی سرپرستی کرے جسمیں تمام کمالات بالفعل ہوں اور قوۃ و عدم کا نام و نشان تک نہ ہو۔

چنانچہ اِن ہی تینوں مراتب نفس انسانی کی ترتیب کے مطابق خدا تعالیٰ نے اپنی تین صفات رَبِّ النَّاس (لوگوں کے پروردگار) مَلِكِ النَّاس (لوگوں کے بادشاہ) اِلٰهِ النَّاس (لوگوں کے معبود) کو پے درپے ذکر فرمایا۔ اور نفوس انسانیہ کے ہر ایک مرتبہ کے مناسب اپنے اسماء میں سے ایک اسم کو

انتخاب کرلیا۔ اور یہ حکم دیا کہ انسان اپنی ہر دور زندگی میں حالاً یا مقالاً ہماری بارگاہ میں چارہ جوئی کرے۔ لیکن جبکہ یہ معلوم تھا کہ نفس انسانی (قوۃ عقلیہ) سے سب سے بڑی مزاحمت قوۃ وہمیہ کی ہوتی ہے۔ جسکو آیت میں وسواس سے تعبیر کیا گیا ہے اسلئے اگر نفس انسانی کو بالخصوص اسکے شر سے پناہ مانگنے کی تعلیم کی گئی تو نہایت ہی درست ہے۔ اور اس سبب سے کہ قوۃ وہمیہ تسلیم بعض مقدمات میں عقل کے مساعد ہونے کے باوجود تسلیم نتیجہ کے وقت پیچھے کو کھسک جاتی ہے اور عقل کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے اُسکو خناس کا لقب دینا بھی نہایت ہی موزوں ہے۔ پس خدائے کریم نے آدمی کو خوب متنبہ کردیا کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن یہ ہی خناس ہے اور اس سے محفوظ رہنے کی تدبیر بھی یہ ہی تعوذ ہے فالحمد للّٰہ علی احسانہ ھذا وجمیع احساناتہ حمداً کثیراً۔

یہانتک ہمنے بعض عارفین کی تقریر نقل کردی جس سے اجمالاً حسب ذیل سوالات کے جواب مستخرج ہوئے۔

(۱) سورہ فلق میں ایک مستعاذ بہ اور چار مستعاذ منہ کیوں مذکور ہوئے اور کیا ان چاروں میں باہم کوئی تعلق ہے۔

(۲) شر ما خلق کے بعد جن شرور کا ذکر ہے وہ شر ما خلق سے علحدہ قسمیں ہیں یا تخصیص بعد التعمیم کے طور سے ذکر کی گئی ہیں۔

(۳) سورۃ ناس میں مستعاذ بہ تین اوصاف ہیں اور مستعاذ منہ ایک وصف ہے اسکی کیا وجہ۔

(۴) اوصاف ثلثہ ربّ۔ ملک۔ الٰہ کو ناس کی طرف کیوں مضاف کیا گیا۔

اِن میں سے پہلے اور تیسرے سوال کا جواب خود امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آخر تفسیر میں لکھا ہے چنانچہ فرماتے ہیں

واعلم ان فی ھذہ السورۃ لطیفۃ اخری وھی ان المستعاذ بہ فی السورۃ الاولی مذکور بصفۃ واحدۃ وھی انہ رب الفلق والمستعاذ منہ ثلاثۃ انواع من الافات وھی الغاسق والنفاثات والحاسد واما فی ھذہ السورۃ فالمستعاذ بہ مذکور بصفات ثلثۃ وھی الرب والملک والالہ والمستعاذ منہ افۃ واحدۃ وھی الوسوسۃ والفرق بین الموضعین ان الثناء یجب ان یقدر بقدر المطلوب فالمطلوب فی

السورۃ الاولی سلامۃ النفس والبدن والمطلوب فی السورۃ الثانیۃ سلامۃ الدین وھذا تنبیہ علی ان مضرۃ الدین وان قلت اعظم من مضار الدنیا وان عظمت۔

(ترجمہ) جاننا چاہئے کہ اس سورۃ (قل اعوذ برب الناس) میں ایک خاص نکتہ ہے وہ یہ کہ اس سے پہلی (سورۃ فلق میں) تو مستعاذ بہ کو صرف ایک صفتہ (رب الفلق) سے بیان کیا گیا ہے اور مستعاذ منہ کی جانب میں تین قسم کی آفتیں (غاسق۔ نفاثات۔ حاسد) مذکور ہیں اور اسکے برعکس اس سورۃ (قل اعوذ برب الناس) میں مستعاذ بہ کی طرف تین صفتیں (رب الناس۔ ملک الناس۔ الٰہ الناس) بیان ہوئیں اور مستعاذ منہ فقط ایک ہی آفت (وسواس) کو قرار دیا گیا۔ تو دونوں سورتوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ثناء ہر مقام میں بقدر مطلوب کے عظمت اور اہمیت کے کیگئی ہے اور معلوم ہے کہ پہلی سورۃ میں مستعیذ کا مقصود اپنے نفس اور بدن کو بچانا اور دوسرے میں دین کو بچانا ہے۔ اسلئے خدا تعالیٰ نے اپنے طرز کلام سے متنبہ کر دیا کہ دین کی تھوڑی سی بھی مضرۃ دنیا کی بڑی سی بڑی مضرتوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ قابل احتراز اور قابل خیال ہے۔

اور دوسرے سوال کا جواب امام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا ہے۔ (السوال الاول) قولہ من شر ما خلق عام فی کل ما یستعاذ منہ فما معنی الاستعاذۃ بعدہ من الغاسق و النفاثات والحاسد (الجواب) تنبیھاً علی ان ھذہ الشرور اعظم انواع الشر۔

(ترجمہ) (سوال) جب کہ شر ما خلق میں تمام مخلوق کے شر سے استعاذہ ہوگیا تھا تو آگے خاص غاسق اور نفاثات اور حاسد سے استعاذہ کرنے میں کیا راز ہے۔ (جواب) تاکہ لوگ آگاہ ہوجائیں کہ یہ تینوں شرور تمام انواع شر میں سخت تر ہیں۔

اسی کے قریب قریب تفسیر بیضاوی۔ تفسیر عزیزی تفسیر روح البیان اور تفسیر مدارک وغیرہ میں مذکورہ بالا سوالات کے جوابات دئے گئے ہیں جنمیں سے ہر ایک کے نقل کی یہاں حاجت نہیں البتہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تیسرے سوال کا جو جواب لکھا ہے اسکا نقل کر دینا انشاءاللہ مفید ہوگا۔ فرماتے ہیں:۔

وجہش آنکہ مدخل شیطان در آدمی از سہ جہت است۔ شہوت وغضب وعقیدۂ باطل کہ آنرا ہوا

نیز گویند۔ اسم رب برائے دفع شر شہوۃ است و اسم ملک برائے دفع شر غضب و اسم الٰہ برائے دفع شر ہوا گویا چنین ارشاد شد کہ اگر شیطان ترا از راہ شہوت وسوسہ انداز د ربوبیت او تعالیٰ را درنظر دار۔ و اگر از راہ غضب پیش آید بادشاہت و عدل و انتقام او تعالیٰ را یاد کن و اگر از راہ ہوا در آمد کند التجا بمرتبہ الوہیت نما۔

(ترجمہ) اسکی وجہ یہ ہے کہ شیطان کے دخل پانیکی آدمی میں تین راہیں ہیں شہوت غضب اور عقیدہ باطل کہ جسکو اصطلاح میں ہوا بھی کہتے ہیں۔ ان میں سے شر شہوت کے دفع کرنے کیلئے اسم رب ہی اور شر غضب کے فرو کرنے کیلئے اسم ملک ہے اور شر ہوا کے مقابلہ میں اسم الٰہ کو رکھا گیا ہے گویا یوں فرمایا گیا کہ اگر شیطان شہوت کی راہ سے تمھارے دل میں وسوسہ ڈالے تو اُسوقت باری تعالیٰ کی ربوبیت کو پیش نظر رکھو۔ اور اگر وہ غضب کی راہ سے تمہارے سامنے آئے تو تم خدا کی شہنشاہی اور عدل و انتقام کو یاد کرو اور اگر وہ ہوا کی راہ سے اپنا تصرف جمانا چاہے تو تمکو چاہیئے کہ مرتبہ الوہیت کی طرف اپنی التجا لیجاؤ۔

اس سے آگے چلکر لکھتے ہیں و بعض مفسرین در تفصیل این سہ صفت و آوردن آنہا باین ترتیب چنیں گفتہ اند کہ آدمی در عالم طفولیت غیر از پرورندہ خود را نمی شناسد و نزدیک گرسنگی و تشنگی باو التجا میکند و اگر از چیزے میترسد در وے میگریزد لہذا طفل دریں حالت مادر و پدر را می خواند و فریاد میکند و چوں بحد جوانی میرسد و می بیند کہ پدر و مادر من چوں من محتاج پادشاہ و امیر اند و از بادشاہ و امیر روزی میخواہند و التجا در دفع بلا بشاہ و امیر میبرند ناچار در ذہن آدمی نشیند کہ ہرچہ ہست بادشاہ و امیر است تقرب بوے موجب انتظام کارخانہ وجود است پس دریں حالت ہمگی اعتماد او بر بادشاہ و امیر ست۔ و چو ازیں حالت ترقی نمودہ و مشاہدہ کرد کہ بادشاہ و امیر در بعض اوقات درماندہ و بیچارہ میشوند و التجا بعالم غیب می برند و از انجا در انجاح مطالب و حصول مآرب استمداد می نمایند میداند کہ بادشاہ و امیر نیز در رنگ من عاجز و محتاج اند پس کارخانہ عالم وابستہ بدیگرے است کہ آنرا آلہ گویند۔ پس آوردن ایں سہ صفت اشارہ باں است کہ اگر بندہ طفل مزاج است و غیر از ربوبیت و پرورش چیزے دیگر را نمیداند پس من این صفت ہم دارم می باید کہ بمن التجا کند کہ رب الناس ام ربوبیت من عام است بجمیع مردماں بخلاف مادر و پدر کہ ربوبیت خاص با اولاد خود دارند و اگر عقل بحد بلوغ رسید است و بادشاہ و امیر را مالک امر میداند۔ پس نیز این صفت در من بوجہ کمال متحقق است کہ

بادشاہ جمیع مردم ام نہ خاص بیک اقلیم و دو اقلیم واگر بہ تجربہ معلوم کردہ است کہ بادشاہ و امیر و پدر و مادر ہمہ محتاج بذات دیگرند کہ او را الہ می نامند و صبح و شام نام او را در زبان میسازند پس من موصوف بان صفت ام۔ غرض آنکہ در ہر حال التجا خاص بجناب او باید کرد و اسباب و وسائط را از نظر باید انداخت۔

(ترجمہ) اور بعض مفسرین نے ان تین صفتوں (رب الناس ملک الناس الٰہ الناس کی تفسیر اور ان کو اس ترتیب کے ساتھ بیان کرنے کے بارہ میں یہ کہا ہی کہ آدمی پر اسکی زندگی کے تین دورے آتے ہیں۔ عہد طفولیت میں وہ اپنے پرورش کرنے والے کے سوا کسی کو نہیں پہچانتا اور بھوک اور پیاس کیوقت ایک اُسی سے التجا کرتا ہے۔ اور جب کسی چیز سے وہ خوف زدہ ہوتا ہے تو اُسی کی طرف بھاگتا ہے اور اسی واسطے ان حالات میں بچہ فقط ماں باپ ہی کو بلاتا ہے اور انہیں سے فریاد کرتا ہے۔ بعدہٗ وہ جوانی کی عمر میں پہونچکر جب یہ دیکھتا ہے کہ میرے ماں باپ بھی میری طرح سے بادشاہ وقت یا امیر کے محتاج ہیں اور اسی سے روزی حاصل کرتے ہیں اور بلاؤں اور مصائب کے دفع کرنے میں اسی کی پناہ ڈھونڈتے ہیں تو ناچار اُسکے ذہن میں یہ بات راسخ ہو جاتی ہی کہ دنیا میں جو کچھ ہے بادشاہ اور امیر ہی ہے اور اسی کا تقرب کارخانہ وجود کے انتظام کا باعث ہے گویا اس حالت میں اسکا تمامی اعتماد اور بھروسہ فقط بادشاہ اور امیر پر ہوا لیکن جب وہ اس حالت سے بھی ترقی کر کے یہ مشاہدہ کرتا ہے کہ بادشاہ اور امیر بھی بعض اوقات میں درماندہ اور عاجز ہو کر اپنی التجائیں عالم غیب کیطرف لیجاتے ہیں اور اسی طرف سے مطالب کے حاصل کرنے اور مرادوں کے برآنے میں مدد مانگتے ہیں تو وہ جان لیتا ہے کہ یہ بادشاہ اور امیر بھی عاجز اور محتاج ہونے میں کچھ مجھسے کم نہیں ہیں اور یہ کہ عالم کا سارا کارخانہ کسی دوسری ایسی ہستی کے ساتھ وابستہ ہے کہ جسکو الٰہ اور معبود کہتے ہیں۔ پس ان تین صفتوں کے لانے میں اس طرف اشارہ ہوا کہ اگر بندہ طفل مزاج ہے اور سوائے تربیت اور پرورش کے کسی دوسری چیز کو نہیں جانتا تو اسکو معلوم کرنا چاہیئے کہ یہ صفت میں بھی رکھتا ہوں چاہیئے کہ وہ مجھسے ہی التجا کرے کیونکہ میں رب الناس ہوں اور میری ربوبیت تمام آدمیوں پر حاوی ہی بخلاف مادر و پدر کے کہ انکی تربیت فقط اپنی اولاد تک محدود ہے اور گر بندہ کی عقل حد بلوغ کو پہونچگئی اور اپنے بادشاہ اور امیر کو تمام امور کا مالک سمجھ گیا تو یہ صفت بھی بوجہ احسن میرے اندر موجود ہے کیونکہ میں تمام دنیا کا بادشاہ ہوں نہ خاص ایک اقلیم یا دو اقلیم کا اور اگر بندہ کو تجربہ سے ثابت ہو گیا کہ بادشاہ و امیر اور مادر و پدر سب کے سب کسی

دوسری ذات کے محتاج ہیں جسکو الہ اور معبود کہتے ہیں اور جسکا نام پاک صبح و شام ورد زبان رہتا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ صفت تو (سرسری نظر میں بھی) کسی دوسرے میں میرے سوا موجود نہیں ہے غرضیکہ بندہ کو ہر حالت میں تمام وسایط و اسباب کو نظر انداز کر کے تنہا میری جناب ہی کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

اِس سوال اور رابع سوال کا جواب مفتی مصر محمد عبدہ نے اپنی تفسیر میں اس طرح دیا ہے۔

وانما خص هذه الصفات صفات الالوهية بالاضافة الى الناس مع ان الله رب كل شي ومَلك كل شي واله كل شي لان الناس هم الذين وهموا في صفاته وضلوا فيها عن حقيقة معانيها فجعلوا الهم اربابًا ينسبون اليهم بعض النعم او كلها ويلجئون اليهم في استدرارها ولقبوهم بالشفعاء وهم الذين تخيلوهم ملوكًا روحانيين يظنون انهم هم الذين يدبرون حركاتهم وهم الذين يرسمون لهم حدود اعمالهم بما يؤثرون عنهم من اقوالهم فيعرضون عن كتاب الله الى كتبهم وربما ضيّعوا الكتب الالهية فمحى اثرها اكتفاء بما يبقى في ايديهم من مبتدعات اولئك الروساء ثم انهم لذلك يجدون خشيةً لروسائهم ويخيلون لهم سلطة روحية فيخنعون لهم خنوعهم للسلطان الالهي و لذلك عدّوا آلهة لهم سواء لقبوهم بهذا اللقب ولم يلقبوهم به فالناس هم الذين اخترعوا باوهامهم هؤلاء الارباب والملوك والآلهة فلذلك خصهم بالذكر الى اخره۔

(ترجمہ) (رب۔ ملک۔ الہ) ان صفات الوہیۃ کو ناس کی طرف مضاف کرنیکی وجہ (باوجودیکہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا رب اور ہر چیز کا مالک اور ہر چیز کا معبود ہے نہ فقط آدمیونکا) یہ ہے کہ آدمیوں ہی نے اُسکی صفات میں طرح طرح کے وہم پیدا کئے ہیں اور وہ ہی اُنکے معانی کی حقیقت سمجھنے میں گمراہ ہوئے ہیں۔ یہانتک کہ اُنہوں نے بہت سے ایسے رب بنالیے ہیں جنکی طرف وہ اپنی بعض یا کل نعمتوں کو منسوب کرتے اور نعمتوں کی بارش طلب کرنے میں مضطر ہوتے ہیں۔ ایسے ارباب کا نام اُنہوں نے شفعاء رکھ چھوڑا ہے اور ان ہی کو وہ روحانی ملوک (بادشاہ) سمجھتے ہیں۔ اُنکا خیال ہے کہ یہ ہی وہ لوگ ہیں جو ہماری تمام حرکات و سکنات کی تدبیر کرتے ہیں اور جو اقوال ان پاک لوگوں سے منقول ہیں اُن ہی سے ہمارے اعمال کی حدود مقرر ہوتی ہیں۔ یہانتک کہ جب وہ اُنکی کتابوں کے بھروسہ پر کتاب اللہ کو بھی پس پشت ڈالکر آسمانی کتابوں کو ضائع کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی کتابوں کا اثر اُنکے اندر سے محو فرما دیتا ہے اور وہ اُن مبتدعات و محدثات پر جو اُنکو اپنے ان ہی روساء سے ہاتھ آئے ہیں۔ قانع ہو جاتے ہیں پھر وہ اپنے دلوں میں ان ہی روسار کی جانب سے بہت خوف اور خشیۃ رکھتے ہیں اور اُنکے روحانی تسلط کا خیال جما کر اُنکے سامنے ایسے جھکتے ہیں جیساکہ خدا کے جبروت کے سامنے خواہ وہ اُنکو زبان سے خدا کہیں یا نہ کہیں۔ پس آدمی ہی وہ ہوے جنھوں نے اپنے اوہام سے خدا کے سوا بہت سے اس قسم کے ارباب۔ اور ملوک اور آلہہ تجویز کر لئے ہیں۔ تو اسلئے ناس (ان آدمیوں) ہی کی طرف ان صفات کی اضافت کی گئی۔ (باقی آیندہ)

دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا

سلسلہ کے لئے دیکھو القاسم نمبر جلد سوم

ثعلبہ کے اشعار سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہود کے یہاں یہ علم راسخ اور مستحکم تھا اور مدینہ منورہ میں اسی وجہ سے آباد ہوئے تھے کہ یہ آپ کی جائے ہجرت ہے۔ جو کوئی آپ کا زمانہ پائے آپ پر ایمان لائے اور نصرت و یاری میں حصہ لے۔

رہے قریش مکہ وہ خود حضرت اسمعیلؑ کی اولاد تھے اُن میں اس خیال کا راسخ و مستحکم ہونا بالکل قرین عقل و قیاس تھا۔ ان باتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ملک عرب کی جاہل و وحشی قوموں میں بھی یہ خیال اور یہ عقیدہ ایک حد تک پھیلا ہوا اور راسخ تھا۔ گو اُنکے اپنے افعال و حرکات نے اُنکو اتنی دور پہونچا دیا تھا کہ یہ علم اُنکا مغلوب اور تقریبًا معدوم ہو چلا تھا۔ مگر اصل علم موجود تھا۔ اور اس علم کے اعتبار سے ملک عرب میں تین قسم کے گروہ موجود تھے۔ ایک یہود مدینہ جو خود اہل کتاب اور اس علم پر اسقدر راسخ و مستحکم تھے کہ اوس و خزرج کو اس نام سے دھمکاتے اور کہتے تھے کہ ہم نبی آخر الزماں کے ساتھ ہو کر تم بت پرستوں کو عاد ارم کی طرح قتل کرینگے۔

دوسرے قریش مکہ کہ اُنکا یہ علم خاندانی تھا۔ اور اُن میں اسکے جاننے والے موجود تھے۔ مگر جہل اور بُت پرستی اسدرجہ غالب آگئی تھی کہ گویا یہ علم اب اُن میں باقی نہ رہا تھا۔

تیسرے اوس و خزرج تھے۔ وہ بھی بُت پرست و جاہل تھے مگر اصل سے اُن میں یہ علم خاندانی طریقہ سے آیا تھا۔ پھر یہود کیوجہ سے اور تازہ ہو گیا۔ اور یہود کا بار بار دھمکانا اُنکو چونکاتا رہتا تھا۔

جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آیا تو ایک دفعہ کل ملک عرب میں مخالفت کی آگ بھڑک اُٹھی مگر مخالفت کی دو بڑی وجہ تھیں۔ ایک جہل و نادانی۔ دوسرے حُب جاہ و ریاست۔ جن لوگوں کی مخالفت جہل و نادانی پر مبنی تھی۔ اُنہوں نے گو ایکدفعہ نہایت زور شور کیساتھ

مخالفت کرکے آپ کو ہر قسم کی ایذائیں پہونچائیں۔جان ومال عزت وآبرو پر دست اندازی کرنے میں اپنی طرف سے کوئی کمی نہ کی۔مگر جوں جوں اسلام کا ظہور ہوتا گیا۔اُن پر اصل علم کا اثر غالب آتا گیا۔اور وہ بطوع ورغبت داخل حلقۂ اسلام ہوتے گئے۔

انصار مدینہ کیلئے تو یہود کی مخالفت کارگر ہوگئی۔انہوں نے موسم حج پر مکہ میں آکر آپ سے ملاقات کی۔اور احکام اسلام سُنے۔کلام الٰہی سے آشنا ہوئے تو فوراً سمجھ گئے کہ وہ موعود نبی جنکے نام پر یہود ہمکو دھمکایا کرتے ہیں آپ ہی ہیں۔اور اس اندیشہ سے کہ کہیں یہود سبقت نہ لیجائیں جلدی کرکے خود ایمان لے آئے۔اور مدینہ کے گھر گھر میں ایک سال کے اندر اسلام اِس تیزی سے پھیلا کہ خود آپ کو وہاں تشریف لیجانیکا حکم ہوگیا۔

قریش مکہ اگرچہ آخر تک مخالفت پر تلے رہے مگر رفتہ رفتہ اُنکے سر برآوردہ آپ کی تعلیم سے متاثر ہوکر اسلام میں داخل ہوتے رہے اور بالآخر سوا اُن چند نفوس کے جنکو حب جاہ و ریاست اور حسد وبغض نے اس درجہ پر پہونچا دیا تھا کہ کسیوقت بھی اُن سے انقیاد واتباع کی توقع نہ تھی۔باقی سب کے سب مقدم وموخر مسلمان ہوگئے۔

مگر یہود مدینہ جو توراۃ کے عالم تھے۔جنکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ختم نبوت جا ہجرت کا ایسا علم ویقین تھا کہ کوئی تردد کوئی خفا اُس میں باقی نہ تھا۔اور اتباع کا عزم بالجزم کرکے مدینہ میں آباد ہوئے تھے۔اُن پر حُب جاہ وریاست۔حسد وبغض کا اس درجہ غلبہ ہوا کہ نہ اُنکے علم نے کام دیا۔اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک وصاف تعلیم اُن پر موثر ہوئی۔اُنھوں نے ہر ممکن تدبیر سے اسلام کی بربادی وبیخ کنی کی۔آپکی ایذارسانی کیلئے جو کچھ بن پڑا کیا۔خود جلا وطن ہونا قتل وغارت ہونا گوارا کیا مگر اسلام لانا قبول نہ کیا۔حالانکہ اپنی باطل پرستی کا اُنکو علم تھا۔یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ جہل کا علاج ممکن ہے۔مگر ہٹ دھرمی۔ضد۔حُب جاہ وریاست جہل مرکب کا کچھ علاج نہیں۔

یہود مدینہ میں سے تھوڑے نفوس مثل عبداللہ بن سلام وغیرہ ایمان لائے باقی اکثروں کا خاتمہ اسی شقاوت وبدبختی کے ساتھ ہوا۔

اوس وخزرج میں بھی علیحدہ علیحدہ ریاست ونخوت کا مادہ موجود تھا۔اور یہاں بھی

یہ صورت قریب الوقوع تھی کہ آپکی بعثت و رسالت کا جو علم اپنی خاندانی روایات سے اُنکو ورثہ میں ملا تھا۔ یا جو علم و یقین اسکے متعلق یہود کی مجاورت سے اُن میں پیدا ہوا تھا وہ کچھ بھی کام نہ دیتا اور یہود مدینہ کی طرح آخری دم تک یا قریش مکّہ کی طرح ایک زمانہ تک مخالفت پر تلے رہتے مگر قدرت نے اُنکی بہتری کے اسباب مہیا فرما دئے۔ اوس و خزرج دونوں حقیقی بھائیوں کی اولاد جب پھیلی اور اُنہوں نے علیحدہ علیحدہ اپنی بستیاں قایم کر کے قلعے اور گڑھیاں بنالیں تو اُن میں بھی وہ سمی اثر خانہ جنگیوں کا شروع ہو گیا۔ جو ملک عرب کا خاصّہ لازمہ بنا ہوا تھا۔ ان دونوں قبیلوں میں خوب معرکہ ارائیاں رہیں۔ اور کم و بیش سو برس اسی حالت میں گذر گئے۔ اکثر معرکوں میں اوس کو شکست ہوتی تھی۔ مگر سب سے آخری معرکہ یوم بعاث ہجرۃ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ سال اور عقبہ اولی سے کچھ زیادہ تین برس پہلے ہوا۔ یہ معرکہ نہایت سخت تھا۔ اور اسمیں اگرچہ فتح اوس کو ہوئی مگر فریقین کے چیدہ اشراف و سردار مقتول ہو گئے۔ اور جن لوگوں سے اندیشہ ہو سکتا تھا کہ قوت و شوکت۔ نشہ ریاست و نخوت و استقلال اُنکو قبول حق سے باز رکھیگا وہ پہلے ہی فنا کر دئے گئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں:۔

کان یوم بعاث قدمہ اللہ لرسولہ فی دخولھم الاسلام۔	(انصار کے لئے یوم بعاث کو قبول اسلام کا سامان اور سبب بنا دیا تھا۔)

صرف دو بدبخت باقی رہ گئے تھے۔ ابو عامر فاسق دوسرا عبداللہ بن ابی۔ ابو عامر نے زمانہ جاہلیت میں ٹاٹ کے کپڑے پہنکر رہبانیت اختیار کر لی تھی۔ اور کہا کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا منتظر ہوں۔ اور عبداللہ بن ابی جس نے جنگ بعاث کے خاتمہ پر اپنی حُسن تدبیر سے اوس و خزرج میں صلح کرا دی تھی۔ اور باوجودیکہ یہ دونوں قبیلے اسوقت تک کسی ایک کے تابع نہیں ہوے تھے۔ مگر عبداللہ بن ابی پر دونوں کو اتفاق ہو گیا تھا۔ یہ قرار پا گیا تھا کہ اُسکو دونوں قبیلوں کا پادشاہ یا سردار بنا کر تاج شاہی اُسکے سر پر رکھا جائیگا۔ یہ دونوں اپنی شرافت و سرداری کی بدولت اس نعمت سے محروم رہے۔ اوس و خزرج میں اول تو آپکی رسالت کے متعلق اپنا خاندانی علم۔ دوسرے یہود مدینہ کے حوالہ سے اس

علم کا درجہ یقین تک پہونچنا۔ تیسرے یہود کا اُنکو بار بار دھمکانا کہ ہم نبی آخرالزماں کے ساتھ ہوکر تمکو قتل کرینگے۔ چوتھے اُنکا ایسے افراد سے خالی ہوجانا جو اپنی ریاست وحکومت کے زعم باطل میں قوم کو قبول حق سے روکتے۔ یہ اسباب ایسے تھے کہ انصار نے بلاتردد و توقف اسلام قبول کرلیا۔ اور اُن میں ایک سال کے اندر اس طرح اسلام پھیل گیا کہ تیرہ سال کی کوشش سے مکہ میں نہ پھیلا تھا۔

انصار کے اسلام میں راسخ القدم ہوجانیکے بعد گو دیگر قبائل عرب مخالفت کرتے رہے۔ مگر اُنکی مخالفت اتنی قوی نہ تھی۔ جہل کی بدولت کر بیٹھتے تھے۔ اور جب کوئی خوبی اُن کے ذہن نشین ہوئی۔ فوراً مان لیتے تھے۔ ایک طرف اگر قبائل عرب سے خفیف لڑائیاں اور مقابلے بھی ہوئے تو دوسری جانب عرب کے وفود اصل حقیقت سے واقف ہونے کے لئے دردولت پر حاضر ہوتے اور تعلیم اسلام قبول کرتے رہے۔ اور چند ہی سال میں ملک عرب گویا کل کا کل مسلمان ہوگیا۔ اور جن چند افراد یا بعض قبائل کے اندر کچھ خامی باقی رہی تھی۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق کی ابتداء خلافت میں بالکل زائل ہوکر سارا ملک عرب دنیا کے مقابلہ کیلئے تیار ہوگیا۔

حاصل ہمارے اس تمام بیان کا یہ ہے کہ ملک عرب میں بھی آپکی بعثت ونبوت کا علم صحیح روایات سے شائع ذرایع راسخ ومستحکم تھا۔ ہر فرقہ وجماعت میں ایسے لوگ موجود تھے جو آپ کے وجود مبارک کا انتظار کررہے تھے۔ اُنہوں نے مخالفت بھی کی مگر وہ زیادہ غلبہ جہل کی وجہ سے تھی۔ نکہ حب ریاست حسد وبغض کیوجہ سے اسلئے جلد یہ مخالفت زایل ہوتی گئی۔ اور قبائل کے قبائل اسلام لاتے گئے۔ اسلام اپنی اصل عظمت وصداقت کیوجہ سے اُن میں بسرعت پھیل گیا۔ اور کسی طرح کے جبر واکراہ کو اُس میں دخل نہیں ہوا۔

البتہ جن جماعتوں میں علم یقینی کے ساتھ حسد وبغض۔ حب جاہ وریاست کا مادّہ جڑ پکڑ چکا تھا وہ محروم رہے۔ یہود ونصاریٰ زیادہ اِس مرض کے شکار ہوئے۔ اور یہیں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جب تک توفیق الٰہی شامل نہو محض علم کام نہیں دیتا۔ بلکہ زیادہ مضر پڑجاتا ہی انصار کیلئے بہتری مقدر تھی اُنکو کیونکر مادّہ فاسد سے پاک کیا گیا۔ اور یہود کی قسمت میں خرابی

لکھی ہوئی تھی اُنکے لئے علم ہی بربادی و شقاوت کا سبب بنگیا۔
واقعات سیل عرم اور اسکے نتائج۔ اور بعض علمی و تاریخی فواید ذکر کردینے کے بعد ہم حسب وعدہ مناسب سمجھتے ہیں کہ آیات متعلقہ واقعہ مذکور کی متعلق دو تفسیری بحثیں بھی درج کردیں۔ لیکن قبل اسکے کہ ہم اُس مبحث کو شروع کریں آیات متعلقہ سیل عرم کو دوبارہ پورا نقل کردینا مناسب سمجھتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کو فہم میں سہولت رہے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتَانِ عَن يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ ○ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُم بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِّن سِدْرٍ قَلِيلٍ ○ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِمَا كَفَرُوا ۖ وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ ○ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ۖ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ○ فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ○

مبحث اوّل متعلق ہے آیات ذیل سے۔ لقد کان لسبا فی مسکنھم آیۃ جنّتٰن عن یمین و شمال کلوا من رزق ربکم واشکروا لہ بلدۃ طیبۃ ورب غفور۔

مبحث اوّل

مفسرین کہتے ہیں کہ جنّتٰنِ آیۃ سے بدل ہے۔ یا خبر ہے مبتدا محذوف کی۔ اور معنی دونوں صورتوں میں ایک ہی ہیں۔ یعنی قوم سبا کیلئے اُنکے مساکن میں بڑی نشانی تھی اور وہ کیا تھی۔ دو باغ تھے دائیں بائیں۔ اور چونکہ ایک قرأت میں جنّتین منصوب بھی ہے اسلئے یہ بھی کہتے ہیں کہ معنی مدح کے جو حالت نصبی میں لئے جاتے حالت رفعی میں بھی ملحوظ رہینگے۔ اسکے علاوہ جنّتٰن بالرفع اور جنتین بالنصب کی ترکیب میں اور بھی احتمالات ہیں جنکو یہاں بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔
حاصل معنی جملہ اولی یہ ہیں کہ قوم سبا کیلئے اُنکی بستی میں خدا تعالیٰ کی قدرت اور اُسکے فضل و

رحمت کی بڑی نشانی تھی۔ دو باغ تھے۔ اُنکے دائیں بائیں۔

علامۂ زمخشری نے اس موقعہ پر یہ شُبہ پیش کیا ہے کہ بستی کے دائیں اور بائیں دو باغ موجود ہونے میں ایسی بڑی آیۃ قدرت الٰہی کی کونسی تھی جو قوم سبا کیلئے مخصوص سمجھی جاوے اور جسکی وجہ سے ایسے اہتمام کے ساتھ ارشاد فرمایا جائے۔ حالانکہ ملک عراق میں بہت سے گانوٗں ایسے ہیں جنکے گرداگرد بکثرت باغات موجود ہیں۔

اس شُبہ کے جواب میں خود زمخشری نے دو تقریریں کی ہیں۔

اوّل یہ کہ جنتٰن سے تثنیہ کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں۔ یہ غرض نہیں ہے کہ اُنکی بستی کے یمین وشمال میں دو باغ تھے۔ حالانکہ عراق کے تو ایک ایک گانوٗں کے گرد بہت سے باغ ہوتے ہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اس بستی کے یمین وشمال باغوں کے متصل قطاریں میلوں اس طرح چلی گئیں تھیں کہ ایک باغ دوسرے باغ سے بالکل متصل اور منضم تھا۔ یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہ کئی باغ ہیں۔ اور اس طرح ایک جانب کے ہزاروں باغ ایک باغ کے حکم میں تھے اور دوسری جانب کی بھی کل باغ ایک قطار میں اور متصل ہونیکی وجہ سے ایک ہی باغ کے مثل تھے۔ اس اعتبار سے دو سمتوں کی دو قطاروں کو ایک باغ کا حکم لگا کر تثنیہ کا اطلاق کر دیا۔ سو اب اس شبہ کی گنجایش ہی نہیں رہی کہ قوم سبا، کیلئے تو دو ہی باغ تھے۔ اور ملک عراق کے ایک ایک گانوٗں کے گرد بہت سے باغ ہوتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ تثنیہ کے حقیقی معنی مراد لئے جائیں۔ لیکن یہ دو باغ کل بستی سبا یا قوم کیلئے نہ تھے۔ بلکہ ہر شخص کے مسکن کے یمین وشمال کی جانب دو دو باغ تھے۔ اور یہ امر بالکل مخصوص تھا قوم سبا اور اُنکی بستیوں کیلئے۔

یہ حاصل ہی کلام زمخشری کا۔ اس شبہ اور اسکے جواب کو اکثر مفسرین نے نقل کیا ہے۔

مگر میں اس شبہ اور اسکے جواب کے متعلق کچھ تفصیل سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔

زمخشری کا یہ شبہ بالکل صحیح ہے۔ کہ اگر تثنیہ کے حقیقی معنی مراد لئے جائیں تو عراق کے دیہات میں دو چھوڑ بہت سے باغات موجود رہتے ہیں۔ اس صورت میں خصوصیت قوم سبا اور اُن پر خاص انعامات بیان کرنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ اور اسکی تائید میں صرف دریا فرات کے متصل

دیہات (جنکو سقی فرات کہتے ہیں) کی سرسبزی آبادی کا حال ابن جبیر کے سفرنامہ سے دیکھ لینا کافی ہے۔

اور اس شبہ کا جواب بھی جسقدر دیا گیا ہے وہ واضح ہے۔ کیونکہ اُس میں ثابت کیا گیا ہی کہ باغات کا اس شان سے واقع ہونا خاص قوم سبا کیلئے تھا۔ اور اسی وجہ سے اُسکو عظیم الشان آیتہ فرمایا گیا ہے۔ لیکن میرے خیال میں جواب اس سے زیادہ تفصیل چاہتا ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ قوم سبا پر یہ انعامات اُسی قسم کے تھے جو ہر ایک ایسے سرسبز و شاداب ملک میں ہوتے ہیں۔ جہاں کی زمین عمدہ اور باشندے فن زراعت میں ہوشیار اور محنتی ہوں یا اُن مقامات میں قوم سبا کے کچھ اختصاصات بھی تھے۔ اور پھر وہ اختصاصات ایسے تھے جو دنیا میں اکثر قوموں کیلئے بذریعہ استعمال اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ایک ملک آب و ہوا۔ ثروت و غنا اور صحت و تندرستی میں دوسرے ملک سے فایق ہوتا ہے۔

یا اس قسم کے اختصاصات بھی تھے جن میں اگرچہ بعض باتیں نتیجہ صنع بشری بھی ہوں مگر مجموعی حیثیت سے اُنکو دیکھکر ذہن نشین ہو جائے کہ یہ محض خدا تعالیٰ کی قدرت کا ظہور اور اُسکا انعام خاص ہے۔

اگر صورت اوّل ہے اور قوم سبا کے لئے جو کچھ تھا وہ اُنکے کسب و صنعت کا نتیجہ تھا تو اُسوقت اس خاص صورت کو آیتہ عظیمہ فرمانا۔ اور اُسکے کفران پر اس عذاب کا نازل ہونا اسوجہ سے تھا کہ گو زمین اعلیٰ درجہ کی قابل اور پانی چپہ چپہ پر پھرتا تھا باشندے بھی ماہر تھے مگر ان تمام اسباب کے اوپر ایسے ثمرات کا مرتب ہونا کہ باغ بھی ہوں تو ایسے قرینے سے کہ صرف دو جانب ہوں۔ اور پھر ہر ایک مکان کے لئے دو باغ ہوں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکانات خود اس قرینہ سے بنائے گئے تھے کہ ایک جانب میں اوّل ایک مکان اور اُسکے گرد دو باغ پھر دوسرا مکان اور اُسکے گرد دو باغ۔ اس طرح مکانات کی متعدد قطاریں ہوں۔ اور ہر ایک سمت کے باغات باہم متلاصق اور منضم ہوتے ہوئے میلوں چلے گئے ہوں۔

اور پھر اُن باغوں میں نہ کبھی خزاں آئی نہ کبھی خشک سالی یا دوسرے اسباب کی وجہ سے

پھل خراب ہوں۔ اور پھل بھی اس کثرت سے ہوں کہ کوئی اُن سے محروم نہ رہے۔ جنت کے باغوں کی طرح انکا حاصل کرنا بھی سہل ہو۔ اور اس طرح پر مجموعی حیثیت قوم سبا کیلئے یہ انعامات مخصوص سمجھے جاتے ہوں۔ گو فرادی فرادی ہر ایک چیز ایسی ہو کہ دوسری جگہ اسکی مثالیں و نظیریں موجود ہوں زمخشری کے کلام سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ شبہ مذکور کے جواب اوّل کی تقریر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

انما اراد جماعتین من البساتین جماعۃ عن یمین بلدھم واخری عن شمالھا وکل واحد من الجماعتین فی تقاربھما وتضامھما کانھا جنۃ واحدۃ کما تکون فی بلاد الریف العامرۃ۔

(مراد باغوں کی دو جماعتیں ہیں۔ ایک جماعۃ اُنکی شہر کے داہنے جانب اور دوسری جانب شمال اور باغوں کے یہ دونوں جماعتیں قرب و اتصال کی وجہ سے مثل ایک باغ کے معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ اکثر سیراب شہروں میں ہوتا ہے۔)

ظاہر ہے کہ آباد اور سرسبز شہروں کے ساتھ تشبیہ دینا خود اسکا مقتضی ہے کہ یہ بات دوسری جگہ بھی ممکن ہے اور اسی وجہ سے جملہ بَلدَۃٌ طَیِّبَۃٌ وربٌّ غفورٌ کو اوپر کے کلام سے علیحدہ کر کے بالکل جملہ مستانفہ بنایا ہے۔ اور اُسکو شکر گذاری کا سبب قرار دیا ہے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ قوم سبا کیلئے دونوں قسم کی باتیں حاصل تھیں۔ وہ بھی جو اسباب کے ذریعہ سے دوسری قوموں کو حاصل ہو سکتی ہیں۔ اور وہ بھی جن میں اسباب اور اُنکے کسب کو کچھ دخل نہ تھا تو یوں کہنا درست ہوگا۔ کہ باغات کی یہ کثرت اور پھلوں کی یہ حالت۔ اتصال اور ترتیب کی یہ کیفیت۔ عمارات کا یہ قرینہ وغیرہ جملہ امور ایسے تھے کہ فرادی فرادی گو حاصل ہو سکتے ہیں اور بحیثیت مجموعی بھی اُنکا حصول بذریعہ اسباب ممکن ہے۔ مگر مجموعی طور پر جو بات ایک زمانہ دراز تک اُنکو حاصل رہے کہ اس کیفیت میں کچھ بھی فرق نہیں آیا۔ اور برابر ایک حالت تنعم و خوشحالی صحت و تندستی کی چلی گئی۔ یہ اُنکی خصوصیت تھی۔ اور اُسکے ساتھ کچھ انعام و اکرام ایسے بھی اُنکے اوپر مبذول تھے جنمیں اُنکے کسب وصنع کو دخل نہ تھا۔ مثلاً امراض و اکدار سباع و حشرات سے اُنکی سرزمین کا اس طرح پاک ہونا کہ اُنکو کبھی ایذا و تکلیف پہونچی ہی نہو۔ بلکہ کوئی اجنبی بھی اُس سرزمین میں داخل ہو تو وہ اہل سبا کی راحتوں اور

کیفیتوں میں حصہ دار بن جائے۔ اُسکے کپڑوں کے پسو وغیرہ سب فنا ہو جائیں صحت کی یہ حالت کہ کبھی کوئی مرض اُس سرزمین ہوا ہی نہیں۔ جتنا چاہیں کھالیں۔ بدہضمی۔ یا گرانی وثقل معلوم ہی نہو۔ اور اسپر طرہ یہ ہے کہ اُس اندھا دُھند کھانے پینے۔ خرچ کرنے پر کچھ مواخذہ بھی نہیں۔ یہ وہ باتیں تھیں جو اُنکے حد اختیار سے خارج تھیں۔

اس صورت میں جملہ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُوْرٌ کو تتمہ اور تکمیل آیۃ کہنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

ثم لما بيّن حالهم في مساكنهم وبساتينهم واكلهم اتم بيان النعمة بان لا غائلة عليه ولا تبعة في المال في الدنيا فقال بلدة طيبة اى طاهرة عن الموذيات لا حيّة فيها ولا عقرب ولا وباءً ولا وخم وقال رب غفور اى لا عقاب عليه ولا عذاب في الاخرة فعند هذا بان كمال النعمة حيث كانت لذة حالية خالية عن المفاسد المالية۔

حاصل مطلب امام رازی کا یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اُنکے مساکن اور باغات۔ کھانے پینے کی اجازت کا حال بیان فرما دیا اُس نعمت کے اتمام وتکمیل کو بیان فرماتے ہیں کہ ان نعمتوں کے استعمال میں دنیوی نقصان وتکلیف نہیں ہے اور نہ پاداش مواخذہ اسلیئے کہ بستی اُنکی پاک وصاف ہے موذی جانوروں سانپ بچھو وغیرہ سے اور پاک وصاف ہے وبا، وبدہضمی وغیرہ سے۔ اور نہ آخرت میں کوئی تکلیف ہے کیونکہ رب مغفرت کرنیوالا ہے۔ اس بیان کے بعد کمال انعام ظاہر ہوا کہ بالفعل تمام نعمتیں موجود تھیں۔ اور وہ تمام مفاسد حالی ومالی سے خالی تھیں۔

روح البیان میں اگرچہ اس وضاحت سے بیان نہیں کیا مگر اُنکے انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی انعام واکرام اور خدا تعالیٰ کی نشانی جنتین ہی پر مقصور نہیں فرماتے۔ وہ کہتے ہیں:-

اٰية اى علامة دالة بملاحظة اخواتها السابقة واللاحقة على وجود الصانع المختار وانه سبحانه قادر على ما يشاء من الامور العجيبة۔

یعنی کلام اللہ میں آیۃ سے مراد وہ علامت ہے جو سابق اور لاحق حالات کو ملانے سے

صانع مختار کے وجود پر دلالت کرے۔ اور اس بات پر کہ وہ صانع مختار امور عجیبہ کے پیدا کرنے اور دکھلانے پر قادر ہے لفظ سابق ولاحق سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگلے جملوں کو بھی اسکے ساتھ ملایا ہے۔ اور صانع مختار کے وجود اور عجیب قدرت پر دلالت کا ظہور جبھی ہوتا ہے جب معمولی حالات اور اپنے حد اختیارات وذرایع سے کوئی شے خارج اور بالاتر ہو۔

مبحث ثانی

مبحث ثانی متعلق ہے آیات ذیل سے وجعلنا بینھم وبین القری التی بارکنا فیھا قری ظاھرۃ وقدرنا فیھا السیر۔ (الی اٰخر الاٰیات)

ہم ان آیات کا مطلب بیان کر چکے ہیں۔ اور یہ بھی بتلا چکے ہیں کہ قری مبارک سے قری شام مراد ہیں۔

اسوقت ہم اسقدر اور وضاحت کر دینا چاہتے ہیں کہ قری مبارک کی مراد میں مختلف اقوال ہیں معتمد علیہ مفسرین کا یہی قول ہو جسکو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کہ مراد اُن سے ملک شام کی بستیاں ہیں۔ اُنکے اندر ہر قسم کی خیر وبرکات کا وجود ظاہر و باہر بات تھی۔

لیکن عبداللہ بن عباس سے روایۃ ہو کہ قری بیت المقدس مراد ہیں اور مجاہد سے روایۃ ہے کہ سرادسہ مراد ہیں۔ اور وہب سے روایۃ ہے کہ قری صنعاء مراد ہیں۔

ابن جبیر فرماتے ہیں کہ خود مارب کی بستیاں مراد ہیں۔

اگرچہ معتمد علیہ اور قابل وثوق روایۃ اوّل ہے۔ یہانتک کہ بعض علماء اسپر مفسرین کا اتفاق نقل کرتے ہیں۔ مگر ہمنے اُن روایات کو بھی نقل کر دیا ہے تاکہ اختلاف اقوال پر نظر رہنے کے ساتھ بعض فائدے بھی حاصل ہو جائیں۔

اس موقعہ پر امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں ایک شبہ پیش کیا ہے کہ قری کے درمیان مسافۃ معینہ پر بستیوں کا آباد ہونا۔ اور سفر میں اُنکے لئے سہولتوں کا مہیا رہنا بھی اُنہی انعامات میں سے ہے۔ جو قوم سبا پر مبذول تھے۔ اور جبکہ انعام کے بعد تبدیل انجام اور جزاء ناسپاس کا ذکر کیا جا چکا ہے تو اب دوبارہ نعمتوں کا اعادہ بظاہر بے موقع معلوم ہوتا ہے۔

اس شبہ کا جواب خود امام صاحب نے دیا ہے جسکا حاصل یہ ہو کہ نعمتیں بھی کئی قسم کی ہیں اور

اُنکو سزا کی صورت میں مبدل کرنا بھی کئی طرح کا۔ اوّل اُن نعمتوں کا ذکر تھا جو خاص شہر کے اندر حالت اقامت میں اُن پر مبذول تھیں اور جب اُنکی ناسپاسی ہوئی تو اُنکی سزا بھی ساتھ میں ذکر فرمادی گئی۔ یعنی اُنکے ہرے بھرے گنجان باغوں کو اجڑے ہوے باغ اور جھاڑ وجھنکاڑ کی صورت میں بدلدیا گیا۔

اور پھر اُن نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جو اُنکی بستیوں سے باہر حالت سفر میں پیش آتی تھیں۔ اور جب اس نعمت عظمی کی بھی اُنھوں نے ناقدردانی کی۔ بجائے اُسکو غنیمت سمجھنے کے اولٹا یہ کہنے لگے کہ ہمارے سفر کی منزلوں میں فاصلہ کردیا جائے تو اُسپر جو سزا مرتب ہوئی اُسکو ذکر فرمایا۔ حاصل یہ کہ ہر ایک نعمت اور اُسکی سزا کو ترتیب سے ذکر کیا گیا ہے جو عین مناسب مقام وحال ہے۔

یہ جواب بالکل صحیح ہے لیکن ذرا تفصیل اور توضیح کی ضرورت ہے۔ حق تعالی کی نعمتیں قوم سبا کے اوپر دو قسم کی تھیں ایک وہ جو مخصوص تھیں اُنکے ساتھ۔ دوسری قومیں اُنکے شریک حال نہ تھیں۔ اور ایک وہ جن میں دوسرے بھی اُنکے شریک حال تھے۔

اوّل قسم کے انعامات کو ہم اوپر بیان کرچکے ہیں کہ دو طرح کے تھے۔ ایک وہ جو ظاہری اسباب پر متفرع ہوتے ہیں۔ اور بہت سی قومیں اُن اسباب اور اُنکے ثمرات میں فرادی فرادی طور سے شریک ہوسکتے ہیں۔ مگر مجموعی حیثیت سے کسی کو یہ نعمت حاصل نہیں تھی۔ جیساکہ قوم سبا کے مساکن اور باغات کا طرز وقوع۔ پھلوں میوں کی کثرت ہر ایک فرد کے عام وشامل ہونے کی کیفیت حصول کی سہولت وغیرہ۔

دوسرے وہ جنکا ترتب اُنکے کسب وصنع پر نہ تھا۔ بلکہ محض قدرت کاملہ کا ظہور تھا۔ جیسے کہ اُس بستی کی حالت جسکو مشرحاً ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔

انعام ثانی میں یعنی سفر کی راحت واسانی میں اہل شام بھی اُنکے شریک حال تھے۔ کیونکہ ملک سبا سے ملک شام تک کئی مہینے کی راہ تھی اُس میں سب ہی پر یہ اسانی تھی۔

صورت اولی کی دونوں قسموں کی سزا ایک تھی۔ اسلئے اُنکو اول بیان فرمادیا۔ اور اُن دو قسموں میں جسقدر باہمی فرق تھا اُسکے لحاظ سے اُن میں بھی ایک جملہ کا فاصلہ کردیا۔

اور صورت ثانیہ کی سزا علحدہ تھی اسلئے اول انعام اور اُسکی سزا کو بیان کردینے کے بعد

اُسکو بیان فرمایا تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ ہر ایک نعمت کے کفران کی سزا اسی طرح ہوتی ہے۔ کہ وہ نعمت سلب ہوکر اُسکے مقابل حالت حاصل ہوجائے۔ باغات و مکانات کی راحت و خوشحالی سے ناسپاسی کرنیکا مقتضا یہ تھا کہ نہ مکانات رہیں۔ اور نہ باغات۔ چنانچہ سیل عرم نے آکر مکانوں کی جگہہ تو ریتے کے تودے لگا دئے۔ اور باغونکی جگہہ جھاڑ جھنکاڑ کھڑے کردئے۔

سفر کی راحت۔ منزلوں کے قرب۔ امن و اطمینان کی قدردانی نکی تو یہ سزا ملی کہ دور دراز پھینکدئے گئے۔ ایک کہیں آباد ہوا۔ دوسرا کہیں۔

اس تفصیل سے انشاء اللہ تعالیٰ علیحدہ علیحدہ بیان کرنے کی وجہ خوب وضاحت سے معلوم ہوجائیگی لیکن اس جواب کا مبنیٰ تو اس بات پر ہی کہ ہر قسم کے انعامات اور ہر دو سزائیں ایک ہی زمانہ میں ہوئی ہوں۔ اور تمام مفسرین کے کلام سے بھی معلوم ہوتا ہی کہ ایک وقت کا حال ہی۔ سیل عرم آنے سے پہلے اُنکو اپنے مساکن میں وہی نعمتیں تھیں جنکا ذکر ہوا۔ اور سفر میں وہی راحت نصیب تھی جسکا ذکر اس آیۃ میں ہے۔ اور بعد سیل عرم اُن سے سلب ہوگئیں۔

لیکن ایک روایۃ اور بھی ہے جسکو صحیح مان لینے کے بعد اس شُبہ کی گنجایش نہیں رہتی۔ امام ابو اللیث نے کلبی سے روایت کیا ہے کہ سیل عرم سے تباہی آجانے کے بعد قوم سبا نے خدا کے بھیجے ہوئے رسولوں سے عرض کیا کہ اب ہمکو معلوم ہوگیا کہ یہ جو کچھ تھا خدا تعالیٰ کا انعام تھا۔ اب ہم عہد کرتے ہیں کہ اگر ہماری سابق حالت پھر عود کرآئے تو ہم خدا تعالیٰ کی ایسی عبادت کرینگے جو آجتک کسی قوم نے نکی ہوگی۔

انبیاء علیہم السلام نے دُعا کی اُنکی تمام سابق نعمتیں عود کرنے کے ساتھ اتنا اور اضافہ ہوگیا کہ وہانسے ملک شام تک اُنکے سفر میں وہ سہولتیں پیدا کردی گئیں جنکا تذکرہ ہوچکا ہے۔ لیکن جب پھر کفر اختیار کرکے نعماء الٰہی کی ناسپاسی کرنے لگے تو انبیاء علیہم السلام نے اُنکو سابق عہد و معاہدہ کو یاد دلایا۔ لیکن ایک نہ سُنی اور پھر انجام کار ٹکڑے ٹکڑے اور تتر بتر کردے گئے۔ اس روایۃ کے موافق اب شبہ مذکور وارد ہی نہیں ہوسکتا۔

لیکن صحیح اور معتمد روایۃ سباق و سیاق آیۃ کے مطابق وہی ہی جسکو ہم اول لکھ چکے ہیں۔ اور جمہور اکثر مفسرین کا اتفاق ہی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

مضمون واقعۂ سیل عرم اگرچہ کسیقدر طویل ہوگیا ہی مگر اسمیں بحمداللہ بہت سے علمی و تاریخی فوائد لکھے گئے ہیں جنکے حاصل کرنے میں بسا اوقات بہت ہی جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ اور نیز چونکہ اُس میں اصل مضمون اشاعت اسلام کی بھی پوری تائید ہے۔ اسلئے ہمنے اسقدر طول کو گوارا کرلیا۔ اب ہم اصل مضمون کی طرف عود کرتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

قصیدہ نعتیہ

سلسلہ کے لئے دیکھو رسالہ القاسم نمبر ۶ جلد سویم

واحکی غراما قد حلالی شهده | ولذ علی طول المعاناة جهده
وهان علی قلب المتیم جده | واذکر وجدا قد تقادم عهده

حواه فوادی قبل کون الکواکب

ویسکرنی منه النسیم اذا سری | ویذهلنی عنی اذا ذکره جری
فروحی وجسمی فی هواه کما تری | ویبد و محیاه لعینی فی الکری

بنفسی افدیه اذا والاقارب

فلی فی نواحی ارض طیبة حیرة | لهم فی سماء القلب هدی وسیرة
وذکراهم للروح قوت ومیرة | وتدرکنی فی ذکره قشعریرة

من الوجد لا یحویه علم الاجانب

اُحِسُّ لقلبی ابتهاجا ولذة | متی ذکرت اسماءه لی جملة
وادرك فی نفسی سرورا وبهجة | والفی لروحی عند ذلك هزة

وانسا وروحا دون وثبة واثب

ایا من جعلت الجید فی طوق رقه | وحکمت فی احشای سلطان عشقه
وامّلته فی محوذ نبی و محقه | وصلی علیك الله یا خیر خلقه

ویا خیر ما مول ویا خیر واهب

ویا خیر من یدعی لدفع بلیة | علیك صلوة الله کل عشیة

والف سلام ثم الف تحية | ویاخیر من یرجی لکشف رزیة
ومن جودة قد فاق جود السحائب

علمت یقینا ان ربی برفقه | بجاهك یعفو عن مسی بحقه
ویرفع سوط القهر عن مستحقه | فاشهد ان الله راحم خلقه
وانك مفتاح لکنز المواهب

وانك اوفی الانبیاء دیانة | وانك اصفاهم جمیعا بطانة
واورعهم عن کل ذنب صیانة | وانك اعلی المرسلین مکانة
وانت لهم شمس وهم کالثواقب

الیك تمد لعین حین ضراعة | وفیك یفر الخلق من هول ساعة
ویرجو نداك العم کل جماعة | وانت شفیع یوم لاذو شفاعة
بمغن کما اثنی سواد بن قارب

بلیت باحزان طوال مغمة | وفترة عزم فی امور مهمة
فانت الذی ارجوك فی کشف غمة | وانت مجیری من هجوم ملمة
اذا انشبت فی القلب شر المخالب

وان کنت لا ارعی عهودا وذمة | ولا آمن الشیطان شرا ولمة
فما زلت ارجو من جنابك همة | فما انا اخشی ازمة مدلهمة
ولا انا من ریب الزمان براهب

فلو قطعوا الی کل عرق ولینة | وقاربت وسط البحر غرق سفینة
لما زلت خوفا عن مقام سکینة | فانی منکم فی قلاع حصینة
وحد حدید من سیوف المحارب

ولو رام کل الخلق مدح جنابه | لما بلغوا مقداره ونصابه
فلا غرو من صب اذا العی نابه | ولیس ملوما عی صب صبابه
علیل الهوی فی الاکرمین الاطائب

تمت

قرآن مجید ہی مسلمانوں کا حقیقی امام ہے

گذشتہ سے آگے

جو لوگ اسلام کی معاشرت پر بیرحمی اور سفاکی کا الزام لگاتے ہیں وہ مذکورہ بالا آیۃ کیساتھ ادفع بالتی ھی احسن کے مضمون کو بھی ملالیں تو اُن پر روز روشن کی طرح واضح ہوجائیگا کہ قرآن نے جس طریق سے انسانی فطرت کا لحاظ رکھکر عفو تقصیر۔ صلہ رحمی۔ غصہ کی حالت میں تشدد سے احتراز۔ معاملات میں نرمی اور رحمدلی کی تعلیم دی ہے وہ کسی دوسرے مذہب اور مذہبی کتاب میں نہیں پائی جاسکتی یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے ہاتوں سے جسمانی تکلیفوں کی سختیاں اور زبانوں سے روحانی مصائب برداشت کرنے کے بعد بھی یہی دعا فرمایا کرتے تھے۔ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔

چنانچہ جنگ احد میں علاوہ اُن ستر صحابہ کے جو اعلیٰ ترین صفات کے ساتھ متصف تھے۔ سرور کائنات کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے اور کفار کی سنگدلی اور قساوت قلبی نے صرف اُنکے اعضاء کاٹنے پر ہی اکتفا نہ کیا۔ بلکہ نہایت بیرحمی کیساتھ اُنکے جگر کو بھی چبا کر پھینکدیا۔ اور خود حضور کے مبارک سر پر ایسا زخم کاری لگایا جسکی وجہ سے آپ کے مقدس چہرہ پر خون بہنے لگا۔ اور آپ کے اصحاب نے بمنت آپ سے یہ عرض کیا کہ ان اشقیاء کی شقاوت حد سے متجاوز ہوگئی ہے۔ ان ظالموں کا ظلم وستم مجبور کرتا ہے۔ کہ آپ انکے لئے بددعا فرماویں تو آپ نے اپنی رحیمانہ شان سے یہ جواب دیا کہ اُس ارحم الراحمین نے مجھکو بددعا کرنے کیواسطے مبعوث نہیں فرمایا۔ میں عالم کیلئے ہدایت و رحمت بنکر آیا ہوں۔ اور پھر آپنے یہ دعا فرمائی۔ اللھم اغفر لقومی یعنی اے اللہ میری اس نادان قوم کی مغفرت فرما اور اُنکو بصیرت عطا کر۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے مشہور روزگار جور وستم کے عوض میں جو سلوک و احسان کا برتاؤ اُس رحمت مجسم نے فرمایا اُسکا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہوسکتا ہے۔

یہ شخص منافقوں کا سردار تھا۔ اسکی قلبی تمنا یہ تھی کہ اسلام کے روشن چراغ کو فتنہ و فساد کی

آندھیوں سے گل کردے گو یہ کسی وجہ سے اپنے آپ کو مسلمان اور مسلمانوں کا سچا مخلص بھی ظاہر کرتا تھا۔ لیکن سر غرور سے۔ سینہ کینہ سے۔ اور دل نفاق سے پر تھا۔ اسکی طرف سے ہمیشہ دوستی اور غمخواری کے لباس میں دشمنی کا اظہار ہوتا تھا۔

ایک دفعہ اس احسان فراموش نے آپ کی روح مبارک کو صدمہ پہونچانے کی نیت سے آپکی اُس عفت مآب پاکدامن بی بی پر جسکی عصمت و پاکدامنی کی شہادت کیلئے الہامی کتاب (قرآن) کا یہ جملہ سُبحانَكَ هٰذا بُهتانٌ عَظِيم کافی و وافی ہے۔ ایک ایسی ناگفتہ بہ تہمت کا بیڑا اُٹھایا جسکے لکھنے سے بھی قلم بید کی طرح لرزاں ہی۔ مگر آپکی شان رافت نے نہ صرف انتقام سے ہی درگذر فرمایا۔ بلکہ مرنے کے بعد بھی اُسکے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ دعاء مغفرت کی۔ اور کفن کے ساتھ اپنا مبارک کرتہ بھی شامل کرادیا۔

تعمیل قرآنی میں یہی حال آپ کے اُن سچے جانشینوں کا تھا جنہوں نے اپنی جانوں کو ایمان قربان کردیا تھا اور بھوک۔ پیاس۔ صبر و استقلال کے ساتھ کفار کی منازعت و سختیاں جھیلتے تھے حضرت عثمان بن مظعون کی آنکھ کو ایک مشرک کے ہاتھ نے صدمہ پہونچایا۔ تو اُس پر اُنکا یہ جواب دینا کہ میری دوسری آنکھ بھی خدا کی راہ میں طمانچہ کھانے کو حاضر ہے۔ اس امر کا یقین دلاتا ہے کہ اسلام کے حلقہ بگوش ہی حضرت مسیحؑ کی نصیحت پر بھی سر آنکھوں سے تعمیل کرنے کیواسطے پیدا کی گئی تھی۔

قرآن کی معاشرت اور اُسکا باہمی برتاؤ اسقدر نرم اور صاف اور خودداری کیساتھ تعمیل سکھلانے والا ہے۔ جو کسی دوسرے مذہب میں نہیں ہی۔ اور اس بارہ میں اُسکے احکام زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق اسقدر مفصل موجود ہیں کہ جسمیں ذرا بھی اجمال نہیں۔ چنانچہ قرآن نے مختلف عنوانوں سے اسکو بھی بیان کردیا ہے کہ باپ بیٹے سے کس طرح پیش آئے۔ میاں بیوی باہم ملکر کس طرح گذران کریں۔ عام رشتہ داروں کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے۔ فقیر تنگدست کے ہمراہ کیا برتاؤ کیا جائے۔

ہمسایہ مسلمان ہو۔ یا کافر۔ متقی ہو یا فاسق۔ دوست ہو یا دشمن اُن میں سے ہر ایک کے خاص خاص حقوق ہمارے ذمہ کیا ہیں۔ اور ہمسائگی کی مشترکہ رعایت کہاں تک ضروری ہے۔

باہم حقوق میں جو تفاوت ہے اُسکا فیصلہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اُس روایت نے کر دیا جسکو طبرانی نے نقل کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہمسایہ تین ہیں۔

اُ مشرک کافر۔ اسکا حق صرف پڑوس کا ہے۔

۲ مسلمان اسکے دو حق ہیں۔ حق جوار۔ حق اسلام۔

۳ قرابت دار مسلمان۔ اسکے تین حق ہیں۔ ہمسائگی۔ اسلام۔ صلہ رحمی۔

حضرت عایشہ نے آپ سے یہ دریافت کیا کہ جب پڑوس میں دو شخص ہوں تو ہدیہ کسکو بھیجوں۔ آپ نے فرمایا جسکا دروازہ قریب ہو۔ (بخاری)

ہمسایوں کے عام حقوق کے متعلق ارشاد ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے ہمسایہ کے بارہ میں مجھسے اِسقدر کہا کہ مجھکو گمان ہوگیا کہ کہیں اُسکو ترکہ کا وارث تو نہیں ٹھہرا دینگے۔

دوسری جگہ یوں فرمایا کہ جو شخص مومن ہو وہ ہمسایہ کو ایذا نہ دے۔ کہیں تہدیداً یہ فرماتے ہیں کہ جسکی بدی سے اُسکا ہمسایہ بیفکر نہیں رہتا وہ اللہ اور اُسکے رسول پر گویا ایمان نہیں لایا۔

علی ہذا القیاس بیکس غلام اور بے بس لونڈیوں پر بھی سختی اور ظلم جائز نہیں رکھا گیا۔ اِس گروہ کے حق میں بھی ایسی شفقت آمیز اور رافت التیام احکام موجود ہیں جو اُنکو غلامی کی بدترین حالت سے نکال کر اخوت کے کامل ترین درجہ پہونچاتے ہیں۔ اُس رحمتہ للعالمین نے بھی اپنے متبعین کو یہ ارشاد فرمایا کہ باندی۔ غلام تمھارے بھائی ہیں۔ اُنکو اللہ تعالیٰ نے تمھارا زیردست بنایا ہے۔ جو تم خود کھاتے ہو اُس میں سے اُنکو بھی کھلانا چاہیئے۔ اُنکو ایسے کام کرنیکی تکلیف نہ دیجائے جسکے وہ متحمل نہوں۔ کسی جگہ یہ فرمایا کہ میری اُمت میں مملوک بہت ہونگے تم اُنکے ساتھ اُسی طرح لطف وکرم کا معاملہ کرو جیسا اپنی اولاد کیساتھ۔ کہیں یہ ارشاد ہے کہ جو اپنے غلام کے بلا تقصیر طمانچہ مارے اُسکا کفارہ یہ ہے کہ غلام کو آزاد کر دے۔

ایک شخص نے یہ سوال کیا کہ اگر میرا غلام مجھکو ناراض کرے تو مجکو کتنی مرتبہ معاف کرنا چاہیئے آپ نے فرمایا ایک روز میں ستر مرتبہ۔

غرض جن لوگوں کے ساتھ رحم اور شفقت کا معاملہ کرنا چاہیئے اُنکے حق میں مہربانی کا کوئی دقیقہ

اُٹھا نہیں رکھا گیا۔

اور یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ دوسری طرف مجرموں اور سزا کے مستحقوں کے بارہ میں تشدد بھی کافی حد تک کام میں لایا گیا ہے۔ کیونکہ مجرموں اور باغیوں کو اُنکے کیفر کردار کو نہ پہونچانا بھی خدا تعالیٰ کے نزدیک مجموعہ عالم کے حق میں اسی طرح خلاف شفقت و رحمت ہے جس طرح ہمسایوں اور بیکسوں کی خبر گیری نہ کرنا۔ **شعر**

نکوئی با بداں کردن چنانست ‌ ‌ ‌ ‌ که بد کردن بجائے نیک مرداں

چنانچہ اگر ایک طرف ہمسایہ وغیرہ کے بارہ میں وہ ارشادات ہیں جو اوپر بالاختصار نقل کئے گئے تو دوسری طرف یہ بھی صاف صاف بتلا دیا کہ چور۔ قزاق۔ اور امن عام میں خلل ڈالنے والے کیساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیئے۔ اور غاصب کی کیا سزا ہے۔

اُسنے ومن یقتل مومنا متعمداً فجزاؤہ جھنم کی تہدید سُنا کر خون ناحق کی سخت ممانعت فرمائی۔ اور ولا تعثوا فی الارض مفسدین کا حکم فرما کر ایسے رہزنوں کو جنکی روح کو رہزنی کی تپ مزمنہ نے ہلاک کر دیا تھا اور غارتگری جنکا پیشہ تھا ایسا مہذب و پاک نفس کر دیا کہ ہر برائی سے بچنا قول میں سچائی۔ معاملات میں راستبازی اُنکا شعار بنگیا۔ ادھر ملک عرب میں جہاں اور برائیوں اور جہالتوں کی طرح بداخلاقی اور حرامکاری کی بھی گھٹا ٹوپ تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں جہاں بدکاری اور بےحیائی نے اُنکی روحانیت کو بالکل بےحس بنا رکھا تھا۔ جہاں عشق و محبت کے پردہ میں نہایت قبیح تر افعال کے ذریعہ سے خواہشات نفسانی کو پورا کیا جاتا تھا۔ اُنکی یہ بھی رسوم بہیمیت میں سے ایک رسم تھی کہ بیٹا باپ کے انتقال کے بعد اُسکی عورتوں پر اُسی طرح قابض ہو کر متصرف ہو جاتا تھا۔ جس طرح اور مال متروکہ پر۔

قرآن نے لا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا۔ سُنا کر مرد و عورت کو ناجائز میل جول پیدا کرنے سے روکا۔ اور اس فعل کی قباحتوں اور نقصانوں سے اس طرح آگاہ کیا کہ اس فعل کا مرتکب ہونا تو درکنار اُسکے قریب جانا بھی گناہ ہے۔ حرام نظر کو بھی شیطان کا زہریلا تیر سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ وہ طریقہ ہے جسکی وجہ سے عزت و ناموس خاک میں ملجاتے ہیں دشمن کا غلبہ اور ملک و دولت کی بربادی اسکا پہلا زینہ ہے۔ رزق میں تنگی عمر میں بےبرکتی ہونیکے

علاوہ آدمی قسم قسم کے لاعلاج امراض کا نشانہ بنجاتا ہے۔ روح پر ایسی تاریکی محیط ہوجاتی ہے جس سے روحانی جماعت تمکو نفرت کی نگاہوں سے دیکھنے لگتی ہے۔ انساب کا خلط ملط۔ باہمی نزاع اور کدورت قلبی پیدا کرنا اسکا خاص اثر ہے۔ جسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کی ایذا رسانی کے درپے ہوکر اپنے کو اور دوسرے کو معہ دونوں قبیلوں کے ہلاکت کے عمیق گڑھے میں ڈالدے۔ پس اسی صداقت مشحون کلام نے اُن بداخلاق مردوں کو جو اجنبی عورتوں کی آبرو پر حملہ کرنا اچھا خیال کرتے تھے ایسا متقی و پاکدامن بنادیا کہ وہ اس جرم کی بُرائی و قباحت کو ناقابل معافی گناہ خیال کرنے لگے۔ دواعی زنا کو بھی زنا کی طرح سخت گناہ سمجھکر حضور سے اُس سزا کی درخواست کرتے تھے جو اِس فعل کے ارتکاب پر قرآن نے مقرر کی ہے۔

ایکدفعہ ابوالیسر کو باغوائے شیطانی ایک پاکدامن بی بی سے بوس و کنار کی نوبت آئی تو اُس عفیفہ نے غصہ کیساتھ جب اتق اللہ کہکر اس فعل سے روکا تو غیرت ایمانی نے اُن کو خجالت کی جھیل میں غرقاب کردیا۔ اور نہایت ندامت کیساتھ طبیب روحانی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور اِس بوس و کنار کو اپنے گمان کے مطابق قابل حد گناہ خیال کرکے یہ عرض کیا۔

انی اصبت حدا فانا ھذا فاقض فیّ ما شئت یعنی میں نے ایسا گناہ کیا ہے جو حد کی قابل ہو اب میں آپ کے سامنے حاضر ہوں جو آپ کا دل چاہے وہ حکم فرمایئے۔

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم نے اُنکو اس قسم کی فواحش کے ارتکاب سے عملاً کسقدر محترز اور خوف زدہ بنادیا تھا۔ اور یہ کہ وہ جب تک اپنے عمل کے پاداش کا دنیا میں ہی بھگتان نہیں کردیتے تھے اُسوقت تک وہ کیسے مضطر اور بیچین رہتے تھے۔ اور یہ اُسی معتدل تعلیم کی تاثیر تھی جس نے ہر قسم کی افراط و تفریط سے خالی ہوکر کافۂ عالم کے روبرو اپنے کو پیش کیا تھا۔ اور جس میں نہ دین عیسوی کی طرح تساہل تھا اور نہ دین موسوی کی سی سختی۔

چنانچہ نظام عالم کے باقی رکھنے اور دوسروں کو حرام کاری سے روکنے کیلئے جو سزا زانی کی قرآن نے مقرر فرمائی ہے تم خود اُسکو موجودہ انجیل و تورات سے مقابلہ کرکے ہمارے بیان کی صداقت کا ذیل کی عبارتوں سے اندازہ کرلو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں زنا کی سزا جان سے مارڈالنا تھا۔ جیساکہ تورات کے

اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے :۔

جو دوسرے کی جورو کیساتھ یا اپنے پڑوسی کی جورو کیساتھ زنا کریں دونوں قتل کئے جائیں۔

(دیکھو کتاب احبار کے بیسویں باب کا دسواں جملہ)

اور برخلاف اسکے عیسوی شریعت میں لازمی طور پر زنا کی کوئی حد ہی مقرر نہ تھی جیسا کہ انجیل میں موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک عورت زناکار کو حد مارنے کیلئے لائی تھی آپ نے اسکو نہ خود حد لگائی اور نہ دوسروں کو حکم فرمایا۔

قرآن نے اس افراط و تفریط کو دور کر کے مناسب اور بین بین حکم صادر فرمایا۔

الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ یعنی ہر زانی اور زانیہ کو فوراً قتل ہی مت کر ڈالو بلکہ انکی سزا یہ ہے کہ سو سو کوڑے مار کر انکو چھوڑ دو الا یہ کہ کوئی حد سے زیادہ شہوت پرست محصن ہونے کے بعد بھی ایسی بیحیائی کا مرتکب ہو بیٹھے تو بیشک اس کو سنگسار کر کے صفحۂ ہستی سے اسی طرح مٹا دو جس طرح کسی ایسے گلے سڑے عضو کو کاٹ کر پھینکدیا کرتے ہو جسکے باقی رکھنے سے سارے بدن کے گل جانے کا اندیشہ ہو۔

(باقی آیندہ)

عبد السمیع انصاری ۔ دیوبندی

تقریظات

۱ **علم الحدیث** ۔ مؤلفہ مولوی عبد اللہ العمادی ایڈیٹر رسالہ تہذیب الاخلاق امرتسر۔

۲ **اجتہاد و تقلید** ۔ مؤلفہ مولوی ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری ایڈیٹر رسالہ اہلحدیث امرتسر۔

پہلے رسالہ کا ایک موقعہ پر دعویٰ ہے کہ راوی خواہ کتنا ہی ثقہ کیوں نہ ہو اگر اسکی روایت خلاف قیاس ہے تو ثقاہت اسکو صحیح نہیں بنا سکتی۔

دوسرے کی رائے ہے کہ اگر قیاس کے اس مذہب سے قطع نظر بھی کر لیجائے جو ابن القیم نے اعلام الموقعین میں کی ہے تو بھی اسکی صحت کیواسطے شرط اول یہ ہے کہ وہ کسی نص (روایت) کے خلاف نہو اور نص کے حکم میں اس سے کوئی تغیر نہ آنے پائے۔

انصافاً تو یہ موزون تھا کہ ایسے دو مؤلفوں میں سے جنکے ایسے متباین اقوال ہوں ہر ایک دوسرے کے رسالہ پہ آزادی کے ساتھ تقریظ لکھتا ۔ لیکن تاہم ہم بھی اپنا خیال جو کچھ ان دونوں رسالوں کی نسبت ہے مفصل القاسم کے متعدد صفحات میں درج کرینگے ۔ انشاء اللہ العزیز فانتظروا منتظرین۔

شبیر احمد ۔ عثمانی

چندہ ہلال احمر اور دار العلوم دیوبند

۶ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ	
مولوی حرمت اللہ صاحب	عہ
عبد السلام نانوتوی	۴ر
	۱۲ عہ / ۲ر
۷ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ	
معرفت مولوی نور الحسن صاحب	
امام جامع مسجد دیوبند	۱۲ / ۲ر
۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ	
معرفت منشی محمد اسحاق صاحب	۱۶
محمد حنیف صاحب پٹواری کرنالی	۸ر
محمد کامل صاحب پٹواری کلرنی	۸ر
الٰہی بخش صاحب پٹواری ڈباڈیوی	۸ر
منشی عبد العزیز صاحب گماشتہ دیوبند	۸ر
منشی محمد ابراہیم صاحب پٹواری املیا	عہ
منشی نیاز احمد صاحب پٹواری نورپور	عہ
منشی محمد قاسم صاحب پٹواری بابوپور نگلی	۸ر
منشی محمد ابراہیم خانصاحب پٹواری تھیتکی	عہ
منشی محمد میاں صاحب پٹواری شکرپور	عہ
منشی عبد الرحیم خانصاحب	
پٹواری سانپلہ	عہ
منشی محمد ہاشم صاحب پٹواری ننگلی	۸ر

منشی حرمت بیگ صاحب پٹواری لونا بڑی	۸ر
منشی انوار الحق صاحب پٹواری انبہٹہ شیخان	۸ر
یکے ہمدرد اسلام معرفت منشی محمد	
ابراہیم خانصاحب پٹواری تھیتکی	للعہ ۴
منشی عظیم بخش صاحب سیاہہ نویس	عہ
منشی محمد عمر صاحب پٹواری بہیڑہ	عہ
منشی آفتاب حسین صاحب پٹواری لکڑی	عہ
منشی محمد شفیع صاحب پٹواری گوڑی	عہ
منشی فتح محمد صاحب پٹواری امرپور	عہ
منشی عبد الستار خانصاحب پٹواری منڈولی	عہ
قاضی حسین علی صاحب قادری	
خاص گیور ضلع رائچور ریاست حیدرآباد دکن	۱۰۵
سید خلیل الدین صاحب ساکن	
رائے بریلی تکیہ سید شاہ علیم اللہ صاحب	۵۰
جمال الدین صاحب ساکن کراچی	۵
محمد یعقوب صاحب کرہ ضلع گیا	۹
عبد الولی صاحب اہلمد محکمہ منیجری بہرائچ	[illegible]
سراج الدین احمد صاحب کوکس بازار	للعہ
خلیل الدین احمد صاحب رائے بریلی	
دائرہ سید شاہ علیم اللہ صاحب	[illegible]

مسماۃ جیونی معرفت محمد عاقل	
خانصاحب مہتمم سابق ڈیوڑھی	۳۴ / ۲ر
خاص محمد عبد الواحد صاحب مال جایا ترہ	
لطیف احمد صاحب بورا	
زراعت بہرائچ	۶
مولوی فیض احمد صاحب پھلتی	۱۰۵
شادی مستری چاندپور ضلع مظفرنگر	۶ / ۴ر
معرفت مولوی شبیر احمد صاحب از	۱۶۵
خورجہ و بلند شہر	
مولوی حبیب اللہ صاحب از ضلع بھاگلپور	۱۲
۱۳ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ	۲۸۵
اکبر علی صاحب از پھولپور ضلع جالندھر	۵
منشی احمد حسن صاحب اوورسیر نہر گنگ	۵
مولوی ہادی حسن صاحب کجھناوری	۱۹
۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ	۳۹
حکیم مولوی بشیر احمد صاحب معرفت مولوی	عہ
حافظ عبد القادر صاحب ساکن	
جہیرن بمد زکوۃ	۱۵
معرفت حافظ صاحب موصوف	
از مسلمانان جہیرن۔	۱۱
	۸

۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

میر عبد الجبار صاحب مقام
چرتھائی ڈاکخانہ نواکھالی ضلع نواکھالی
لطیف احمد صاحب محکمۂ زراعت ...
محمد حسن احمد حسن صاحبان دندان ساز مراد آباد
مولوی عبد الاول صاحب جونپوری از ...
منشی ظہور الحق صاحب از اٹاوہ
حکیم فیاض علی صاحب تھانوی
طبیب نصر اللہ ... ریاست بھوپال
مولوی محمد معین صاحب رجسٹرار
قانونگوئے تحصیل سردہنہ
مولوی عبد الحفیظ صاحب ہزاری
اسکول بھاگلپور
مولوی سراج الدین احمد صاحب
ججھری ڈاکخانہ رامو ضلع چاٹگام
محمد عبید اللہ امجھر ضلع گیا
سید شاہ شرف الدین احمد
صاحب قادری از امجھر
مولوی کفایت اللہ صاحب کٹھور
مولوی محبوب علی صاحب ... محلہ ...
دختر مولوی محمد یسین صاحب مدرس
فارسی بابت قیمت چرم قربانی

میزان ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

مولوی محمد فضل متین صاحب
سشن جج ریاست پٹیالہ
شیخ ظفر محمد صاحب محافظ دفتر
ریاست پٹیالہ

۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

مولوی سراج الدین احمد صاحب
ججھری ضلع چاٹگام
سید محمد اسحاق علی صاحب امام جامع
مولوی مشیت اللہ صاحب بجنوری

۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

حاجی غلام رسول صاحب از احمد پور لمہ
مولوی عبد الاول صاحب
جونپوری از مدر گنج
قاضی محمد یوسف صاحب از ... ضلع

۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

بابو حسن محمد صاحب سب اوور سیر
نہر گنگ جہال چتوڑہ

۲۷ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

حاجی عبد العزیز خان صاحب رئیس
مظفر نگر معرفت مہتمم صاحب دار العلوم
محمد عبید الحق صاحب از ضلع چاٹگام
مولوی سراج الدین احمد صاحب ججھری ضلع

منشی محمد عبد الوحید صاحب
تحصیلدار مرداپور ریاست بھوپال
سید ظہور الحق صاحب از موضع ...
ضلع گیا
... الدین صاحب از خضر آباد ضلع
عبد العزیز صاحب از ... تحصیل ...
رحمت اللہ صاحب از ...
مولوی عبد الاول صاحب از پٹنہ
محمد شریف صاحب از دہلی
منشی سعد اللہ صاحب ...
مولوی سید اکبر علی صاحب از مقام جدہ
(ملک عرب)
محمد افضل صاحب از ... ضلع ...
حیدر علی بیگ صاحب منجانب
مسلمانان ... ضلع میرٹھ
مولوی سراج الدین احمد صاحب
از ججھری ضلع چاٹگام
مولوی حکیم جمیل الدین صاحب از ...
... صاحب ...

۲۸ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

معرفت مولوی شبیر احمد
صاحب مدرس دار العلوم
از خورجہ و بلند شہر

۲۹ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ	
میر محمد بخش نمبردار از راپور رایان	[illegible]
مولوی سراج الدین احمد صاحب	
از جمجری ضلع چاٹگام	20 [illegible]
عبداللہ خانصاحب ساکن بہلپس	[illegible]
شمت حسین صاحب اور بسیر نہراز جانبے	[illegible]
ننھے خانصاحب کنسٹبل پولیس از	
ضلع رائے بریلی	[illegible]
منشی محمد عطاء اللہ صاحب	
اہلمد فوجداری اٹاوہ	[illegible]
۳ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ	[illegible]
منشی ظہور الحق صاحب از اٹاوہ	[illegible]
منشی سید شبیر حسین صاحب دیوبندی	[illegible]
سلیم الدین صاحب ساکن بہلاس	[illegible]
مولوی حکیم محمد اسحاق صاحب کھوری	
معرفت مولوی ہادی حسن صاحب و مولوی	[illegible]
عطاء محمود صاحب	
مولوی سید صدیق حسن صاحب	
معرفت مولوی ہادی حسن	[illegible]
و مولوی عطاء محمود صاحبان	
یکم ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ	263 [illegible]
معرفت حاجی شیر محمد خانصاحب	
ساکن اجرانہ ضلع کرنال	260 [illegible]

منشی محمد عمر صاحب ساکن	
تلوی ضلع کرنال	[illegible]
سوندھے خانصاحب عبدالرحیم	
خانصاحب ذیلدار ساکن	214 [illegible]
موضع جہاتہ ضلع کرنال	
سکندر خانصاحب از موضع	
کلسانہ ضلع کرنال	[illegible]
مولوی محمد اسمٰعیل صاحب رجسٹرار	
قانونگوی تحصیل سردہنہ و سید	[illegible]
مقبول احمد صاحب	
الٰہی بخش صاحب از جسونت نگر	
ضلع اٹاوہ بذریعہ مولانا اشرف علی صاحب	[illegible]
قاضی عزیز الرحمٰن صاحب رئیس	
ریاست پھولڑہ ضلع ہزارہ	[illegible]
صوبہ دار سلیمان خانصاحب از	
نوگانگ ضلع جھانسی	28 [illegible]
محمد شرف الدین صاحب و اہلیہ	
شرف الدین از بہار ضلع اجمیر	[illegible]
۲ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ	1360 [illegible]
محمد نذیر صاحب ساکن سرایہ	[illegible]
۳۳۶ ضلع لائل پور	
مولوی سعید احمد صاحب آنریری	
مجسٹریٹ اٹاوہ منجانب انجمن اسلامیہ اٹاوہ	200 [illegible]

مولوی ابوالخیر صاحب جونپوری	200 [illegible]
علیم الدین صاحب ساکن بہلپس	[illegible]
معرفت مولوی مظہر اللہ صاحب	
متعلم دارالعلوم دیوبند	[illegible]
۳ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ	260 [illegible]
نہال احمد صاحب ساکن موضع لبکری	[illegible]
۴ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ	
منشی ولی محمد صاحب از ریڑی	
علاقہ سہارنپور	[illegible]
مولی بخش صاحب از ریڑی علاقہ سہارنپور	[illegible]
نظام الدین صاحب از ریڑی	[illegible]
خواجہ محمد خلیل صاحب از شملہ	260 [illegible]
حافظ منشی محمد اسمٰعیل صاحب از	
سوٹھا حسین پور	20 [illegible]
ننھے خانصاحب کنسٹبل پولیس	
تھانہ گورکھ گنج	[illegible]
۵ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ	262 [illegible]
مولوی حکیم عبدالغنی صاحب	
از دربھنگہ	[illegible]
۶ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ	
مولوی سراج الدین صاحب	
از موضع جمجری ضلع چاٹگام	96 [illegible]
مولوی محمد صدیق صاحب از گوہاٹی	10 [illegible]

مولوی افاض الدین صاحب از کانٹ ہزاری ضلع چاٹگام	[illegible]
۷ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ	
منشی حبیب حسن صاحب پٹواری دیوبند	۸/
منشی ولی محمد خانصاحب پٹواری	۲/
حافظ لیاقت علی صاحب دیوبندی	۸/
منشی نذیر حسن صاحب از موضع سونا گاچھپر	۸/
منشی ناظر حسن صاحب پٹواری	۸/
منشی داؤد احمد صاحب پٹواری	[illegible]
منشی اعجاز احمد صاحب پٹواری تھانہ	۸/
نقل نویس صاحب تحصیل دیوبند	[illegible]
منشی عبد العزیز صاحب قرق امین تحصیل دیوبند	[illegible]
منشی عبد الوحید صاحب پٹواری	۸/
منشی ظہور الدین صاحب دیوبندی نوٹ نقد	[illegible]
۸ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ	
حاجی غلام رسول صاحب از احمد پور	[illegible]
۱۰ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ	
مولوی کرامت علی صاحب از چمپا نگر	[illegible]
محمد فیاض صاحب از نوگنگ	[illegible]
محمد یعقوب صاحب از کنائی گھاٹ	[illegible]
مولوی عبد الغنی صاحب از لکڑی ضلع گیا	[illegible]

مولوی انوار الحق صاحب از جانسٹھ	[illegible]
۱۱ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ	
احمد سعید خانصاحب رئیس حسن پور ضلع مراد آباد	[illegible]
۱۲ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ	
مولوی ظہور الحق صاحب از اٹاوہ	[illegible]
منشی عبد الرضی صاحب	[illegible]
میاں سوداگر دہلی	[illegible]
منشی نور علی خانصاحب انسپکٹر	[illegible]
۱۳ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ	
منشی حاجی عبد الرحیم صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ نہر آگرہ	[illegible]
منشی رحیم بخش صاحب کلرک کمسریٹ بریلی	[illegible]
سلطان احمد صاحب از موضع کٹیگرام ضلع چاٹگام	[illegible]
۱۶ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ	
منشی انوار الحق صاحب دیوبندی معرفت سید محمد ہاشم صاحب	[illegible]
۱۷ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ	
مسماۃ دولت النساء دختر شیخ سراج الحق صاحب دیوبندی	[illegible]
مولوی محمد میاں صاحب انصاری از اجمیر شریف	[illegible]

مولوی محمد اسحٰق صاحب گنگوہی	[illegible]
۲۱ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ	
محمد بخش صاحب سنجابی اسنوار مگہر	[illegible]
محمد بخش صاحب مذکور بجانب منشی انوار الحسن صاحب قیمت چرم	[illegible]
۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ	
معرفت مولوی شوکت علی صاحب	[illegible]
معرفت مولوی اقبال احمد صاحب سیکرٹری	[illegible]
	[illegible]
میزان از ۱۳ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ لغایۃ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ	[illegible]
میزان سابقہ	[illegible]
میزان کل	[illegible]

(باقی آئندہ)

فہرست چندہ دار الحدیث دیوبند

۱	چندہ حضرات ساکنان ٹانڈہ بادلی ضلع مراد آباد معرفت محمد لطف اللہ صاحب	عـــہ ۱۶ر
۲	مولوی سید جعفر علی صاحب لکھنو محلہ بلوچپورہ متصل مسجد مدارا بیگ	صہ ر
۳	منجانب حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ عطیہ جناب میر یوسف علی صاحب	صہ ر
۴	حافظ نذیر حسن صاحب تاجر جفت	عمہ ر
۵	مولوی حافظ عبد الحی صاحب بڑوتوی مدرس اول مدرسہ عربیہ تقویۃ الاسلام	عـــہ
۶	منشی سید محمد علی صاحب تحصیلدار ریاست ہاجبرہ علاقہ ریاست ٹونک	عـــہ
۷	جناب سید ظہیر احمد صاحب مجسٹریٹ سرونج	للعہ ر
۸	قاضی عبد الواحد صاحب ساکن چرتھاول ضلع مظفرنگر	عـــہ
۹	منجانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطیہ محمد یونس صاحب از مراد آباد بازار چونک	عمہ ر
۱۰	منجانب حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ عطیہ مولوی عبد الکریم صاحب رامپوری از شملہ مسجد جیراں	۸ر
۱۱	منجانب محمد تقی صاحب مرحوم عطیہ محمد محسن صاحب تاجر تمباکو ٹکلی ٹولہ جونپور	عمہ ر
۱۲	منجانب والدہ احمد حسن صاحب دندان ساز محلہ قانون گو مراد آباد	صہ ر
۱۳	ملا اللہ بخش صاحب قوم ڈوگر از پنجلاسہ ڈاکخانہ نراین گڑھ ضلع انبالہ	عـــہ
۱۴	منجانب والدہ صاحبہ مرحومہ عطیہ محمد امجد علی صاحب از گلبرگہ شریف	
۱۵	منشی جہانگیر علی صاحب مدرس مدرسہ سرکاری گنگوہ کاشف	عمہ ر
۱۶	منشی محمد خلیل صاحب گنگوہی	عمہ ر
۱۷	چودھری مولا بخش صاحب ساکن رائپور گجران ضلع جالندھر	عمہ ر
۱۸	منجانب حضرت مولانا مولوی محمود حسن صاحب عطیہ مولوی فقیر اللہ صاحب جالندھری	عمہ ر
۱۹	میاں قاسم علی صاحب ساکن ہردوسنگہ ضلع جالندھر پنجاب	۴ر
۲۰	سائیں طور شاہ ساکن ہردوسنگہ پنجاب	۸ر
۲۱	میاں نور بخش صاحب ساکن ہردوسنگہ پنجاب	۸ر
۲۲	میاں چوہڑ ساکن تلوں	۸ر
۲۳	میاں خدا بخش صاحب ساکن ہردوسنگہ پنجاب	۱ر
۲۴	عبد الرحمن صاحب درزی از ایبٹ آباد	عـــہ
۲۵	منشی محمد شیر الدین خان صاحب از سامانہ محلہ ملکانہ ریاست پٹیالہ	للعہ
۲۶	شمس العلماء مولوی محمد یسین صاحب از ریاست پونچھ	صہ ر
۲۷	منجانب حضرت مولانا اشرف علی صاحب عطیہ مولوی معظم حسین صاحب	عمہ ر
۲۸	جناب غلام محمد صاحب ساکن الہ آباد محلہ بہادر گنج	للعہ ر
۲۹	جناب مولوی احمد محی الدین صاحب وکیل ضلع بیڑ	عـــہ ۸
۳۰	مولوی محمد احمد صاحب مختار عدالت سہارنپور	عـــہ
۳۱	از جانب والدہ خلیل احمد صاحب مرحوم ساکن بودہانہ	عـــہ
۳۲	مولوی عطاء الحق صاحب چاندپوری از دہرہ دون	عمہ ۸
۳۳	جناب عبد اللطیف خان صاحب ساکن شاہجہانپور محلہ منتری	صہ ر
۳۴	میاں علی محمد صاحب ساکن ہردوسنگہ ضلع جالندھر	عمہ ر
۳۵	منشی ملک خان زمان خان صاحب و اللہ یار خان صاحب ساکن چکڑالہ ضلع میانوالی	عـــہ
۳۶	حافظ عبد الرحیم صاحب ساکن چکڑالہ	عـــہ
۳۷	جناب شیخ علاء الدین صاحب رئیس لال کرتی میرٹھ	عـــہ
۳۸	معرفت حافظ حنیف الدین صاحب صاحبزادہ جناب حافظ فصیح الدین صاحب رئیس میرٹھ	عمہ ر

۳۹	منجانب نانی صاحبہ مرحومہ عطیہ منشی علی اصغر صاحب اورنگ آباد	عہ
۴۰	حاجی جھگو خان وچھکو خان صاحبان تاجران اعظم فرخ آباد قنوج	صہ
۴۱	منشی قمر الدین صاحب جونپوری مرد استری کے گاڑی خانہ گلی ۱۵ فیاضی مخدوم علی برہما	عہ
۴۲	منجانب والدہ اکرام الحق صاحب ساکن دیوبند	عہ
۴۳	منجانب شیخ محمد انعام الحق صاحب مرحوم رئیس راجوپور ضلع سہارنپور عطیہ شیخ محمد ضیاء الحق صاحب خلف شیخ صاحب مرحوم	۵
۴۴	سید محمد ابراہیم صاحب رئیس تاجپور ضلع سہارنپور	عہ
۴۵	جناب فضل الرحمٰن صاحب ساکن بلند شہر	عہ
۴۶	منجانب حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام عطیہ سید محمد احسن شاہ صاحب ساکن ٹہرہ ضلع کانپور	للعہ
۴۷	منجانب محمد اسمٰعیل دادابھائی صاحب از کلکتہ	عہ
۴۸	حاجی حافظ ہاشم غلام علی مصطفٰے صاحب نذیری از کلکتہ مرغی ہٹہ ۶۹	صہ
۴۹	مولوی سید عبد الولی صاحب صیغہ دار فوجداری تحصیل تلنگہ ضلع بیدر ریاست نظام حیدرآباد	سہ
۵۰	بابو عبد العزیز صاحب اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر لوہانہ	عہ
۵۱	منجانب اہل بیت ازواج مطہرین عطیہ جناب جمال الدین ولد محمد شرف الدین صاحب بغدادی مقام کراچی بندر	عہ
۵۲	حاجی محمد اسمٰعیل صاحب و حاجی محمد عثمان صاحب تاجر مکہ	مالر
۵۳	حاجی بشیر احمد صاحب تاجر مکہ معظمہ	صہ
۵۴	حاجی محمد ہارون صاحب تاجر مکہ معظمہ	مالر
۵۵	حاجی محمد بلال صاحب تاجر مکہ معظمہ	صہ
۵۶	جناب سید نصیر احمد صاحب مجسٹریٹ ساکن سرونج	للعہ
۵۷	مولوی نذر الحق صاحب ساکن رتلام محلہ قاضی پورہ	عہ
۵۸	منشی علی ظفر صاحب ساکن اورنگ آباد جیلی پور	عہ
۵۹	اہلیہ منشی علی ظفر صاحب از اورنگ آباد جیلی پورہ	عہ
۶۰	منشی سعید المظفر صاحب علی اصغر صاحب خلف منشی اکبر علی ظفر صاحب از اورنگ آباد	عہ
۶۱	منشی حمید الظفر صاحب خلف منشی علی ظفر صاحب	عہ
۶۲	منشی وحید الظفر صاحب خلف اصغر علی ظفر صاحب	عہ
۶۳	خلیل النساء ناصری بیگم صاحبہ بنت منشی علی ظفر صاحب اورنگ آباد	عہ
۶۴	منجانب والد صاحب مرحوم منشی علی ظفر صاحب	عہ
۶۵	منجانب والدہ مرحومہ منشی علی ظفر صاحب 〃	عہ
۶۶	منجانب ہمشیرہ کلاں مرحومہ 〃 〃	۸ر
۶۷	منجانب ہمشیرہ خورد مرحومہ 〃 〃	۸ر
۶۸	منشی عبد الرزاق صاحب سب رجسٹرار ضلع پربھنی علاقہ حیدرآباد دکن	عہ
۶۹	آفتاب عمر صاحب پسر منشی محمد عبد اللہ صاحب ساکن گنج ووت	عہ
۷۰	مولوی غلام محمد صاحب ہوشیارپوری	۵
۷۱	محمد عنایت اللہ خان صاحب مقام شنبور ضلع بستی	عہ
۷۲	منشی غیاث الدین احمد صاحب موضع بڑا یاسن ضلع	عہ
۷۳	مولوی احمد محی الدین صاحب شطاری از بیرٹ بردوان	۶ر
۷۴	مولوی عبد الشکور صاحب ساکن رسٹرا ضلع بلیا	صہ
۷۵	منجانب حضرت حاجی شاہ محمد امداد اللہ صاحب و منجانب مولانا عین القضاۃ صاحب مدظلہ والدین صاحب مرحومین و منجانب اہلیہ صاحبہ و بھائی صاحب و منجانب صاحبزادگان عطیہ حاجی محمد مرتضیٰ خان صاحب منیجر کارخانہ شیخ اصغر علی صاحب و محمد علی صاحب چوک لکھنؤ	۵
۷۶	حاجی محمد مرتضیٰ علی صاحب از جانب سماۃ نامعلوم الاسم	سہ
۷۷	شیخ فضل بخش صاحب ساکن موضع باہند سودہ ڈاکخانہ بتھان تلا ضلع بردوان	عہ
۷۸	منجانب رسول اللہ صلعم عطیہ شیخ فضل بخش صاحب	عہ
۷۹	مولوی جمعیت علی صاحب ساکن قاضی ضلع مظفر نگر	عہ

(رجسٹرڈ نمبر اے ۵۲۳)

القاسم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

قیمت سالانہ

محصول

علمی - مذہبی - اخلاقی - تمدنی - تاریخی - ماہوار رسالہ

نمبر ۱۱ بابت جمادی الثانیہ ۱۳۳۱ھ جلد ۳

خاکسار حبیب الرحمن مدیر رسالہ

نے

مطبع قاسمی واقع مدرسہ اسلامی عربی دیوبند میں اپنے اہتمام سے طبع کیا

اور

مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند سے شائع کیا

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت جمادی الثانیہ ۱۳۳۱ھ

جو

جو حضرت مولانا مولوی خلیل احمد صاحب و حضرت مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب

اور

دیگر مقدس و مقتدر علما کی سرپرستی میں

شائع ہوتا ہے۔

نہایت ضرورت ہے - اس بات کی کہ جن حضرات کو آیندہ سال خریداری منظور نہ ہو وہ ابھی سے مطلع فرماویں کیونکہ جمادی الثانیہ اور رجب کے رسالے انشاء اللہ تعالیٰ اسی ماہ میں خدمت میں پہنچکر یہ سال تمام ہو جائیگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معارف القرآن

ولنعم ما قیل

جمیع العلم فی القرآن لکن تقاصر عنہ افہام الرجال

یہانتک ہمنے جس مقصد کو پیش نظر رکھکر مختلف مفسرین کے کلاموں کا مختصر اقتباس کیا ہے اُسکے واسطے اس سے زیادہ طول دینے کی ضرورت نہیں۔ اور اب وقت آگیا ہے کہ ہم اپنے وعدہ کے موافق حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیقات کو اپنے الفاظ میں ادا کردیں۔ لیکن اُس سے پہلے اسقدر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جن دو لفظوں کے معنی بعض عارفین کی تقریر میں کنایہ اور استعارہ کے طور پر عام تفاسیر کے خلاف بتلائے گئے ہیں اُنکے اصلی معنی سے بھی ناظرین کو آگاہ کردیا جاوے۔ تاکہ مولانا کی تقریر کے سمجھنے میں کسی طرح کا قصور نہ واقع ہو۔

(الف) نفاثات فی العقد سے مراد اس آیت میں ابومسلم کی تاویل سے قطع نظر کرکے وہ عورتیں یا وہ جماعتیں یا وہ نفوس ہیں جو ساحرانہ عمل کرنے کے وقت کسی تانت یا رسی یا بال وغیرہ میں کچھ پڑھکر اور پھونک مار کر گرہ لگایا کرتے ہیں۔ نباتات کی قوۃ غاذیہ مراد لینا۔ اسکا حقیقی استعمال نہیں ہے۔

(ب) وسواس کے اصلی معنی قوۃ وہمیہ کے نہیں ہیں بلکہ وسواس اُن خطرات کو کہتے ہیں جو امور ایمانیہ کے برخلاف شیطان آدمی کے دل میں وقتاً فوقتاً القاء کرتا رہتا ہے اور خناس درحقیقت

اُس شیطان کی ہی صفت ہے جو ملقی وسواس ہے۔ وسواس کو اُس سے مجازاً موصوف کیا گیا ہے۔
ان تنبیہات کے بعد حضرت مولانا کے کلام کا حاصل بنام خدا اپنے ٹوٹے ہوئے الفاظ میں بیان کرتا ہوں ناظرین نہایت غور سے سنیں اور جو کوتاہی رہجاوے اُس سے مصلحانہ مسامحت فرمائیں۔

تقریر حضرت مولانا قدس سرہٗ۔ یہ ایک فطری اور عام دستور ہے کہ باغ میں جب کوئی نیا پودا زمین کو شق کرتا ہوا تخم سے باہر نکل آتا ہے تو باغبان (یا مالی) اُسکے تحفظ میں اپنی پوری کوشش اور ہمت صرف کر دیتا ہے۔ اور جب تک وہ جملہ آفات ارضی و سماوی سے محفوظ ہوکر اپنے حد کمال کو نہیں پہنچ جاتا اُسوقت تک اُسکو بہت زیادہ تردد اور عرقریزی کرنا پڑتی ہے۔

اب آپ کو غور کرنا چاہیئے کہ اس پودے کی زندگی کو فنا کر دینے والی یا اسکے ثمرات کے تمتع سے مالک کو محروم بنا دینے والی وہ کون کون سی آفات ہیں جنکے شر اور مضرت سے بچا لینے میں باغبان کو اپنے مساعی کے کامیاب بنانے کی ہر وقت دُھن لگی رہتی ہے۔ ادنیٰ تامل سے معلوم ہو جائیگا کہ ایسی آفات اکثر چار طرح سے ظہور پذیر ہوتی ہیں جنکے انسداد کیلئے باغبان کو چار امور کی اشد ضرورت ہے۔

(**اوّل**) ایسے سبزہ خوار جانوروں کے دندان و دہن کو اُس پودے تک پہنچنے سے روکا جاوے جنکی جبلّت اور خلقت میں سبزہ و گیاہ کا کھانا داخل ہے۔

(**دوسرے**) کنویں یا نہر یا بارش کا پانی اور ہوا اور حرارت آفتاب (غرضیکہ تمام اسباب زندگی و ترقی) کے پہنچنے کا پورا انتظام ہو۔ تاکہ پودا کملا کر خشک نہ ہو سکے۔

(**تیسرے**) اوپر سے برف اور اولا وغیرہ جو اسکی حرارت غریزیہ کے احتقان کا باعث ہوا ہو گرنے نہ پائے۔ کیونکہ یہ امر اُسکی ترقی اور نشو ونما کو روکنے والا ہے۔

(**چوتھے**) مالک باغ کا دشمن یا اور کوئی حاسد اُس پودے کی شاخ و برگ کو نہ کاٹ ڈالے یا اُسکو جڑ سے اوکھاڑ کر نہ پھینکدے۔

اگر ان چاروں باتوں کا بندوبست خاطرخواہ باغبان نے کر لیا تو خدا سے اُمید رکھنا چاہیئے کہ وہ پودا بڑا ہوگا۔ پھولے پھلیگا۔ اور خلقت اُسکی پرمیوہ شاخوں سے استفادہ کریگی۔
اور اگر ان چاروں امور میں سے کسی ایک کی طرف سے بھی غفلت برتی گئی تو پھر باغبان کی

کامیابی کے جو اُمید کرنی چاہیئے اُسکے بیان کرنیکی حاجت نہیں۔

ٹھیک اسی طرح ہمکو خالق ارض و سماء سے (جو رب الفلق اور فالق الحب والنوی اور عالم کے سارے چمنستان کا حقیقی باغباں اور مربی ہے) اپنے شجر وجود اور شجر ایمان کے متعلق اُنہی چار قسم کی آفات سے پناہ مانگنی چاہیئے۔ جنکا ذکر کیا گیا۔

پس معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ جس طرح اوّل قسم میں سبزہ خوار جانوروں کی ضرر رسانی محض اُنکی طبیعت کے مقتضیات میں سے تھی اسی طرح شر کی اضافت ماخلق کی طرف بھی اس جانب مشیر ہے کہ یہ شر مخلوق من حیث ہو مخلوق کے واسطے ثابت ہے اور اسکے صدور میں سوائے اُنکی طبیعت اور ماہیئت کے اور کسی سبب کو دخل نہیں۔ جیسا کہ سانپ۔ بچھو اور تمام سباع و بہایم وغیرہ میں مشاہدہ کیا جاتا ہے جسکو فارسی کے ایک شاعر نے۔

نیش عقرب نہ از پئے کین است مقتضائے طبیعتش این است

میں نہایت ہی قدرتی واقعیت کے ساتھ ادا کر دیا ہے۔

اسکے بعد دوسرے درجہ میں غاسق اذا وقب سے تعوذ کی تعلیم دیگئی۔ جس سے مراد مفسرین کے نزدیک یا تو رات ہے جبکہ خوب اندھیری ہو اور یا آفتاب ہے جبکہ غروب ہو جاوے اور یا چاند ہے جبکہ اُسکو گھن لگ جاوے وعلی ہذا القیاس۔ ان میں سے کوئی معنی لو۔ اتنی بات یقینی ہے کہ غاسق میں سے شر کا پیدا ہونا اُسکے وقوب (کسی چیز کے نیچے چھپ جانے) پر مبنی ہے۔ اور ظاہر ہے وقوب (چھپ جانے) میں اسکے سوا کوئی بات نہیں کہ اُس چیز کا علاقہ ہمسے منقطع ہو جاوے اور جو فوائد اُسکے ظاہر ہونے کے وقت میں ہمکو حاصل ہوتے تھے وہ اب ہاتھ نہ آئیں۔ لیکن جب یہ ہے تو یہ تمثیل اسباب و مسببات سے زیادہ اور کسی چیز پر چسپاں نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ مسبب کا وجود اسباب و معدات کے وجود پر موقوف ہوتا ہے اور جب تک اسباب کا علاقہ مسببات کے ساتھ قائم نہ ہو ہرگز کوئی مسبب اپنی ہستی میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ہی وہ بات ہے جسکو ہمنے آفت کی دوسری قسم میں یہ کہکر بیان کیا تھا کہ پانی ہوا اور حرارت آفتاب (غرض کل اسباب زندگی و ترقی) کا اگر خاطر خواہ انتظام نہ ہوا تو وہ پودا کملا کر خشک ہو جائیگا۔

اب اسکے بعد تیسرا تعوذ نفاثات فی العقد سے کیا گیا ہی جس سے میں کہہ چکا ہوں کہ عند الجمہور

ساحرانہ عمال مراد ہیں۔ اور اگرچہ سحر کے وجود سے ہمارے زمانہ کے روشن خیالوں نے بتقلید معتزلہ خذلہم اللہ انکار کیا ہے جس پر انشاء اللہ ہم اس تقریر کے خاتمہ میں مستوعب بحث کرینگے لیکن جو لوگ سحر کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور محض اپنے اوہام کی بنا پر نصوص قرآن وحدیث کو مسترد نہیں ٹھیراتے۔ انکو یہ تسلیم ہے کہ سحر کے اثر سے مسحور کو ایسے امور عارض ہو جاتے ہیں جن سے طبیعت کے اصلی آثار مغلوب ہو کر دب جائیں۔

تو سحر کی یہ آفت اس آفت سے بہت ہی مشابہ ہوئی جو پودے پر برف وغیرہ گرنے اور حرارت غریزیہ کے مختنق (بند) ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی تھی۔ اور جس سے اسکا نشو ونما رک جاتا تھا۔ چنانچہ لبید بن عاصم یہودی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کرنیکا جو قصہ صحیح روایات میں مذکور ہے اسکے الفاظ **فقام علیہ الصلوٰۃ والسلام کانما انشط من عقال** سے صاف مفہوم ہوتا ہے کہ کسی چیز نے آپ پر مستولی ہو کر آپ کے مقتضیات طبعیہ کو چھپا دیا تھا جو جبرئیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعوذ سے باذن اللہ دفع ہو گئی۔

اب ان آفات میں سے جس سے تحرز کرنا ضروری قرار دیا گیا تھا صرف ایک آخری درجہ باقی ہے یعنی یہ کہ کوئی مالک باغ کا دشمن محض بربناء عداوت وحسد اسکے پودے کو جڑ سے اوکھیڑ کر پھینکدے یا اسکی شاخ وبرگ کو کاٹ ڈالے۔

شر کے اس مرتبہ کو **من شر حاسد اذا حسد** نے بہت ہی وضاحت کے ساتھ ادا کر دیا۔ جسکے تمام کرنیکے بعد یہ سوال کرنے کی بھی گنجایش نہیں رہی کہ خدا تعالیٰ نے ایک مستعاذ بہ (ربّ الفلق) کے مقابلہ میں چار مستعاذ منہ (شر ما خلق وغیرہ) کیوں بیان کئے اور یہ کہ اوّل مستعاذ منہ کے بعد جو تین مستعاذ منہ اور بیان کئے گئے ہیں وہ تخصیص بعد التعمیم کے طور پر ہیں یا اس سے علیحدہ مستقل اقسام ہیں۔ اور یہ کہ نفاثات اور غاسق وغیرہ میں وجہ مناسبت کیا ہے جسکی وجہ سے ایک کا عطف دوسرے پر روا رکھا گیا۔

ہاں اس تقریر میں اگر کچھہ کمی ہے تو صرف اتنی ہے کہ کبھی کبھی تخم کو ان چاروں آفات میں سے کسی کا بھی سامنا کرنا نہیں پڑتا بلکہ روئیدگی سے پہلے ہی یا تو بعض چیونٹیاں اس تخم کے باطن میں سے وہ خاص جوہر چوس لیتے ہیں جس سے اسکی روئیدگی ہوتی ہے اور جسکو ہم قلب الحبوب

یا سویدا، تخم سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ یا اندر ہی اندر گھُن لگ کردہ کھوکھل ہوجاتا ہے اور قابل نشوونما کے نہیں رہتا۔

شاید اسی سرسری کمی کی تلافی کیواسطے دوسری سورۃ میں وسواس الخناس کے شر سے استعاذہ کی تعلیم فرمائی گئی۔ کیونکہ وسواس اُن ہی فاسد خطرات کا نام ہے جو ظاہر ہوکر نہیں بلکہ اندرونی طور پر ایمان کی قوۃ میں رخنہ ڈالتے ہیں اور جنکا علاج عالم الخفیات والسرائر کے سوا اور کسی کے قبضہ میں نہیں ہے۔

لیکن جبکہ وساوس کا مقابلہ ایمان کے ساتھ ٹھیرا تو دفع وسواس کیواسطے اُن ہی صفات سے تمسک کرنیکی ضرورت ہوئی جو ایمان کے مبادی گنے جاتے ہیں۔ اور جن سے ایمان کو مدد پہنچتی ہے پس تجربہ سے معلوم ہے کہ سب سے اوّل ایمان (انقیاد تذلل) کا نشوونما، خدا تعالیٰ کے تربیتہائے بے پایاں اور انعامات بیغایات ہی کو دیکھکر حاصل ہوتا ہے۔ اور جب ہم اُسکی اس تربیت عامہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمارا ذہن ادھر منتقل ہوتا ہے کہ وہ رب العزۃ مالک الملک اور شہنشاہ مطلق بھی ہے۔ کیونکہ تربیت مطلقہ کے معنی کسی شخص کے ہر قسم کے جسمانی وروحانی ضروریات بہم پہنچانیکے ہیں۔ اور یہ کام سوا ایسی ذات منبع الوجودات کے اور کسی سے بن نہیں پڑسکتا کہ جو ہر قسم کی ضروریات کی مالک ہو اور دنیا کی کوئی ایک چیز بھی اُسکے قبضۂ اقتدار سے خارج نہ ہوسکے۔ اور ایسی ہی ذات کو ہم مالک الملک اور شہنشاہ مطلق کہہ سکتے ہیں اور لاریب اُسی کی یہ شان ہونی چاہیئے لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار۔

گویا مالکیہ یا ملکیۃ ایک ایسی قوۃ اور ملکہ کا نام ہے جسکی فعلیت کا مرتبہ۔ ربوبیت۔ سے موسوم ہوتا ہے کیونکہ ربوبیت کا کل خلاصہ اعطاء منفعت اور سلب مضرت ہے اور ان دونوں چیزوں پر قادر، اور قابض ہونا یہ ملک علی الاطلاق کا منصب ہے۔

پھر ذرا اور قدم آگے بڑھاتے ہیں تو ملک علی الاطلاق ہونے سے ہی ہمکو اُسکی معبودیتہ (الٰہیتہ) کا بھی سُراغ ملتا ہے۔ کیونکہ معبود اُسی کو کہتے ہیں کہ جسکے حکم کے سامنے گردن ڈالدیجائے اور اُسکے حکم کے مقابلہ میں کسی دوسرے کے حکم کی اصلا پروا نہ کیجاوے تو ظاہر ہے کہ یہ انقیاد وبندگی سوا محبت کاملہ یا حکومت مطلقہ کے اور کسی کے سامنے سزاوار نہیں ہے۔ اور ان

دونوں چیزوں کا اصلی مستحق خدا تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا اسلئے معبودیہ (الٰہیۃ) کی صفت بھی تنہا خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کے ہی واسطے ثابت ہوگئی۔ پڑھو۔

اتعبدون من دون اللہ مالا یملک لکم نفعاً ولا ضراً (ترجمہ) کیا تم خدا کے سوا اُن چیزوں کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے نفع کے مالک ہیں نہ نقصان کے۔

غرض سب سے اوّل جو صفت ایمان کا مبدا بنتی ہے۔ وہ ربوبیۃ ہے اُسکے بعد صفت ملکیۃ اور سب کے بعد الوہیۃ کا مرتبہ ہے۔

پس جو شخص اپنے ایمان کو وسواس شیطانی کی مضرت سے بچانے کے لئے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں چارہ جوئی کریگا اُسکو اُسی طرح درجہ بدرجہ نیچے کی عدالت سے اوپر کی عدالت میں جانا مناسب ہوگا جس طرح خدا تعالیٰ نے بالترتیب اپنی صفات (ربّ الناس ملک الناس الٰہ الناس) کو سورۃ تعوذ میں بیان فرمایا ہے۔

اور یہ ایک نادر اور عجیب بات ہے کہ جس طرح مستعاذ بہ کے جانب میں یہاں تین چیزیں بغیر واو عطف اور بغیر اعادہ باء جارہ کے مذکور ہیں۔ اسی طرح مستعاذ منہ کی جانب بھی تین چیزیں نظر آتی ہیں۔ جو صفۃ درصفۃ کرکے بیان کی گئی ہیں۔ (اگرچہ تمام مفسرین نے اس سورۃ میں مستعاذ منہ کی تعدد کی طرف قطعاً اشارہ نہیں کیا) اُسکو تم یوں سمجھ سکتے ہو کہ لفظ وسواس کو صفت اُلوہیۃ کے مقابلہ میں رکھو۔ کیونکہ جس طرح مستعاذ بہ حقیقی الٰہ الناس ہے اور ملک و رب اُسی تک رسائی حاصل کرانے کے عنوان قرار دئے گئے ہیں۔ اسی طرح مستعاذ منہ کی حقیقت بھی یہی وسواس ہے جسکی صفت آگے خناس بیان کیگئی ہے۔ خناس سے مراد یہ ہے کہ شیطان بحالت غفلت آدمی کے قلب میں وسواس ڈالتا رہتا ہے۔ اور جب کوئی بیدار ہوجاے تو چوروں کی طرح پیچھے کو کھسک آتا ہے۔ ایسے چوروں اور بدمعاشوں کا بندوبست اور اُنکے دست تعدی سے رعایا کو مصئون بنانا بادشاہان وقت کا خاص فریضہ ہوتا ہے۔ اسلئے مناسب ہوگا کہ اِس صفت کے بالمقابل ملک الناس کو رکھا جائے۔ اور الذی یوسوس فی صدور النّاس جو خناس کی فعلیۃ کا درجہ ہے۔ اور جسکو ہم چور کے نقب لگانے سے تشبیہ دیسکتے ہیں اُسکو ربّ الناس کے محاذاۃ میں (جو حسب تحریر سابق ملک الناس کی فعلیۃ کا مرتبہ ہے)

شمار کیا جائے۔

اور پھر دیکھنا چاہیے۔ کہ اب مستعاذ منہ اور مستعاذ بہ میں کسقدر تام اور کامل تقابل پیدا ہوگیا ہے۔ اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر میں اور جملہ مفسرین کی تقاریر میں باعتبار تعمق نظر کے کسقدر بون بعید ہے۔

میں نے عمداً مولانا کی تقریر کا بہت سا دقیق حصہ۔ اس مختصر مضمون میں حذف کر دیا ہے۔ لیکن اس پر بھی میں نہیں کہہ سکتا کہ کسقدر ناظرین ہونگے جو اس سہل تلخیص کو سمجھکر بھی مضمون کی داد دیسکینگے۔

بہرحال جتنی تقریر نقل کیگئی لطیف اور غامض ہونے کے علاوہ اُس سے تصریحاً یا اشارۃً چند فواید ایسے حاصل ہوئے جو دوسری تقریروں میں نہیں تھے۔ اُنکو ہم یہاں بالاختصار ظاہر کرتے ہیں۔

(۱) سورۂ فلق میں خدا کی صفات میں سے صفت رب الفلق کو اختیار کرنیکا راز۔

(۲) مستعاذ منہ سورۂ فلق میں مستقل چار ہیں نہ کہ تین۔

(۳) اُن چارونکا ذکر باہم مربوط ہے بے جوڑ نہیں۔

(۴) سورہ ناس میں تین مستعاذ بہ بیان کئے اُنکی باہمی ترتیب اور اُنکی ضرورت۔

(۵) اس سورۃ میں مستعاذ منہ درحقیقت تین ہیں۔ ایک نہیں۔

(۶) سورہ ناس میں واو عاطفہ نہ لانے اور سورہ فلق میں لانیکی وجہ۔ (یعنی یہ کہ سورہ ناس میں مستعاذ بہ فقط الہ الناس ہے۔ اور رب و ملک اُسی کے دو عنوان ہیں۔ جیسا کہ مستعاذ منہ حقیقۃً فقط وسواس ہے اور خناس اور الذی یوسوس دونوں اُسی کی دو تعبیریں ہیں۔ بخلاف سورہ فلق کے اُسمیں ہر ایک مستعاذ منہ علیحدہ اور مستقل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اس تقریر کے بالاجمال تمام کرنیکے بعد حسب وعدہ ایک خاتمہ لکھنا باقی ہے جو نفاثات فی العقد کی تقریب سے مبحث سحر کے متعلق ہوگا۔ ناظرین اُسکو بھی اسی مضمون کا تکملہ سمجھیں۔

کتبہ شبیر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ۔ دار العلوم دیوبند

۱۸ جمادی الثانیہ ۱۳۳۱ھ

انجمن خدّام کعبہ

حرمین شریفین کی حفاظت۔ عرب کی تربیت وتعلیم ملک عرب کی اصلاح کے لئے ہندوستان کے مخلص اہل اسلام نے ایک مجلس بنام انجمن خدام کعبہ قائم کی ہے۔

مذکورہ بالا اغراض ومقاصد فی نفسہا جیسے کچھ اعلی وارفع اور ضروری ہیں اُسمیں کسی ایک مسلمان کو بھی کلام نہین ہو سکتا۔

ہمنے بھی انجمن کا نام سُنتے ہی دلی رغبت وشوق سے اُسکے مقاصد۔ قواعد اور طریقۂ عمل پر نظر ڈالی لیکن غور کامل اور رائے قایم کرنیکی نوبت نہ آئی تھی کہ جامع کمالات جناب مولوی عبد الباری صاحب فرنگی محلی خادم الخدام (سرپرست انجمن) معہ چند خواص کے دیوبند تشریف لاے۔ اور آپنے بتفصیل انجمن کے اغراض ومقاصد اور قواعد کو بیان فرمایا۔

اتفاق سے اُس روز مدرسہ عالیہ کے ذمہ دار حضرات دیوبند مین موجود نہ تھے۔ حضرت مولانا صدر المدرسین مدظلہم العالی۔ عالیجناب مہتمم صاحب دار العلوم۔ جناب مفتی صاحب دار العلوم تہانہ بھون تشریف لیگئے تھے۔ لیکن انجمن کی قواعد ومقاصد سنکر جو کچھ خیال مین آیا جناب خادم الخدام کی خدمت مین عرض کردیا تھا اور یہ بھی صاف عرض کردیا تھا کہ سرِدست انجمن مین شرکت وعدمِ شرکت۔ تائید وعدمِ تائید کے متعلق کوئی رائے نہین دیجاسکتی۔ البتہ جو اشکالات اس انجمن کے نتیج وثمر ہونیکے متعلق خیال مین گذرے ہین انکو عرض کردیا جاتا ہے۔

ہمنے تفصیل سے اُن اشکالات کو بیان کیا۔ اور جناب موصوف نے اُسکے غالب حصے کو تسلیم فرمالیا۔ ہمارا خیال انجمن کی نسبت اب بھی یہی ہے کہ اغراض ومقاصد اُسکے نہ صرف عمدہ اور مستحسن بلکہ ضروری العمل۔ لیکن اسوقت تک کسی ذریعہ سے ہمکو اسکے طریق عمل اور مساعی کو کامیاب بنانیکی نسبت اطمینان حاصل نہین ہوا۔

تجدید مضمون سابق یعنی اصلاح انقلاب

۱۰ رجب ۱۳۳۱ھ کے مضمون معنون بعنوان بالا کے اخیر میں جو کہ رمضان ۱۳۳۰ھ کے پرچہ میں نکلا ہے اس مضمون اصلاح انقلاب کا خاتمہ جزویہ اور شوال ۱۳۳۱ھ کے پرچہ میں مضمون کا برائے چندے تاخر اور بجائے اسکے ایک دوسرے مفید مضمون ملقب بہ تربیۃ السالک کا اجراء ناظرین کے ملاحظہ سے گذرا ہے۔ مگر اطلاع تاخر ہی کے وقت سے متعدد مکرم حضرات احباب کا تقاضا خود اپنی طرف سے بھی اور دوسرے شائقین کی طرف سے نقل کرکے بھی مضمون سابق کے متوقف نکرنے کا چلا جاتا تھا جسکو میں نے بھی ضروری الامتثال سمجھکر قبول کرلیا تھا لیکن علی التواتر کچھ اتفاقات ایسے پیش آتے رہے کہ ابتک امتثال کا شرف حاصل نکرسکا مدت کے بعد آج اسکا وقت آیا ہے ناظرین سے دعا کی امید کرتا ہوں کہ اب اسمیں انقطاع نہ ہو اور ہرچند کہ مضمون خاتمہ جزویہ مذکورہ بالا کا مقتضا یہ تھا کہ یہاں سے مضامین کا رنگ ماسبق سے جدا ہوتا جس سے ماسبق کو حصہ اول اور اسکو دوسرے حصہ کا آغاز کہا جاسکتا لیکن عرصہ پوری ایک ماہ[ف] کا گذرا کہ میرے ہمشیرہ زادہ سعید احمد نے (وکان متصفًا بالعلم والعمل وصلاح الحال)[عہ] جو مرض طاعون شہادت پائی (بغرض دعائے مغفرت بھی اس واقعہ کا ذکر کیا گیا) اور اسمیں مختلف حالات میں بعض لوگوں کے خیالات میں مختلف کوتاہیاں مشاہدہ میں آئیں اسلئے اُن کوتاہیوں کی اصلاح کی ضرورت سے اس پرچہ میں اسی کے متعلق لکھنا مصلحت معلوم ہوا اور گو اصلاح الرسوم میں موت کے متعلق بعض خیالات کی اصلاح مذکور ہے لیکن بعض خاص جزئیات جو بشکل رسم نہونے کے سبب اسمیں نہیں ذکر کی گئیں ضروری التنبیہ تھیں اُنکا یہاں لکھنا مقصود بالذات ہے گو استطراداً بعض رسمیات[عہ] بھی ذکر میں آجاویں۔ اور چونکہ یہ مضمون ماسبق ہی

ف کیونکہ اُس روز ۱۷ رجمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ یوم جمعہ تھی اور آج ۱۶ رجمادی الاخریٰ ۱۳۳۱ھ یوم جمعہ ۱۲ منہ

عہ اور مرحوم میں علم وعمل اور صلاح حال کا وصف تھا ۱۲ منہ عہ اگر اصلاح الرسوم کا بھی مطالعہ فرمالیا جاوے تو یہ رسمیات زیادہ معلوم ہوجاویں کہ وہ سب بھی واجب الترک ہیں ۱۲ منہ مدظلہ

کا ہمرنگ ہے (چنانچہ فقہاء بھی اس قسم کے اکثر مسائل کو ربع اوّل ہی کا جزو بناتے ہیں) اسلئے اسکی سرخی کے ساتھ تتمہ حصہ اوّل کا لفظ اضافہ کرتا ہوں اسکے بعد جب تک حصہ دوم کا لفظ کسی مضمون پر نہ لکھا جاوے اُسوقت تک کے مضامین کو اسی تتمہ کے اجزاء سمجھے جاویں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ حسب استدعائے شائقین تربیۃ السالک کا مضمون بھی جاری رکھا جاویگا۔

وَاللہ الموفق وَالمعین ۔

تتمہ حصہ اوّل

بعض جزئیات انقلاب امت مع اصلاح

اصلاح معاملہ موتی

یہ معاملے تین قسم کے ہیں ایک قبل الموت یعنی مرض[ف] کی حالت میں دوسرے وقت الموت یعنی موت کے بہت قریب تیسرے بعد الموت یعنی موت کے بعد جب تک اُسکے متعلق کوئی تذکرہ یا کوئی کارروائی جاری رہے اور ان تینوں قسموں میں مختلف کوتاہیاں واقع ہوتی ہیں جو اختصار کے ساتھ ذکر کی جاتی ہیں۔

حالت مرض اسمیں ایک کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ بوجہ غایت ترحم مریض کو نماز کے وقت کی اطلاع نہیں کرتے اور نماز پڑھنے کیلئے اُس سے نہیں کہتے کہ اُسکو تکلیف ہوگی۔ بعضے مریض تو خود بھی جاہل یا کاہل ہوتے ہیں گو پہلے سے نماز کے پابند ہوں مگر مرض میں (یا تو اس وسوسہ سے کہ کپڑے خراب ہیں بدن ناپاک ہے یا صاف نہیں ہے یا یہ کہ وضو و غسل نہیں کیا جاتا اور تیمم کو دل نہیں گوارا کرتا اور اُس سے طبیعت صاف نہیں ہوتی و مثل ذلک) نماز قضا کر دیتے ہیں۔ یہ تو جہل ہے۔ اور یا کم ہمتی سے کہ کون اہتمام کرے تیمم کا یا رُخ سیدھا کرنے کا کہ اسمیں تکلیف ہوتی ہے اگرچہ وہ تحمل سے زائد نہیں مگر کسیقدر آرام تو فوت ہوتا ہے اور دل کو سمجھا لیتے ہیں کہ اچھے ہو کر سب پوری کر لینگے اسلئے نماز چھوڑ دیتے

ف اس سے مطلق مرض مراد ہے گو اُسکے بعد صحت ہی ہو جاوے ۱۲ منہ

ہیں اور یہ کاہلی ہے۔ علاج اسکا یہ ہے کہ انکو سمجھایا جاوے کہ شریعت نے ہر حال میں آسانی کی رعایت کی ہے بدن یا پارچہ کا صاف ہونا تو کچھ فرض نہیں اگر میلے ہیں ہونے دو اسی طرح نماز پڑھو اور اگر ناپاک ہیں تو اگر اُنکے پاک کرنے میں زیادہ تکلیف نہیں ہوتی تو پاک کرنا کیا دُشوار ہے آخر تھوڑی بہت مشقت سے تو کوئی کام بھی خالی نہیں چنانچہ مرض میں دوا پینا کیا مشقت نہیں بعض اوقات کروٹ بدلنا مشقت ہے مگر مصلحت بدنی کیلئے اُسکو گوارا کرتے ہیں اگر نماز کیلئے بھی کہ مصلحت روحانی ہے جسکی رعایت بدن سے بھی اہم[ع] اور اقدم ہے کسیقدر مشقت گوارا کرلی جاوے تو کیوں گراں ہے اور اگر پاک کرنے میں سخت تکلیف ہوتی ہے تو بدون پاک کئے ہوئے نماز پڑھ لو کہ شرع کی اجازت ہے صرح[ع] الفقہاء بہ اور وضو اور غسل اگر نہیں ہوسکتا تو تیمم کی اجازت ہے اور اگر وضو ہوسکتا ہو اور غسل نہ ہوسکتا ہو تو وضو کرلو اور بجائے غسل کے تیمم کرلو اور طبیعت کا صاف ہونا نہ ہونا کوئی چیز نہیں اور اگر نماز نہ پڑھی تو اس سے طبیعت کونسی صاف ہوگئی اگر آدمی کو حس ہو تو معلوم ہو کہ اس سے اور بھی گندی اور میلی ہوجاتی ہے۔ یہ تو جہل کا علاج ہے اور ناپاک کپڑے اور بدن کے پاک کرنیکے متعلق جو ابھی مضمون لکھا گیا ہے وہ علاج ہے کاہلی کا بھی کہ کم وبیش مشقت تو ہر کام میں ہوتی ہے مثلاً ناگوارا دوا پیتے ہی ہیں بلکہ ترقی کرکے کہا جاتا ہے کہ بعض اوقات غذا کھانے میں بھی بعض مشقتیں لاحق ہوجاتی ہیں۔ مثلاً مرچ لگ گئی مونہہ جل گیا لقمہ گلے میں اٹک گیا یا شوربے وغیرہ کا بلکہ بعض اوقات پانی کا پھندا پڑگیا کیسی بُری حالت ہوجاتی ہے۔ بعض اوقات پان کھانے میں چونہ زیادہ ہوا یا تیز ہوا اور مونہہ اور زبان کے ٹکڑے اوڑ گئے مگر ان عارضی مشقتوں کے سبب کوئی بھی کھانا پانی نہیں چھوڑتا اگر اسی مریض کو کہا جاوے کہ تم مونہہ ہاتھ دھوکر کپڑے بدلکر اگر فلاں شخص سے جاکر ملو جو یہاں سے ایک فرلانگ پر ہے تو تمکو دس روپیہ یا سو روپیہ یا ہزار روپیہ ملجاویں تو اُسوقت یہ ساری مشقتیں راحت معلوم ہونے لگیں تو کیا خدا تعالیٰ کے یہاں کا اجر اتنی قدر بھی نہیں رکھتا خصوص جبکہ دنیوی کاموں سے بہت زیادہ ان دینی کاموں میں سہولت رکھی گئی ہے۔ چنانچہ جب کھڑے نہ ہوسکیں بیٹھکر پڑھیں اگر

ع بہت ضروری اور بہت مقدم ۱۲ ع فقہاء نے اسکو صراحۃً لکھا ہے ۱۲

بیٹھ نہ سکیں لیٹے لیٹے پڑھیں اور رکوع سجدہ سر کے اشارہ سے کریں اور ایسا شاذ و نادر ہے کہ اسقدر ضعف ہو جاوے کہ سر سے بھی اشارہ نہ کر سکے لیکن اگر اتفاق سے ایسی نوبت آجاوے تو پھر شریعت کی سہولت دیکھئے کہ نماز کا مؤخر کر دینا اور بعد میں قضا کر لینا اس حالت میں جائز فرما دیا پس ان سہولتوں کے بعد کسی کے پاس کیا عذر ہے اور یہ خیال کہ اچھے ہو کر قضا پڑھ لینگے نہایت ہی جرأت کا خیال ہے کیا ان کے پاس کوئی سند و پروانہ اس معاہدہ کا ہے کہ یہ اس مرض سے ضرور اچھے کر دئیے جاوینگے ممکن ہے کہ یہ انکا اخیر ہی مرض ہو مرض میں بوجہ اسکے کہ ہر مرض پیام موت ہے آدمی کو زیادہ تنبہ اور تہیۂ آخرت کی طرف زیادہ توجہ چاہیئے ع

شاید ہمیں نفس واپسیں بود

یہ تو اُن مریضوں کا ذکر تھا جنکو خود بھی جہل یا کسل سے نمازوں کا اہتمام نہیں ہوتا بعض مریض ایسے بھی ہوتے ہیں جنکو پورا اہتمام ہے لیکن مرض کے غلبہ سے اُنکو پورے طور سے اوقات وغیرہ کی اطلاع نہیں ہوتی یا نماز کے وقت کچھ نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے یا غایت ضعف سے آنکھیں بند ہو کر غفلت سی ہو جاتی ہے لیکن اگر اُنکو نماز کیلئے آگاہ کیا جاوے تو ہرگز کوتاہی نہ کریں مگر اوپر کے لوگ اسوجہ سے کہ اُنکو اُس مریض کی راحت جسمانیہ کے ساتھ تو اعتنا[۱] ہے لیکن دین کی کچھ مبالات[۲] نہیں اُس مریض کو اطلاع ہی نہیں کرتے یا اگر اُسکو کسی طرح اطلاع بھی ہو گئی تو اُسکی امداد نہیں کرتے مثلاً اُسکے لئے پانی یا تیمم کیلئے کلوخ نہیں لاتے اُسکی چارپائی قبلہ کی طرف نہیں بدلتے اُسکو پاک کپڑا نہیں بدلوا دیتے اس تساہل میں یا تو مریض پھر غافل ہو گیا یا اُس پر بھی کسل غالب آگیا اور اس طرح اُسکی نماز برباد ہوئی۔ ان لوگوں کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ اپنے جس عزیز کی تھوڑی سی معمولی تکلیف گوارا نہیں اُسکے دوزخ میں جلنے کی تکلیف کیسے گوارا کر لیتے ہیں اور اگر غایت بیرحمی سے اُسکی یہ تکلیف گوارا کریں تو اپنی کیسے گوارا کر لینگے اسلئے کہ یہ تعاون فی الدین[۳] واجب ہے اور یہ امر بالمعروف بالید کی ایک فرد ہے جو کہ محل قدرت اور توقع قبول میں فرض ہے اور اگر یہ وسوسہ ہو کہ جب اُسکو اوقات نماز کا ہوش نہیں ہے تو بیہوشی میں نماز معاف ہوئی تو اسکا دفعیہ یہ ہے کہ اس بیہوشی میں نماز معاف نہیں ہوتی۔ وہ وہ بیہوشی ہے کہ جسمیں آگاہ

کرنے سے بھی آگاہ ہو پھر اسمیں ہیں بھی مطلقاً معافی نہیں بلکہ یہ تفصیل ہے کہ اگرچہ نمازیں متصل بیہوشی میں گذر جاویں تب تو بالکل معاف ہے یعنی نہ ادا نہ قضا۔ اور اگر اس سے کم بیہوشی ہوئی ہے مثلاً چار نمازیں یا پانچ نمازیں اس حال میں گذر گئیں تو اسوقت تو ادا کا مکلف نہیں مگر ہوش میں آنے کے بعد انکی قضا واجب ہوگی اور اگر قضا میں سستی کی تو فدیہ کی وصیت مرتے وقت واجب ہوگی اور اگر وصیت میں بھی غفلت ہوئی تو وارث کو ثواب ہوگا اگر فدیہ ادا کر دیا۔ لیکن اس صورت میں اپنے حصہ میں سے ادا کرے مشترک ترکہ سے ادا نہ کرے۔

بعضے مریض یہ کوتاہی کرتے ہیں کہ باوجودیکہ وضو سے کوئی ضرر نہیں پھر تیمم کر لیتے ہیں۔ بعض دفعہ اوپر کے لوگ وضو سے روکتے ہیں کہ میاں تیمم کر لو شرع میں آسانی ہے۔ اسی طرح بعض دفعہ باوجود قدرت[1] علی القیام بیٹھکر[2] نماز پڑھ لیتے ہیں بعض دفعہ نماز ہی میں باوجود قدرت ضبط کے غایت کم ہمتی سے کراہتے ہیں آہ آہ خوب صاف لفظوں سے کہتے ہیں اور اسکی پرواہی نہیں کرتے کہ ہماری نماز رہیگی یا جائیگی۔ سو خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ مطلق مرض سے تیمم یا قعود کی اجازت نہیں اسمیں ابواب[3] فقہ کی تحقیق کرنا ضروری ہے اسی طرح قدرت ضبط ہوتے ہوئے آہ یا ہائے وغیرہ کرنے سے نماز جاتی رہتی ہے نماز بڑی احتیاط کی چیز ہے اسکو بیگار نہ سمجھے۔ بعضے ان ظاہری بے احتیاطیوں کے مقابل ایک دقیق بے احتیاطی کرتے ہیں جو ظاہراً انکے زعم میں بڑا تقوی ہے وہ یہ کہ خواہ ان پر کچھ ہی مصیبت گذر جاوے خواہ کیسا ہی مرض بڑھ جاوے اور خواہ مر ہی جاویں مگر تیمم جانتے ہی نہیں مرینگے کھپیں گے مگر وضو ہی کرینگے۔ سو حقیقت میں اس غلو کے معنی یہ ہیں کہ حق تعالیٰ نے ایسا حکم دیا ہے جو واقع میں ناقص ہے اسلیئے ہم اسکو نہیں قبول کرتے۔ اصل میں شیطان کی مطرودیت[4] کا مبنی اسکا بھی خیال ہے کہ یہ حکم حق تعالیٰ کا نامناسب ہونے کے سبب قابل عمل نہیں۔ یہ معصیت تو اسکو عقیدہ کی ہوئی۔ اور اگر اسکو کوئی ضرر شدید پہونچا تو اہلاک نفس سے معصیت عملی ہوگی خوب فرمایا ہے۔ سه

[1] کھڑے ہونے میں قادر ہونا ۱۲ [2] بیٹھنا ۱۲ [3] فقہ کے مسئلے ۱۲ [4] راندہ ہونا ۱۲

بزہد و ورع کوشش و صدق و صفا — ولیکن میفزاے بر مصطفےٰ

حدیث لیس من البر الصیام[1] فی السفر اور دوسری حدیثیں بھی اسکی صاف ادلہ ہیں
یہ کوتاہیاں تو نماز کے متعلق تھیں ایک کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ مریض کا ستر چھپانے کا اہتمام
نہیں کیا جاتا اگر زانو کھل گیا تو کوئی پروا نہیں کی جاتی اگر ران کھل گئی تو کچھ خیال نہیں کیا
جاتا۔ اگر بضرورت تداوی[2] کسی موقع کے کھولنے اور دیکھنے کی حاجت ہوئی تو اسکی احتیاط
نہیں کہ بقاعدۂ الضروری[3] یتقدر بقدر الضرورۃ اتنا ہی بدن کھلے جسکے کھلنے
کی ضرورت ہے یا صرف اُنہیں لوگوں کے سامنے کھلے جنکا تعلق اُس تداوی سے ہے وہ
بھی دیکھتے ہیں اور دوسرے حاضرین اور عیادت کرنے والے بھی بے تکلف دیکھینگے بلکہ اسکو
ہمدردی سمجھینگے۔ غرض نہ دوسروں کو دیکھنا جائز اور نہ مقدار ضرورت سے زیادہ دیکھنا
جائز یہانتک کہ اگر عورت کے جننے کے وقت کا فروائی جاوے تو موقع تولد کا دیکھنا تو
اُسکو اگر حاجت ہو درست ہے لیکن بوجہ اسکے کہ کافر عورت نامحرم مرد کے حکم میں ہے اُسکے
روبرو عورت کو سر کھولنا حرام ہوگا کیونکہ اُسکا کھولنا بلا ضرورت ہے اسی طرح اگر عورت کے
ہاتھ میں فصد لیجاوے تو فصاد[4] کو تو موقع فصد کا دیکھنا جائز ہے مگر دوسرے حاضرین
کو وہاں سے ٹل جانا یا آنکھ بند کرلینا یا مونھہ پھیر لینا واجب ہے اوروں کو اجازت
نہیں کہ اُسکے ہاتھ کا وہ حصہ کھلا ہوا دیکھیں اسی طرح ختنہ میں اگر بچہ سیانا ہو جسکا کھلا
ہوا بدن دیکھنا جائز نہیں تو ختان[5] کو تو بقدر ضرورت دیکھنا درست ہے دوسرونکو درست
درست نہیں۔ اسی طرح اگر کسی عضو مستور میں دنبل وغیرہ میں شگاف دیا جاوے تو جراح
یا ڈاکٹر کے سوا یا ایسے شخص کے سوا جسکے دیکھنے میں کوئی مصلحت معالجہ کی ہو دوسروں کو
اُس موقع کے دیکھنے کی اجازت نہیں یہ جزئیات استطراداً ذکر کردئے گئے اصل مقصود بیان کرنا
مریض کے ستر کا ہے کہ اُسمیں بے پروائی برتی جاتی ہے۔ ایک کوتاہی دوا و علاج کے متعلق یہ
کی جاتی ہے کہ دوا کے حلال و حرام و طاہر و نجس ہونیکی کچھ پروا نہیں کی جاتی خصوص امراء کے

---

[1] کوئی اچھی بات نہیں سفر میں ایسا روزہ رکھنا جس سے نوبت جان پر آجاوے ۱۲ [2] دوا کرنا ۱۲
[3] ضروری چیز کا اندازہ اور حد ضرورت سے مقرر کیا جاتا ہے ۱۲ [4] فصد کھولنے والا ۱۲ [5] ختنہ کرنیوالا ۱۲

یہاں کہ برانڈی تک سے پرہیز نہیں خواہ تناول یا استعمال کے ساتھ ہی دم نکل جاوے مگر کچھ انقباض ہی نہیں ہوتا مسلمان کے حال پر تعجب ہے کہ جس چیز کو طبیعت قابل نفرت بتلاوے مثلاً پیشاب پینا اُس سے تو نفرت ہو اور جس چیز کو شریعت قابل نفرت بتلاوے مثلاً شراب پینا اُس سے نفرت نہ ہو تو گویا اسکے معنی دوسرے لفظوں میں یہ ہیں کہ یہ شخص اپنے کو نفس کا بندہ سمجھتا ہے خدا کا بندہ سمجھتا تو کیا مسلمان ہونے کے یہی معنیٰ ہیں۔ ع

ببیں کہ از کہ گسستی و باکہ پیوستی

اور اگر یہ وسوسہ ہو کہ دوا کیلئے تو شرع میں بھی اجازت ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اسکا دعویٰ علی الاطلاق محض غلط ہے اصل مذہب میں تو کسی حالت میں بھی دوا کیلئے ایسی چیز کی اجازت نہیں ہاں مضطر بالمخمصہ یا مغصوص باللقمہ کیلئے ایسی چیز سے ابقاء حیوۃ مشروع ہے اور تداوی کا اسپر قیاس اسلئے صحیح نہیں کہ مقیس علیہ میں نفع عادۃً متیقن ہے اور مقیس میں غیر متیقن چنانچہ اطبا خود فن ہی کو ظنی کہتے ہیں اسی لئے نفس معالجہ ہی واجب نہیں بخلاف اساغۃ مغصوص کے کہ واجب ہے اسلئے دوا میں ایسی چیز کی اصلا اجازت نہیں خواہ مرض کیسا ہی مہلک ہو اور نفع کیسا ہی مجرب سمجھا جاوے البتہ بعض متاخرین نے ضرورت شدیدہ اور تجربہ نفع کی قید کے ساتھ اجازت دیدی ہے مگر جو بے احتیاطی کرتے ہیں وہ ان قیدوں کا کب لحاظ کرتے ہیں بلکہ وہ تو محض احتمال نفع ہی کیا محض سرعۃ برء یعنی تعجیل صحت ہی کیلئے بلکہ بعض اوقات بدون مرض کے محض تقویت طبیعت ہی کیلئے یا مرض کے غیر خطرناک ہونے پر بھی بے تکلف ان چیزوں کا استعمال کرتے ہیں پس وہ اس فتوے سے کیسے تمسک کر سکتے ہیں۔ یہ تو جواز و عدم جواز میں گفتگو تھی باقی جو لوگ قلب سلیم اور طبع طاہر رکھتے ہیں وہ تو اختلافی اجازت سے بھی منتفع ہونا پسند نہیں کرتے جس طرح بعض لطیف المزاج لوگ بعض اشیاء مکروہ طبعی کو حلق سے اتار نہیں سکتے اور اگر دھوکہ سے اُتر جاوے تو معدہ اسکو قبول نہیں کرتا اسی طرح جنکا مزاج لطافت دینی رکھتا ہے اُنکی ان اشیاء مکروہ شرعی کے تناول یا امساک فی المعدہ کے ساتھ ہی کیفیت

معدہ میں ٹھہرنے ۱۲

۱؎ بلا کسی قید کے ۱۲ ۲؎ جو بھوک میں مرنے لگے ۱۲ ۳؎ جسکے حلق میں لقمہ پھنس جاوے ۱۲ ۴؎ جان رکھنا ۱۲
۵؎ جسپر قیاس کیا جاوے ۱۲ ۶؎ جسکو قیاس کیا جاوے ۱۲ ۷؎ پھنسے ہوئے لقمہ کو اُتارنا ۱۲ ۸؎ استدلال ۱۲

ہے اور ادویہ محرمہ کچھ برانڈی ہی وغیرہ کے ساتھ خاص نہیں بہت سی ادویہ طب یونانی میں بھی ایسی ہی حرام و نجس ہیں جیسے جند بید ستر و مایہ شترا عرابی اور لبوب کبیر میں قضیب گاؤ (میں نے اپنے ایک طبیب دوست سے استدعا کی ہے کہ ایسی ادویہ کی ایک فہرست شائع کردیں) اور خاصکر ایسی چیزوں کا استعمال ایسی جگہ کرانا تو ظلم عظیم ہی ہے جہاں مریض خود محتاط اور ایسی اشیاء سے نفور ہو مگر اسکی بیخبری میں یا اسکو دھوکہ دیکر اسکو کھلا پلا دیا جاوے۔ کبھی تو اسکو اگر خبر ہوگئی تو بیحد کلفت ہوتی ہے اور اس کلفت سے اسکا مرض بڑھ جاتا ہے۔ اور اس طرح سے اسکو جسمانی ضرر بھی لاحق ہوتا ہے اور اگر خبر بھی نہ ہوئی تو اس خیر خواہ نے پرائی دنیا کی درستی کیلئے اپنا دین برباد کیا جسکا برباد کرنا خود اپنی دنیا کی درستی کیلئے بھی مذموم و مبغوض عند اللہ ہے۔ اور یہ تو اس سے بھی بڑھکر ہوا کہ حظ آخرت تو فوت ہوا ہی کوئی حظ دنیا بھی نصیب نہوا خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بنا۔

ایک کوتاہی دوسرے قسم کے معالجہ یعنی دعا و ختم یا صدقہ و نذر میں ہوتی ہے کہ ان میں حدود شرعیہ کو ملحوظ و محفوظ رکھنے کی طرف توجہ نہیں ہوتی مثلاً دعا بصیغہ شکایت ہوتی ہے۔ اللہ میاں سے کہا جاتا ہے ای اللہ کیا ہوگا بس میں تو بالکل ہی تباہ ہوجاؤنگا یا تباہ ہوجاؤنگی یہ بچے کس پر ڈالونگی۔ بس جی میرا تو کہیں ٹھکانا ہی نہ رہیگا ای اللہ ایسا تو نہ کیجیو گویا شکایت الگ کی جاتی ہے اور رائے الگ دیجاتی ہے۔

استغفر اللہ۔ کیا حق تعالیٰ کا یہی ادب ہے۔ یہی عظمت ہے دعا کرو غلاموں کی طرح۔ اجازت ہے۔ بلکہ محبوب ہے۔ آگے رضا بالقضا واجب ہے۔ ع

ہرچہ آں خسرو کند شیریں بود

ختم پڑھا جاتا ہے بعض جگہ تو غیر مشروع الفاظ سے مثلاً یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ اور بعض جگہ اس سے غامض خرابی مضمر ہوتی ہے کہ الفاظ تو مشروع مگر اسکا ثواب خاص بزرگوں کو اس عقیدہ سے بخشا جاتا ہی کہ وہ خوشی ہوکر کچھ سہارا لگا دینگے یا بجائے امداد کے دعا ہی کا اعتقاد ہوا مگر اس طرح سے کہ وہ دعا انکی رد ہو ہی نہیں سکتی جسکے متعلق احقر نے

---

۱ خدا کے نزدیک ناپسند ۱۲ ۲ دنیا بھی گئی دین بھی گیا ۱۲ ۳ باریک ۱۲ ۴ مخفی ۱۲

بقدر ضرورت القاسم کی جلد ۳ نمبر ۱ کے پرچہ میں صفحہ ۱۴ پر کچھ مفصل لکھ بھی دیا ہے۔

صدقہ میں چند کوتاہیاں ہوتی ہیں بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ کسی بزرگ کے نام کا کھانا پکوا کر تقسیم کرتے ہیں یا کھلاتے ہیں اور مثل ختم مذکور عنقریب کے اسمیں بھی اعتقاد امداد روحانی اُن بزرگ کے متعلق رکھتے ہیں جسکی نسبت ابھی لکھا گیا ہے۔ بعض لوگ کچھ غلہ یا بکرا وغیرہ شب بھر مریض کے پاس رکھکر اور بعض لوگ اُسکا ہاتھ لگوا کر خیرات کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس تلبس سے یا اس لمس سے مریض کی تمام بلائیں گویا اس صدقہ کی طرف منتقل ہوجاتی ہیں پھر اُسکے دینے کے ساتھ وہ بھی چلی جاتی ہیں سو یہ اعتقاد محض خلاف شرع ہے۔

صدقہ دینا جو ایک فعل ہے اسکا اثر حدیث میں آیا ہے کہ بلا دفع ہوجاتی ہے اس فعل کے قبل خود جرم صدقہ میں لپٹ کر مریض سے دور ہوجانے کا اعتقاد یہ مزاحمت ہے منصوص کی کہ منصوص تو اُسکا اندفاع ہے اس فعل سے اور معتقد عوام کا اُسکا ایک گونہ اندفاع ہے قبل اس فعل کے۔ اور مزاحمت نص کی دلیل ضعیف سے بھی جائز نہیں نہ کہ بلا دلیل۔ بعض لوگ مریض کی طرف سے بکرا ذبح کرتے ہیں اور خصوصیت ذبح کو دفع بلا میں مؤثر سمجھتے ہیں جسکی حقیقت افتداء ہی جسکا ادراک مشاہدہ یا رائے سے تو ہو نہیں سکتا بلکہ ضرورت ہے نقل کی اور نقل مفقود ہے اسلئے یہ اعتقاد تقول علی اللہ ہونے کے سبب ناجائز ہے۔ اور اگر کوئی عقیقہ پر قیاس کرے تو وہ خود غیر مدرک بالقیاس ہے اور حکم غیر قیاسی مقتصر رہتا ہے مورد نص پر اسمیں قیاس جائز نہیں اور اگر کوئی کہے کہ میں صدقہ کو مقصود سمجھتا ہوں تو اُسکی تکذیب کیلئے یہ امتحان کافی ہی کہ اگر اُس سے کہا جاوے کہ تم اس بکرے کو خریدنے کے عوض اسی کی قیمت میں گوشت خرید کر کہ وہ یقیناً اس بکرے کے گوشت سے زیادہ آویگا مساکین کو تصدق کردو تو ہرگز اس عمل کا التزام کرنیوالے اسپر راضی نہونگے اور یہ سمجھینگے کہ اسمیں وہ اثر نہوگا سو اگر محض تصدق ہی مقصود ہے تب تو بدینوجہ کہ یہاں تصدق زیادہ گوشت کا ہوا اسمیں زیادہ اثر سمجھنا چاہئے تھا مگر جب اسپر بھی ایسا نہیں سمجھتا تو پھر اسمیں بجز فعل ذبح کے کیا چیز کم ہے جسکی کمی سے اثر کم ہوگیا اس سے صاف

ا جسم ۱۲ ۲ جو حکم صاف لفظوں میں مذکور ہو ۱۲ ۳ دفع ہونا ۱۲ ۴ اعتقاد ۱۲ ۵ جان کا بدلہ ۱۲ ۶ افتراء ۱۲ ۷ جو قیاس سے نہ معلوم ہوسکے ۱۲ ۸ جو آگے نہ بڑھے ۱۲ ۹ جس میں نص آئی ہو ۱۲

معلوم ہوا کہ عوام الناس اس طریق میں ذبح ہی کو مقصود سمجھتے ہیں۔ پس دعویٰ قصد تصدق کا غلط ٹھہرا بعض لوگ ذبح کا اہتمام نہیں کرتے بلکہ گوشت خریدتے ہیں لیکن بجائے آدمیوں کے چیلوں کو کھلاتے ہیں سو اس میں دو بدعت ہیں گوشت کے خصوص کو مؤثر سمجھنا پھر چیلوں کے کھانیکی خصوصیت میں اثر جاننا۔ ایسی تخصیصات پر ابھی گفتگو آتی ہے۔ بعض لوگوں نے صدقہ کیلئے خاص خاص چیزیں تجویز کر رکھی ہیں جیسے ماش اور تیل اور پیسے جن میں امر مشترک سیاہ رنگ کی چیز معلوم ہوتی ہے جسکے معنی دوسرے لفظوں میں یہ ہیں کہ بلا کو ایک کالی چیز سمجھکر اُسکے جلب للسلب کیلئے بھی کالی چیز ہی کو تجویز کیا سو اوّل تو بلا کوئی جسم نہیں جو سواد کے ساتھ موصوف ہو اور اگر کوئی توجیہ اُس کی صورت مثالیہ کے اعتبار سے اسکی کر بھی لیجاوے تب بھی خود یہ ایک خلاف شرع دعوی ہے کہ اسکا دافع بھی تصدق بالاسود ہی ہوگا نص میں مطلق تصدق کو دافع بتلایا ہے خواہ بالاسود ہو یا بالابیض پھر تصدق کا محل سب سے اچھا مسلمان مساکین ہیں۔ بعضے بھنگیوں کو اور بعضے چیلوں کو اُسکا مصرف متعین قرار دیتے ہیں خود اس مصرف کے مساوی ہونے یا راجح ہونے کا دعویٰ مزاحمت ہے نص کی نہ کہ متعین ہونا اسمیں تو نص کا بالکل ابطال ہی ہے۔ ایک کوتاہی وصیت کے متعلق ہے وہ یہ کہ بعض اوقات مریض اپنے بعد کیلئے خلاف شرع وصیت کرتا ہے اور کوئی اُسکو متنبہ بھی نہیں کرتا کہ اُسکی اصلاح کردیجاوے اور بعض اوقات دوسرے لوگ مریض کو ایسی وصیتوں کی رائے اور ترغیب دیتے ہیں مثلاً ثلث سے زیادہ کی وصیت یا کسی وارث کیلئے وصیت یا کسی وارث جائز کے محروم کرنیکی وصیت یا کسی معصیت کی وصیت کہ میرے مرنیکے متعلق فلاں کام بدعت کا یا تفاخر کا کیجیو مثلاً تیجا دسواں وغیرہ کیجیو یا قبر میں عہدنامہ وغیرہ رکھیو یا ایسا ایسا کھانا کیجیو یا میرا عُرس کیا کیجیو و مثل ذلک۔ اسی طرح ان کاموں کیلئے کچھ وقف کرجانا اُسکا بھی یہی حکم ہے اگر مریض اسمیں غلطی کرے تو دوسروں کو اصلاح کردینا چاہیئے اور اگر وہ صلاح کو قبول نکرے تو وہ وصیت لازم نہیں ہوتی بلکہ بعض پر تو عمل جائز بھی نہیں ہوتا جیسے وصیت بالمعاصی۔ ان احکام میں فقہاء و علماء سے وقت پر تحقیق کرکے عمل کرنا چاہیئے۔ یہ چند کوتاہیاں ہیں حالت مرض میں جو اسوقت خیال میں آئیں۔ تتبع یا تأمل سے اور بھی کوتاہیاں نکلینگی جنکے لئے مذکورہ کوتاہیوں کے ضمن میں جو اصول شرعیہ بیان کئے گئے ہیں یا تو وہی یا بعض کوتاہیوں کیلئے علماء سے رجوع کرنا کافی ہوگا۔ اب دوسری حالت کے متعلق کچھ ضروری امور عرض کرتا ہوں۔

باقی آئندہ

قرآن مجید ہی مسلمانوں کا حقیقی امام ہے

گذشتہ سے آگے

تعصب جن افراد کے قوائے عقلی پر قابض ہے۔ جو آئے دن اپنے بیجا شکوک اور نازیبا اعتراضات کی نجاستوں سے اسلام کے پاکدامن کو ملوث بنانے کے درپے رہتے ہیں۔ اور جنکو قرآن جیسی ضخیم کتاب اور حدیث و تاریخ جیسے دفتر بے پایاں میں تعدد ازدواج کے سوا اسلام کا کوئی کارنامہ اپنی بے بصیرتی کے سبب دکھائی نہیں دیتا۔

وہ اپنی شستہ تقریروں اور شایستہ تحریروں میں ہمیشہ یہ فرماتے رہتے ہیں (معاذ اللہ) اسلام شہوت رانی کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اسی شہوت انگیز تعلیم کی بدولت اس نے دنیا کے اندر قبول عام اور اسکے دائرہ شہرت نے توسیع حاصل کی ہے۔

اسنے تعدد ازدواج کے سوا دنیا میں کوئی روشنی نہیں پھیلائی۔ اگر پھیلائی تو صرف یہ کہ ایک طرف انسان کو تعدد ازدواج کی تحریک سے ایسا بے قید اور مطلق العنان بنا کر دوسری جانب اسکو اس طرح سے قید میں پھانسا کہ اسکی فطری آزادی کا بھی خاتمہ ہونے لگا۔ اس قسم کی مخالف فطرۃ تقید کی داستان اگرچہ تم اس جدید تہذیب کے دور میں ان غلاموں سے نہیں سن سکتے جنکی تمام حرکات و سکنات کی باگ ڈور انکے آقاؤں کے ہاتھ میں دیدی گئی تھی۔ اور جنکی خلاف عقل اور فطرت فروش بیع و شرا کو ابھی ابھی یورپ کی مہربانی نے دنیا کے صفحات سے مٹایا ہے۔ لیکن آجکل بھی ان مسلمان بیگناہ عورتوں کی زبان سے سن سکتے ہو جنکے تمام قوائے ترقی کو گھر کی چہار دیواری کے حبس دوام میں تباہ کردیا گیا۔ اور کسی صورت سے مذہب نے انکو مردوں کی طرح جنگل کی ہوا کھانے یا بازار کی سیر کرنیکی اجازت نہ دی۔

کاش کہ یہ حضرات اپنی مذہبی یا قومی تعصبات کو ایک طرف رکھکر دوسرے اقوام کی قبل از اسلام تاریخ کو بغور دیکھیں۔ اور یورپ کے (جو تعدد ازدواج کی رسم کو اپنی پاکبازی کے خلاف تصور کرتا ہے) موجودہ معاشرت کے شرمناک نتائج کو بامعان نظر ملاحظہ فرمائیں

تو وہ بہت جلد اس بات کے قائل ہو سکتے ہیں کہ اسلام نے نصرف یہ ہی نہیں کہ نکاح کو (برخلاف تمام مذاہب کے) شہوت رانی کی حد سے گھٹاکر فقط قضاء حاجت یا ابقاء بنی نوع کا ایک معتدل ذریعہ قرار دیا ہے۔ بلکہ شہوت رانی اور اغراق فی الاستلذاذ کے ذرایع اور اسباب بعیدہ کو بھی نہ صرف ایک طرح سے بلکہ کئی پہلو سے روکدیا۔

اسلام نے "بجائے اسکے کہ وہ عورتوں کو انکی فطری بہیمیت (جسکو آپ فطری آزادی کہتے ہیں) کالحاظ کرکے میلوں اور تھیٹروں میں فتنے برپا کرنے یا بازاروں میں جاکر مردوں سے آنکھیں چار ہونے کی اجازت دیکر زنا کی گرم بازاری اور حرام کاری کے فروغ کا باعث بنتا۔"

اپنے پیروں کو صاف صاف بغیر کسی چاپلوسی اور خوشامد کے یہ کہکر متنبہ فرمایا کہ:۔

قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالک ازکی لھم۔	(مسلمان مردوں سے کہدو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی اور اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں (کیونکہ) یہ ہی بات انکے حق میں زیادہ پاکیزہ ہے)

یہ تہدید آمیز حکم سناکر اسنے کل ایسے مردوں کو جو تمام عورتوں کو بغیر کسی امتیاز کے اپنی خواہشوں کے پورا کرنیکا آلہ سمجھتے تھے۔ اس فعل قبیح سے محترز ہی نہیں بنایا بلکہ ان میں تقویٰ اور طہارت کے ایک اعلیٰ درجہ کی روح بھی پھونکدی۔ اور علی ہذالقیاس اسنے ایسی عورتوں کو جنکی بیحیائی اور بیشرمی کی یہ حالت تھی کہ کنواری اور بیاہی عورتیں عام طور پر زنا کی مرتکب ہی نہیں بلکہ مشہور خاندانوں کے شکیل جوانوں سے روسیاہ ہونیکو مجالس میں فخریہ بیاں کیا کرتی تھیں یہ سناکر مریم صفت عفیفہ بنادیا کہ ای ایمان دار عورتو۔ تمکو اپنی نظریں بند رکھنے کے علاوہ یہ بھی حکم ہے کہ اپنی ظاہری زیب و زینت کو بھی (بے پردہ ہوکر) بجز معدود اشخاص کے (جنکی تفصیل آیۃ میں موجود ہے) کسی بیگانہ کے روبرو مت لیجاؤ۔

دوستو جس مذہب کی یہ تعلیم ہو کہ:۔

لعن اللہ الناظر و المنظور الیہ	(یعنی جو اجنبی عورت پر ناجائز نظر ڈالے اسپر اللہ کی لعنت)

جس مذہب کا یہ دستور العمل ہو:۔

الا لا یبیتن رجل عند امراءۃ ثیب الا ان یکون ناکحا او ذا محرم۔	(یعنی نامحرم مرد کو جوان عورت کے ساتھ خلوۃ کرنا بھی ناجائز ہے۔)

جس مذہب کا یہ حکم ہو کہ:-
المرأة عورة-
(یعنی عورت کا بے پردہ ہو کر سامنے آنا بھی ایسا ہی برا ہے جیسے کسی کے سامنے ستر کھولنا-)

جس مذہب نے یہ بتایا ہو کہ
لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مومن-
(یعنی مومن مومن ہو کر ہرگز زنا نہیں کرسکتا-)

الغرض ہر طرز اور ہر نوع سے زنا کی قباحتیں بیان فرما کر باب زنا کو مسدود کردیا ہو اور ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کا کلیہ سُنا کر مسلمانوں کے دلوں میں پرہیزگاری کا ایسا بیج بویا ہو جس سے بے حیائی کے مراسم خود بخود ملیا میٹ ہوجائیں-

پس ایسے مذہب پر جو عقول ناقصہ اپنے عناد یا پاس مذہب کی وجہ سے تعدد ازدواج کو (جو ایک نہایت ہی عمدہ نظام معاشرت ہے- جسنے اُن اقوام کو جنمیں یہ جاری ہے اعلیٰ درجہ کی ترقی اخلاق تک پہونچا کر اُنکے تعلقات خانگی کو مستحکم کردیا ہے) شہوت رانی کا آلہ یا اُسکا مرادف بتاتے ہیں- وہ انصاف کو دفن کرکے ماہتاب پر خاک ڈالنا چاہتے ہیں- اور وہ دانشمندوں کے اس قول سے بالکل بے خبر ہیں کہ دنیا میں کوئی مذہب اپنی بداخلاقیوں کی وجہ سے دائمی کامیابی حاصل نہیں کرسکتا-

اور جنکا دل حق تعالیٰ نے حق باتوں کے سمجھنے کے لئے کھولدیا ہے وہ اسلام کے تقویٰ اور طہارت کو دل ہی میں تسلیم نہیں کرتے ہیں- بلکہ اونچی آواز سے اُسکی شہادت بھی دیتے ہیں اور تو اور سر ولیم میور جو ایک حد سے زیادہ پختہ کار عیسائی ہیں اپنی کتاب لائف آف محمدؐ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"مذہب اسلام اِس بات پر فخر کرسکتا ہے کہ اُسمیں پرہیزگاری کا ایک ایسا درجہ ہے جو کسی مذہب میں نہیں پایا جاتا"

اور یہ کہنا بھی خلاف انصاف ہے کہ اسلام تعدد ازدواج کا جواب دہ ہے-
یہ اعتراض وہی شخص کرسکتا ہے جسنے میدان تاریخ کو کبھی طے نکیا ہو- جو حسن معاشرت سے اُسیقدر ناآشنا ہو جسقدر قواعد تمدن سے- اور امور خانہ داری سے بھی ایسا ہی بے بہرہ ہو جیسا درستی اخلاق کی خوبیوں سے-

تاریخ شاہد ہے کہ اسلام سے پہلے بھی یہ رسم بُری طرح سے جاری تھی۔ چنانچہ یہودیوں میں ازدواج کی کوئی حد مقرر نہ تھی۔ بلکہ وہ اس رسم کو حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام کی سنّت مسنونہ خیال کرتے تھے۔ علیٰ ہذا القیاس ایرانی اور عرب جاہلیت بلا تحدید عورتیں رکھتے تھے۔ چنانچہ جب غیلان ابن سلمہ ثقفی اسلام لائے تو دس عورتیں اُنکے نکاح میں موجود تھیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار رہنے دو۔ باقی کو علیحدہ کر دو۔

علیٰ ہذا القیاس نوفل بن معاویہ جب مسلمان ہوئے اور اُنہوں نے یہ عرض کیا کہ یارسول اللہ میں اسلام کے حلقہ میں داخل ہوگیا اور میرے پانچ بیبیاں ہیں تو آپ نے یہ فرمایا کہ ان میں سے ایک کو جدا کر دو۔

مناسب ہوگا کہ ہم اپنے اس دعوے کے ثبوت میں فرانس کے اُس مشہور و معروف مورخ کا قول بھی نقل کر دیں جو یورپ بھر میں علامہ اور محقق کے لقب سے ضرب المثل ہو وہ لکھتا ہے کہ:۔

”تعدد ازدواج کی رسم اسلام سے بالکل علیحدہ ہے۔ کیونکہ یہ قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کل اقوام شرقی یہود۔ ایرانی۔ عربوں وغیرہ میں موجود تھی۔ اسوقت تک کوئی مذہب دنیا میں ایسا قوی نہیں ہوا ہے جو اِس قسم کی رسومات کو جیسے تعدد ازواج کی رسم ہے ایجاد یا موقوف کر سکے۔“

دیکھو تمدن عرب صفحہ ۳۶۶

غرض نزول قرآن کے وقت اگر ایک طرف یہ افراط تھی تو دوسری جانب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جانشینوں کی تفریط بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں کہ وہ تجرد و رہبانیت کو جو عقل و فطرت دونوں کے برخلاف ہے ایمان کا جزو سمجھتے تھے اور مرد و عورت دونوں کو اسی کی ہدایت ہوتی تھی پس قرآن مجید نے اصول اخلاق و قواعد تمدن دونوں کو ملحوظ رکھکر ایک ایسا معتدل اور طریق مستقیم لوگوں کو سکھایا جو انسان کی تندرستی و بہبودی کا ذریعہ اور حُسن معاشرت کی ترقی کا عمدہ زینہ ہے۔

جو خانگی زندگی کا پرلطف مذاق ہو۔ جس نے عورتوں کی حالت پر بہت کچھ مفید اثر ڈالا ہے۔

جس نے عورتوں کی تمدنی حالت اور اُنکے درجہ کو بہت کچھ ترقی دی ہے یعنی تجرد و رہبانیت کی مصیبت اندوز زندگی سے ہٹا کر اُنکو نکاح کی رغبت دلائی جن عورتوں کے ساتھ عقل و اخلاق کی رو سے نکاح کر لینے میں کوئی قباحت نہیں تھی اُنکی بھی تفصیل فرمادی۔

اور ان سب پر طرفہ یہ کہ سلسلہ تولید اور مودۃ بین الزوجین کو (جو بمقتضائے تزوجوا الولود الودود فانی مکاثر بکم الامم۔ نکاح کے مہمات مقاصد میں سے تھا) تمام خطرات اور شبہات سے بچانے میں کوشش بلیغ کی مثلاً فرض کرو کہ (معاذ اللہ) اسلام شہوت رانی کی غرض سے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی ایک وقت میں متعدد نکاح کرنیکی اجازت دیدیتا تو اسکا نتیجہ نظام عالم کے حق میں اسکے سوا اور کیا نکلتا کہ ادھر تو عورت چند شوہروں کی کشمکش سے تنگ آکر اپنی جان کو خیرباد کہہ بیٹھے اور دوسری طرف کارخانہ عالم کا انتظام درہم برہم ہوجاتا کیونکہ ہر شخص اپنے اپنے استحقاق نکاح کیوجہ سے ہر دم اپنی فطری حاجت کے پورا کرنیکا اُس عورت سے مستحق ہوتا اور یہ امر ممکن اور قرین عقل ہے کہ ایک ہی وقت میں سب کو یہ ضرورت بشری مجبور کرے تو اُسوقت ایسے فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے جو باہمی کدورت و عناد کا سبب بنکر تمام شرکا کی عیش کو منغص کرکے جنگ و جدال پر امادہ کردے۔ اور فرضاً ہر ایک مصالحت کرکے اُسوقت اگر مطلب برآری کر بھی لے تو اولاد کے پیدا ہونے کے وقت علاوہ اُسکے مخلوط النسب ہونیکے اُسکی تقسیم میں جھگڑا پیدا ہوگا اسلئے کہ درصورت تولد دو صورتوں میں سے ایک صورت ضرور ماننا پڑیگی۔ مثلاً جو فرزند پیدا ہوایا تو وہ ایک ہوگا یا زیادہ۔ اگر ایک ہے تو اُسکی تقسیم کسی طرح ممکن نہیں۔ اور اگر ایک ہی کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں تو یہ مصیبت تمام مصیبتوں سے بڑھ جائیگی۔

اور اگر متعدد فرزند ہوں تو مذکر و مؤنث ہونے میں اختلاف۔ صورت و سیرت میں تفاوت اور قوت و ہمت میں فرق ہونیکی وجہ سے صحیح موازنہ قایم نہونے کے علاوہ یہ دوسری دقت ہے کہ جملہ اولاد سے محبت مساوی ہونے کی بنا پر ایک کے حاصل کرنے سے اسقدر خوشی حاصل نہوگی جسقدر دوسرے کے چھوڑنے سے۔

پس ان سب سے عقل کامل کا یہی تقضا تھا کہ سلسلہ توالد و تناسل کو ان تمام افات سے بچانے کیلئے عورت کو صرف ایکمرد سے زیادہ کے نکاح کرنے کی اجازت نہ دیجائے۔

البتہ چونکہ مرد کیساتھ ایسے تمدنی امور بھی وابستہ ہوتے ہیں۔ جنسے عموماً عورتیں بری الذمہ ہیں۔ اور بحیثیت توالد وتناسل وہ عورت کے حق میں وہی حکم رکھتا ہے جو زمین کے حق میں کاشتکار۔ تو ایک کاشتکار جیسے متعدد زمینوں میں تخم ریزی کرسکتا ہے۔ ایسے ہی ایک مرد بھی اگر متعدد عورتوں سے سلسلہ توالد قائم کرائے تو چنداں مضائقہ نہیں۔ پھر باینہمہ جیسا کہ تجربہ سے معلوم ہے نہ تو ہمیشہ عورتوں کے رنج سے اسقدر اندیشہ ہے کہ کوئی سخت خرابی یا شورش عظیم پیدا ہو اور نہ اُنکے جنگ وجدال سے اسکا خوف ہے کہ انتظام عالم درہم برہم ہو جائے اسوجہ سے قرآن نے مرد کو چار تک نکاح کرنے کی اجازت دیدی۔

علاوہ ازیں ہر ذی عقل جانتا ہے کہ انسان کے واسطے من جملہ عظیم الشان رنجدہ مصائب کے ایک اولاد کا نہونا ہے۔ چنانچہ بیشتر اسکے حاصل کرنے کیلئے ایسے ناجائز طریقے اختیار کئے جاتے ہیں جو خلاف عقل ونقل ہیں۔ ادھر یہ مصیبت کہ عورت نکاح کی اصلی غرض (یعنی پیدایش اولاد) کی ناقابل ہے یا اُسکی عمر ڈھل رہی ہے اور فرائض خانہ داری کو بھی کافی طور سے انجام نہیں دیسکتی۔ بالخصوص اُن گرم ملک کے رہنے والوں کیلئے جنکو چند روز بھی بغیر حاجت روائی کے جینا دشوار ہو۔ اور مذہب کی تاکید اُنکے بارہ میں یہ ہو کہ کسی عورت کو نظر بد سے بھی نہ دیکھو کسی غیر محرم کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ۔ اُس سے تخلیہ میں بات بھی نہ کرو۔ اگر کروگے تو علاوہ آخرت کے دنیا میں بھی سزا پاؤگے۔

ایسی حالت میں جو حکم قرآن نے دیا ہے وہ بالکل عقل سلیم کے مطابق ہے۔ اور اگر قرآن دوسرے نکاح کی اجازت ندیتا تو سہل الوصول شریعت کے راستوں کو دشوار گذار بنانیکے علاوہ ایسی مذہبی کتاب میں جو کافہ انام کی ہدایت کیلئے نازل ہوئی ہے یہ بڑا نقص متصور ہوتا کہ مثلاً وہ ہر وقت کے اقتضاء اور سب انسانوں کی حالت کے (خواہ وہ گرم ملک کے رہنے والے ہوں یا سرد کے) مناسب نہیں ہے۔

لیکن ساتھ ہی اسکے ازواج میں باہم عدل ومساوات قایم رکھنے کی نہایت ضروری اور لازمی شرط ایسی لگادی کہ ہر شخص کو اختیار نہیں کہ جو چاہے کرسکے اور جس لاابالی پن کیساتھ چاہے معاملہ کرے۔ بلکہ قرآن نے صریح الفاظ میں یہ فرمایا ہے۔

فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃً۔	(یعنی اگر تمکو عدل (بین النساء) نہ کرنیکا اندیشہ ہے تو پھر ایک ہی سے (نکاح کرنے پر اکتفا کرو۔)

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ:۔

اذا کانت عند الرجل امرأتان فلم یعدل بینہما جاء یوم القیمۃ وشقہ ساقط۔	(یعنی جس شخص کے دو بیبیاں ہوں اور پھر وہ اُن میں انصاف نکرے تو قیامت کے دن خدا کے روبرو وہ اس طرح پیش کیاجائیگا کہ اُسکے جسم کی ایک جانب گری ہوئی ہوگی)

چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بہ نفس نفیس بھی اس شرط کی بے انتہا رعایت فرماتے ہوئے بکمال عجز و نیاز حق تعالیٰ کی جناب میں یہ ہی عرض کرتے رہتے تھے کہ:۔

اللھم ھذا قسمی فیما املک فلا تلمنی فیما تملک ولا املک۔	(یعنی اے اللہ یہ تقسیم اُس چیز میں ہے جسکا میں مالک ہوں (یعنی نفقہ وغیرہ معاملات میں) اور جس چیز کا تو ہی مالک ہے میں نہیں (یعنی قلبی میلان) اُسکے مواخذہ سے مجھکو معاف کیجئے۔

صحابہ کرام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نمونے تھے اُنکا یہ حال تھا کہ حضرت معاذ بن جبل کی دو بیویوں نے مرض طاعون میں دفعتًا انتقال کیا تو اُنہوں نے مرنے کے بعد بھی مساوات قایم رکھنے کے خیال سے دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا۔ دیکھو سراج المنیر جلد ثانی۔

اسلام کی تعلیم سے یہ عدل و مساوات کا خیال مسلمان عورتوں اور مردوں میں یہانتک سرایت کرگیا تھا کہ قرون اولیٰ میں باہم ضرات (یعنی سوتنوں) میں بھی جو قدرتًا ایک دوسرے کی زندگی تلخ کام بنانے میں ہرگز کوئی دقیقہ اُٹھا رکھنے کو پسند نہیں کیا کرتیں۔ ایسی نیک اندیشی کا رشتہ اور مراعات و یگانگت کا تعلق ثابت ہوتا ہے کہ شوہر تو درکنار غیروں سے بھی ایک عورت اپنی سوتن کیلئے اُسی حسن سلوک اور طرز معاملہ کے دیکھنے کے خواہشمند رہتے تھے جسکو وہ خود اپنے لئے پسند کرتے تھے۔ چنانچہ اسکی تصدیق حضرت عائشہ صدیقہ کے اس واقعہ سے کامل طور پر ہوسکتی ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ازواج مطہرات کی خدمت میں کچھ ہدیہ بھیجا اور فرق مراتب یا کسی دوسرے خیال سے قرشیات وغیر قرشیات کے ہدیوں میں کچھ فرق کردیا حضرت عائشہ نے اُس اتحاد و موانست کی بنا پر جو اُنکو اپنی دینی بہنوں (سوتن)

کے ساتھ تھی قاصد سے یہ دریافت کیا کہ :-

الی کل ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث عمر بمثل ھذا۔

(یعنی کیا حضرت عمر نے سب ازواج مطہرات کو اسی جیسا ہدیہ بھیجا ہے-)

جب قاصد نے جواب میں اُس تفریق کا ذکر کر دیا جو حضرت عمر نے ہدایا میں مراتب کے امتیاز کو ملحوظ رکھکر کی تھی -

اُسپر عائشہ صدیقہ نے نہایت ترش روئی کے ساتھ یہ کہکر ہدیہ کو واپس کر دیا کہ :-

قل لعمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یعدل بیننا فی القسمۃ بمالہ و نفسہ -

(یعنی عمر سے کہدو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مال کی تقسیم اور اپنی ذات کے معاملات میں ہم سب ازواج کے درمیان عدل و مساوات کا لحاظ فرمایا کرتے تھے-)
دیکھو تفسیر کبیر جلد ثالث صفحہ ۲۸۰ مطبع مصر

(باقی آیندہ)

عبد السمیع - انصاری - دیوبندی -

ناقابل اعتبار روایات

القاسم کی ابتدا اشاعت سے اسوقت تک جو عنایت آمیز خطوط اور قابل قدر رائیں اور مخلصانہ مشورے ناظرین کے وقتاً فوقتاً موصول ہوتے رہے ہیں۔ اُن سے بخوبی یہ اندازہ ہوگیا ہے کہ رسالے کے ملاحظہ فرمانے والے اصحاب جہاں مقتدر علمائے کرام و بزرگان دین کی عالمانہ تحریروں کے منتظر و مشتاق رہتے ہیں وہاں کم درجہ مگر عام فہم مضامین کو بھی مکروہ و ناگوار نہیں سمجھتے۔ بلکہ ایک طبقہ اہل اسلام کا اِسی طرز کو اپنے لئے مفید سمجھکر زیادہ پسند کرتا ہے۔ لہذا اپنی تحریرات اور دیگر حضرات کے اسی قسم کے مضامین کو اب القاسم میں شائع کرنے میں مضائقہ نہو گا۔

احقر نے کئی مرتبہ قصد کیا کہ نامعتبر اور موضوع احادیث کو بقدر ضرورت ایک مختصر اُردو کے رسالہ میں جمع کردے۔ مگر یہ خیال مانع ہوا کہ خواص اور اہل علم کو تو اسکی ضرورت نہیں مفصل و مطول کتب عربیہ موجود ہیں اور عوام مسلمین کو اس بحث سے شاید کچھ فائدہ نہو۔ اس قسم کے رسالہ کیلئے جو روایات جمع کی گئی تھیں اُن میں سے یہاں وہ روایتیں لکھی جاتی ہیں۔ جنکو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھنے سے مسلمانوں کے عقائد و اعمال میں کچھ فساد آتا ہے۔ یا مخالفین کو اسلام پر اعتراض کرنے کا موقع ملتا ہے۔

فقیر اصغر حسین عفی عنہ

(۱) زمین ایک پتھر پر رکھی ہوئی ہے اور وہ پتھر ایک بیل کے سینگ پر رکھا ہوا ہے جب وہ بیل اپنا سر ہلاتا ہے تو صخرہ (پتھر) ہل جاتا ہے (اور زمین میں زلزلہ پڑ جاتا ہے۔)

یہ کہیں ثابت نہیں کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ارشاد فرمایا ہے البتہ بعض بہت ہی ضعیف روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ مگر خود حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسکو نسبت کرنا ہرگز درست نہیں۔

(۲) حق تعالیٰ نے بیت اللہ سے وعدہ کیا ہے کہ ہر سال تیرا حج کرنے کیلئے چھ لاکھ آدمی آوینگے اگر کچھ کمی رہجائیگی تو اللہ تعالیٰ فرشتے بھیجکر اُس کمی کو پورا فرما دیگا۔ اگرچہ وعظ و نصائح کی بعض کتابوں میں یہ روایت مذکور ہے مگر حضرات محدثین نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث بے اصل ہے اسکا کچھ پتہ

نہیں۔ حجۃ الوداع[1] جو خانہ کعبہ کا (ابتدائے عالم سے قیامت تک) افضل و اشرف ترین حج تھا اُسکے حجاج کی تعداد (غیر صحاح) روایات میں ایک لاکھ بارہ ہزار یا ایک لاکھ بیس ہزار بیان کی گئی ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ملائکہ کو شریک کرکے تم حاضرین کی تعداد چھ لاکھ کردی ہے۔

یہ ضرور ہے کہ ہر سال بلکہ ہر روز ہزارہا ملائکہ حج و عمرہ اور طواف کرتے ہیں لیکن کوئی قطعی تعداد و مقدار شریعت میں بیان نہیں کی گئی اور نہ حجاج کی قلت و کثرت سے بیت اللہ کے شرف و عظمت میں کچھ فرق آتا ہے۔ زادہ اللہ شرفاً و تعظیماً و حفظ اللہ من شرِّ الحُسَّادِ۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے ایک مرغ پیدا فرمایا ہے جسکی گردن عرش کے نیچے ہے اور پنجے زمینوں کے نیچے پہنچے ہوئے ہیں۔

یہ روایت بھی بالکل بے اصل ہے نہ حسن نہ صحیح نہ ضعیف بلکہ موضوع۔

(۴) سپید مرغ میرا دوست ہے اور میرے دوست جبرئیل علیہ السلام کا دوست ہے۔ اور خدا کے دشمن کا دشمن ہے۔ اپنے مالک کے مکان کی حفاظت کرتا ہے اور اُسکے چار طرف کے مکانات کی۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس مکان میں سوتے تھے وہیں مرغ کو بھی رات کو رکھتے تھے۔

اِن روایات کو ابن جوزی اور علامہ سیوطی رحمہما اللہ وغیرہ نے موضوعات میں شمار کیا ہے۔ مُرغ کی نسبت صحیح روایتوں میں صرف یہ دو باتیں وارد ہوئی ہیں۔

مُرغ کو بُرا نہ کہو اسلئے کہ وہ نماز کیلئے بیدار (و متنبہ) کرتا ہے۔

مُرغ کی آواز سنو تو حق تعالیٰ سے فضل و عنایت کی دُعا مانگو اسلئے کہ وہ (بہت دفعہ) فرشتے کو دیکھکر بولتا ہے (اور فرشتے کا نزول اجابت و قبولیت دعا کا وقت ہے۔ نیز اگر فرشتے نے تمھاری دُعا پر آمین کہہ دی تو اجابت دُعا کی قوی اُمید ہے۔)

(۶) گلاب کا پھول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرق مبارک سے (یا بُراق کے

---

[1] ۲۵ ذیقعد سنہ ۱۰ھ کو جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے حج کیلئے تشریف لے گئے تھے جو اسلام کا اور آپکی حیات کا ایک عظیم الشان واقعہ ہے۔ چونکہ آپنے اسکے بعد کوئی حج نہیں فرمایا اور حاضرین کو کلمات وداع و رخصت بھی فرمائے اسلئے اسکو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ اور حجۃ البلاغ بھی اسلئے کہ آپنے احکام حج کی تعلیم و تبلیغ فرمائی تھی ۱۲ منہ

پسینے سے پیدا کیا گیا ہے۔
سپید گلاب میرے پسینے سے پیدا کیا ہو اور سرخ جبرئیل علیہ السلام کے اور زرد براق کے پسینے سے
شب معراج میں جب آسمان پر مجھکو پسینہ آیا تو ایک قطرہ زمین پر ٹپک گیا اُس سے گلاب پیدا
ہوا اب اگر میری خوشبو سونگھنے کو کسی کا دل چاہے تو گلاب کا پھول سونگھے۔
یہ سب روایتیں بالکل بے اصل ہیں۔ امام نووی ابن حجر عسقلانی محدث وغیرہ فرماتے ہیں
کہ یہ بے اصل وموضوع ہیں۔
اسمیں شک نہیں کہ عرق مبارک نہایت ہی خوشبودار تھا یہانتک کہ آپکے مشہور خادم
حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیمؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چمڑے کے بستر پر سے
پسینہ مبارک جمع کرکے متبرک خوشبو کی طرح استعمال کیا کرتی تھیں۔ اور جس راستے سے جناب
سرور عالم تشریف لیجاتے وہ خوشبو سے ایسا مہک جاتا کہ تلاش کرنیوالوں کو کسی سے دریافت
کرنیکی ضرورت نہوتی تھی۔ لیکن خوشبودار پھولوں کا اُس سے پیدا ہونا روایتاً و درایتاً ہر طرح
بے اصل ہی گلاب کے درخت اور خوشبودار پھول دنیا میں پہلے سے موجود ہیں۔
(۷) بادنجان (بینگن) کو جس نفع کیلئے کھاؤ وہی حاصل ہوگا۔
(۸) بادنجان ہر مرض کیلئے شفا ہے۔
یہ دونوں حدیثیں باتفاق ائمہ حدیث بالکل جھوٹ اور غلط ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ
سے منقول ہے کہ میں نے اسکو کہیں نہیں پایا مگر تاریخ بلخ میں لیکن موضوع ہے اہل علم فرماتے
ہیں کہ غالباً دشمنان اسلام اور زندیق لوگوں نے ایجاد کرکے مشہور کردی ہیں تاکہ ناواقف
دھوکا کھاویں کہ ایسی خراب تاثیر کی ترکاری کی اسقدر تعریف پیغمبر اسلام نے کیسے فرمادی اور
باعث شفا فرما دیا۔ حالانکہ از روئے تجربہ وتحقیق طب یہ مولد امراض ہی اور مفاسد اسکے مثل
تولید مادۂ سوداوی وبواسیر و درد چشم وغیرہ کثیر ہیں گو بعض منافع (مثل تسکین درد و دفع سدہ)
سے بھی خالی نہیں۔
(۹) خربزہ اور تربوز کے فوائد وفضائل کی نسبت امام نووی وغیرہ نے فرمایا ہے کہ
سب روایتیں بے اصل و باطل ہیں۔

سب سے بڑی اور کافی فضیلت جو اسکے لئے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو تناول[1] فرمایا ہے۔

(۱۰) حُبُّ الھِرَّۃِ من الایمانِ۔ یعنی بلّی کو محبوب رکھنا بھی ایمانی خصلت ہے (یا ایمان کی علامت ہے۔)

ملّا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عند المحدثین یہ موضوع ہے۔

(۱۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سماع میں شریک ہوئے اور ایسے بے خود ہوکر جھومنے لگے کہ اپنا کُرتہ بھی چاک کرڈالا۔

یا بایں الفاظ کہ "حضرت ابو محذورہ[2] موذن مکّہ معظمہ نے جب یہ اشعار آپکے سامنے پڑھے تو آپکو اسقدر وجد آیا کہ چادر شریف دوش مبارک سے گرگئی اور اصحاب صُفّہ نے باہم تقسیم کرکے ہر ایک نے اپنے کپڑوں میں اسکا پیوند لگا لیا۔ اشعار یہ ہیں:۔

لَقَدْ لَسَعَتْ حَیَّۃُ الْھَوٰی کَبِدِی   فَلَا طَبِیْبَ لَھَا عِنْدِی وَلَا رَاقِی

اِلَّا الْحَبِیْبُ الَّذِیْ شُغِفْتُ بِہٖ   فَعِنْدَہٗ مُنْیَتِی وَتِرْیَاقِی

(ترجمہ) ڈس لیا محبت کے سانپ نے میرے جگر کو۔ اب نہ کوئی اُسکا علاج کرنیوالا ہے نہ منتر پڑھنے والا۔ مگر ہاں وہ محبوب جس پر میں فریفتہ ہورہا ہوں۔ بس اُسی کے پاس میری مراد ہے اور میرا تریاق۔

بعض نے اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ "آپکے حضور میں جب یہ بیتیں پڑھی گئیں تو آپکو اور صحابہ کو خوب وجد آیا اور چادر مبارک گرپڑی۔ فارغ ہونے کے بعد ہر شخص اپنی جگہ پر سنبھل بیٹھا تو آپنے فرمایا کہ جو شخص سماع کے وقت نہ جھومے وہ کریم و شریف نہیں۔ پھر آپنے ردائے مبارک کے چارسو ٹکڑے کرکے حاضرین پر تقسیم کردئے۔

ابن قیم جوزی وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ سراسر جھوٹ ہے خدا تعالیٰ اسکے ایجاد کرنیوالے پر لعنت کرے۔ اور اہل علم نے فرمایا ہے کہ یہ روایتیں عمّار بن اسحٰق کی گھڑی ہوئی ہیں۔

---

[1] کان یاکل الرطب بالبطیخ ۱۲ ابن ماجہ و ترمذی [2] اُنکا نام سمرہ یا اوس تھا نہایت ہی خوش آواز تھے اسی مناسبت سے حدیث ایجاد کرنیوالے نے انکا نام لیا ہے مگر یہ خیال نہ رہا کہ تمام عمر مکہ سے باہر نہیں نکلے اور اصحاب صفہ مسجد مدینہ منورہ میں رہتے تھے آپنے انکو مکہ معظمہ کا موذن مقرر فرمادیا تھا آخر عمر تک وہیں رہے ۵۹ھ میں وفات پائی مفصل قصہ انکا احقر نے اپنے نام فہم رسالہ قول المتین میں لکھا ہے ۱۲

تنبیہ۔ حضرت مولانا یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ جو اکابر صوفیاے کرام اور علمائے کاملین و جامع علوم ظاہر و باطنی میں سے گذرے ہیں اُنھوں نے بھی اپنے مکتوبات میں اس واقعہ کو نقل فرمایا ہے۔ لیکن اس نقل سے جیسا حضرت ممدوح پر کچھہ الزام اور موقع سوءظن نہیں۔ ایسے ہی اس قصہ کی بھی کچھہ توثیق و تصدیق نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ حضرات بوجہ اشتغال فی الباطن کے اور بسبب اپنے تقدس اور حسن خیال کے زیادہ کنج وکاو اس بابہ میں نہیں فرماتے تھے۔ جس امر کی نسبت قول و فعل نبوی علیہ السلام ہونا معلوم ہوتا تھا۔ غایتہ ادب سے تسلیم کر لیتے تھے۔ اُسوقت اُنکو مفاسد بعیدہ کی طرف توجہہ نہوتی تھی جو اصحاب الجہل کی طرف سے ظہور پذیر ہوکر اُمت مرحومہ کیلئے باعث مضرت ہوتے تھے۔

لیکن محدثین کو چونکہ خدا تعالیٰ نے اسی کام کیلئے پیدا فرمایا تھا اُنھوں نے تحقیق و تفصیل سے کام لیا اور کھرے کھوٹے کو پرکھ کر ایک عالم پر احسان فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

(۱۲) حضرت ابوہریرہ اور انس رضی اللہ عنہما سے روایت کیجاتی ہے کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ بی بی والے کی دو رکعتیں مجرّد آدمی کی ستر رکعتوں سے (یا بیاسی رکعتوں سے) افضل ہیں۔ گو یہ صحیح ہے کہ دنیاوی ترددات و افکار میں مبتلا ہونے والیکا تھوڑا سا عمل آزاد و بے فکر کے بڑے بڑے اعمال سے زیادہ موجب اجر و ثواب ہے (اور جن روایات میں مومن خفیف الحاذ یعنی آزاد و مجرد و بے اہل و عیال کی تعریف آئی ہے وہ اُسکے فراغ قلب اور حضور فی العبادت اور قطع تعلق عما سوی اللہ کے لحاظ سے فرمائی گئی ہے) لیکن یہ روایت بالکل موضوع ہے۔

(۱۳) جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشت شہادت درمیانی اُنگلی سے بڑی تھی۔ یہ بہت لوگوں میں مشہور بلکہ کتابوں میں مذکور ہے مگر صحیح نہیں۔

(۱۴) شَاوِرُوْهُنَّ وَخَالِفُوْهُنَّ۔ یعنی عورتوں سے مشورہ لیکر اُسکے خلاف عمل کیا کرو۔ سنداً اور معنیً دونوں کے اعتبار سے یہ روایت باطل ہی۔ بوقت ضرورت عقلمند عورتوں سے مشورہ لینا بلاشبہ جائز و درست ہے۔ البتہ خلاف شرع اور ناجائز امور میں عورتوں کا اتباع۔ یا جائز و مباح امور میں مستورات کی ایسی اطاعت جو غلامی کے درجہ پر پہنچ جائے شرعاً و عقلاً ہر طرح ناپسندیدہ

ومذموم ہے۔ چنانچہ بعض روایات میں جو طاعۃ النساء ندامۃ (یعنی عورتوں کی فرمانبرداری موجب ندامت ہے) وارد ہے اُسکے یہی معنی ہیں۔

(۱۵) دنیا کی عمر سات ہزار برس ہے اور ساتویں ہزارے میں میری ولادت ہوئی ہے۔

یہ قول ناواقف درویشوں اور عام لوگوں میں مشہور ہے مگر بحیثیت سند خالص موضوع اور بحیثیت معنی بالکل غلط ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہرگز نہیں ہے۔ اوّل تو دنیا کی عمر کو کُل سات ہزار برس کی وہی کہہ سکتا ہے جو نہایت ہی ناواقف و ناتجربہ کار اور حالات عالم سے بےخبر اور آسمان و زمین کی نشانیوں سے غافل ہو اور اگر آیات و علامات سموات و ارض سے قطع نظر کرکے سات ہزار برس کی مان لیجائے تو ضرور ہے کہ آپکی وفات کے بعد ایکہزار برس دنیا قائم نہ رہتی کیونکہ ساتواں الف (ہزارہ) شروع ہونے کے بعد تو آپ دنیا میں تشریف ہی لائے تھے۔ بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کے غلط اور خلاف واقع اقوال سے پاک ہیں۔ آج سے سات سو برس پہلے علامہ ابن اثیر اس روایت کی نسبت فرما گئے ہیں کہ موضوع ہے اور ساڑھے سات سو برس گذرے ابن جوزیؒ اسکو موضوعات کی فہرست میں داخل کر گئے ہیں۔

اسی مذکورہ بالا روایت کی مانند اس روایت کو باطل سمجھنا چاہیئے کہ "النَّبِیُّ لَا یُؤَلَّفُ تَحْتَ الارض" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں ہزار برس نہیں رہ سکتے بلکہ اس سے پہلے ہی قیامت آجائیگی۔

(۱۶) اَلْکَرِیْمُ حَبِیْبُ اللّٰہِ ولوکان فاسقًا والبخیل عدوّ اللّٰہ ولوکان راھبًا

یعنی سخی اگرچہ فاسق ہو پھر بھی خداتعالیٰ کا محبوب ہے اور بخیل کتنا ہی تارک دنیا ہو خدا کا دشمن ہی ہے۔

یہ فقرے اکثر سائلوں کی زبان پر ہوتے ہیں بالکل بےاصل ہیں احادیث معتبرہ میں کہیں انکا ذکر نہیں بخل کی مذمت اور سخاوت کی مدح بجا و درست لیکن معاصی اور فسق کے ساتھ محبوب خدا و مقبول ہونے کی طمع خیال خام ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْن۔

باقی آیندہ

دار الحدیث دیوبند

نمبر	نام	رقم
۱	جناب حاجی محمد محی الدین صاحب سوداگر موچی بازار لشکر بنگلور۔	[illegible]
۲	منشی احمد حسن خان صاحب کوتوال بھوپال وارد حال گڑھی پختہ۔	صہ
۳	جناب خانصاحب خواجہ محمد اعظم صاحب رئیس اعظم ڈھاکہ۔	صہ
۴	چودھری فرید الدین احمد صاحب صدیقی رئیس ڈھاکہ۔	صہ
۵	نامعلوم الاسم منجانب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم از ڈھاکہ۔	صہ
۶	از پنچایت گدیوالہ خورجہ ضلع بلند شہر	للعہ
۷	نامعلوم الاسم از خورجہ ضلع بلند شہر	عہ
۸	مسماۃ بھوری نائن سکنہ خورجہ۔	عہ
۹	ہمشیرہ زادہ مولوی نظام الدین احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر صاحب ساکن مچھلی شہر ضلع جونپور۔	عہ
۱۰	منجانب والدین مولوی عبد اللہ صاحب ساکن کراچی بندر محلہ کھڈا	للعہ
۱۱	ابو المنیر شیخ ضمیر الدین احمد صاحب آشک ساکن بلند شہر۔ منجانب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم۔	عہ
۱۲	منجانب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم عطیہ مولوی محمد نصرۃ الدین صاحب	
	امام جامع مسجد شملہ۔	عہ
۱۳	جناب منشی محمد حسین عبد الشکور صاحب ساکن خورجہ ضلع بلند شہر بازار گنج	عہ
۱۴	جناب منشی محمد عطاء اللہ خان صاحب اہلمد اٹاوہ در محکمہ کلکٹری۔	[illegible]
۱۵	منشی احمد حسین صاحب سب انسپکٹر پنشنر رئیس قنوج محلہ صدپور ضلع فرخ آباد	للعہ
۱۶	جناب محمد خان نمبردار صاحب ضلع کرنال ساکن نیسنگ۔	عہ
۱۷	حاجی عبد اللہ صاحب و حافظ مشیت اللہ صاحب رئیسان خورجہ محلہ ترنیان ضلع بلند شہر۔ بذریعہ مولوی عبد السمیع صاحب	ما
۱۸	مولوی سید زین الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر از بلیا۔	صہ
۱۹	منشی محمد علی صاحب کوتوال از بلیا۔	عہ
۲۰	جناب شیخ عبد الحمید صاحب آنریری مجسٹریٹ از بلیا۔	عہ
۲۱	منشی محمد امیر خان صاحب سب انسپکٹر از بلیا	صہ
۲۲	مولوی محمد عبد اللہ صاحب وکیل از بلیا	عا
۲۳	جناب خواجہ کاظم علی صاحب صدر قانونگوی	عا
۲۴	جناب حکیم سجاد حسین صاحب۔ از بلیا۔	عا
۲۵	مولوی محمد سعید صاحب مہتمم بندوبست از بلیا	عہ
۲۶	مولوی عزت اللہ صاحب رئیس بنارس	

نمبر	نام	رقم
	محلہ پورانی عدالت۔	عہ
۲۷	مولوی ممنون حسن خان صاحب ڈپٹی کلکٹر بنارس	عہ
۲۸	مولوی محمد طیب صاحب کوتوال شہر بنارس	صہ
۲۹	جناب قاضی شہاب الدین صاحب۔ از بنارس	لـ/
۳۰	منشی محمد خلیل صاحب مختار۔ از بنارس	عہ/
۳۱	منشی عبدالکریم صاحب ٹھیکہ دار۔ از بنارس	عا/
۳۲	اہلیہ منشی محمد صدیق صاحب انسپکٹر پولس بنارس	۶ ے
۳۳	منجانب اہلیہ مرحومہ منشی عبداللطیف خانصاحب ساکن شاہ جہان پور محلہ سنزی	صہ/
۳۴	منجانب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم عطیہ سید محمد احسن شاہ صاحب تحصیلدار ساکن ڈیرہ پور ضلع کانپور	عہ
۳۵	یکی از اہل خیر جنہون نے اپنا نام ظاہر کرنیکی اجازت نہین دی۔	سما/ ۶
۳۶	جناب عابد حسین صاحب اہلمد خزانہ۔ دفتر صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر گورنمنٹ ریلوی پولس۔ ای سیکشن۔ آگرہ۔	ا/
۳۷	منشی سید احمد علی صاحب تحصیلدار نیابیڑہ علاقہ سرونج۔	عـلـہ ۱۰
۳۸	جناب سید نصیر احمد صاحب مجسٹریٹ سرونج	للعہ/
۳۹	منشی علی حسین صاحب وکیل قصبہ چھبرامئو ضلع فرخ آباد۔	عنہ ۲۰
۴۰	منشی سید نورالحسن صاحب امروہی۔	صہ/
۴۱	ملک نذیر محمد صاحب پسر ملک صالح محمد صاحب ساکن مہدپور۔	عہ/
۴۲	منجانب دختر ملک صالح محمد صاحب ساکن مہدپور	عہ/
۴۳	جمال الدین ولد محمد شرف الدین صاحب ساکن گوبندگڑھ ضلع اجمیر شریف حال مقیم کراچی بندر گھاس ناکا دوکان ع۲۹۷ تفصیل اسکی روئداد سالانہ مین درج ہوگی	عہ ۴/
۴۴	منجانب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم عطیہ قصاب مورا کراچی مارکیٹ	عہ/
۴۵	منجانب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم عطیہ قصاب الو از کراچی مارکیٹ۔	۴/
۴۶	منجانب حجانی حنیفہ بنت شیخ الٰہی بخش صاحب ساکن پیپانگن اجمیر۔	۴/
۴۷	مولوی حاجی محمد ثابت علی صاحب ساکن پورقاضی۔ مدرس۔	عہ
۴۸	منشی احسان الحق صاحب برمکان الخنجی صاحب ساکن حسنپور ضلع مرادآباد۔	للعہ/
۴۹	حافظ عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ اسلامی ساکن حسنپور۔	عہ/
۵۰	حافظ محمد سعید صاحب طالب علم ساکن حسنپور	۲/
۵۱	مولوی محمد یونس صاحب ساکن بگھرہ ضلع مظفرنگر۔ تفصیل اسکی روئداد سالانہ مین درج ہوگی۔	عنہ ۲۰

12

(رجسٹرڈ نمبر ۵۲۳)

القاسم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

قیمت سالانہ

علمی - مذہبی - اخلاقی - تمدنی - تاریخی - ماہوار رسالہ

نمبر ۱۲ بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۳۱ھ جلد ۳

خاکسار حبیب الرحمن مدیر رسالہ

نے

مطبع قاسمی واقع دیوبند میں اپنے اہتمام سے طبع کرایا

اور

مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند سے شائع کیا

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت رجب المرجب ۱۳۳۱ھ

مطابق ماہ جولائی ۱۹۱۳ء

جو حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب و حضرت مولانا اشرف علی صاحب

اور

دیگر مقدس و مقتدر علما کی سرپرستی میں

شائع ہوتا ہے۔

مختصر قواعد رسالہ القاسم

(۱) یہ رسالہ ماہوار شائع ہوتا ہے اور کسی ماہ کا رسالہ ۳۲ صفحہ سے کم نہیں ہوتا گو بعض مرتبہ بضرورت کثرت مضامین اس مقدار سے بہت بڑھ جاتا ہے۔

(۲) رسالہ اعلیٰ قسم کے کاغذ پر عمدہ طبع ہوتا ہے اور سالانہ قیمت عہ ہے۔ بطور خود بہ نظر اعانت جو حضرات پانچ روپیہ سالانہ یا اس سے زیادہ دیتے ہیں وہ معاونین خاص شمار ہوتے ہیں۔

(۳) رجب ۱۳۳۱ھ پر اسکی تین جلدیں کامل ہو گئی اور بعض پرچے جو ختم ہو گئے انکو دوبارہ طبع کرا کر تین سال کی کامل جلدیں مہیا و مرتب کی گئی ہیں۔ جلد اول۔ جلد دوم۔ جلد سوم کو مل سکتی ہیں۔

(۴) جملہ خط و کتابت و ترسیل زر مولانا حبیب الرحمن صاحب مدیر یا خاکسار راقم کے نام ہونی چاہئے۔

الراقم

فقیر اصغر حسین عفی عنہ۔ دفتر القاسم مدرسہ اسلامیہ دیوبند (ضلع سہارنپور)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

معارف القرآن

ولنعم ما قیل

جمیعُ العِلمِ فی القرآنِ لکن　　تقاصرَ عنہ اَفہامُ الرِّجالِ

سورۃ الجمعۃ

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ الۡمَلِکِ الۡقُدُّوۡسِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ۝

اللہ کی تسبیح کرتی ہے جو کوئی چیز آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے۔ جو بادشاہ۔ پاک ذات زبردست حکمت والا ہے۔

ھُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡھُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡھِمۡ اٰیٰتِہٖ

وہ ہی ہے جسنے بھیجا ان پڑھے لوگوں میں ایک پیغمبر ان ہی میں سے وہ ان پر پڑھتا ہے اسکی آیتیں

وَیُزَکِّیۡھِمۡ وَیُعَلِّمُھُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ

اور انکو پاک صاف کرتا ہے اور انکو سکھلاتا ہے کتاب اور حکمت اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح

لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۝ وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡھُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِھِمۡ ط وَھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ۝

گمراہی میں پڑے ہوئے تھے اور ان میں سے دوسرے لوگوں کی طرف بھی (اسکو پیغمبر بنا کر بھیجا) جو ابھی تک ان سے نہیں ملے اور وہ ہی زبردست ہے حکمت والا

ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ

یہ اللہ کا فضل ہی دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے۔ اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔

مَثَلُ الَّذِیۡنَ حُمِّلُوا التَّوۡرٰىۃَ ثُمَّ لَمۡ یَحۡمِلُوۡھَا کَمَثَلِ الۡحِمَارِ یَحۡمِلُ

ان لوگوں کی مثال جنپر توراۃ لادی گئی پھر انہوں نے اسکو نہ اٹھایا اس گدھے کی سی ہے جسکی پیٹھ پر لدی ہیں

اَسۡفَارًا ط بِئۡسَ مَثَلُ الۡقَوۡمِ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ط وَاللّٰہُ لَا یَھۡدِی

لدی ہوں۔ بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی آیتوں کو اور اللہ نہیں ہدایت دیا کرتا

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ

اُن لوگوں کو جو حدود سے تجاوز کرے۔ کہدے کہ اے یہود اگر تم دعوے کرتے ہو کہ تم اللہ کے دوست ہو

لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ

تمام لوگوں کے سوا تو آرزو کرو مرنے کی اگر تم سچے ہو اور یہ لوگ کبھی موت کی تمنا نہ کرینگے

اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ

اُن کرتوتوں کی وجہ سے جو اُنکے ہاتھ پیش کر چکے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہی ظالمونکو۔ کہدے کہ موت جس سے تم

تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ

بھاگتے ہو وہ ضرور تم سے ملکر رہیگی۔ پھر تم لوٹائے جاؤگے غائب وحاضر جاننے والے کی طرف تو وہ تمکو جتائے گا

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ

جو تم کرتے تھے۔ مسلمانو۔ جب اذان دیجائے نماز کے لئے جمعہ کے دن

الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

تو لپکو اللہ کے ذکر کی طرف اور چھوڑ دو خرید فروخت۔ یہ تمھارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھ

تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ

رکھتے ہو۔ پھر جب نماز تمام ہو چکے تو پھیل پڑو زمین میں اور طلب کرو اللہ کا فضل

اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ

اور یاد کرو اللہ کو کثرت سے تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اور جب یہ دیکھیں سودا بکتا یا

لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَاۗىِٕمًا ۭ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ

تماشہ ہوتا تو چل دوڑیں اسکی جانب اور تجھکو کھڑا چھوڑ جائیں کہدے کہ جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے تماشے

وَمِنَ التِّجَارَةِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝

اور سودے سے۔ اور اللہ سب سے بہتر روزی پہنچانے والا ہے۔

کچھ دن ہوئے کہ شیخ عبد العزیز شاویش نے اپنے رسالہ الہدایت میں جو قسطنطنیہ سے ماہوار شائع ہوتا ہے۔ کسی سوال کے جواب میں ایک مضمون چھاپا تھا۔ جسکا حاصل یہ کہا کہ اقامۂ جمعہ

کے واسطے (جیسا کہ حنفیہ کہتے ہیں) اُس ملک کا دارالاسلام ہونا اور اُسمیں مسلمان والی یا امیر کا پایا جانا شرط نہیں ہی اور یہ کہ جمعہ کا خطبہ خواہ کسی ملک میں پڑھا جائے اور اُسکے مخاطبین کی زبان خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن ہر حالت میں اُسکا عربی زبان میں ہونا اسلام کی تمدنی حالت کا لحاظ رکھنے والوں کے نزدیک نہایت ضروری ہے۔

یہ وہ ہی دو دعوے ہیں جنکو زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ ہندوستان کے مختلف گروہوں کے مسلسل (مگر اکثر بے مغز) خامہ فرسائیوں نے دقیق سے ادق اور دشوار سے لاینحل بنا کر ان معرکۃ الآراء مسائل کی فہرست میں لپیٹ کر رکھ چھوڑا تھا جو بسبب مشکل اور ناقابل حل ہونے کے ہمارے اعوان حریت اور مدعیان تحقیق کے نزدیک ہندوستان کے کم مایہ مولویوں کے احاطہ تفہیم سے خارج ہیں۔

اگرچہ اس قسم کے مسائل پر (جنکی شوراشوری بہت دن تک رہکر خاموش ہوچکی ہی) آجکل ازسرنو پھر بحث اُٹھانا (خواہ وہ بحث کتنی ہی دلچسپ اور مفید کیوں نہ ہو) بانگ بے ہنگام سے زیادہ وقیع نہیں سمجھی جائیگی۔ لیکن اگر تعمق نظر اور انصاف سے دیکھا جائے تو ایک ایسے مسئلہ کی نسبت (جسپر روے زمین کے مسلمانوں کا ہر ہفتہ میں ایک دفعہ عمل پیرا ہونا شرعًا ضروری قرار دیا گیا ہو اور جو اُخروی فوائد سے قطع نظر کرکے اُنکے تمدنی امور میں بھی قابل طور پر مؤثر ہو) کسی وقت اور کسی حالت میں بھی بحث کرنا یا اُسکے جملہ پہلوؤں کو امکانی شبہات سے محفوظ بنانا ہرگز بانگ بے ہنگام کہلانے کے قابل نہیں ہے۔

بالخصوص جبکہ ہمارا مقصود بھی فی الحال اس مسئلہ کا بیان کرنا نہ ہو بلکہ شیخ عبدالعزیز شاویش کی تحریر پر (ریویو) تنقید لکھکر صرف یہ دکھلانا ہو کہ باوجود مدعا میں شریک ہونے کے بھی مصر۔ اور قسطنطنیہ وغیرہ کے آزاد فضلاء، اور ہندوستان کے دل گرفتہ مولویوں کے اُس استدلال اور طرق احتجاج و مدافعتہ میں کس قسم کا بیّن اور نتیجہ خیز فرق ہے۔ اور یہ کہ روایات حدیث کا احترام۔ اقوال سلف (صحابہ اور تابعین وغیرہم) کا ادب درایت وفہم کے اصول کی پابندی شریعت کے اسرار میں تدبر اور ائمہ مجتہدین یا فقہاء کرام کے نقل یا رد و قبول میں احتیاط۔ ان تمام امور کے لحاظ سے مدینہ یونیورسٹی کے (تجویز شدہ) پرنسپل اور دارالعلوم دیوبند کے ایک ادنی طالب علم

کے حالات وخیالات کس درجہ متفاوت ہیں۔ یہ ایک اتفاقی بات ہے کہ جب میں نے شیخ صاحب موصوف کے مضمون میں غور کرنا شروع کیا اور میرا ذہن قرآن شریف کی آیت جمعہ (یاایها الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ الخ) کی طرف منتقل ہوا تو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہٗ کے بعض مختصر اصول اور سنن ابوداؤد کی ایک روایت اور بعض دوسرے قرائن عقلیہ صادقہ کے اختلاط سے پوری سورۃ الجمعہ کا ایک ایسا عجیب تسلسل (بتوفیق ایزدی) سمجھ میں آیا کہ جو بہت چھوٹا سا مضمون میں لکھنا چاہتا تھا وہ اپنے اندازہ سے نکلکر تل کا پہاڑ بنگیا۔ اور اب اس مضمون نے اچھی خاصی معارف القرآن کی حیثیت اختیار کرلی۔

چنانچہ میں نے اس موقعہ کو غنیمت پاکر یہ ہی عنوان قائم کرکے اسکے نیچے ساری سورۃ الجمعہ مع ترجمہ کے (تعمیمًا للفائدۃ) درج کردی اور اب میں چاہتا ہوں کہ سورۂ مذکورہ کی تفسیر کا جو پیرایہ بندہٗ عاجز کے خیال میں نسبتًا زیادہ موزوں واقع ہوا ہے اس سے جملہ ناظرین کو مطلع کردوں جس سے گو عام لوگوں کے متمتع ہونے کی مجھکو زیادہ امید نہیں لیکن اہل علم اور سمجھدار طبقہ سے (جو کتب تفاسیر کی ورق گردانی کئے ہوئے ہوں) تصویبًا یا اصلاحًا ملاحظہ میں لانے کی توقع ہے۔ اور میرے نزدیک بعض عوام کے مذاق کی رعایت کرکے اگر القاسم کو اس قسم کے علمی مضامین سے خالی رکھا جائے تو اسکی عظمت شان پر یہ ایک ایسا صریح ظلم ہوگا جسکی تلافی ہندوستان کا کوئی دوسرا رسالہ یا اخبار نہیں کرسکتا۔

لیکن مناسب ہوگا کہ ہم اپنے مافی الضمیر کے اظہار سے پہلے چند کارآمد اقتباسات کتب تفسیر جو سورۃ مذکورہ یا اسکے کسی جز سے تعلق رکھتے ہوں اس جگہ نقل کردیں۔ تاکہ اکابر سلف کی تحقیقات سے مستفید ہونے کے ساتھ جو مضمون میں آیندہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس میں بھی ناظرین کو ایک گونہ بصیرت اور مناسبت پیدا ہو۔

لیکن چونکہ غایۃ تشتت وتفرق کی وجہ سے ان اقتباسات کا کسی منتظم اور مرتب طرز بیان میں ادا کرنا نہایت دشوار ہے اسلئے سہولت اسی میں رہیگی کہ انکو تو سوال وجواب کی صورت میں روبرو پیش کردیا جائے۔ اور بعد میں تمام سورہ جمعہ کی مسلسل تقریر جس طرح ہمارے خیال میں آئی ہوئی ہے حوالۂ قلم کریں۔ خدا کرے کہ اس سے ہمکو بھی اور ہمارے اخوان مذہب کو

بھی دارین میں نفع پہنچے۔

سورۃ الجمعۃ کے متعلق تفسیری اقتباسات

(س ۱) مفسرین کی عام عادت کے موافق سب سے پہلے یہ بتلانے کی ضرورت ہے کہ سورۃ جمعۃ کو پہلی سورۃ (صف) سے کیا تعلق ہے جو اسکو مصحف عثمانی میں اُسکے بعد رکھا گیا۔

(ج) سورۂ صف کی ابتدا اِس آیت سے کی گئی تھی سبح للہ ما فی السمٰوات وما فی الارض وھو العزیز الحکیم۔ جسکے حقیقی معنی یہ ہیں کہ "گذشتہ زمانہ میں تمام زمین و آسمان کی چیزیں اُس خدا کی تسبیح و تقدیس میں مصروف رہیں جو بڑے غلبہ اور حکمت والا ہے"

اِس سے یہ فیصلہ نہیں ہوتا تھا کہ ان چیزوں کی یہ مصروفیت گذشتہ کی طرح آیندہ بھی جاری رہیگی یا نہیں۔ تو سورۂ جمعہ کی شروع کی آیت (یسبح للہ ما فی السمٰوات وما فی الارض الملک القدوس العزیز الحکیم) نے اِس مضمون کو مکمل کر دیا۔ اور صیغہ ماضی (سبح) کے بجای صیغۂ مضارع (یسبح) لاکر یہ جتلادیا گیا کہ جس طرح عالم کا ہر ایک ذرہ خدا تعالیٰ کی تنزہ اور الوہیۃ کا اقرار (زبان حال سے یا مقال سے) پہلے کرتا رہا ہے۔ اسی طرح آیندہ بھی برابر کرتا رہیگا۔ اور اِس میں کیا شک ہے کہ جس ذات پاک کے حق میں سمندر کا ہر قطرہ اور ریگستان کا ہر ذرّہ اور درختوں کا ہر پتہ ربوبیت اور قدوسیت کا اعتراف کرنے پر مجبول ہو۔ تو اُسی کا تسلط و اقتدار تمام عالم پر حاوی اور اُسی کی سلطنت تمام ظاہری سلطنتوں میں قوی تر اور وسیع تر سمجھی جائیگی۔ جسکی وجہ سے اُس ذات منبع الکمالات کے سوا کوئی دوسرا شخص ہرگز ملک علی الاطلاق یا قدوس و عزیز حکیم وغیرہ القاب سے موسوم کئے جانے کے قابل نہ ہوگا۔ فسبحان من قال جل جلالہٗ وعم نوالہٗ۔

یسبح للہ ما فی السمٰوات وما فی الارض الملک القدوس العزیز الحکیم۔

یہ خلاصہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے جواب کا ہے لیکن سید محمود آلوسی بغدادی نے سورۂ جمعہ اور سورہ صف کے باہمی تعلق کی اور بھی چند توجیہات کی ہیں۔ جنکو اختصاراً درج کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:۔

انہ تعالیٰ لما ذکر فی ما قبل حال موسیٰ	اللہ تعالیٰ جب پہلی (سورہ صف) میں حضرت موسیٰ

علیہ السلام مع قومہ واذا ھم لہ ناعیًا علیہم ذلک ذکر فی ھذہ السورۃ حال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم و فضل امتہ تشریفًا لینظر فضل ما بین الامتین ولذا تعرض فیہا الذکر الیہود وایضًا لما حکی ھناک قول عیسی علیہ السلام ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد قال سبحانہ ھنا ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم اشارۃ الی انہ الذی بشر بہ عیسی وایضًا لما ختم بالامر بالجہاد وسماہ تجارۃ ختم ھذہ بالامر بالجمعۃ واخبر ان ذلک خیر من التجارۃ الدنیویۃ و ایضًا فی کلتا السورتین اشارۃ الی اصطفاف فی عبادۃ اما فی الاولی فظاھر واما فی ھذہ فلان فیھا الامر بالجمعۃ وھی یشترط فیھا الجماعۃ التی تستلزم الاصطفاف الی غیر ذلک۔

دیکھو روح المعانی جلد تاسع صفحہ ۶۶ طبع مصر

اور اُنکی قوم کی ایذا رسانیوں کا حال بطور مذمت کے ذکر فرما چکا تو اب اس سورۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی اُمت کے شرف و فضل کا حال اس غرض سے بیان فرمایا ہو کہ اس تقابل سے دونوں اُمتوں کی نسبت تفاوت کا صحیح طور پر اندازہ کر لیا جائے اسلئے سورہ جمعہ میں یہود کے حال سے تعرض کیا گیا۔ نیز پہلی سورۃ میں خبر دیگئی تھی کہ حضرت عیسٰی نے دنیا میں تشریف لاکر ایک ایسے رسول کی بشارت دی جنکا نام پاک احمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) سو اس سورۃ میں بتلا دیا کہ جس نبی کی بشارت ہوئی تھی وہ یہ ہی ہیں جو ان پڑھ لوگوں میں پیدا ہوئے (اور اُنکو ایسا کندن بنا دیا) اِدھر سورۂ صف کے آخر میں جہاد کو تجارۃ (اُخروی) قرار دیکر مسلمانوں کو اُس میں حصہ لینے کی رغبت دلائی گئی تھی۔ سورۂ جمعہ کے خاتمہ پر بھی جمعۃ کا حکم کرکے فرما دیا کہ یہ تمہارے واسطے دنیا کی تجارہ سے زیادہ سودمند ہے۔ پھر دونوں سورتوں میں جو ایک قسم کی (اجتماع) اور صف بندی کی طرف ایما ہے۔ یہ تناسب مستقل رہا۔ کیونکہ اول سورہ میں تو صاف ہی فرمایا گیا۔ (ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفًا) اور دوسری میں خود جمعہ کا حکم صف بندی کے حکم پر مشتمل ہے کیونکہ جمعہ کے واسطے جماعت شرط ہے۔

(س ۲) ھو الذی بعث فی الامیین رسولًا منھم الخ میں لفظ اُمیین کا اشتقاق خواہ کسی چیز سے ہو۔ لیکن بلاشبہ اُس سے عرب ہی مراد ہیں۔ پس اگر بجائے فی الامیین کے فی العرب کہدیا جاتا تو رسولًا منھم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُمّی

(ان پڑھ) ہونے کی طرف اشارہ نکالنے کی ضرورت نہ رہتی۔

(ج) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّی لقب ہونا آپ کے حق میں کوئی عیب نہیں جو اُس سے بچانے کے واسطے اسلوب کلام بدلنا پڑے بلکہ یہ تو آپ کا ممتاز لقب ہے جس سے آپ کا اور زیادہ صادق اور مؤید من اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں۔

وقوله تعالیٰ رسولاً منهم یعنی محمداً صلی الله علیه وسلم نسبه من نسبهم وهو من جنسهم کما قال تعالی لقد جاءکم رسول من انفسکم قال اهل المعانی وکان هو صلی الله علیه وسلم ایضاً امیاً مثل الامة التی بعث فیهم وکانت البشارة به فی الکتب قد تقدمت بانه النبی الامی وکونه بهذه الصفة ابعد من توهم الاستعانة علی ما اتی به من الحکمة بالکتابة فکانت حاله مشاکلة لحال الامة الذین بعث فیهم وذلك اقرب الی صدقه۔

دیکھو تفسیر کبیر جلد ثامن صفحہ ۱۴۳ مطبوعہ مصر

(اللہ تعالیٰ نے جو رسولا منہم فرمایا اُس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور منہم کے یہ معنی ہیں کہ آپکا نسب اُنکے نسب میں ملتا ہے اور آپ اُن ہی کی جنس میں سے ہیں۔ جیساکہ قرآن میں دوسری جگہ ارشاد ہے لقد جاءکم رسول من انفسکم الخ علماء نے فرمادیا کہ آنحضرت صلعم بھی اُس قوم جسمیں آپ مبعوث ہوئے تھے اُمّی تھے۔ اور پہلی کتابوں میں بھی آپ کی بشارت نبی اُمّی کے لقب سے دی گئی تھی۔ اور یہ صفت (بجائے اسکے کہ آپکی شان کو گھٹائے) آپکی ذات مبارک سے اس توہم کو دور کرتی ہے کہ جو علم وحکمۃ کی باتیں آپکی زبان سے ظاہر ہوئیں اُن میں آپنے کسی کتاب (یا اُستاد) سے مدد لی ہو۔ (یا آپ اپنی قوم کے برخلاف کسی کالج میں تعلیم پاکر آئے ہوں۔) (اس آیت نے بتلادیا کہ باوجودیکہ آپ یہ کچھ اسرار وحکم بیان فرماتے تھے لیکن آپ کا حال اُمّی ہونے میں ہرگز اپنی قوم سے مختلف نہ تھا تو اس اُمیت نے آپ کی صداقت اور من اللہ ہونے کو اور زیادہ قریب الی التسلیم بنادیا۔

(س ۳) آیت مذکورہ میں رسول کی چار صفات بالترتیب بیان کی گئیں۔ یتلو علیہم ایاتہ (وہ رسول اُن اُمیوں پر اللہ کی آیات پڑھتا ہے) ویزکیہم (اُنکو برائیوں سے پاک صاف بناتا ہے) ویعلمہم الکتاب (اُنکو کتاب سکھلاتا ہے) والحکمۃ (اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔)

ان میں سے تین صفات (تلاوۃ آیات۔ تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت انسان کی قوۃ علمیہ سے تعلق رکھتی ہیں اور ایک (تزکیہ) کا تعلق قوۃ عملیہ سے ہے۔ تو کیا اچھا ہوتا اگر اللہ تعالیٰ ایک طرف سے صفات علمیہ کو بیان کردینے کے بعد صفت عملیہ (تزکیہ) کا ذکر فرماتا اور آیت کی ترتیب یوں ہوتی۔

هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلو علیهم ایاته و یعلمهم الکتاب و الحکمة و یزکیهم۔ اور نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ تعلیم کتاب اور تعلیم حکمة میں کیا فرق ہے۔ اگر کتاب کی تعلیم سے قرآن شریف کی تعلیم ہی مراد ہے تو اُسکے بعد والحکمة کے ذکر کی کیا حاجت رہجاتی ہے۔ کیونکہ قرآن شریف تو خود ہی سراسر حکمة ہے۔

(ج) امر اوّل کا جواب سیّد محمود آلوسی بغدادی کے الفاظ میں یہ ہے:۔

قوله تعالیٰ و یعلمهم الکتاب و الحکمة الخ صفة ایضاً لرسولا مترتبة فی الوجود علی التلاوة و انما وسط بینهما التزکیة التی هی عبارة عن تکمیل النفس بحسب قوتها العملیة و تهذیبها المتفرع علی تکمیلها بحسب القوة النظریة الحاصل بالتعلیم المترتب علی التلاوة للایذان بان کلا من الامور المترتبة نعمة جلیلة علی حیالها مستوجبة للشکر ولو روعی ترتیب الوجود لربما یتبادر الی الفهم کون الکل نعمة واحدة۔

تفسیر روح المعانی جلد تاسع صفحہ ۶ مطبوعہ مصر

(یعلمهم الکتاب و الحکمة بھی ترکیب نحوی کے اعتبار سے رسولا کی صفت ہے اور اس صفت کا وجود پہلی صفت تلاوة پر متفرع ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ان دونوں صفتوں کے درمیان میں صفت تزکیہ کو داخل فرمادیا۔ حالانکہ تزکیہ نفس کو باعتبار قوة عملیہ کے مہذب بنانیکا نام ہے اور یہ بات بغیر قوة نظریہ کے تکمیل کے حاصل نہیں ہوسکتی۔ اور یہ تکمیل تعلیم اور تعلیم تلاوت پر مرتب ہے کہ اس اعتبار سے یتلو اور یعلمهم کو ذکر کرنے کے بعد مناسب تھا کہ یزکیهم کو بیان فرماتے۔ لیکن نہیں۔ تزکیہ کو تلاوت اور تعلیم کے درمیان میں حائل کردینے سے بھی ایک لطیف نکتہ کی طرف اشارہ ہوا۔ وہ یہ کہ اگر ترتیب طبعی کے موافق کلام کیا جاتا تو ممکن تھا کہ لوگ تلاوة اور تعلیم میں سے ہر ایک کو اُنکے ترتب اور تعلق قوی اور ہم جنسی کی بنا پر مستقل نعمت شمار نہ کرتے بلکہ دونوں کو ایک ہی نعمت سمجھ لیتے اور اب جبکہ تلاوت کی نعمت کو بیان کرکے تزکیہ کی نعمت کا ذکر ہوچکا تو تعلیم کی نعمت آگے بالکل مستقل نعمت سمجھی جائیگی اور خدا تعالیٰ اور اُسکا رسول ان میں سے ہر ایک نعمت پر مستقل شکریہ کے مستحق ہونگے۔)

(واللہ اعلم بالصواب)

باقی آئندہ

بعض جزئیات انقلاب اُمت مع اصلاح

اصلاح معاملہ بہ موتی

(بقیہ نمبر ۱۱ جلد ۳)

حالت وقت الموت۔ اسوقت کی کوتاہیوں مین عورتین زیادہ مبتلا ہین مثلاً اُسوقت بجائے اسکے کہ کچھ کلمہ کلام پڑہین حق تعالیٰ سے میّت کی سہولت نزع وختم بالخیر کی دعا کرین رونا پٹینا پھیلاتی ہین کلمات جزع وفزع کے کہتی ہین کہ اگر مریض کو کچھ ہوش ہوا تو وہ پریشان ہوتا ہے اور اُس پریشانی سے دو خرابیان ہین کبھی تو نا امیدی وہراس سے دل شکستہ ہوتا ہے اگر اسوقت تک نا امیدی نہوئی ہوا ور مریض کی دل شکنی اور اقناط[عــہ] خود مذموم ہے حدیث مین نص ہے کہ مریض کو امید دلایا کرو اس سے وقت تو نہین ٹلتا لیکن اُسکا دل خوش ہوجاتا ہے تو یہ حرکت اس حکم کے کسقدر خلاف ہے اور کبھی اس سے وہ خلق کی طرف مشغول ہوجاتا ہے حالانکہ وہ وقت خالص توجہ الی اللہ کا ہے چاہیئے تو یہ تھا کہ اگر وہ خود بھی اس عالم کی طرف بلا ضرورت شرعیہ (مثل وصیت وغیرہ) متوجہ ہوتا تو اُسکی توجہ کو حق تعالیٰ کی طرف منعطف ومنصرف کیا جاتا نہ کہ خود ہی اس ظلمتکدہ کی طرف اسکو متوجہ کرنیکا سبب بنجاوین اور اگر ان کلمات مین کچھ الفاظ اس میّت کے غلو فی المدح[عــہ] کے ہوئے کہ تو ایسا تھا اور ایسا تھا تو ایک ضرر میّت کا (جیسا کہ حدیث مین ہے) یہ ہے کہ فرشتے اسکو دھکیلتے ہین اور کہتے ہین کہ کیا ایسا ہی تھا غرض اس نامعقول حرکت سے پریشانی در پریشانی ہی ہی اور مثلاً بعضی عورتین اُسوقت اُسکی بیوی کو سامنے لاکر کھڑا کرتی ہین یا کبھی بیوی صاحبہ خود ہی تشریف لاکر کھڑی ہوتی ہین اور پوچھا جاتا ہے کہ اسکو یا مجکو کسپر چھوڑے جاتے ہین اور اُس غریب کو جواب پر مجبور کرتی ہین اسی طرح بعض اوقات اُسکے بچون کو سامنے لاتی ہین کہ انکا کون ہوگا یا یہ انکو پیار تو کرلے انکے سر پر ہاتھ تو رکھدے جس سے وہ غریب تو پریشان ہوتا ہی ہے اور توجہ الی المخلوق کا ضرر الگ پہونچتا ہے لیکن بچے کسقدر دل شکستہ اور نا امید ہوجاتے ہین یہ حماقت شعار اتنا نہیں سمجھتین کہ اسوقت کا تو مقتضا یہ تھا کہ اگر وہ خود بھی بچون کو یاد کرتا تو اُسکو کہا جاتا کہ تم حق تعالیٰ پر نظر

عــہ نا امید کرنا ۱۲ عــہ تعریف مین مبالغہ ۱۲ منہ مدظلہ

خیال رکھو البتہ اگر بہت ہی یاد کرے تو سرسری طور پر سامنے کر دین تاکہ اُسکا دل انمین اٹکا نہ رہے
لیکن اگر خود یاد نکرے تو ہرگز اُسکو یاد نہ دلاوے اور یہ بھی مقتضا تھا کہ بچّون کو وہان سے ہٹا دیا جاتا
کہ وہ پریشان نہون اور اگر وہ گھبراتے تو اپنے آنسو پونچھکر اُنکو دلاسا دیا جاتا کہ تم کیون گھبراتے ہو اُس سے
زیادہ ہم تمھاری شفیق اور خدمت کرنیوالے موجود ہین۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ تطییب[۱] قلب مسلم اور تسلیہ محزون
عبادت عظمیٰ ہے اسی طرح بیوی کی تسلی کرتے کہ بھائی لاعلاج بات کا علاج تو ہمارے قبضہ سے باہر ہے
اور اُسکا علاج تمھاری پریشانی سے بھی نہین ہو سکتا باقی تمھاری راحت رسانی اور دلجوئی کیلئے ہم
حاضر ہین تم اسقدر پریشان نہو غرض اسمین ایک تو یہ پریشانی ہے دوسرے وہی مخلوق کی طرف
اُسکو متوجہ کرنا جسکا اوپر ذکر ہوا ہے اسی طرح بعضے مرد بھی جو زنانہ مزاج کے ہین وہ بھی یہی ناشایستہ
حرکت کرتے ہین اسی واسطے سخت ضرورت اس امر کی ہو کہ قرب موت کے وقت میّت کے پاس
عاقل دیندار لوگ ہون اگر گھر کی عورتین اتفاق سے ایسی ہون تو اُن کے رہنے کا مضائقہ نہین ورنہ
مردون مین جو ایسے لوگ ہون اُنکا پاس رہنا چاہیئے اور وہ ان سب امور کی احتیاط اور انتظام
رکھین۔ بعضے لوگ یہ کرتے ہین کہ بدفالی کے خیال سے یا قلت[۲] مبالاۃ بالدین کی وجہ سے نہ اُسوقت
یٰسین پڑھین اور نہ پڑھنا گوارا کرین یا اسطرف التفات نکرین اور نہ کلمہ کلام کا اہتمام کرین نہ اُسکو متوجہ
کرین جبکہ اُسکو ہوش ہو اور نہ خود اسمین مشغول ہون جبکہ اُسکو ہوش نہو بلکہ دنیا کے فضول قصّون مین
خصوص اُن بکھیڑون مین جنکی ضرورت بعد مین ہوگی مگر ابھی سے مشغول ہو جاتے ہین بعض جگہ تو
کوئی اُسکے پاس بھی نہین رہتا اور وہ تنہا ہی ختم ہو جاتا ہے سب اِدہر اُدہر مال و متاع پر قبضہ کرنیکی
فکر مین بھاگے بھاگے پھرتے ہین اور بعض جگہ اسلئے اُسکے پاس نہین پھٹکتے کہ اُسکی بیماری لگ جانیکا
خوف ہوتا ہے اوّل تو بعض محققین کے نزدیک نفس تعدیہ[۳] ہی غلط ہے دوسرے اگر بعض کے قول پر
کہین ہوا بھی تو بلا اذن خالق نہین ہوتا اور نہ اذن دائم ہوتا ہے چنانچہ مشاہدہ شاہد ہے کہ اکثر جگہ
کچھ بھی نہین ہوتا پھر کتنی سنگدلی کی بات ہے کہ اپنے کو تو ضرر محتمل سے بھی بچا پایا اور اپنے ایک بھائی
مسلمان کو یعنی اُس مریض کو ضرر متیقن مین مبتلا کیا کیونکہ اسطرح تنہا رہجانے سے اسکی بعض ضروریات
مین فرو گذاشت ہونے سے اُسکو تکلیف بھی ہوگی اور اُسکی دل شکنی بھی ہوگی اور ان کے طرز عمل سے

---

[۱] مسلمان کا دل خوش کرنا ۱۲ [۲] دین کی پروا کم ہونا ۱۲ [۳] بیماری لگنا ۱۲ منہ مدظلہ

یہ معلوم کرکے کہ مین مرض متعدی مہلک مین گرفتار ہون مایوس بھی ہو جاویگا تو کتنی کلفتین اسپر جمع ہوئین اور ان محتاط صاحب کی ایک وہمی احتیاط ہوئی تو ایسی احتیاط پر خاک ڈالنے کے قابل ہے اور افسوس تو یہ ہے کہ جو طبقہ ادّعا ہمدردی کے نعرے لگاتا ہے وہی اس لغو احتیاط مین زیادہ حصہ لیتا ہے یہ تو انکی شکایت تھی جو کہ مریض کیلئے خواہ پاس رہکر یا اسکو تنہا چھوڑ کر اسکے متوجہ الی اللہ کرنیکا اہتمام نہین کرتے بعض لوگ ان کے مقابلہ مین دوسری طرف غلو کرتے ہین یعنی بزعم خود اسکو متوجہ الی اللہ کرنیمین اسقدر متشددانہ برتاؤ کرتے ہین کہ اسکے پیچھے ہی پڑ جاتے ہین کہ وہ ذرا غافل ہوا اور اُس پر تقاضا شروع ہوا کہ کلمہ پڑھنا استغفار پڑھنا اور اگر اسکو ہوش نہوا تو برابر اسکے سر رہتے ہین جبتک کہ وہ انکا حکم نہ مانے اور اگر ہوش آگیا اور اُسنے پڑھ بھی لیا تو اسپر کفایت نہین کرتے پھر پڑھوانا چاہتے ہین کہ آموختہ کی طرح پڑھتا ہی رہے دم نہ لے۔ اللہ بچاوے اس جاہلانہ زہد خشک سے اس بات مین علماء کا یہ ارشاد ہے کہ اگر وہ ہوش مین ہو تو اسکو بسہولت کلمہ و استغفار کی طرف متوجہ کرین اور جب وہ ایک بار پڑھ لے توبہ کرلے پھر چھوڑ دین پھر جب تک وہ کوئی دنیا کا کلام نکرے دوبارہ پڑھنے کو نہ کہین وہ مرض مین اور نزع مین پریشان ہوتا ہے اگر اسکے قلب مین تنگی پیدا ہوکر کلمہ و استغفار سے (نعوذ باللہ) کراہتہ و ناگواری ہوئی یا خدانخواستہ مونہہ سے انکار نکل گیا تو کسقدر امر منکر ہے گو اُسوقت کا ایسا فعل بھی قواعد شرع سے قابل اعتراض نہین کیونکہ وہ وقت پورے شعور اور پورے اختیار کا نہین ہے لیکن تاہم عام دیکھنے سُننے والون کی نظر مین اُس میت کی کتنی رسوائی ہے جسکا سبب یہ زاہد خشک بنا ہے۔ اور اگر وہ بالکل بیہوش ہے تو اسکو کچھ پڑھنے و رٹھنے کیلئے نہ کہین اُسکے قریب پکار پکار کر سورہ یٰسین شریف اور کلمہ کلام وغیرہ پڑھتے رہین تاکہ اگر قدرے ادراک ہو یا ہو جاوے تو قلب سے تو ادہر متوجہ رہے اور اسی توجہ مین خاتمہ ہو بعضے آدمی اس سے بڑھکر یہ کرتے ہین کہ اخیر وقت تک اُس سے باتین کرانا چاہتے ہین اور بڑھکر اسلئے کہا کہ ان زاہدان خشک نے تو اُس سے کلمہ ہی پڑھوانا چاہا تھا جو کہ دین کا کام ہے انھون نے دنیا کی باتین کرانا چاہا یعنی جہان وہ ذرا بیہوش ہوا اُسکو پکارتے ہین کہ میان فلانے ذرا آنکھ تو کھولو مجکو تو دیکھو مین کون ہون تم کیسے ہو کچھ کھوگے کسی بات کو دل چاہتا ہے اور اسی طرح کی خرافات لغویات مین اُسکو دق کیجئے

ع ۵ نامعقول و نامشروع ۱۲ منہ مدظلہ

ہین۔ ان عقل کے پتلون سے کوئی پوچھے کہ یہ ان باتون کا وقت ہے اگر اسکا مرض مرض موت نہین ہی اور اچھا ہوجاویگا تو اچھا ہونیکے بعد جتنی چاہے باتین کرلیجیو اسوقت اسکو کیون تکلیف دیتے ہو مرض مین ایسا تعب ہوتا ہے کہ بات کرنا تو بڑی بات ہے، بات سننا بلکہ کسی طرف دیکھنا خیال کرنا گران گذرتا ہے اور یہ بزرگ اس سی مجلس آرائی کی توقع رکھتے ہین اور اگر اسکا مرض مرض موت ہے تو ایسی باتین کرنا اور بھی برا ہے کیونکہ قطع نظر تکلیف کے یہ سمجھنا چاہئے کہ اب اسکو دنیا مین بہت تھوڑا وقت ملیگا سو اسکو تو اچھے مصرف مین صرف کرنا چاہئے البتہ اگر کوئی ایسی بات ہو جو شرعًا ضروری ہی مثلًا کسی امانت کو پوچھا جاوے کہ تم نے کہان رکھدی ہی یا قرضہ اور لین دین کے بارہ مین پوچھا جاوی جسکا حال بدون اسکے دوسرے ذریعہ سے معلوم نہین ہوسکتا یا کافی نہین ہوسکتا یا اور اسی قسم کا کوئی حق واجب ہو اسکے متعلق پوچھ پاچھ کرنیکا مضائقہ نہین بلکہ ضروری ہی بشرطیکہ اسکو زیادہ تنگی اور تکلیف نہو جو تحمل سے زائد ہو سو ایسی بات درحقیقت دنیا کی بات نہین ادای واجب ہے جو طاعت کی فرد اعظم ہے اور چونکہ صورةً دنیا ہی کی بات ہی اسلئے بہتر ہے کہ ایسی بات کا جواب لینے کے بعد پھر تہلیل و استغفار وغیرہ پڑھوادین بشرائط مذکورہ سابقًا بعض لوگ قریب مرگ کو رو بقبلہ کرنیکا مسئلہ سنکر یہ کرتے ہین کہ اسکا تمام بدن اور مونہہ پکڑ کر بیٹھ جاتے ہین اور اگر وہ نزع روح مین بدن یا گردن کو حرکت دی جو حرکت اضطراریہ ہوتی ہے تو پھر مڑوڑ تڑوڑ کر رخ بدلدیتے ہین سو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اس مسئلہ کا یہ مطلب نہین بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب اسپر شاق نہو یا وہ بالکل بےحس و حرکت ہوجاوے اسوقت رو بقبلہ کردین نہ یہ کہ اس سے کشاکشی کرکے اسکو تکلیف پہونچاوین۔ (درمختار) ایک بے احتیاطی یہ ہوتی ہی کہ اسوقت اکثر نامحرم عورتین بھی اسکے سامنے آکھڑی ہوتی ہین گویا پردہ ضروری نہین رہتا سو اگر اسکو اتنا ہوش ہی کہ وہ دیکھتا سمجھتا ہی تب تو اسکے سامنے آنا ایسا ہے جیسا تندرست کے سامنے آنا مرض سے احکام معاف نہین ہوگئی۔ اور اگر اسکو اتنا ہوش نہین ہی تو بہت سے بہت اس نے نہ دیکھا مگر ان عورتون نے تو اس نامحرم مرد کو بلاضرورت دیکھا جسکی ممانعت حدیث [۵] افعمیاوان انتما الستما تبصرانہ مین مصرح ہے اور اگر کہا جاوے

[۵] ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نابینا صحابی تشریف لائے تو آپ نے حضرت ام سلمہ اور میمونہ رض سے فرمایا کہ پردہ مین ہوجاؤ انہون نے عرض کیا کہ یا حضرت وہ تو نابینا ہین دیکھ نہین سکتے آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم دونون بھی نابینا ہو اُن کو نہین دیکھتی ہو ۱۲ منہ مدظلہ +

کہ اسوقت تو کسی مفسدہ کا احتمال نہین ہی سو جواب یہ ہے کہ اوّل تو حکم عام ہے مفسدہ کی قید نہین ہے دوسرے ہمنے مفسدہ بھی دیکھا ہے بعض عورتین اُسوقت دیکھکر عاشق ہو گئی ہین اور عمر بھر خیالات نجس مین مبتلا رہی ہین گو اُن کے ایقاع کی گنجایش نہین رہی تو العینان تزنیان عـ اور القلب یزنی تو صادق آگیا - ایک کوتاہی جو نہایت عام ہے کہ جب کوئی عورت مرنے لگتی ہے کہتے ہین کہ شوہر کو مہر معاف کردے اور وہ معاف کردیتی ہے اور شوہر اس معافی کو کافی سمجھکر اپنے کو دَین مہر سے سبکدوش سمجھتا ہی اور اگر کوئی وارث مانگے بھی تو نہین دیتا اور نہ اُسکا دینا ضروری سمجھتا ہی سو خوب سمجھ لیا جاوے کہ اسوقت کی معافی وصیت ہے اور وصیّت وارث کی حق مین عـ نافذ نہین ہوتی جب تک کہ سب ورثہ بشرط بلوغ اُسکو منظور نکرین اور اگر بعض جائز رکھین بعض نرکھین تو صرف جائز رکھنے والون کے حصہ کے قدر نافذ ہوگی باقی باطل ہوگی اور نابالغ تو اگر جائز بھی رکھین تو صحیح نہین پس اس صورت مین جو وارث نابالغ ہین اُن کے حصہ کا مہر اور اسی طرح جو بالغ وارث جائز نرکھین اُن کے حصہ کا مہر بھی واجب الادا ہوگا اور وہ معافی اُن کے حق مین محض باطل ہے مثلاً اس عورت کے وارث علاوہ شوہر کے تین بھائی ہین ایک نابالغ اور دو بالغ جنمین سے ایک نے اس معافی کو منظور کیا اور دوسرے نے نامنظور کیا اور مہر چھ سو روپیہ تھا تو اس صورت مین یہ حکم ہوگا کہ تین سو تو حصہ شوہری مین اگر معاف ہو گئے اور سو روپیہ بالغ منظور کرنے والے کے حصہ مین اگر معاف ہو گئے آگے دو سو روپیہ رہے سو تو نامنظور کرنیوالے کا حق اس شوہر کے ذمہ ہے اور سو اُس نابالغ کا حق اُسکے ذمہ ہے یہ دو سو روپیہ ادا کرنا ہونگے - یہ مختصر تذکرہ ہوا حالت موت کے وقت کی بعض کوتاہیون کا اب حالت بعد الموت کے متعلق لکھا جاتا ہے -

حالت بعد الموت - اسمین اسقدر امور غیر مشروعہ شائع ہین جنکا احصار مشکل ہی انمین سے اکثر کو مین نے اصلاح* الرسوم باب سوم فصل چہارم مین مفصّل و مدلل لکھا ہے یہان صرف اُن کی فہرست لکھنے پر اکتفا کرتا ہون -

دفن مین اعزہ وغیرہ کے انتظار مین دیر کرنا - قبر پر اناج لیجانا - جانماز اور اوپر کا چادرہ ترکہ مین سے

عـ دونون آنکھین بھی زنا کرتی ہین - اور قلب بھی زنا کرتا ہے ۱۲ عـ بندہ نے میراث المسلمین مین غلطی سے یہ لکھدیا تھا کہ ثلث مین نافذ ہوگی - دوبارہ طبع ہونے کے وقت اصلاح کردی ہے اور مطبوعہ سابقہ کی غلطی کا اظہار ۱۲ فقیر اصغر حسین

* یہ کتاب مطبع قاسمی مین بھی چھپکر تیار ہوئی ہے

خریدنا۔ میت کے کپڑے بلا تقسیم ورثہ کے مساکین کو دیدینا۔ تیجہ دسوان وغیرہ کرنا۔ برادری کو یا مساکین کو تفاخراً کھانا دینا۔ کئی بار عورتون کا جمع ہونا جسمین ایک اجتماع انقضاء عدت کے دن ہوتا ہے بلا ضرورت دور دور سے مدتون تک مہمانون کا آنا اور میت والون پر بار ڈالنا۔ خاص قواعد کے ساتھ میت کے گھر اول روز کسی عزیز کے یہان سے کھانا آنا حفاظ وغیرہ کو کچھ دیکر قرآن مجید پڑھوانا مدت تک سوگ کرنا۔ یہ تو عام اموات کے ساتھ معاملہ ہوتا ہے اور بعض معاملے خاص بزرگو نکے ساتھ ہوتے ہین جسکو رسالہ مذکورہ کے باب مذکور کی فصل دوم وسوم مین ذکر کیا گیا ہی جیسے عرس وفاتحہ مروجہ کے منکرات۔ اور شب برات کا حلوا۔ اور عاشورا کا کھچڑا و شربت کہ انکی بحث بھی بہت مبسوط لکھدی ہے اگر شوق ہو اسمین ملاحظہ فرمالیا جاوے۔ اب بعض وہ معاملات اس تیسری حالت کے متعلق مختصراً لکھتا ہون جو اسمین نہین لکھے گئے پس انمین سے ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعضے تقوے کی جوش مین آکر ترکہ مشترکہ مین بلا وصیت میت نماز و روزہ کا فدیہ دلواتے ہین سو اسمین حکم یہ ہے کہ اگر وہ وصیت کرے تو ثلث مین سے دینا حق ورثہ پر مقدم ہے اور اگر وہ وصیت نہ کرے جسکو دینا ہو خاص اپنے حصہ ترکہ یا اپنے پہلے مال سے دے۔ ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگون نے بجائے فدیہ کے ایک حیلہ اختراع کیا ہے کہ ایک قرآن مجید لاتے ہین اور تمام عمر کی نماز و روزہ بلکہ کہین کہین کے معاصی کا بھی حساب لگا کر اس قرآن کی اتنی بڑی قیمت تجویز کرکے کسی مسکین کو دیدیتے ہین اور اسکا نام اسقاط رکھا ہے۔ چونکہ وہ رسم کسی قاعدہ فقہیہ پر منطبق نہین اسلئے محض باطل ہے۔ ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ مردہ کو دفن کرکے قبر پر اذان کہتے ہین چونکہ شریعت مین کہین وارد نہین اسلئے واجب الترک ہی۔ ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض دیہات مین جہان کوئی نماز پڑھانیوالا میسر نہین میت کو بدون نماز جنازہ کے دفن کردیتے ہین مین نے ایکبار خطبہ مین جبکہ بہت دیہاتی جمع تھے اسکی تدبیر بتلادی تھی کہ اگر ایک آدمی بھی وضو کرکے جنازہ سامنے رکھکر کھڑا ہو کر صرف چار بار اللہ اکبر کہدے تو نماز فرض جنازہ کی ادا ہو جاویگی کیونکہ رکن اس نماز کا یہی چار تکبیرین ہین باقی دعائین وغیرہ سنت ہین سو جہان ایسا موقع ہوا اتنا ہی کرین ترک فرض کی معصیت سے تو محفوظ رہینگے۔ ایک کوتاہی یہ کرتے ہین کہ مردہ کو قبر مین رکھکر صرف منہ تو قبلہ کی طرف متوجہ کردیتے ہین باقی سارے بدن کو کروٹ

نہین دیتے سو کتب فقہ مین مصرح ہے کہ تمام بدن کو اچھی طرح کروٹ دیدینا چاہئے۔ ایک کوتاہی یہ کرتے ہین کہ قبر مین رکھنے کے بعد اُسکا منہ کھولکر قبر کو دکھلانا ضروری سمجھتے ہین سو شریعت مین اسکی کچھ اصل نہین۔ ایک کوتاہی یہ ہے کہ قبر مین عہد نامہ یا شجرہ وغیرہ رکھتے ہین اور میّت کے گلنے سڑنے سے اُسکی بے ادبی ہوتی ہے سو اسکو بھی ترک کرنا چاہئے البتہ جس چیز کا ادب شریعت مین اس درجہ کا نہین اُسکا قبر مین رکھدینا درست ہے جیسے کسی بزرگ کا کپڑا وغیرہ۔ ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعضے قبر پختہ بناتے ہین جسکی نصًا حدیث مین ممانعت آئی ہے۔ ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعضے لوگ لڑکیون کو میراث نہین دیتے جو بنص قرآن حرام اور ظلم ہے۔ ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعضی بیوہ عورتین اپنے کو تمام منقولات کا مالک سمجھتی ہین یہ بھی ظلم ہے جو چیز شوہر نے اسکو ہبہ کردی ہو وہ تو بیشک اسکی ہے ورنہ اور سب ترکہ مشترکہ ہے حسب فرائض سبکو دینا چاہئے۔ ایک کوتاہی یہ ہے کہ جو چیز جس وارث کے قبضہ مین آجاتی ہے وہ اُسکو چھپا ڈالتا ہی مگر یاد رہے کہ قیامت کو سب اوگلنا پڑیگا۔ ایک کوتاہی اسی کا شعبہ یہ ہے کہ اگر دلہن اپنے میکہ مین مرجاوے تو اُسکے تمام سامان پر وہ لوگ قبضہ کرلیتے ہین اور اگر سسرال مین مرجاوی تو وہ قابض ہوجاتے ہین ہمنے کہین تقسیم شرعی ہوتے سُنا ہی نہین اسمین بھی اوپر کی وعید کو یاد کرلینا چاہئے۔ ایک کوتاہی یہ ہی کہ بجز قرضہ تمسّک کے دستگردان قرض جو میت کے ذمہ ہو اور دلیل شرعی سے ثابت ہو اُسکو کوئی شاذونادر ترکہ سے ادا کرتا ہے صاف انکار کردیتے ہین جیسا کہ میّت کا جو ایسا ہی قرضہ اورونکے ذمہ ہو اور لوگ اُسکو بھی مکر جاتے ہن دونون امر صریح ظلم ہین خصوص میت پر اگر قرضہ ہو تو ورثہ کو یہ سمجھنا چاہئے کہ بروئے حدیث اُسکی روح جنت مین جانے سے معلّق رہیگی جب تک قرض نہ ادا ہو تو کیا اپنے عزیز کیلئے اتنا بڑا حرمان گوارا ہوگا۔ ایک کوتاہی یہ ہے کہ کبھی میت کے وارثون مین وہ بچہ بھی ہوتا ہے جو ابھی بطن مادر مین ہے ہمکو یاد نہین کہ کسی مستفتی نے سوال مین کبھی اسکو ظاہر کیا ہو اور ہم جواب دینے والے لوگون کی بھی کوتاہی ہی کہ اسکا احتمال ہی نہین ہوتا اور سائل سے اسکی تحقیق ہی نہین کرتے۔ مذہب کا ضروری مسئلہ ہے بہت زیادہ قابل اعتنا کے ہے بدون اُسکے تولد کے تقسیم ترکہ کی صورت معلق رہیگی بعد تولد کے صحیح سوال قائم ہوگا۔ ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض جگہ کفن مین میّت کے لنگی باندہی جاتی ہے جو بالکل بدعت ہے بعض اُردو خوانون کو ازار یا اسکا ترجمہ لنگی دیکھکر دھوکہ ہوا ہے سو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ بھی پورا چادرہ ہی ہوتا ہے چونکہ لنگی کے

حصہ کا وہ چادرہ مشروع ہوا ہے اسلئے اُسکا نام ہی ہو گیا۔ ایک کوتاہی یہ ہی کہ بعضے لوگ شوہر کو اُسکی مردہ بیوی کا مونہہ نہین دیکھنے دیتے نہ اسکے جنازہ کا پایہ پکڑنے دیتے ہین یہ محض لغو ہی میّت کو ہاتھ لگانا تو بلا ضرورت جائز نہین لیکن مونہہ دیکھنا درست ہے اور پایہ پکڑنا مستحب ہے بلکہ اگر کوئی محرم قبر مین اُتارنیوالا ہو تو اور اجنبیون سے شوہر احق ہی اور عورت کیلئے تو مردہ شوہر کو دیکھنا اور ہاتھ لگانا بھی درست ہے۔ ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض جگہ نماز جمعہ کے انتظار مین جنازہ کو رکھے رہتی ہین کہ زیادہ نمازی نماز پڑھینگے سو یہ بالکل جائز نہین جسقدر جلد ممکن ہو نماز اور دفن سے فراغت کرنا واجب ہے۔ ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعضے اموات کبھی خاص شخص سے نماز پڑھوانے یا کسی خاص مقام پر دفن ہونیکی وصیت کرجاتے ہین تو احیاء اُسکا اسقدر اہتمام کرتے ہین کہ بعض اوقات بعضے واجبات شرعیہ بھی ضائع ہو جاتے ہین سو جان لینا چاہیے کہ ایسی وصیتین شرعًا لازم نہین ہوتین اگر کوئی امر خلاف شرع لازم آوے تو اُسپر عمل جائز بھی نہین۔

الحمد للہ قسم سوم سے بھی فراغت ہوئی اِسوقت ذہن مین یہی امور حاضر ہوئے جو انشاء اللہ تعالیٰ قریب قریب کافی ہین باقی اگر کوئی اور بات قابل تحقیق خیال مین آوی تو علماء سے رجوع کرلیا جاوے جیسا حالت قبل الموت کے بیان کے ختم پر بھی عرض کیا ہی۔ اب بدستور سابق تسہیل کی سُرخی کے تحت مین بھی اُسکے مناسب مضمون لکھتا ہون۔

تسہیل مضمون مذکور برعایت تفہیم جمہور

اتفاق سے یہ مضمون اسقدر سہل عبارت مین لکھا گیا ہی کہ تسہیل کا محتاج نہین رہا البتہ کہین کہین کوئی لغت یا کوئی مختصر جملہ عربی عبارت مین یا غیر عام فہم ترکیب مین قلم سے نکلگیا ہی صرف اُسکو حل کئے دیتا ہون ایسے مواقع پر اصل مضمون مین بھی نمبر لگا دئے ہین اور وہی نمبر یہان حل مین بھی رکھے جاتے ہین۔ع۵

(کتبہ اشرف علی التھانوی غفرلہ)

ع۵ اسکے بعد حضرت مولانا مدظلہم نے حسب ارشاد و وعدہ تمام لغات وغیرہ کا حل نمبروار تحریر فرمایا تھا لیکن احقر نے سہولت ناظرین کیلئے باجازت حضرت موصوف ہر مقام کا حل عبارت کے ساتھ ساتھ اُسی کے حاشیہ پر نقل کردیا ہے چنانچہ ملاحظہ سے معلوم ہوگا ۱۲ معتمد عفی عنہ۔

تبدیل ارض کی آیت و احادیث

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القاسم کی کسی گذشتہ اشاعت میں جناب مولانا مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی نے آمادگی ظاہر فرمائی ہے کہ معارف القرآن اور لطائف الحدیث کے عنوانات پر القاسم میں خصوصیت کے ساتھ کچھ کچھ لکھتے رہیں اور انہوں نے یہ بھی ارادہ ظاہر کیا ہے کہ مصر و قسطنطنیہ وغیرہ سے جو علمی رسالے عربی زبان میں شائع ہوتے ہیں ان میں سے بھی کچھ چیدہ چیدہ مضامین تنقیدی ملاحظات کے ساتھ القاسم میں کبھی کبھی شائع کیا کریں۔

اِن عنوانات پر خامہ فرسائی کرنا گو میرا حصہ نہیں مجھے اپنی بے بضاعتی کا تہ دل سے اعتراف ہی مگر

مستئے دارم کہ با ہر خوش خرام　　　پائے کوباں مے روم دو چار گام

کم استعدادی کا تو یہ اقتضا کہ میں بھول کر بھی اس میدان دشوار گذار میں قدم نہ رکھوں اور شوق کا یہ حکم۔

بساط عذر میارا کہ نیستی معذور

شوق کی رہنمائی پر خیال تھا کہ کوئی آیت یا کوئی حدیث طبع آزمائی کے لئے تلاش کروں کہ حُسنِ اتفاق سے عربی رسالہ الھدایت جو قسطنطنیہ سے شیخ عبد العزیز صاحب شاویش کے زیر اہتمام شائع ہوتا ہے نظر سے گذرا شیخ صاحب موصوف ایک ممتاز و مشہور عالم ہیں اسوقت ناظرین القاسم کی آگاہی کے لئے صرف اسقدر لکھدینا کافی معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت عثمانیہ کی طرف سے مدینہ یونیورسٹی کے صدر المدرسین آپ مقرر ہوئے ہیں اور یہ رسالہ آپکے فیوض علمیہ کا آئینہ ہے۔ میں نے دیکھا کہ کسی شخص نے شیخ صاحب سے ایک آیت اور دو حدیثوں کے متعلق سوال کیا ہے اور شیخ صاحب نے سات سطروں میں بڑی اعتنائی سے جواب لکھدیا ہے۔

مولانا مولوی شبیر احمد صاحب کی مذکورہ بالا تجاویز پر عمل پیرا ہونے کی یہ صورت سمجھ میں آئی کہ میں اسی مضمون کو اس مرتبہ القاسم کے لئے منتخب کروں کہ اسمیں معارف القرآن اور لطائف الحدیث کے متعلق بھی کچھ لکھ سکوں اور شیخ صاحب کی تحریر پر بھی ایک تنقیدی نگاہ پڑجای (ایک بولی تین کام)۔

شیخ صاحب کا کوئی شاگرد لکھتا ہے کہ ہم آیت کریمہ :-

یوم تبدل الارض غیر الارض-	(جس روز یہ زمین دوسری زمین کردی جاویگی -)

کے معنی میں کچھ فکر و تدبر کررہے تھے کہ اتفاق سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہماری نظر سے گذری - ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال

تکون الارض خبزۃ واحدۃ -	(قیامت کے دن زمین ایک روٹی ہوجائیگی -)

اور نیز اسکے سات حضرت ابوہریرہ اور سعید بن جبیر کی یہ روایت بھی ملی -

تبدل الارض خبزۃ بیضاء یاکل المومن من تحت قدمیہ -	(قیامت کو زمین سفید روٹی ہوجائیگی مومن اپنے قدم کے نیچے سے کھائیگا -)

ہم نہیں سمجھتے کہ یہ کیونکر مان لیا جائے باوجودیکہ آخرت کی حالت دنیا کے مغائر ہی وہاں کھانے پینے سے کیا علاقہ -

شیخ صاحب جواب میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر میں جسقدر احادیث وارد ہوئی ہیں یا ضعیف السند ہیں یا اُنکی سند میں انقطاع ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل نہیں مقصود آیت سے یہ بیان کرنا ہے کہ آخرت کی حالت دنیا کے مغائر ہے - وہاں خطاؤں اور گناہوں کا نام نہوگا اور جو تکالیف انسان دنیا میں برداشت کرتا ہے وہ وہاں نہونگی کیونکہ میمون اس آیت کی تفسیر میں یوں کہتے ہیں کہ قیامت کو زمین سفید صاف شفاف ہوگی نہ اُسپر خونریزی ہوئی ہوگی نہ خطائیں کیجائینگی - ایسے میدان میں ہونگے کہ اِس کنارے سے اُس کنارہ تک نگاہ کام کرسکیگی - اور داعی کی آواز سب کو سُنائی دیگی ننگے پاؤں اور ننگے بدن ہونگے جیسا کہ پیدا کئے گئے تھے -

سفید اور صاف ہونے سے غالباً یہی مراد ہے کہ نہ وہاں تکالیف دنیا ہونگی نہ خطائیں نہ خونریزی -

شیخ صاحب نے اس مختصر جواب میں دعویٰ کیا ہے کہ اِس مضمون کی تمام حدیثیں ضعیف یا منقطع ہیں مگر اُسکے اثبات سے دامن کشاں چلدئے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ ہماری آیندہ تحقیق میں اِس دعوے کی حقیقت پر اچھی روشنی پڑیگی اور ہم عنقریب ناظرین کو دکھلائینگے کہ اِس مضمون کی حدیثیں اعلیٰ درجہ کی صحیح بھی ہیں اور صحیح بخاری وغیرہ معتمد اور معتبر کتب میں موجود ہیں - اور جب اس مضمون کی روایات

ضعیف کثرت سے ہیں تو یہ کثرت روایات اُنکے ضعف کا علاج ہے محدثین کے قاعدہ مسلمہ کی روسے ایسی حدیثیں حسن ہوتی ہیں اور محدثین اُنکو اثبات مدعی میں استعمال کرنے کے عادی ہیں تو پھر ہم نہیں سمجھتے کہ شیخ صاحب نے اُن سے کیوں اعراض کیا اور بے دلیل خلاف سلف کیوں رستہ اختیار کیا۔

بیخودی بے سبب نہیں غالب | کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے

محمدؐ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ تیسری صدی کے اجلہ محدثین میں سے ہیں اُنہوں نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں تقریباً پینتیس[۳۵] روایات درج کی ہیں۔ حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر درمنثور میں بیشتر روایات سے آیت کی تفسیر میں کام لیا ہے۔

اور جب تمام روایات اس مضمون کی ضعیف یا منقطع ہیں اور قابل استدلال نہیں تو پھر شیخ صاحب کا میموں کے قول سے استدلال کرنا قیامت ہے حالانکہ میموں کو شرف صحابیت بھی حاصل نہیں ہے یہ جملہ کہ اس کنارہ سے اُس کنارہ تک نگاہ کام کرے داعی کی آواز سب سنیں۔ ننگے بدن ننگے پاؤں ہوں کسی دوسری روایت کے الفاظ ہیں شیخ صاحب نے دوجگہ کے الفاظ کو مرکب کر دیا ہے۔ اگر ہم اس مضمون کو کسی دوسرے رسالہ یا اخبار میں دیکھتے تو شیخ صاحب کی شہرت اور مدینہ یونیورسٹی کی صدارت کی سفارش پر اسکے انتساب کو اُنکی طرف روا نہ کہتے مگر جبکہ تقدیر سے الہدایت میں اسکو پاتے ہیں تو کسی طرح اس انتساب سے انکار کی گنجایش نہیں ملتی۔

ہمارے مفسرین نے اس دقیق مضمون میں جو عرق ریزیاں کی ہیں اُنکا خلاصہ ہم یہاں تفسیر کبیر سراج المنیر۔ روح المعانی۔ درمنثور۔ تفسیر ابن جریر۔ تقریر دلپذیر (مصنفہ حضرت مولانا محمدؐ قاسم قدس سرہ) وغیرہا سے استنباط کر کے لکھدینا کافی سمجھتے ہیں۔

یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات وبرزوا للہ الواحد القھار۔

ای انسان باوجودیکہ تیرا نام اُنس سے مشتق ہے مگر تو ہمسے بالکل بیگانہ ہے ہمنے تیری فہمایش کے لئے آیات و علامات قایم کردیں مگر تو نہ سمجھا انبیاء کو معبوث کیا کتابیں نازل کیں کھول کھول کر احکام بیان کئے اچھا اب بھی نہیں مانتا ہے تو ذرا اُسدن کو یاد کرلے کہ جسدن یہ چوڑی چکلی سنگین زمین جسپر تو رہتا ہے جس سے تیری پیدایش ہے۔ اور یہ آسمان جو تجھپر سایہ فگن ہیں بدلدئے جاوینگے تو کیا تیرا یہ خیال ہے کہ ہمکو تجھپر قدرت نہوگی۔ جبکہ ہم آسمان و زمین کے تغیر و تبدیل پر قادر ہیں تو کیا

ان کے مکنونات پر قادر نہیں ہم سب کو زمین سے نکال کر سامنے کھڑا کرینگے اور ذرہ ذرہ کا حساب لینگے
آیت سے یہ تو صاف طور پر معلوم ہوا کہ قیامت کے روز زمین بدل دیجاویگی یعنی یہ دنیا کی زمین جسپر ہم رہتے ہیں اور چلتے پھرتے ہیں قیامت کو اسمیں تبدیل اور تغیر ہو جائیگی۔ تبدیل کا لفظ مرادف تغییر ہے اور اسکا استعمال دو معنی کیواسطے ہوتا ہے۔

(۱) کبھی تبدیل کا لفظ عرب میں بولا جاتا ہے اور مراد یہ ہوتی ہے کہ ذات شے کی موجود رہتی ہے اور اسکی صفات میں تبدیل اور تغییر لاحق ہوتی ہے چنانچہ کہتے ہیں:۔

بَدَّلتُ الحلقۃ خاتماً۔	(حلقہ کو انگشتری کی صورت میں بدل دیا۔)

یعنی اسکو پگھلا کر ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف منتقل کر دیا ذات بدستور اپنی حالت پر موجود رہی یا یوں کہتے ہیں:۔

بَدَّلتُ قمیصی جُبَّۃً۔	(میں نے اپنے کورتہ کو جبہ کی صورت میں متغیر کر دیا۔)

یعنی کورتہ کو کاٹ چھانٹ کر جبہ بنالیا۔ یا کہتے ہیں تبدل زید (زید متغیر ہو گیا) یعنی اسکے احوال میں تغیر آگیا اور تبدیل کے یہ معنی قرآن پاک میں بھی مراد لئے گئے ہیں:۔

فاولئك یبدل اللہ سیاٰتھم حسنات	(انکے گناہوں کو حسنات بنا دیا۔)

(۲) کبھی لفظ تبدیل کا استعمال عرب مین تغیر ذات کے واسطے ہوتا ہے چنانچہ۔

بدلت الدراھم دنانیر۔	(روپیوں کو اشرفی بنا دیا چاندی کو سونا کر دیا۔)

اور قرآن پاک میں بھی اس معنی کیواسطے تبدیل کا استعمال موجود ہے۔

بدلناھم جلودا غیرھا۔	(ہمنے انکی کھالوں کو بدلدیا۔)
بدلناھم بجنتیھم جنتین۔	(ہمنے انکے دو باغوں کے عوض میں دوسرے دو باغ بدل دئے)

جب یہ معلوم ہو گیا کہ تبدیل کا استعمال دو معنی کیواسطے ہوتا ہے تو آیت شریفہ بھی دونوں معنوں کو محتمل ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب ہے کہ زمین کی ذات میں کوئی تغیر نہو گا اسکی صفات بدل دیجاوینگی پہاڑ۔ دریا معدوم کر دیے جاوینگے زمین کا سطح ہموار ہو جائے گا اسمیں کہیں نشیب و فراز باقی نرہیگا اور اسی کے قریب قریب حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔
• حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے کہ ذات زمین میں تغیر ہو گا اور زمین مثل چاندی

کے سفید ہوگی نہ اُس پر خونریزی ہوگی نہ گناہ۔

یہ اختلاف حقیقی نہیں بلکہ نزاع لفظی ہے اسلیئے کہ صورت نوعیہ کی تبدیل کو عرف میں تبدیل ماہیت وحقیقت سمجھتے ہیں حالانکہ مادہ او اصل شے میں کوئی تغیر نہیں ہوتا مثلاً کسی کیمیا گرنے تانبے یا چاندی کا سونا بنا دیا تو اسکے یہ معنی ہیں کہ تانبے یا چاندی کا مادہ تو برقرار رہا صورت نوعیہ بدل گئی پہلی صورت پر تغیر واقع ہوا۔ یا کسی گورے چٹے آدمی کو کوئی مرض ہوا اور وہ سیا فام ہوگیا یا کوئی سیاہ فام سفید ہوگیا تو اس صورت میں یہ کوئی نہ کہے گا کہ ان لوگوں کی ذات بدل گئی اگر تبدیل ذات مانا جائیگا تو لازم آئیگا کہ یہ لوگ انسان نہ رہیں حالانکہ ان کی انسانیت میں کسی کو کلام نہیں۔

ہاں اگر یہ کہا جاے کہ یہ زمین نیست ونابود کرکے دوسری زمین سفید مثل چاندی کی بچھادی جاویگی تو بیشک نزاع حقیقی ہے اسکی کچھ تفصیل ہم آیندہ کرینگے انشاء اللہ۔ الحاصل آیۃ میں دونوں معنی مراد ہوسکتے ہیں اور زمین کا تبدل کوئی محال یا ممتنع نہیں ہے۔ جب شال اور کمبل رنگنے کے بعد کچھ سے کچھ ہوجاتے ہیں جب ایک شخص اپنے کورتہ یا چکن وغیرہ کو قطع وبرید کرکے بدل سکتا ہے جبکہ ایک خوشنویس ایک حرف لکھکر اُسکو دوسرے حرف کی صورت پر بدل سکتا ہے یا اُسمیں رنگ بھر کر متغیر کرسکتا ہے جبکہ ایک بادشاہ سیاہ پتھروں سکے محکم قلعہ کو مسمار کرکے دوسرا قلعہ سنگ مرمر کا تیار کرلیتا ہے اور ایک دہلی کو ویران کرکے دوسری دہلی آباد کرلیتا ہے تو کیا خدائے قادر ذوالجلال کو یہ قدرت نہیں کہ وہ اس زمین وآسمان کے اوصاف میں تغیر پیدا کرکے یا اسکی ذات کو فنا کرکے دوسری سفید چاندی کی زمین بناکر قیامت برپا کردے۔

آیت موصوفہ کی تفسیر میں جو احادیث وارد ہیں اور جنپر ہمارے معزز ہمعصر فاضل قسطنطنیہ نے ضعیف ہونیکا الزام لگایا ہے ہم چاہتے ہیں کہ اُنکے متعلق بھی مختصر سی بحث کردیں کتب تفسیر وحدیث میں تقریباً پینتیس چالیس روایات اس بارہ میں مروی ہیں اور بڑے بڑے محدثین نے مثلاً امام بخاری امام مسلم ابن جریر حاکم بیہقی امام احمد امام ترمذی ابن ماجہ ابن المنذر ابن ابی حاتم ابن حبان ابن مردویہ طبرانی عبدالرزاق ابن ابی شیبہ عبدبن حمید ابونعیم نے اپنی اپنی تصانیف میں درج کیا ہے اور جہانتک ہمنے کتب حدیث کا مطالعہ کیا تو اس باب میں حضرت ثوبان۔ ابن عباس۔ ابن مسعود۔ ام المومنین حضرت عائشہ۔ زید بن ثابت۔ انس بن مالک۔ علی مرتضی۔ افلح مولی ابوایوب

سعید بن جبیر[9]۔ ابوہریرہ[10]۔ ابوایوب انصاری[11]۔ ابوسعید خدری[12]۔ سہل بن سعد[13]۔ جابر[14]۔ کعب احبار[15]۔ ابی[16]
بن کعب۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سولہ صحابیوں سے روایتیں نظر سے گذریں۔ چونکہ آیت مذکورہ اور ان
احادیث میں قیامت کی خبر دیگئی ہے اور اس چوڑی چکلی زمین کے تغیرات کو بیان کیا گیا ہے۔
اور قریب زمانہ جاہلیت کی وجہ سے دہریت کے مطیع الحاد کے بندے عقل ظاہر بین کے مطیعوں سے
اندیشہ تھا اسلئے صحابہ کرام کی ایک کافی التعداد جماعت نے اس حدیث کو سنکر سر تسلیم خم کیا اور
اُسکی روایت کی اور عامہ مومنین کو قیامت کی اطلاع دیکر معتقد بنا دیا۔ زمانہ صحابہ کرام مین یہ روایت
حد شہرت کو پہونچ گئی تھی اور اگر ان کثیر التعداد روایات کو کوئی شخص متواتر المعنی خیال کرے تو میری نزدیک
اہل عقل اوسکو معذور سمجھیں گے۔

جو مضمون سولہ صحابیوں سے مختلف الفاظ کے ساتھ حدیث کی متعدد کتب مین مروی ہو قیامت ہے
کہ اون مین ایک روایت بھی صحیح نہو اور سب کے سب ضعیف یا منقطع ہون میری سمجھ مین نہین آتا معترضہم
کی اس جرأت کی نہ داد دے سکتے ہین اور نہ شکوہ کر سکتے ہین۔

سوچ میں ہون کہ حال دل یون کہون اسے کیا کہون	شکوہ میں ترس مدعی شکر میں ترک مدعا

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان متعدد روایات میں سے چند روایات ناظرین القاسم کے سامنے پیش کر دیجائیں

(۱) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تکون الارض
خبزۃ واحدۃ یتکفأھا الجبار بیدہ کما یکفؤ احدکم خبزتہ فی السفر نزلا لاھل الجنۃ فاتی
رجل من الیھود فقال بارک الرحمن علیک یا ابا القاسم الا اخبرک بنزل اھل الجنۃ یوم القیامۃ قال
بلی قال تکون الارض خبزۃ واحدۃ کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنظر النبی صلی اللہ علیہ وسلم
الینا ثم ضحک حتی بدت نواجذہ ثم قال الا اخبرک بادامھم قال ادامھم بالام ونون قالوا
ما ھذا قال ثور ونون یاکل من زائدۃ کبدھما سبعون الفا۔ صحیح بخاری (ترجمہ) رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت مین زمین روٹی ہو جائیگی اللہ تعالیٰ اوسکو اپنے ہاتھ سے لوٹ پوٹ کر تیار کریگا جیسے
تم لوگ سفر مین اپنی روٹی تیار کرتے ہو یہ زمین کی روٹی جنت کا نزل یعنی مہمان کے آتے ہی اوسکے لئے فوری غذا الطور
حضر جو جلد سے جلد اوسکے لئے حاضر کیجائے ہوگی۔ ایک یہودی حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے ابوالقاسم اللہ تعالیٰ آپ پر
برکت نازل کرے کیا مین آپ کو اہل جنت کی اوس غذا کی خبر دون جو اون کو جنت میں پہونچتے ہی فوراً دیجائیگی آپنے فرمایا

ضرور بیان کرو تو اوس نے کہا کہ یہ زمین ایک روٹی ہوجائیگی جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے فرما چکے تھے یہ سُنکر آپنے ہماری طرف دیکھا اور مُسکرائے حتی کہ آپ کی کچلیاں ظاہر ہوگئین (مسرّت کی یہ وجہ کہ جو خبر آپنے صحابہ سے بذریعہ وحی کے بیان فرمائی تھی وہ اسی طرح یہودی کی زبان سے توریت کی خبر نکلی اور آپ کو اہل کتاب کی موافقت پر بہت مسرّت ہوتی تھی) پھر اوس یہودی نے کہا کیا میں آپکو اہل جنت کا سالن اور ترکاری جو اوس روٹی کے ساتھ کھانیکو جو اوس ابتدائی دعوت میں ملیگا نہ بتادُن وہ بالام اور نون ہوگا (چونکہ بالام عبرانی لفظ تھا) توصحابہ کرام نے دریافت کیا کہ بالام کیا تو اوسنے جواب دیا کہ بیل اور مچھلی ان دونون کے کلیجی کے اوس گوشت کے ٹکڑے سے جو اون پر لٹکتا ہے ستر ہزار آدمی کھاوینگے۔ (یہ ٹکڑا نہایت لذیذ ہوتا ہے اور کیا عجب ہے کہ ان ستر ہزار سے وہ لوگ مراد ہون جو بلا حساب داخل جنت ہونگے یا محض کثرت مراد ہو)۔

اس حدیث کے راوی علاوہ صحابی کے یہ ہیں یحییٰ بن بکیر۔ لیث۔ خالد بن یزید۔ سعید بن ابی ہلال زید بن اسلم۔ عطا بن یسار۔

(۲) سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول یحشر الناس یوم القیمہ علی ارض بیضاء عفراء کقرصة النقی قال سہل او غیرہ لیس فیہا معلم لاحد۔ صحیح بخاری (سہل بن سعد کہتے ہین کہ مینے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ فرماتے ہین کہ قیامت کے دن تمام لوگ زمین سفید سرخ شور ہونگے جو مثل گیہون کی میدہ کی روٹی مستدیر اور صاف ہوگے سہل یا کسی اور راوی غیر معین نے بیان کیا کہ اوس زمین مین کوئی علامت نہوگی۔)

یہ دونون روایتین صحیح بخاری کی ہمارے مدعا کے اثبات کیلئے اصل میں اور باقی زوائد صحیح بخاری شریف کی صحت پر اور بعد کلام اللہ کے اوسکی صحیح ہونے پر شرقاً غرباً علمار کا اتفاق ہے اور چونکہ مدار صحت راویوں پر ہے اسلئے ہمنے دونون حدیثون کے تمام راویون کے نام درج کردئے ہیں کتب اسمار رجال مین ان راویون کا حال تحقیق کرنے سے معلوم ہوجائیگا کہ یہ روایتین کسقدر صحیح ہیں اور ان روایات سے جو جو امور ہمکو ثابت کرنے ہیں وہ ہم نقلی روایات سے فارغ ہونے کے بعد کرینگے۔

(۳) عن عبداللہ ابن مسعود فی قولہ تعالیٰ یوم تبدل الارض غیر الارض الآیة قال تبدل الارض ارضاً کانہا فضة لم یسفک فیہا دم حرام ولم یعمل علیہا خطیئة۔ بیہقی (ترجمہ یہ دنیا کی زمین قیامت کے دن ایسی زمین بنادی جاوے گی گویا چاندی کی صورت ہوگی اور اوسپر خونریزی نہوئی ہوگی نہ کوئی گناہ۔)

یہ روایت موقوف ہے بیہقی نے اس کو مرفوعاً بھی روایت کیا ہے مگر موقوف کو اصح بتلاتے ہین اور

حافظ ابن حجر فتح الباری مین اسکے راویون کو صحیح حدیث کا راوی تسلیم کرتے ہین۔

(۴) عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت انا اول الناس سال رسول اللہ علی اللہ علیہ وسلم عن ھٰذہ الآیۃ یوم تبدل الارض غیر الارض قلت این الناس یومئذ قال علی الصراط۔ (مسلم و ترمذی وغیرہ) (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہین کہ مین نے آیت یوم تبدل الارض غیر الارض کے متعلق سب سے پہلے آپ سے سوال کیا اور یون پوچھا کہ اوسروز آدمی کہان ہون گے تو آپ نے فرمایا کہ صراط پر ہون گے)۔

(۵) حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت مین فی الظلمۃ دون الجسر ہے (یعنی اوسروز اندھیرے میں پل سے ورے ہون گے)۔

(۶) حضرت کعب احبار اور ابی بن کعب کی روایت مین ہے یصیر مکان البحر نارا (دریا کی جگہہ آگ ہو جائیگی) طبری وغیرہ یہ روایت فتح الباری سے نقل کیگئی ہے حافظ ابن حجر نے اسمین کوئی کلام نہین کیا چونکہ اسکی سند پیش نظر نہین اسلئے ہم حتمًا تصحیح نہیں کر سکتے۔

ان ستہ ضروریہ کو نقل کر دینا اثبات مدعا کیلئے کافی سمجھتے ہیں۔

محدثین نے جو اصول تصحیح حدیث کیلئے مقرر کئے ہیں اور جنپر آجتک بلانکیر عمل ہے اونکی بناپر احادیث مذکورہ کی صحت میں کوئی شخص جسکو علم حدیث مین ادنیٰ ممارست ہے تردد نہیں کر سکتا حدیث کی صحت کا مدار راویون کی ثقاہت۔ تدین۔ حفظ پر ہے۔

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔ جس کا دل چاہے کتب اسماء رجال سے تحقیق کر کے اپنا اطمینان کرلے صحیحین کو جو تلقی بالقبول حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

محدثین نے تحفظ حدیث میں جو عرق ریزیان کی ہین اون سے کون ناواقف ہے کیا کوئی آفتاب پر خاک ڈالکر اوسکے نور کو ماند کر سکتا ہے آج وہ دنیا میں کون ہے جو صحیح روایات کا انکار کر سکے۔ فن تاریخ کی آنکھہ بیچ کر تقلید کرنیوالے مسیحی اور مادہ پرست دہری مورخین کی فدائی۔ کیا روایات محدثین کو ناقابل اعتبار کہسکتے ہیں کیا کسی مورخ کی تحقیق کو کوئی شخص محدثین کی تحقیق کے مقابلہ میں موازنہ کرنیکے لئے آمادگی ظاہر کر سکتا ہے۔ ہمکو اذعان ہے کہ روئے زمین کے عقلاً اگر اس بات میں متفقہ کوشش سے بہزار جانکاہی اس میدان میں قدم رکھیں گے تو نہایت نامرادی کیساتھ

بہزیمت پسپا ہون گے۔

یہ کہکر کہ جو روایات خلاف درایت و عقل ہین وہ قابل تسلیم نہین وہی شخص گریز کر سکتا ہے جسکو علم کے ساتھ انصاف سے بہی کوئی تعلق نہو۔ جو شخص توحید و رسالت کا مقر ہے اور قرآن مجید کو کلام اللہ اور حدیث شریف کو کلام رسول تسلیم کرتا ہے جب کوئی مضمون اوسکو بسند صحیح معتبر ملجائے تو اوسکو بجز تسلیم و انقیاد کیا حق ہے کیا خدا اور رسول کی یہ شان ہے کہ وہ کوئی ایسی خبر دین کہ جو درحقیقت قابل تسلیم نہو اور عقول سلیمہ کو اوسکے قبول سے ابا ہو۔ جب کوئی بات صحت کے ساتھ ہم تک پہونچ جائے اور ہم معلوم کرلین کہ یہ خدا و رسول کا کلام ہے تو پھر عقل سلیم کو اوسکے قبول سے گریز ہو نہین سکتا حقیقت مین اُس خبر کا نہ ماننا بندہ مومن کی شان نہین ہے۔

کسی روایت کے خلاف درایت ہونے کا اگر یہ مطلب ہے کہ زید و عمرو کی درایت کے خلاف ہے کسی چودہوین صدی کے فاضل یا علامہ کی درایت کے مخالف ہے تو پہلے یہ بزرگوار اپنی درایت و عقل کی صحت و سلامت کو ثابت کردین ورنہ جمہور سلف و خلف کے مقابلہ انکا یہ کہنا سخت شوخ چشمی اور خلاف درایت ہے اور اگر تمام اہل اسلام کی درایت کے خلاف ہو تو ان بزرگوارون کا یہی فرض ہے کہ اسکو ثابت کردین الحاصل کسی روایت کے خلاف درایت ہونے کا دعوی محتاج دلیل و ثبوت ہے۔

بادشاہ کے کلام کو جب وزرا اور حکماء دربار نے اوستاد کے کلام کو لائق شاگردون نے تسلیم کرلیا تو ان کی درایت کے مقابلہ مین کسی دوسرے کی درایت قابل اعتبار نہوگی۔ خدا تعالی کے کلام کو رسول سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے جب رسول نے کلام خداوندی اپنے صحابہ کو سمجھا دیا اور اونکی عقول سلیمہ نے اوسکو قبول کرلیا اور اسی طرح درجہ بدرجہ اُمت کے ہر طبقہ مین وہ کلام مقبول ہوا تو آج کوئی شخص یہ کیونکر جرأت کرسکتا ہے کہ یہ بات خلاف درایت ہے کیا آج کوئی علامہ اور فاضل صحابہ کے سے درایت رکھتا ہے۔

جب ایک امر کو صحابہ اور علمائے سلف کے درایت نے تسلیم کرلیا تو آج کسی کا اوسکو خلاف درایت کہنا قیامت ہے۔

بیشک ایک مستعجل غلط فہمی میں مبتلا ہوکر ایسے دوراز کار باتیں کرسکتا ہے مگر جب ذرا نظر کو عمیق کیا جاسے تو نہ احادیث میں کوئی تعارض رہتا ہے اور نہ ان تخیلات کی ہستی کا پتہ ملتا ہے۔

اسوقت چونکہ بنائے تحریر رسالہ الہدایت کے سوال وجواب پر ہے اور اسمیں صرف زمین کے روٹی ہونے پر استعجاب کیا گیا ہے قیامت کے وجود پر کوئی خدشہ پیش نہیں کیا گیا ہے۔ لہذا ہم اسوقت اثبات قیامت کے درپے نہیں ہوتے ابتدائے مضمون میں جو ایک خفی اشارہ ہو چکا ہے اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

زمین پر چند قسم کے تغیرات واقع ہونیوالے ہیں اگر انکو پیش نظر رکھا جائے تو ان روایات میں کوئی منافات نہیں۔

نمبر۲ پر جو حدیث ہمنے صحیح بخاری سے نقل کی ہے۔ اسکا مفہوم صرف اسقدر ہے کہ قیامت کو لوگ سفید زمین پر اٹھائے جاوینگے اس زمین پر کوئی علامت کسی کی نہوگی اور وہ میدے کی روٹی کی طرح ہوگی اسمیں موقف کی زمین کا بیان ہے کہ جب صور پھونکا جائیگا اور مردے قبور سے اٹھکر چلینگے تو وہ ایک میدان مسطح ہموار میں جمع ہونگے بعض روایات میں ہے کہ یہ اسمیں ملک شام کے محاذات میں واقع ہوگی تو یہ حقیقت میں یہی زمین دنیا ہوگی اسمیں فی الجملہ تغیر کیا جائیگا روٹی کی طرح مدور ہوگی اور اسکی کثافت اور غبرت کو دور کرکے اسکو سفید بنا دیا جائیگا میدے کی روٹی کے ساتھ مشابہت تدویر اور رنگ میں ہوگی۔ جن جن روایات میں زمین کا مثل چاندی ہونا مذکور ہے ان سے بھی مراد سفیدی رنگ کی ہے۔ اور جن روایات میں ہے پہاڑ دریا نشیب وفراز کچھ باقی نر ہیگا اور زمین کا سطح ہموار ہوگا یہ سب بیان زمین موقف کا ہے۔ پس موقف کی زمین روٹی کی طرح مدور اور میدے اور چاندی کی طرح سفید اور ہموار ہوگی۔

جس طرح طبیب ایک سوداوی مریض کو منضج پلاکر مواد سوداویہ کو اقطار جسم سے مجتمع کرکے بذریعہ مسہل سودا جسم سے خارج کر دیتا ہے۔ اور مریض کا رنگ نکھر جاتا ہے ایسے ہی زمین کی غبرت دور کرکے سفید بنا دی جاویگی۔

بعض روایات میں ہے کہ طول موقف میں جب آدمی پریشان ہونگے اور بھوک کی خواہش ہوگی تو انکو زمین کی روٹی دیجائیگی بعض روایات میں ہے کہ جب جنت میں دخول ہوگا تو وہاں پہونچتے ہی نزل زمین کی روٹی ملیگی۔ ان روایات میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ اگر موقف میں بھی غذا دیجائے اور بعد دخول جنت بھی تو اسمیں کیا منافات ہے۔ اور اول موقف کی زمین سفید اور صاف

اور ہموار ہوگی اور اجزاے کثیفہ دور کرکے خلاصہ کی روٹی اور اجزاے خشبیہ سے اُسکے پخت و پز کے لئے آگ بنادی جاویگی اور بعد اسکے وہ آگ دوزخ کی آگ میں شامل کردی جاویگی یا دریا کی زمین سے آگ اور باقی حصہ سے روٹی اور اُسکو بدل کی دوسری چاندی کی زمین بناکر جنت میں داخل کردیجاویگی موقف کی زمین ملک شام کی محاذات میں ہوگی۔ اسکے آگے دوزخ اور اُسکے آگے جنت ہوگی جنت کے نشیب پر پُل صراط ہوگا موقف سے پُل صراط پر سے گذر کر جنت میں دخول ہوگا۔ اور اُس موقف کی زمین کو حق تعالیٰ اپنے ہاتھ سے روٹی پکائیگا اور بیل و مچھلی کی کلیجی اُسکے ساتھ کھانے کو ملیگی جیساکہ حدیث نمبر اوّل میں جو بخاری شریف سے نقل کی گئی ہے مذکور ہے۔

زمین کی روٹی کیونکر بنے گی

غذا اُشبیہ بالمغتذی اگر ہوتی ہے تو خوب جزو بدن ہوتی ہے اور معلوم ہے کہ انسان کو زمین کے ساتھ اصل سے مشابہت ہے طبعی طور پر زمین کی روٹی ملنے کا یہ راز اگر تسلیم کرلیا جاے تو ایک بامعنی بات ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ زمین تمام لذتوں اور غذاؤں کا معدن ہے تمام غلّے اور میوے اور ترکاریاں اور پھل زمین سے پیدا ہوتے ہیں گویا زمین ہمارے رزق کی محافظ امین خزانچی ٹھیکہ دار ہے وقت پر ہمکو ہر شے دیتی ہے۔ اسکی پستی حق تعالیٰ کو ایسی محبوب ہے کہ اسمیں ہزاروں لاکھوں طرح کی نعمتیں ودیعت ہیں۔ گیہوں سے ہم آٹا میدہ۔ سوجی بناکر روٹی اور قسم قسم کی غذائیں بناتے ہیں گیہوں کا بھس جو بظاہر ہمارے کام کا نہیں حقیقت میں گیہوں کی طرح ہمارے کام کا ہے اُسکو ہم اپنی گائے بکری بھینس کو کھلاتے ہیں جس سے دودھ۔ گھی۔ گوشت سے مزید ار نعمتیں بنکر ہمارے کام میں آتی ہیں۔ کھیتی کے بیل سواری کے گھوڑے۔ اونٹ ہاتھی پرند چرند ہر قسم کی جانوروں کی غذا گھاس پھونس میں رکھی ہے۔ ہر ہر شی تفصیل بیان کرنیکی ضرورت نہیں ہے اسقدر بیان سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوگئی کہ اور غذا کے علاوہ اکثر اور بیشتر ضروریات انسانی زمین میں موجود ہیں۔

گیہوں اور دوسری عمدہ عمدہ غذائیں مفرد اور مرکب باوجودیکہ وہ نہایت مزیدار اور پُر لطف ہیں مگر اُن میں اجزاے کثیفہ اور فضلہ بھی موجود ہیں ہم لطیف سے لطیف غذا کھاتے ہیں مگر

وہ سب کی سب جزو بدن اور بدل ما یتحلل نہیں ہوتے معدہ اور جگر کے طبخ کے بعد اجزای لطیفہ کا خون بنکر بدل ما یتحلل اور جزو بدن بنتا رہتا ہے اور جگر سے خون کا ایک نہایت لطیف حصہ دل میں آکر اور دل کی حرارت سے بھاپ کی شکل قبول کرکے ہر رگ و پے میں سرایت کرجاتا ہے اور اجزائے کثیفہ فضلہ بنکر جسم سے خارج ہوجاتے ہیں یہ فضلہ جو انسان کا پاخانہ بنکر خارج ہوتا ہے درحقیقت ابھی اسمیں بھی اجزاے لطیفہ جو خون اور روح کا مادہ ہیں موجود ہیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض ایسے حیوان بھی ہیں کہ جو اکثر پاخانہ کھاتے ہیں اور اُس سے اُنکو غذایت نصیب ہوتی ہے اون کے جسم میں خون۔ روح۔ ریح سب کچھ پیدا ہوتا ہے۔اب یہ بات سمجھنی سہل ہو کہ ہر غذا میں مقصود بالذات وہ جزو لطیف ہے کہ جو دل میں بھاپ بنکر تمام جسم میں سرایت کرجاتا ہے اسمیں لطافت کے سوا کوئی اثر کثافت کا باقی نہیں رہا۔اجزاے ناقصہ اس سے بالکل جدا ہوگئے۔اسمیں فضلہ کا نام و نشان نہین۔معدہ کی مشین میں غذا کی اصلاح ہوتی ہے اجزائے لطیفہ اور کثیفہ میں امتیاز اور افتراق حاصل ہوتا ہے اور پھر دل کی مشین میں اجزاے لطیفہ کا بھی کا ایک عطر اور جوہر تیار ہوجاتا ہے

غذا کی لذت حلق تک محدود ہے حلق سے اوترکر غذا مٹی ہے افسوس کہ معدہ اور دل کی مشین میں غذا کے اجزاے ناقصہ دور ہوکر جزو لطیف ماءالحیات باقی رہا دیکھنا یہ ہے کہ یہ کسقدر خوش ذائقہ ہوگا اگر کوئی اسکو غذا بنائے اور کہائے تو اوسکی روح نہایت لطیف اور قوی اور نہایت قوی ہوگی۔نہ پیشاب آئے گا نہ پاخانہ باوجودیکہ نئی ایجادون کی گرم بازاری کا زمانہ ہے مگر ابتک کبھی ایسی مشین ایجاد نہیں ہوسکی کہ جسمین غذا کے اجزائے لطیفہ کو اجزائے کثیفہ سے اسطرح جدا کرلیا جائے کہ اوسمیں فضلہ بالکل باقی نہ رہے۔کیسی ہی لطیف غذا یا اوسکا جوہر اور عطر بناکر ہم کھائین مگر اوسکے کھانے سے پیشاب پاخانہ ضرور آئیگا اگر کوئی حکیم آیندہ ایسی مشین ایجاد کرلے کہ جسمین غذاؤن کا ایسا جوہر اور عطر تیار ہوا کرے کہ اوس میں فضلہ بالکل باقی نہ رہے تو بیشک اوس جوہر کے کھانیوالے نہایت ہی پاک و صاف رہین گے نہ پیشاب آئیگا نہ پاخانہ موںہہ سے تھوک آئے گا نہ ناک سے رینٹ نہ بدن سے پسینہ نہ کوئی کسی قسم کا مرض ہوگا۔

وہ خدا جس نے اپنی قدرت سے اس وسیع زمین کو پیدا کیا اور اسمین عام غذاؤن کا مادہ ودیعت رکھدیا جسنے معدہ مین اور دل مین ایسی قوتین رکھدین کہ غذا کے اجزائے لطیفہ سے فضلہ بالکل جدا ہوجائے کیا اس پر قادر نہیں ہے کہ زمین سے اجزائے کثیفہ اور کثرت آلود کو اول دور فرماکر اور

اوسکو سفید اور مدور روٹی کی شکل پر بنادے اور موقف مین تمام بندون کو اوسپر کھڑا ہونیکی اجازت دے اور عند الضرورت اسی زمین مین سے دوسری کثافتین دور فرماکر غذائے اجزا کی روٹی پکادے اور اوسمین سے اجزائے خشبیہ سے آگ پیدا کرے اوسپر زمین ڈبل روٹی تیار ہوجائے اور پھر وہ آگ مین ملادیجائے اور پھر ایک چاندی کی زمین مرتب فرمادے ضرور قادر ہے اور یہ سب کچھ اوسکی قدرت کے ادنی کرشمے ہین۔

وہ روٹی جسکو حق سبحانہ اپنی ید قدرت سے پکائے کس مزے کی ہوگی۔ اللہ اکبر تمام لذتون کا مجموعہ اسمین ہوگا اللہ دے بندہ لے۔

جنت مین داخل ہونیوالے ایسے بھی ہون گے کہ جنکو دنیا کی بہت سی نعمتین چکھنے کا بھی اتفاق نہوا ہوگا۔ باقتضائے رافت دنیا کی تمام نعمتون کا ذائقہ اپنے اون بندون کو جنت کی نعمتون سے پہلے چکھادینا عین بندہ پروری ہے۔

جو شخص قادر مطلق کے مفہوم سے آگاہ ہے وہ آسانی سے باور کرلیگا کہ روٹی کو مٹی اور مٹی کو روٹی بنادینا کچھ مشکل نہین ہے الحاصل زمین چونکہ تمام غذاؤن کی معدن اور اصل ہے اسلئے قیامت کو روٹی پکاکر اپنے جنتی مہمانون کی دعوت کرنا نہایت عجیب اور بامعنی بات ہے۔

اب آیت کریمہ واحادیث متعلقہ کے معنی بھی معلوم ہوگئے اور سب کا محمل بھی متعین ہوگیا اور کچھ تعارض بھی نہ رہا اللہ تعالی ہم کو تمکو قیامت کے روز یہ زمین کی روٹی اور بیل ومچھلی کی کلیجی اور اونکا زائد ٹکڑا نصیب کرے وماذلک علی اللہ بعزیز۔

خاکسار سراج احمد رشیدی

ناقابل اعتبار روایات

(بقیہ نمبر ۸ جلد ۳)

(۱۷) مسور کھایا کرو کیونکہ یہ بڑی مبارک چیز ہے قلب رقیق ہوتا ہے اور شفقت بڑہتی ہے۔ ایجاد کرنے والے نے اس روایت کو حضرت عبد اللہ[۵۱] بن مبارک کے واسطے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا تھا۔ لوگون نے عبد اللہ بن مبارک رح سے دریافت کیا۔ آپنے فرمایا کہ مسور کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد مروی نہین۔ یہ تو یہودیون کی مطلوب و مرغوب چیز ہے انھون نے منّ و سلوی سے گھبراکر اسکے ملنے کی دعا کی تھی۔ خدا تعالی نے اسکو ادنی (رزیل چیز) فرمایا ہے اور یہودیون کی مذمت فرمائی ہے کہ ایسی عمدہ نعمت چھوڑ کر اسکو مانگتے ہین (سودا کو بھڑکاتی ہے ریاح غلیظہ پیدا کرکے پیٹ مین نفخ کرتی ہے خون فاسد پیدا کرتی ہے غالبًا یہ روایت اسی قسم کے لوگون نے تراشی ہے جو من و سلوی کو چھوڑ کر اسکی حرص کرتے تھے۔

(۱۸) عوج بن عنق کے حالات و اوصاف جو قصص الانبیا مین اور بعض تفسیرون مین مذکور ہین اکثر غلط اور باطل و بے اصل ہین مثلاً یہ کہ اُسکا قد تین ہزار تین سو تینتیس گز تھا۔ نوح علیہ السلام کی کشتی کو دیکھکر ہنستا تھا اور کہتا تھا کہ مجکو بھی اپنی اس پیالی مین سوار کر لیجیگا۔ طوفان نوح اُسکے ٹخنے تک بھی نہ آیا تھا سمندر کے بیچ مین گھسا تو سینہ تک پانی آیا۔ دریا سے مچھلیان پکڑکر آفتاب سے بھون کر کھالیتا تھا۔ وغیرہ۔ سب بے سند و بے اصل قصّے ہین۔ اسلئے کہ قرآن مجید سے معلوم ہو رہا ہے کہ اہل کشتی کے سوا طوفان نوح علیہ السلام سے کسی نے نجات نہین پائی اور زندہ باقی نہین رہا۔ اور تین ہزار گز کا قد مچھلی کو آفتاب کی گرمی سے کباب کرنیکے لئے ہرگز کافی نہین کیونکہ آفتاب کہین چوتھے آسمان پر ہماری زمین سے ہزارون کوس دُور ہے۔ ایسی روایات سے مخالفین اسلام کو تو تکذیب بالدین کا موقع ملتا ہی تھا گذشتہ قریب زمانے مین بعض جدید الخیال مفسرین بالرائے کو کتب تفسیر کے ساتھ استہزا و تمسخر کا بہانہ ہاتھ آگیا اور اسی قسم کے واقعات بطور نمونہ دکھلاکر تفاسیر قدیمہ سے مسلمانون کو بدظن کرنے کی کوشش کی۔ اور حقیقی و واقعی معجزات کو بھی

[۵۱] مرو کے رہنے والے بڑے مشاہیر تابعین اور ائمہ حدیث مین سے تھے۔ لوگ کہتے تھے کہ حق تعالےٰ نے دنیا بھر کی خصال حمیدہ انمین جمع فرمادی ہین۔ انکے علم و فضل و زہد کا کیا بیان ہو سکتا ہے مشہور محدثین ان کی شاگرد ہین ۱۱۸ھ مین ولادت اور ۱۸۱ھ مین وفات ہوئی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲

(جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہین اسی فہرست مین شمار کردیا۔ حالانکہ اس قسم کے واقعات کو داخل تفسیر کرنیکا الزام تمام مفسرین پر نہین لگایا جاسکتا۔ یہ بعض مفسرین کی ایسی غلطی ہے جسکو دوسرے مفسرین و محدثین محققین نے ظاہر فرمادیا ہے۔

(۱۹) جو شخص زرد جوتا پہنے گا اُسکا غم کم ہوجائیگا (یا یہ کہ جب تک زرد جوتا پہنے رہیگا خوش رہیگا) وضع کرنیوالے نے اسکو حضرت ابن عباس کی طرف منسوب کیا ہے مگر ائمہ حدیث نے اسکے بطلان کو ظاہر فرمادیا ہے۔

(۲۰) أنا من الله والمومنون منی - ا (یعنی مین حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہون اور مومنین میرے نور سے)

• اگر اس حدیث کو صحیح مانا جاتا تو وہی معنی تھے جو اس قسم کی دوسری معتبر روایتون کے لئے گئے ہین یعنی میرے نور کو اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ کسی مادہ اور خمیر سابق کے پیدا کیا اور میرے نور سے اہل ایمان کو پیدا فرمایا۔ یہ معنی نہین ہین کہ حق تعالیٰ کے نور سے کوئی ٹکڑا ٹوٹ کر آپکی ذات اقدس موجود ہوئی جس سے تجزی اور تنقیص ذات باری کی لازم آوے چنانچہ علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ مین بذیل روایت أنا من نور الله بہت تفصیل سے فرماتے ہین جنکے آخری الفاظ یہ ہین

لا بمعنی انہا مادة خلق نوره منها بل بمعنی تعلق الارادة بہ بلا واسطة فی وجوده

ترجمہ حدیث کے یہ معنی نہین ہین کہ خدا تعالیٰ کا نور کوئی مادہ (اور خمیر) تھا جس سے آپکا نور پیدا کیا گیا بلکہ مقصود یہ ہے کہ آپکے نور مبارک کے ساتھ حق تعالیٰ کے ارادہ نے متعلق ہوکر بلا وسائط و اسباب ظاہری موجود کردیا۔ مگر افسوس کہ یہ روایت سند کے لحاظ سے بالکل ساقط الاعتبار ہے۔ بعض محدثین اسکو کذب مختلق کہتے ہین بعض موضوع۔

(۲۱) ابراہیم علیہ السلام اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جنت مین داڑہی ہوگی۔

(۲۲) موسیٰ علیہ السلام کے اتنی ڈاڑہی ہوگی کہ ناف تک پہنچیگی۔

یہ روایات عند المحدثین بالکل پایہ اعتبار سے ساقط ہین۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نسبت معتبر روایات سے یہ ضرور ثابت ہے کہ وہ جنت مین اُن لوگون کے سردار ہونگے جنھون نے حالتِ کھولت مین (یعنی ادہیڑ عمر مین) وفات پائی ہے۔ لیکن اس سے یہ معلوم نہین ہوتا کہ اُن کے ڈاڑہی ہوگی کیونکہ روایات سے یہی معلوم ہوتا ہی کہ جنت مین سبکی عمرین برابر اور زمانہ شباب ہوگا۔

ڈاڑھیاں نہونگی خواہ حالت طفولیت میں پائی ہو یا جوانی مین یا بڑھاپے مین۔
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت جنت مین ایسی حالت مین داخل ہون گے کہ امرد یعنی سادہ رو اور کم مو سرگین چشم ہونگے تیس یا تینتیس سال کی عمر ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہ رض کی روایت مین ہے کہ اُنکا شباب کبھی فنا نہوگا (ترمذی شریف)۔

(۲۳) ماہتاب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گریبان مین کو داخل ہو کر آستین سے نکل گیا۔ علماء فرماتے ہین کہ یہ صحیح نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح اور سچے معجزے اسقدر موجود ہین کہ ایسے غلط روایات سے مدد لینا سراسر نادانی ہے۔ اگر سند صحیح سے ثابت ہوتا تو کہہ سکتے تھے کہ بقدرت اللہ تعالیٰ قمر کا جرم وجسم صغیر ہو کر آستین مبارک مین داخل ہو گیا۔ اب جبکہ ثبوت ہی نہین تو کیا ضرورت ہے کہ بے اصل واقعہ کو تسلیم کرکے یہ اعتراض سر لین کہ ہزارہا میل طویل وعریض جسم آستین مبارک مین کیسے داخل ہو سکتا ہے۔

(۲۴) بلال رض کا سین اللہ تعالیٰ کے نزدیک شین ہے۔
اول ایک غلط بات مشہور ہوئی کہ حضرت بلال شین کے ادا کرنے پر قادر نہ تھے اسی پر یہ روایت ہوگئی کہ "اُنکا سین ہی حق تعالیٰ کو محبوب دل پسندیدہ ہے اور شین کا قایمقام ہے۔ حالانکہ یہ کہین صحیح روایت حدیث یا سیر سے ثابت ہی نہین کہ بلال رض شین کے ادا کرنے سے قاصر تھے۔ پنجوقتہ آذان واقامۃ کا واقعہ ایسا نہین کہ پوشیدہ رہجائے اگر ایسا ہوتا تو ضرور شہرت کے ساتھ منقول ہوتا بلکہ شاید آپ اُنکو مؤذن ہی مقرر نہ فرماتے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۲۵) جو شخص صحبت حلال کے بعد جنابت کا غسل کرتا ہے اُسکو اللہ تعالیٰ سفید موتی کا سو محل عطا فرمائیگا اور ہر ہر قطرہ پانی کے عوض مین ہزار ہزار شہید کا ثواب لکھیگا۔
صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ صحبتِ حلال موجب ثواب ہے اور بفضلہ تعالیٰ اُسکے بعد غسل مین بھی ثواب حاصل ہوتا ہے لیکن اس روایت مین یا اسی قسم کی اور بعض روایات مین ثواب کی مقدار بیان کیگئی ہے یہ روایتین بالکل بے اصل اور موضوع ہین وضع کرنے والے کو خدا تعالیٰ حسب استحقاق سزا دیوے۔

فہرست چندہ دارالحدیث دیوبند

نمبر	نام	رقم
۱	منشی سید محمد احسن شاہ صاحب تحصیلدار ڈیرہ پور ضلع کانپور۔ منجانب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	۴ عہ
۲	جناب امداد علی خانصاحب رئیس مقام مجھولہ ضلع بلند شہر۔	صہ/
۳	جناب منیر خانصاحب ساکن سٹلہ	صہ/
۴	منشی نذر خانصاحب و قدرت اللہ خانصاحب ساکن اصیل پور۔	صہ/
۵	سرور خان صاحب ساکن سٹلہ	عما/
۶	مولوی محمد صدیق صاحب ساکن کٹھور	عہ/
۷	معرفتہ نمبردار مسند علیصاحب ساکن جبڑودہ	۴/
۸	منشی جمال الدین صاحب ولد شرف الدین صاحب گھاس نا کا دوکان ۲۹۷ مقام کراچی بندر	۴/
۹	منجانب خواجہ محمد سلیمان صاحب تونسوی عطیہ منشی جمال الدین ولد شرف الدین صاحب	۲/
۱۰	منجانب خواجہ حافظ محمد موسیٰ صاحب تونسوی عطیہ جمال الدین ولد شرف الدین صاحب	۲/
۱۱	منجانب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم عطیہ مورا قصاب از کراچی	عصہ/
۱۲	منجانب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم عطیہ ابو قصاب از کراچی	۴/
۱۳	معرفت جناب عبد اللہ خانصاحب خورجوی و مولوی محمد یونس صاحب بگھروی	۹۰ للعہ/
۱۴	مولوی محمد نجم الدین صاحب علوی معرفتہ مولوی بدر الدین صاحب پوسٹ ماسٹر ہندو باغ کوئٹہ	عہ
۱۵	منجانب والدین منشی محمد عبد اللہ صاحب سرویر گول بازار معرفتہ حکیم یعقوب علیصاحب رای پوری	عما/
۱۶	مولوی ادریس احمد صاحب بھالونی وکیل جودھپور جسونت سرائے کمرہ ۵۰	عما/
۱۷	جناب سید نصیر احمد صاحب مجسٹریٹ سرونج	للعہ/
۱۸	ہمشیرہ صاحبہ مولوی علیم اللہ خانصاحب رئیس چندیانہ ضلع بلند شہر۔	عہ
۱۹	حافظ احمد حسن خانصاحب ساکن چندیانہ	عصہ/
۲۰	منجانب حافظ سلیمان صاحب محمود پوری	عصہ/
۲۱	منجانب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت علی کرم اللہ وجہہ و حضرت امام حسنین رضی اللہ عنہما و حضرت شیخ عبد القادر جیلانی و حضرت خواجہ معین الدین چشتی و بزرگان طریقت خاندان نقشبندیہ۔ عطیہ منشی خیراتی خانصاحب انسپکٹر پولیس و پنشنر ساکن موضع ٹرکی تھانہ سردھنہ ضلع میرٹھ	۴۲ للعہ
۲۲	جناب سید نصیر احمد صاحب مجسٹریٹ سرونج	للعہ/
۲۳	منشی محمد اسحق صاحب نگینہ ضلع بجنور	عصہ/
۲۴	جناب احمد مرزا صاحب فوٹو گرافر دہلی	۲ عہ
۲۵	چودھری فیاض علیخانصاحب و نیاز محمد خان صاحب پسران چودھری حبیب علیصاحب ساکن موضع جونڈلہ	عما/

رمضان المبارک کے متبرک ایام میں

اگر آپ شعبان و رمضان کے دونوں رسالے ملاحظہ فرمانا چاہتے ہیں تو تکلیف فرما کر عہ۱ر بذریعہ منی آڈر مرحمت فرمائیے (بشرطیکہ آپ کا حساب ماہ شعبان سے شروع ہوتا ہو)۔

ورنہ ایک سو روزانہ کے حساب سے کہیں ۲۰ر رمضان المبارک تک آپکی خدمت میں ویلو روانہ ہونگے اور اگر ڈاکخانہ نے کچھ غفلت کی تو ویلیو کی قیمت کے وصول ہونے کے انتظار میں رمضان کا رسالہ شوال تک کھا رہیگا (بلکہ شاید کچھ زیادہ عرصہ تک کیونکہ بعض ویلیو سات سات مہینے کے بعد وصول ہوتے ہیں)۔

منی آڈر کی دستخطی رسید جو ڈاکخانہ سے پہنچے اسکو چند روز محفوظ رکھئے تاکہ اہل دفتر کی سہو اور غلطی پر آپ کو تنبیہ کرنیکا موقع ملے۔

اگر آپ منی آڈر روانہ نفرماویں تو آخر رمضان المبارک تک ویلیو پہنچنے کا انتظار فرماویں۔

جن حضرات نے بلا طلب و تقاضا بہت پہلے قیمت مرحمت فرمادی ہے انکی عنایت کا شکریہ شکریہ ادا کرکے شعبان کا رسالہ سب سے پہلے روانہ کیا جائیگا۔

ویلیو واپس ہونے میں صرف محصول ڈاک ضائع نہیں ہوتا بلکہ رسالہ بھی بیکار و خراب ہوجاتا ہے۔ اسلئے جن صاحبوں کو کسی وجہ سے آیندہ جاری رکھنا منظور نہو وہ بہت جلد مطلع فرما کر مشکور فرماویں۔

کتب ذیل حضرت مولانا محمد اشرفعلی صاحب کی تصنیف ہیں اور دفتر القاسم سے مل سکتی ہیں

دعوات عبدیت

یعنی عجیب و غریب مضامین کا ضخیم مجموعہ جسکا عرصہ سے لوگوں کو انتظار تھا نہایت اہتمام سے جمع کیا گیا ہے۔ دس حصوں میں سفر و حضر کے مختلف جدید وعظ ہیں اور گیارہویں میں ملفوظات
قیمت - - - عہ۸ر

نشر الطیب

فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوانح عمری محققانہ طرز اور معتبر روایات سے حضرت مولانا محمد اشرفعلی صاحب مدظلہم نے اہل اسلام کے پڑھنے اور سننے کیلئے تالیف فرمائی ہے قیمت قسم اول عہ قسم دوم ۱۲ر قسم سوم عہ

الانتباهات المفیدة

عن الشبهات الجدیدة

نئے خیالات اور ہی قسم کے شبہات کے جواب تحقیق متعلق حدوث مادہ و تعمیم قدرت و اصول اربعہ شرعیہ و عالم آخرت و تقدیر و معاشرت و عبادات وغیرہ اور سات اصول مع شرح قیمت رعایتی ۸ر

وجوه المثانی

قرأتہائے مشہورہ کو بترتیب سور معانی مختلفہ و دیگر امور ضروریہ جمع کیا ہے عربی زبان قیمت ۱۲ر

جامع الآثار۔ احادیث دلائل مذہب حنفیہ کو بترتیب ابواب عربی زبان میں جمع فرمایا ہے قیمت ۶